پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
www.paksociety.com

مدیرۂ اعلیٰ
عذرا رسول
مدیرہ
انجم انصار
معاون
آمنہ حماد

اداریہ

مجھے کچھ کہنا ہے — مدیرہ — 15

افسانے

آنچل میں جڑے رشتے — رُخ چوہدری — 47
سرگوشی بہار — شبانہ شوکت — 89
میرا ہرجائی — غزالہ عزیز — 97
سال نو مبارک — غزالہ فرخ — 135

مکمل ناول

230
جانِ جاناں — عنیقہ محمد بیگ

سلسلے وار ناول

18
امانت — رفعت سراج

108
زندگی — ناہید سلطانہ اختر

پبلشر و پرنٹر: عذرا رسول • مقام اشاعت: C-63 فیز II ایکس ٹینشن ڈیفنس کمرشل ایریا، مین کورنگی روڈ، کراچی 75500
پرنٹر: جمیل حسن • مطبوعہ: ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

ناولٹ

محبت کے سوا — میمونہ خورشید — 143
خوشبو محبت کی — شمیم فضلِ خالق — 155
بساطِ زندگی — رفاقت جاوید — 199
پاگل لڑکی — قرۃ العین شکیل — 209
خزاں کے بعد — صائمہ حیدر — 215
اپنی انگلی — نمرہ احمد — 225

56
کہیں دیپ جلے کہیں دل — قیصرہ حیات

خصوصی مضامین

وہ آئے بزم میں...... نزہت اصغر — 264

مستقل عنوانات

دین کی باتیں — ادارہ — 16
بہنوں کی محفل — مدیرہ — 278
پاکیزہ ڈائری — عظمیٰ آفاق سعید — 290
میں اکثر گنگناتی ہوں — صغریٰ زیدی — 293
جلترنگ — انجم انصار — 294
میرا انتخاب — آمنہ حماد — 297
سندیسے — پاکیزہ بہنیں — 299
روحانی مشورے — ادارہ — 300
ہومیو کلینک — 302

174
یا قربان — فرحانہ ناز ملک

شعبہ اشتہارات
منیجر اشتہارات محمد شہزاد خان 0333-2256789 نمائندہ کراچی محمد رمضان خان 0333-2168391
نمائندہ لاہور افراز علی نازش 0332-4214400 رانا اے حمید 0323-2895528
ماڈل: مونا شاہ .... میک اپ: روز بیوٹی پارلر .... فوٹوگرافر: موسیٰ رضا
جلد 40 • شمارہ 11 • فروری 2013 • زرِ سالانہ 700 روپے • قیمت فی پرچا پاکستان 60 روپے •
پتا: پوسٹ بکس نمبر 662 کراچی 74200 • فون: 35895313 (021) فیکس 35802551 (021) E-mail:jdpgroup@hotmail.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجھے کچھ کہنا ہے......!

قارئین کرام! آپ کو عید میلاد النبی ﷺ مبارک ہو...... پوری دنیا کے مسلمان بارہ ربیع الاول کو اس انسان کامل کی ولادت کا جشن مناتے ہیں جس کی اسوہ حسنہ پوری نوع انسانیت کے لیے منارہ نور ہیں بلکہ رہتی دنیا تک آپ ﷺ کی ہستی ضوفشاں رہے گی۔

انسانی زندگی کے جس گوشے کی خصوصیات زیر بحث آئیں گی ان میں حضور اکرم ﷺ کا حوالہ اہم ترین ہوگا۔ سرکار رسالت مآب ﷺ کی حیات طیبہ کا ایک ایک دن اور آپ کے اخلاق کا ہر ہر پہلو تمام انسانوں کے لیے واجب تعظیم اور لائق تقلید ہے۔

خداوند کریم نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کی پیروی کرو۔

یہ حقیقت ہے کہ اللہ کی محبت براہ راست مقبول نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس کے محبوب کی غلامی اور فرمانبرداری کا طوق بھی انسان اپنی گردن میں نہ ڈال لے یعنی صرف اقرار توحید کافی نہیں ہے۔ انسان کو اس سے بڑا اور کون سا انعام مل سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اطاعت رسول کو اپنی اطاعت قرار دے رہا ہے۔ اللہ کی ضمانت سے بڑی کوئی ضمانت نہیں ہوسکتی۔

آپ ﷺ کی آمد سے انسانیت نے شرف انسانیت کا حقیقی اعزاز حاصل کیا اور بے سمت زندگی صراط مستقیم پر گامزن ہوگئی۔ ہر فرد کے بنیادی حقوق کو تحفظ فراہم کرنا محسن انسانیت کا وہ عظیم کارنامہ ہے جس پر تاریخ ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔

فخر انسانیت، سید دو عالم احمد مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ کے آنے سے تاریخ کا دھارا مڑ گیا اور سوچنے کے انداز بدل گئے اور یہ ایک ایسا عظیم اور تاریخ ساز انقلاب تھا جس نے دنیا کو اسلام کے نور سے منور کردیا اور انشاء اللہ ہمیشہ کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمیشہ حضور اکرم ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مدیرہ

انجم انصار

WWW.PAKSOCIETY.COM

پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے ہیں تو انہیں ان کے (اچھے کاموں کے) بدلے پورے (پورے) دے گا اور (بلکہ) انہیں اپنے فضل سے زیادہ دے گا اور لیکن وہ لوگ جنہوں نے (اس کے بندے ہونے سے انکار کیا اور غرور کیا تو انہیں بڑا درد دینے والا عذاب دے گا اور وہ اللہ کے سوا کوئی اپنا کارساز اور مددگار نہ پائیں گے (۱۷۳) اے لوگو بے شک تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے (دین حق کی) دلیل آچکی اور ہم نے تمہاری طرف ایک واضح روشنی (یعنی قرآن مجید) نازل کیا ہے (۱۷۴) پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس (کے نور) کو انہوں نے مضبوط پکڑ لیا تو اللہ عنقریب اپنی رحمت اور فضل (کے گلشن بے خزاں) میں انہیں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف (پہنچنے کے) سیدھے راستے کی ہدایت کرے گا (۱۷۵) (اے نبی ﷺ) یہ لوگ تم سے فتویٰ طلب کرتے ہیں کہہ دو کہ اللہ تمہیں کلالہ (کے بارہ) میں فتویٰ دیتا ہے (کہ) اگر کوئی مرد مرجائے (اور) اس کے کوئی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ کا نصف (ملنا) ہے اور (اگر عورت مرجائے اور اس کا بھائی زندہ ہو تو) وہ اس (مردہ بہن) کا وارث ہوگا بشرطیکہ اس (کی بہن) کے کوئی اولاد نہ ہو اور اگر دو بہنیں وارث ہوں تو ان دونوں کو اس (بھائی) کے ترکہ سے دو تہائی ملے گا اور اگر وہ (وارث) کئی ہوں مرد اور عورتیں (بھی) تو ایک مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے برابر اللہ تمہارے لیے اس واسطے ظاہر فرماتا ہے کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے (۱۷۶)

(سورۂ نسا آیت نمبر ۱۷۳ تا ۱۷۶)

آنحضرت ﷺ کے اسمائے گرامی سیدنا محمد ﷺ

۶۔ الفضائل:

1۔ روزانہ نماز فجر اور نماز عشا کے بعد ایک، ایک سو مرتبہ اس اسم مبارک کا ورد کرنے سے دل نیکی کی طرف راغب ہوگا اور برائی سے چھٹکارا مل جائے گا۔

2۔ جو کوئی غربت و مفلسی کا شکار ہو وہ روزانہ بلا ناغہ باوضو حالت میں 400 مرتبہ اس اسم مبارک کو پڑھ کر دعا مانگے تو وہ غنی ہو جائے گا۔

نوٹ: ہر قسم کا ورد کرنے سے پہلے کسی مستند روحانی بزرگ کی اجازت ضروری ہے۔

۲۔ سیدنا احمد ﷺ

(صفاتی اسم مبارک)

الصلوۃ والسلام علیک یا احمد

1۔ تفصیل مفہوم:

احمد اسم تفصیل کا صیغہ ہے اسم فائل اور اسم مفعول دونوں معنی میں استعمال ہو سکتا ہے۔

1۔ پہلی صورت میں اس کے معنی ہیں احمد الحامدین لربہ، یعنی تمام تعریف کرنے والوں میں اپنے پروردگار کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔ آپ ﷺ نے اپنے پروردگار کی جتنی تعریف کی ہے کسی اور نے نہیں کی۔

2۔ دوسری صورت میں اس کے معنی ہیں، احق الناس واولی هم بان یحمد، تمام لوگوں میں سب سے زیادہ تعریف کے قابل اور ثنا کا مستحق۔

قیصرہ حیات کی کتاب انوار اسما النبی ﷺ سے اقتباس

WWW.PAKSOCIETY.COM

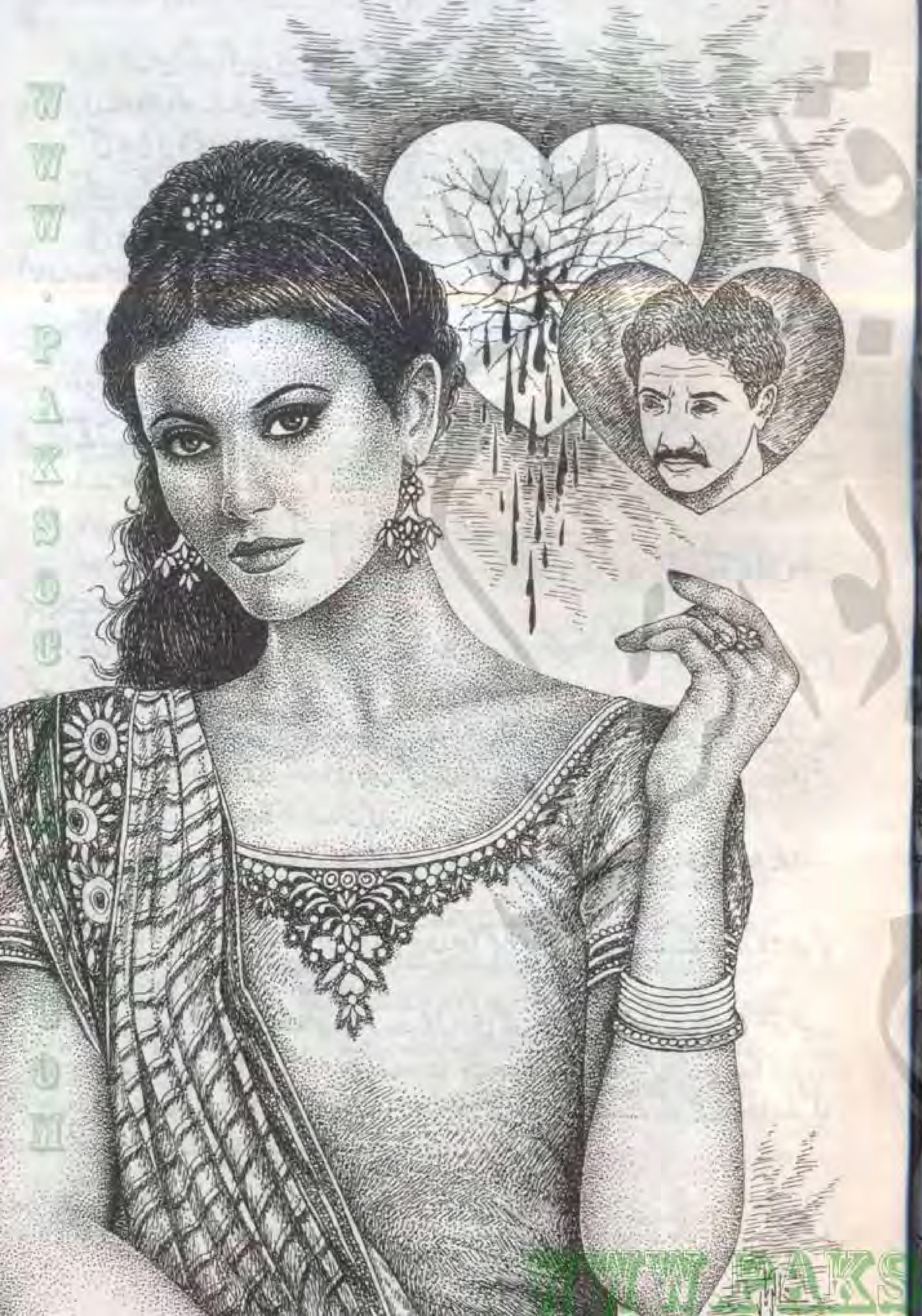

امانت

رفعت سراج

قسط 2

لہو سے سینچنے پڑتے ہیں برگ و بار کے موسم
بظاہر یوں لگا دینا شجر آسان کتنا ہے
جنہوں نے دھوپ کی دشواریاں جھیلیں بتائیں گے
بدن پر سایۂ دیوار و در آسان کتنا ہے
شکستِ خاک سے لے کر نمو یابی کے منظر تک
ذرا دشوار ہے رستہ مگر آسان کتنا ہے

بات ایک امانت ہے، ذات ایک امانت ہے عفت ایک امانت ہے، زندگی خدا کی امانت ہے، زمین کے وجود پر سورج کی روشنی امانت ہے، تاروں کا نور...... چاند کی چاندنی امانت...... امانت کو خیانت سے بدل دیا جائے تو چہار سو اندھیروں کا راج ہے۔ اسی اندھیرے میں امانت کی تابانیاں پھر سے روشنی کی کرنیں بکھیرتے ہوئے چہارسو اجالا کردیتی ہیں۔

امانت وخیانت کو واضح کرتی ایک پُردرد مگر خوب صورت تحریر

WWW.PAKSOCIETY.COM

مہر جان کی آنکھوں سے جیسے غیظ وغضب کی چنگاریاں نکلنے لگی تھیں انہوں نے بے اختیار دروازہ کھٹکھٹایا تھا۔

روما دستک سن کر گھبرا گئی جلدی سے رابطہ منقطع کر کے کارڈلیس تکیے کے نیچے چھپا دیا اور بیڈ سے چھلانگ مار کر اتری۔ دروازہ کھولتے ہی جو مہر جان پر نظر پڑی تو چکرا کر رہ گئی۔

''صبح کالج کی چھٹی ہے......؟'' وہ دُرشت لہجے میں پوچھ رہی تھیں۔

''نن......نن......نہیں تو اماں......'' روما نے خشک گلا تھوک سے تر کرتے ہوئے جواب دیا۔

''پھر یہ اتنی دیر تک جاگنے کا مطلب...... کالج سیر کرنے جاتی ہو؟ بے وقوف بنا رہی ہو ماں کو......'' انہوں نے گھور کر دبی آواز میں پوچھا۔

''وہ...... میں تو بس سونے ہی والی تھی...... کہ آپ آ گئیں......'' روما نے خوف سے کانپتے دل کو بہ مشکل سنبھالا۔

''شرم سے ڈوب مرو...... جھوٹ بولنے کا سلیقہ سیکھو...... جب جوان لڑکی نظریں چرا کر ماں سے جھوٹ بولنے لگے تو یہ خطرے کی گھنٹی ہوتی ہے...... ایسی ہی بے وقوف لڑکیوں کو شاطر لڑکے گھر سے بھگا کر لے جاتے ہیں۔ سات سمندر کے پانی سے بھی یہ کالک نہیں دُھلتی۔ سچ سچ بتاؤ...... فون پر کس سے بات کر رہی تھیں؟''

اب مہر جان نے اس کی ٹھوڑی اپنی انگلی سے اونچی کر کے انگارے چبائے۔

''وہ...... کائناز...... کائناز سے...... آپ چیک کر لیں...... ڈائلڈ نمبر دیکھ لیں...... آپ کو تو کائناز کا فون نمبر پتا ہے ناں......؟'' روما کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

''میں ضرور چیک کروں گی...... اس لیے کہ میں آسانی سے کسی پر بھی اعتبار نہیں کرتی۔'' مہر جان یہ کہہ کر کمرے میں داخل ہوئیں اور آنکھوں ہی آنکھوں میں کارڈلیس تلاش کیا۔

روما پھرتی سے آگے بڑھی اور تکیے کے نیچے سے کارڈلیس نکال کر انہیں تھما دیا...... مہر جان چیک کرنے ہی والی تھیں کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی...... روما کی جان حلق میں اٹک گئی...... انہوں نے کارڈلیس کان سے لگایا مگر بولیں کچھ نہیں۔ دوسری طرف سے کائناز کہہ رہی تھی۔

''روما تم نے فون کیوں بند کر دیا؟'' مہر جان نے گہری سانس لے کر تھر تھر کانپتی روما کی طرف دیکھا...... تصدیق ہو گئی تھی خود بخود۔

''لڑکی...... آرام سے سو جاؤ...... دن میں کیا کرتی ہو؟ تم لوگوں کو باتیں بنانے کے سوا اور کام ہی کیا ہے......'' یہ کہہ کر مہر جان نے رابطہ منقطع کر دیا۔

''یہ چیپ، تھرڈ کلاس ڈائیلاگ تم کائناز سے بول رہی تھیں؟ شرم کرو شرم...... اپنا اندازِ گفتگو ٹھیک کرو...... گھر میں یہ فلمی سین چلانے کی ضرورت نہیں۔ آج سہیلی سے بول رہی ہو...... کل دل چاہے گا کہ......'' مہر جان نے کچھ سوچ کر بات ادھوری چھوڑ دی...... اور کارڈلیس لے کر کمرے سے چلی گئیں۔ روما نے گھٹی ہوئی سانس سینے سے آزاد کی اور جلدی سے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

☆☆☆

گل جان کے دل کو عجیب سی بے قراری تھی۔ بند کمرے میں دم گھٹنے لگا تو بالکنی میں چلی آئی...... ہاتھ میں

تسبیح تھی...... وہ کچھ پڑھ رہی تھی۔ مہر جان نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے گل جان کو دیکھ لیا تھا وہ تو اے سی چلانے کی نیت سے کھڑکیاں بند کر رہی تھیں...... وہ اتنی پُھرتی سے کمرے سے باہر نکلیں گویا بجلی سے چل رہی ہوں...... گل جان اپنے خیال میں کھوئی ہوئی تھی کہ مہر جان نے جا لیا۔

''کیوں جاگ رہی ہو؟''

گل جان چونک پڑی۔

''بس یونہی...... کبھی کبھی نیند نہیں آتی......'' اس نے بڑی سادگی سے سر جھکا کر کہا تھا۔

''کبھی کبھی...... یا اکثر......؟'' مہر جان کے لہجے میں طنز و تلخی تھی۔ مہر جان نے تسبیح کی طرف ایک نگاہ کی۔

''کوئی وظیفہ کر رہی ہو؟''

''نہیں...... یا حیّ یا قیوم پڑھ رہی تھی کہ شاید نیند آ جائے۔''

''کم از کم میرے سامنے تو اتنی پارسا بننے کی ضرورت نہیں...... ان تسبیح کے دانوں پر تم دنیا کو گھما سکتی ہو...... مجھے نہیں۔'' مہر جان نے استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ سر سے پاؤں تک اسے گھورا۔

''آپ میرے جاگنے سے پریشان نہ ہوا کریں بی بی جان...... میں تو برسوں سے جاگ رہی ہوں...... شاید موت کی نیند کے انتظار میں جاگتی رہتی ہوں۔'' گل جان کے چہرے پر اسی طرح سکون تھا، وہ بہت مؤدبانہ انداز میں بولی۔

مہر جان نے کاٹ دار نظروں سے اسے سر سے پاؤں تک تولا پھر طنزیہ قہقہہ لگا کر بولیں۔

''کتنی بھی مظلوم دکھائی دو کم از کم مجھے تم پر ترس نہیں آتا۔''

''خدا نہ کرے کہ آپ کو کبھی مجھ پر ترس آئے......'' وہ یہ کہہ کر رکی نہیں...... مہر جان کے قریب سے گزر کر آگے بڑھ گئی۔

''تمہیں دن رات جلتا سلگتا دیکھ کر میرے دل کو جو سکون ملتا ہے بیان سے باہر ہے۔'' مہر جان بڑبڑا رہی تھیں جبکہ ان کے اپنے وجود میں جو آگ دہک رہی تھی اسی کا اثر تو شاید درجہ حرارت میں اضافے کا باعث تھا...... رات کا ٹائم...... مگر ہر طرف دن کی لو چل رہی تھی۔

☆☆☆

''جب تمہارے پاس اپنی کار اور ڈرائیور موجود ہے تو تمہیں کائناز کا احسان اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟'' مہر جان آف موڈ میں روما سے مخاطب تھیں جو کالج جانے کے لیے بالکل تیار تھی۔

''اماں احسان کی بات نہیں...... ہمیں ایک دوسرے کی کمپنی چاہیے۔''

''بس......!'' مہر جان نے ہاتھ اٹھا کر روما کو مزید بولنے سے روکا...... غصہ مزید بڑھ گیا۔

''رات مجھے پتا چل گیا...... اتنی بے وقوفی اور حماقت کی توقع نہیں تھی تم سے۔ بچی نہیں ہو...... ہوش کی دوا کرو...... میں یہ سب کچھ مزید برداشت نہیں کروں گی......'' مہر جان نے فیصلہ کُن، تحکمانہ گھن گرج کا مظاہرہ کیا۔

''اماں...... کائناز تو بچپن سے میری دوست ہے......'' روما ایک دم سہم سی گئی تھی۔

''دوستی اور پاگل پن میں فرق ہونا چاہیے...... دماغ خراب ہو گیا ہے تم دونوں کا۔'' اسی وقت رابی ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

طرف سے نکل کر سامنے آ گئی، غصے اور بیزاری کی کیفیت سے پتا چلتا تھا کہ وہ روما اور ماں کی بات چیت سن چکی ہے۔

”کسی لڑکے سے دوستی تو نہیں چلا رہی...... کیوں ایک سمپل سی بات کو ایشو بنا رہی ہیں؟“

”اچھا...... تم بکواس بند کرو...... میری بات کے سامنے تم نے اپنی بات رکھنے کی ہمت کیسے کی؟“ مہر جان اتنی زور سے دہاڑیں کہ دیواریں لرز اٹھیں۔

”ہم آپ کی بیٹیاں ہیں...... آپ منڈی سے کنیزیں خرید کر نہیں لائی ہیں اور اولاد اپنے ماں، باپ ہی سے دل کی بات کر سکتی ہے۔“ رابی نڈر انداز میں گویا ہوئی مگر روما تھر تھر کانپ رہی تھی۔

چٹاخ کی آواز ماحول میں یوں گونجی گویا کوئی کانچ کا برتن اچانک ہاتھ سے چھوٹا ہو۔

”آپا...... پلیز...... آپ کو اماں کا پتا ہے ناں...... پھر آپ کیوں اس طرح کرتی ہیں۔“ روما ایک دم آگے بڑھی...... اور رابی کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولی۔

”جو لڑکیاں اپنی ماں کے سامنے زبان چلاتی ہیں، ایک دن وہ اپنے عاشقوں کے لیے ماں سے لڑتی ہیں...... پھر گھروں سے بھاگ جاتی ہیں...... دس نسلیں عزت کے لیے محنت کریں...... چند لوگ عزت کے جنازے نکال دیں...... کم از کم میری زندگی میں تو اس طرح کے تماشے نہیں ہوں گے۔ دور ہو جاؤ دونوں میری نظروں سے۔“ مہر جان حلق پھاڑ کر دہاڑیں۔ روما تو پورچ کی طرف بھاگی مگر رابی اپنے گال پر ہاتھ رکھے پتھر کے بُت کی طرح اپنی جگہ اِستادہ تھی۔

مہر جان نے اسے اپنی جگہ جما دیکھا تو خود ہی وہاں سے پاؤں پٹختے ہوئے چلی گئیں۔

☆☆☆

گل جان راہداری میں دیوار سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے کھڑی تھی، خاموش آنسو اس کے رخساروں پر لڑھک رہے تھے۔ مہر جان تیز تیز چلتی راہداری میں آئی تھیں انہی قدموں کی چاپ پر گل جان نے ایک دم آنکھیں کھول دیں اور مہر جان کو سامنے پا کر گھبرا گئی جلدی جلدی آنسو پونچھنے لگی۔

”تم کس کو رو رہی ہو......؟ دیکھ لیا...... کتنا زہر بھرا ہوا ہے رابی کے اندر...... جو اَب بہانے بہانے سے نکلنے لگی ہے۔“ مہر جان نے قہر برساتی نظروں سے گل جان کو گھورا۔

”میں تو بہت سمجھاتی ہوں بی بی جان......“ گل جان مری ہوئی آواز میں بولی۔

”اچھا!“ مہر جان کے ہونٹوں پر زہر خند ابھری۔

”تمہیں خود کو سمجھانے سے فرصت مل جاتی ہے، یہ لڑکی ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہے، میں اس کا بندوبست کر رہی ہوں...... کیونکہ میں مزید رسک نہیں لے سکتی۔“

”آپ کو اختیار ہے بی بی جان...... میں کبھی اس معاملے میں زبان نہیں کھولوں گی۔“ گل جان آہستہ آواز میں سر جھکا کر کہہ رہی تھی۔ مہر جان اس کی طرف نفرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں مگر گل جان کی مجال نہیں تھی کہ سر اٹھا کر نفرت یا محبت کا ادراک حاصل کرتی۔ مہر جان چند لمحے اس کی طرف دیکھتی رہیں درحقیقت وہ موجودہ لمحوں کو کھو کر ماضی کی کسی تلخ یاد میں گم تھیں۔

☆☆☆

”آج کے زمانے میں لڑکی کا بارہ جماعت پڑھ لینا بہت ہے۔ انسان کوئی ہنر سیکھ لے تو فائدہ ہے...... لڑکیوں کی ڈگریاں کس کام کی......؟“ جابر علی ناشتا کرتے ہوئے بڑے خشک مگر ناصحانہ انداز میں صابرہ کو سمجھا رہا تھا۔

”شبینہ کو بی اے کرنے کا بہت شوق ہے۔“ صابرہ نے گرم پراٹھا جابر علی کے سامنے رکھتے ہوئے آہستہ آواز میں جواب دیا۔

”بچی ہے وہ...... تم تو عقل سے کام لیا کرو، شوق نواب پالتے ہیں۔ آج کل ضرورت پوری ہو جائے تو بہت سمجھو۔“ جابر علی نے برہم نظروں سے بیوی کی طرف دیکھا اور نوالہ یوں توڑا جیسے کسی کی گردن مروڑ رہا ہو۔

”دنیا داری تو زندگی بھر ہوتی رہے گی...... بیکار پڑھائیاں کرنے کے بجائے تہجد کی نفلیں پڑھ لینی چاہئیں۔ جوانی کی عبادت فوراً قبول ہوتی ہے۔“ اس نے نوالہ بناتے ہوئے مزید نصیحت کی۔

”اللہ کا شکر ہے بچے نماز، روزے کے پابند ہیں۔ تہجد بھی پڑھ لیں گے۔“ صابرہ نے کچن کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے بڑے حلم وصبر سے جواب دیا تھا۔

”وہ تو میں دیکھ رہا ہوں کتنی عبادت کرتے ہیں۔ مصلّے بچھاتے ہی لپیٹ دیتے ہیں، دنیا میں دل اٹکا ہوا ہو تو خاک عبادت کریں گے۔“ جابر علی نے نوالے کے ساتھ ساتھ انگارے بھی چبائے۔

”شادی کی بات کرو تو آپ برا مانتے ہیں، پڑھائی کی بات کرو تو غصہ...... کچھ تو کرنے دیں......“ صابرہ اندر سے چیں بہ جبیں ہو کر بولی۔

”اپنی اولاد سے کہو...... گھر سے باہر رہنے کے بہانے نہ ڈھونڈیں، قرآن کی تفسیر پڑھا کریں۔“ جابر علی کی پیشانی پر پڑے بل گہرے ہو گئے۔

”صحیح عمر میں بچوں کے نکاح کرنا بھی ماں باپ کا فرض ہے۔“ صابرہ چائے کی پیالی لے کر باہر آئی۔

”کوئی تین کپڑوں میں تمہاری بیٹیوں کو لے جانے کے لیے تیار ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“ جابر علی نے صاف گوئی سے فوراً جواب دیا۔ ”پانچ سو بندوں کے لیے دیگیں پکوانے کی گنجائش نہیں ہے میرے پاس۔ حرام کا مال نہیں ہے لٹانے کے لیے...... یہ دکھاوے نمائش میرے بس کی بات نہیں۔“ جابر علی نے چائے کا کپ صابرہ کے ہاتھ سے لیتے ہوئے پھر پتھر پھوڑے۔

”اپنی حیثیت کے مطابق سب ہی کچھ نہ کچھ کرتے ہیں۔“ وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔

”تم نے کچھ چھپا بچا کر رکھا ہو تو دے دینا......“ جابر علی نے چائے کا گھونٹ بھر کر اسے مزید بولنے سے روک دیا تھا۔

”اللہ نے چاہا تو چند مہینوں بعد برہان بھی کچھ نہ کچھ کرنے لگے گا۔“ صابرہ نے ایک نظر شوہر کے چہرے پر دوڑائی پھر ہچکچاتے ہوئے بولی۔

”شیخ چلی کے پاس ایک انڈا ہے۔ جس سے وہ پولٹری فارم کھولنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔“ جابر علی اب بری طرح بگڑا تھا۔ صابرہ کی آدھی بات منہ ہی میں رہ گئی تھی۔ ”صبح صبح دماغ خراب کر دیتی ہے......“ جابر علی چائے کا کپ ٹیبل پر پٹخ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ سہم کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

”عورت ہی منحوس ہے...... آٹھ سال سے پروموشن رکی ہوئی ہے...... وہ کہتے ہیں نا پیسہ عورت کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

نصیب سے اور اولاد مرد کے مقدر سے ہوتی ہے......" جابر علی کیپ اٹھا کر سر پر جماتے ہوئے بڑبڑا رہا تھا۔ صابرہ ہمیشہ کی طرح لب بستہ کھڑی تھی۔

☆☆☆

ستارہ یونیفارم میں ملبوس جلدی جلدی اپنے گھنے لمبے بالوں کی چوٹی میں بل ڈال رہی تھی۔ چہرے پر خفگی و بیزاری کے تاثرات تھے۔

"سن لیا...... ابا سے اب پڑھائی کا خرچہ نہیں اٹھایا جا رہا...... پتا نہیں کس زمانے کی بات کر رہے ہیں...... آج کل انٹر پاس کی کوئی ویلیو ہے بھلا؟"

"ہاں تو ٹھیک ہے...... برہان بھائی کی تعلیم ہماری تعلیم سے زیادہ ضروری ہے۔ ابا خرچ کرتے ہیں...... انہیں فیصلہ کرنے کا اختیار ہے۔ چھوڑ دوں گی میں پڑھائی، گھر میں کسی کو تو قربانی دینا ہوگی۔" شبینہ نے دل کا درد چھپا کر بڑے صبر و ضبط سے باپ کی بات رکھنے کی کوشش کی۔

"ہونہہ...... لڑکیاں...... قربانی کی بکریاں...... یہاں ابا سے بھی کم تنخواہ والے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلاتے ہیں۔ ابا تو ویسے ہی اولاد کو بوجھ سمجھتے ہیں۔" ستارہ چوٹی بنا کر اب اِدھر اُدھر پڑی اپنی کتابیں سمیٹ رہی تھی۔ ساتھ ہی تلخ لہجے میں بڑبڑا رہی تھی۔

"آہستہ بولو...... ابا ابھی گھر ہی میں ہیں...... کچھ سن لیا تو سمجھو آج سے پڑھائی ختم......" شبینہ نے بے باکی کا مظاہرہ کرنے پر ستارہ کو ٹوکا۔

"بس اسی طرح ڈرتی رہنا...... چپ چاپ ظالمانہ فیصلے قبول کرتی رہنا۔" ستارہ چیخ کر بولی اور بیگ میں کتابیں ٹھونسنے لگی۔

"اور کیا کر سکتے ہیں...... اپنے ماں، باپ کے فیصلے نہیں مانیں تو کیا کریں، زہر کھا کر مر جائیں......؟" شبینہ نے اب قدرے خفگی سے ستارہ کی طرح دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایسی زندگی سے تو اچھا ہے مر جائیں...... انسان ہیں یا گدھے، مالک چابک ہلا کر ٹک ٹک کرتا رہے جہاں رکے اور پڑے دو چار...... چارا مل گیا، کھالیا، مالک نے جہاں باندھ دیا بندھ گئے اور ستالیے...... ہونہہ......" ستارہ بیگ کندھے پر لٹکا کر پاؤں پٹختے ہوئے باہر نکل گئی۔

شبینہ کی آنکھوں میں دل کے زخموں سے رِسنے والا پانی اتر آیا تھا۔

☆☆☆

"یار کچھ بتاؤ تو...... میں تمہیں پک کرنے گئی تو تمہارے ملازم نے بتایا تم تو اپنی گاڑی میں جا چکی ہو...... اتنی جلدی تھی تمہیں کالج آنے کی......؟" روما کائناز سے پہلے کالج پہنچ چکی تھی اور اب کائناز بے تابانہ اسے ڈھونڈتی ہوئی کلاس میں آئی تھی۔ پیریڈ شروع ہونے میں کچھ وقت تھا۔ لڑکیاں اِدھر اُدھر گروپ کی شکل میں کھڑی باتیں کر رہی تھیں۔ اچھا خاصا شور تھا کان پڑی آواز سنائی تو دے رہی تھی مگر سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کون کیا کہہ رہا ہے۔ روما ایک کونے میں سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی کائناز نے اسے فوراً ہی جالیا تھا۔

"اب میں روزانہ اپنی گاڑی میں آؤں گی اور تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" روما نے سر اٹھا کر خالی خالی نظروں سے کائناز کی طرف دیکھا...... اور ایک گہری سانس لی۔

"کیوں، کیوں...... آخر ایک دم سے کیا ہو گیا...... ہماری کمٹ منٹ ہو چکی ہے کہ تم میرے ساتھ آؤ گی میرے ساتھ جاؤ گی......" کائناز بہت جذباتی ہو رہی تھی۔ "تم ایسا کیوں کر رہی ہو روما؟"

"میرے نصیب ہی خراب ہیں...... اگر میرے نصیب اچھے ہوتے تو میں ڈاکٹر مہر جان کی بیٹی نہ ہوتی......" روما کے گلے میں آنسوؤں کے پھندے لگ رہے تھے۔ وہ بہ مشکل ضبط کر پا رہی تھی۔

"ہائیں...... تو آنٹی نے منع کیا ہے...... مگر ان کو پرابلم کیا ہے......؟" کائناز بدک کر بولی...... صبح کی مستقل نوعیت کی دوری اس کے لیے بہت زیادہ اذیت ناک تھی...... راستے میں بیس پچیس منٹ جو وہ ایک دوسرے میں کھو کر گزارتی تھیں وہ تو جیسے ایک قیمتی متاع تھی...... جو کوئی لُوٹ کر لے جا رہا تھا...... کائناز کی حالت غیر ہونے لگی یہ کوئی واقعہ نہیں صدمہ تھا۔

"بے شمار سوالات ہیں جن کے جواب چاہئیں...... مگر اماں کے سامنے کھڑے ہو کر سوال کون کرے......" روما تلخ لہجے میں بولی۔

"ابھی تک تو انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی...... اچانک کیا ہو گیا......؟ ہماری دوستی آج کی نہیں...... ہم تو برسوں سے ساتھ ہیں...... جب میں یاد کرنے کی کوشش کرتی ہوں کہ ہم پہلی بار کہاں اور کب ملے تھے تو بس اتنا ہی یاد آتا ہے کہ ہم لان میں ساتھ کھیلتے تھے...... تتلیاں پکڑتے ہوئے گر جاتے تھے...... تم روتی تھیں تو میں چپ کراتی تھی، میں روتی تو تم چپ کراتیں۔"

"بس چھوڑو......" روما نے کائناز کو مزید کچھ بولنے سے روک دیا۔ "نہ ہم کچھ پوچھ سکتے ہیں نہ انکار کر سکتے ہیں...... ہم تو ہم...... ہماری خالہ تک اُن کے سامنے ایسے ہاتھ باندھ کر رہتی ہیں جیسے وہ ان کی بہن نہ ہوں نوکرانی ہوں......" روما کی آواز میں اب آنسوؤں کا تاثر تھا...... قدرتی سی بات ہے کوئی دل کی سننے والا ہو اور دل بھرا ہوا ہو تو یہ پانی چھلکنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے...... روما ماحول کا احساس کر کے ضبط کے کڑے مرحلے طے کر رہی تھی اسی وقت لیکچرار اندر داخل ہوئی تھیں اور لڑکیاں گرتی پڑتی اپنی اپنی سیٹ کی طرف بھاگی تھیں...... ایک منٹ میں چہار سو خاموشی چھا گئی تھی۔ کائناز بھی بیزار انداز میں سیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

روما نے آنسوؤں کے ان چند قطروں کو سب کی نظر چھپا کر انگلیوں کی پوروں سے پونچھا جو من مانی کر کے آنکھوں کے کناروں تک آ گئے تھے۔

☆☆☆

ڈاکٹر مہر جان اپنے ذاتی اسپتال کے پُر آسائش کمرے میں آرام دہ کرسی پر جھولتے ہوئے ایک فائل بہت انہماک سے پڑھ رہی تھیں۔ اسی وقت اسپتال کی سینئر ڈاکٹر، ڈاکٹر ناز دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ مہر جان نے نظر کے گلاسز آنکھوں سے ہٹائے جو ایک نفیس چین سے پیوستہ تھے اور اب ان کے گلے میں جھولنے لگے تھے۔

"آپ نے بلایا میم......؟" ڈاکٹر ناز مؤدبانہ ہمکلام ہوئی۔

"اوہ...... یس...... یہ...... نئے پیشنٹ شبیر احمد کی فائل میں دیکھ رہی تھی۔ اس میں بہت سی باتیں missing ہیں...... نامکمل ہسٹری ہے...... مکمل اور صحیح تشخیص کے لیے مکمل ہسٹری چاہیے ہوتی ہے۔ آپ جیسی سینئر ڈاکٹر کو کیا نئے سرے سے سمجھانے کی ضرورت ہے؟" ڈاکٹر مہر جان سپاٹ اور بے مروت انداز میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

پان کھانا سرطانِ خون میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے

ہندوستانی محققین کی ایک ٹیم کے مطابق پان (betel leaf) کا استعمال مغز عظیم محققین یا ہڈی کا گودا (bone marrow) کے سرطان (cancer) کی روک تھام میں مدد کرتا ہے۔ کولکتہ اور ممبئی انڈیا میں سائنسدانوں نے تجربات سے پتا لگایا ہے کہ پان میں موجود ایک سالمہ (molecule) میں یہ خاصیت ہے کہ سرطان کے سبب ہڈی کا گودا جب زیادہ سفید خلیات خون (white blood cells) بنانے لگتا ہے جس کے نتیجے میں انسانی جسم معمولی ادویات کا اثر قبول نہیں کرتا تو یہ سالمہ سرطان کے ایسے مریضوں کے لیے سودمند ثابت ہوتا ہے۔ تجربات سے معلوم ہوا کہ پان کا عرق جب ایسے مریضوں پر آزمایا گیا جو دیرینہ سرطان خون (chronic myelold leukaemia) کے مہلک مرض میں مبتلا تھے، جس میں خون کے سفید ذرات کی تعداد میں بہت اضافہ ہوجاتا ہے تو یہ عرق مفید ثابت ہوا۔ اس انکشاف سے اس مرض کے شافی علاج کی راہیں کشادہ ہوئی ہیں۔ یہ تحقیق و تجربات انڈین انسٹی ٹیوٹ آف کیمیکل بائیولوجی (ucb) اور انسٹی ٹیوٹ آف ہیماٹولوجی اینڈ ٹرانسفیوژن میڈیسن (the institute of haematology and transfusion medicine pirmal life sciences اور پیرمل لائف سائنس ممبئی میں کیے گئے۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف کیمیکل بائیولوجی، جو انڈین کونسل آف سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ کے تحت کام کرتا ہے کے ڈیپارٹمنٹ آف کینسر بائیولوجی اینڈ انفلیمیٹری ڈس آرڈر (department of cancer biology and inflammatory disorder کے سربراہ ڈاکٹر سنتو بندوادپادھیائے (Dr.santu bandyopadhyay) کہتے ہیں۔ ''ہم نے تحقیق کی جس سے ہمیں پتا چلا کہ عرق پان میں وافر مقدار میں ایک مرکب ہائیڈروکسی کیوٹیکول (hydroxy chavicol) پایا جاتا ہے جو دیرینہ سرطانِ خون کی بیماری کو اگر مکمل طور پر نہیں تو جزوی طور پر ختم کرنے میں مدد دیتا ہے۔

اس تحقیق، جو جریدہ ''فرنٹیرز ان بائیو سائنس'' (frontiers bioscience) میں شائع شدہ ایک رپورٹ کی بنیاد پر کی گئی اور جاپان کی کینسر ایسوسی ایشن کے جریدے ''کینسر سائنس جرنل'' میں شائع ہوئی ہے، میں مزید بتایا گیا ہے کہ مذکورہ بالا مرکب نہ صرف سرطانی خلیوں کو کمزور کرتا ہے بلکہ ان سرطانی خلیوں کو بھی ہلاک کرتا ہے، جو دوا کے خلاف مزاحمت پیدا کرلیتے ہیں جو انسانی جسم کو محفوظ رکھنے کا نظام (Immune system) کا اہم جزو ہوتے ہیں۔

سرطان خون کی بیماری زیادہ تر بالغوں میں اور ادھیڑ عمر میں ہوتی ہے۔ تحقیق کے مطابق ہندوستان میں اس کی شرح ایک لاکھ میں ایک ہے۔ عورتوں سے زیادہ مرد اس کا شکار ہوتے ہیں۔ اس بیماری کی صورت میں خون کی کمی اور آسانی سے جسم سے خون کا اخراج (bleeding) واقع ہوتا ہے۔ اب تک جن دواؤں سے اس بیماری پر قابو پایا جاتا رہا خون کی تبدیلی کے عمل کے سبب اب وہ بے اثر ہورہی ہیں۔ لہٰذا زیادہ موثر ادویہ کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔ پان کا عرق یا خلاصہ (extract) کا کیمیائی مرکب خون کی تبدیلی سے پیدا شدہ خراب صورت حال جسے t351 mutation کا نام دیا گیا ہے کے خلاف بھی موثر ردعمل ظاہر کررہا ہے۔

از: خبرنامہ ہمدرد، مرسلہ: صبا نور، لیہ

مخاطب ہوئیں۔

''وہ میم...... پیشنٹ خود کچھ بتانے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ پیرنٹس کی ڈیتھ ہوچکی ہے...... بہن بھائی دوسرے شہروں میں رہتے ہیں۔ اس کی بیوی ہی سے یہ تفصیلات ملی ہیں۔'' اس نے بڑے آرام سے بتایا۔

''تیس سال پیشنٹ کی عمر ہے...... شادی کو کتنے سال ہوئے ہوں گے، اس کی بیوی ہمیں تمام تفصیلات نہیں دے سکی...... پیشنٹ کی ہسٹری میں اس کا بیک گراؤنڈ سب سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔ اب میں اس ادھوری فائل پر کیا کام کروں......؟'' وہ غصے سے بولیں۔ ڈاکٹر ناز، مہرجان کے مزاج کے تمام موسموں کی عادی تھی...... اس نے ان کی بات بہت سکون اور تحمل سے سنی...... پھر آہستہ آواز میں بہت مؤدبانہ گویا ہوئی۔

''میم...... پیشنٹ انڈر آبزرویشن ہے...... اس سے بھی کافی مدد مل رہی ہے...... ہر پانچ منٹ بعد وہ واش روم میں ہاتھ دھونے جاتا ہے اور تقریباً دس منٹ تک ہاتھ دھوتا رہتا ہے۔'' ڈاکٹر ناز نے بتایا۔

''روح بہت میلی ہوگئی ہے اس کی۔'' مہرجان نے بے ساختہ انداز میں تبصرہ کیا تھا۔

''جی میم......؟'' ڈاکٹر ناز نے چونک کر اُن کی طرف دیکھا۔

''ٹھیک ہے...... میں ابھی راؤنڈ کرتی ہوں...... ملتی ہوں اس سے...... آپ جائیں...... روم نمبر تین کے پیشنٹ کو دیکھیں...... وہ ڈسچارج ہونا چاہتا ہے۔ آپ دیکھیں کہ اسے ڈسچارج کرنا چاہیے یا نہیں، میرے پاس بہت کام ہے۔ شام کی فلائٹ سے مجھے اسلام آباد جانا ہے ایک سیمینار میں شرکت کرنی ہے۔''

''تو پھر آپ کی واپسی کل ہوگی؟'' ڈاکٹر ناز جاتے جاتے رک کر پوچھنے لگی۔

''نہیں، میں رات ہی کو واپس آجاؤں گی...... میں گھر سے باہر رات نہیں گزارتی، کبھی جی بھر کر نہیں سوتی...... مجھے حیرت ہے لوگ آٹھ آٹھ گھنٹے کیسے سوجاتے ہیں۔'' مہرجان کرسی چھوڑ کر اپنی وسیع وعریض خوب صورت وضع کی آفس ٹیبل کے قریب کھڑی کہہ رہی تھیں۔

''آپ کی کامیابیوں کا راز آپ کی انتھک محنت ہے میم...... اس اسپتال کی good will کا سارا کریڈٹ آپ کو جاتا ہے......'' ڈاکٹر ناز نے بہت گہری تجزیاتی نظر سے اُن کا سراپا دیکھ کر کہا اور وہ ذرا سی مدح سرائی کرکے باہر چلی گئی۔

''تین چار گھنٹے بھی سوتی کہاں ہوں...... چیتے کی طرح ایک آنکھ تو سوتے میں بھی کھلی ہوتی ہے۔'' ڈاکٹر مہرجان آفس چیئر پر بیٹھتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔ اُن کے چہرے پر ایک محسوس ہونے والی سنگدلی کی دھند تھی۔ تنے ہوئے ابروان کے ہر معاملے میں فیصلہ کن رویہ رکھنے کی تصویر کشی کررہے تھے۔

☆☆☆

اصیل خان اپنے کوارٹر میں چائے بنا رہا تھا اور اپنے کام میں اتنا منہمک تھا کہ اسے گل جان کے آنے کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

خبر تک نہ ہوئی۔ چائے کا کپ لے کر وہ اپنے دھیان میں پلٹا تھا مگر دروازے کے قریب کھڑی گل جان کو دیکھ کر بری طرح چونکا۔

”آ...... آپ یہاں کیوں چلی آئیں بی بی؟“ اصیل خان نے سراسیمگی کے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”پریشان نہ ہوں...... گھر میں کوئی نہیں ہے۔ رابی یونیورسٹی چلی گئی ہے اور محرم خان سودا لینے گیا ہے۔“

”مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس گھر کی دیواریں بھی چغل خور ہیں۔ بیگم صاحبہ کو ایک، ایک خبر پہنچاتی ہیں۔“ اصیل خان الجھن بھرے انداز میں بولا۔ بات کرتے ہوئے وہ ایک پریشانی کی کیفیت میں مبتلا تھا۔

”تمہارے اندر ہمیشہ کے لیے خوف اتر چکے ہیں جو آخری سانس تک تمہارے ساتھ رہیں گے۔“ گل جان سپاٹ لہجے میں یوں کہہ رہی تھی جیسے کوئی ڈاکٹر مرض کے لاعلاج ہونے کا اعلان کر رہا ہو۔

اصیل خان بھول چکا تھا کہ اس کے ہاتھ میں چائے کا کپ ہے۔ مادی وجود گل جان کے سامنے تھا روح آنکھ سے اوجھل کسی جہاں میں سیر کناں تھی۔

”یہ خوف کی دنیا میں زندگی گزارنے کا فیصلہ تمہارا اپنا ہے اصیل خان...... کبھی دل نہیں گھبراتا......؟“ گل جان نے اصیل خان کی محویت توڑی۔

”نہیں...... اس دنیا سے دور ہو کر میں سو نہیں سکتا...... خوف اور اذیت میری دوا بن چکے ہیں۔“ اس نے سر جھکا کر اب قدرے پُرسکون انداز میں بات کی۔

”اصیل خان ایک نئی قیامت ٹوٹ پڑنے کو ہے...... رابی کو بی بی جان کے فیصلوں کے سامنے جھکانا آسان نہیں...... لگتا ہے کچھ ہو جائے گا......“ گل جان نے نڈھال سے لہجے میں دل کی بات کی۔

”میں نوکر ہوں...... بلکہ غلام ہوں...... دیکھنا سننا میرے اختیار میں ہے مگر......“ اصیل خان نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

”سہراب خان کو اچھی طرح جانتے ہو...... بی بی جان اسے اپنا داماد بنا رہی ہیں۔“ گل جان کے لہجے میں دکھ چیخ رہے تھے۔

”عزت سے جی رہے ہیں یہ کافی ہے اور بیگم صاحبہ کا احسان ہے۔ جن کے وسیلے سے یہ گوشۂ عافیت ملا ہے۔“ اصیل خان نے چائے پیے بغیر کپ ایک طرف رکھ دیا۔

”ٹھیک کہہ رہے ہو مگر رابی کو کون سمجھائے گا۔ خدانخواستہ زہر ہی نہ کھالے۔“

”نہیں کھائے گی، خودکشی بزدل لوگ کرتے ہیں...... رابی مردوں کی طرح بہادر ہے۔“ اصیل خان نے ایک دم گل جان کی بات کاٹ کر کہا۔

”ہاں...... مگر وہ کچھ نہ کچھ ضرور کرے گی...... مجھے اس سے بہت خوف محسوس ہو رہا ہے۔“

”نہ بیگم صاحبہ اسے گولی ماریں گی نہ وہ خودکشی کرے گی...... بہت کچھ کرنے کے بعد آخر ہتھیار پھینک دے گی۔ آپ حل نہ سوچیں...... حل کوئی نہیں ہے۔“

”کیا یہ رابی پر ظلم نہیں ہے اصیل خان؟“ گل جان دل سوزی سے پوچھنے لگی۔

”ظلم کی باتیں میرے اور آپ کے منہ سے اچھی نہیں لگتیں......“ اصیل خان نے سر جھکا کر بہت دھیمی

آواز میں کہا۔

”آپ جائیں بی بی...... اور خدا کے لیے بھول جائیں کہ اس گھر کے ایک سرونٹ کوارٹر میں کوئی اصیل خان رہتا ہے۔“

گل جانے نے اذیت کی لہر دباتے ہوئے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اصیل خان کوارٹر سے باہر نکل گیا۔ انتظار کی اتنی تاب بھی نہیں تھی کہ گل جان کے جانے تک صبر کر لیتا۔

☆☆☆

”تم بہت بولنے لگی ہو ستارہ...... کم از کم جب ابا جان گھر میں ہوتے ہیں تو احتیاط کیا کرو...... تمہیں گھر میں سکون اچھا نہیں لگتا؟“ شبینہ، ستارہ کو سمجھا رہی تھی۔ مسئلہ یہ تھا کہ کالج میں دو تین کلاسز پکنک پر جا رہی تھیں اور جابر علی نے شروع ہی سے کہا ہوا تھا کہ لڑکیاں کسی بھی قسم کی غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لیں گی۔ سہیلیاں نہیں بنائیں گی...... کیونکہ بقول جابر علی سہیلیاں خراب کرتی ہیں۔ اب ستارہ مُصر تھی کہ کسی طرح پکنک پر جانے کی اجازت لی جائے۔

”آخر دو سو لڑکیاں جا رہی ہیں۔ ابا جان کو غور کرنا چاہیے۔“ وہ چاہ رہی تھی کہ ماں ان کو ہر صورت جابر علی سے اجازت دلوائے۔

”دنیا بہت ایڈوانس ہو چکی ہے...... گھر بیٹھے نیٹ پر سہیلیاں بنائی جا سکتی ہیں...... ابا جان کو یہ بات کیوں سمجھ نہیں آتی......؟“ ستارہ جھلا کر بولی۔

”اب نہیں آتی تو کیا کریں...... ہمیں ان کی بات تو ماننی ہے ناں...... برہان بھائی گھر میں نیٹ نہیں لگوا سکے...... بہت ہی ضروری ہو تو اپنے دوست کے لیپ ٹاپ پر جا کر کام کر لیتے ہیں...... وہ لڑکے ہیں...... انجینئرنگ یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں ان میں اتنا صبر اور برداشت...... اور تم لڑکی ہو کر ہر وقت جنگ پر تلی رہتی ہو۔“ شبینہ نے سمجھانے کے بعد جھاڑ بھی پلائی۔

”اگر میں پکنک پر چلی گئی تو کیا قیامت آجائے گی؟“ ستارہ اسی طرح اٹل تھی۔

”قیامت ہی آئے گی...... تم دیکھ لینا...... تمہارا گھر سے نکلنا ہی بند ہو جائے گا۔ پڑھنے سے بھی رہ جاؤ گی۔“

”قیامت آئے یا قیامتیں......“

اسی وقت جابر علی نے کمرے میں قدم رکھا تھا۔ ستارہ کی بات ادھوری رہ گئی۔ اچانک باپ کو سامنے پا کر وہ ساری طرّم خانی بھول کر اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی اور دوپٹا درست کرنے لگی تھی۔ شبینہ کی تو ٹانگیں ہی بے جان ہو گئی تھیں وہ تو اٹھنے کے قابل ہی نہیں رہی تھی۔ بہ مشکل ڈوبتے دل کو سنبھال رہی تھی۔ حلق میں کانٹے پڑ چکے تھے۔

”کس قیامت کی بات ہو رہی ہے...کیا کھچڑی پک رہی ہے......؟“ جابر علی نے پولیس والوں کے مخصوص انداز میں بیٹیوں کے چہرے سے کچھ اخذ کرنے کی کوشش کی۔ وہ کڑے تیوروں سے گھور رہا تھا۔ آنکھوں میں شک و شبہے کے انگارے دہک رہے تھے۔

”وہ...... وہ کچھ نہیں ابا جان......“ بالآخر ستارہ ہی نے حوصلہ کیا۔ ”وہ ہماری کلاس پکنک پر کیپ ماؤنٹ جا رہی ہے میں آپا کو بتا رہی تھی۔“ شبینہ نے دل ہی دل میں ستارہ کے حوصلے کی داد دی...... اس کے اپنے

WWW.PAKSOCIETY.COM

ساؤنڈ باکس نے تو کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔

''پکنک...... پتا ہے یہ عیاشیاں مجھے پسند نہیں...... ہم تمہیں پڑھنے کے لیے گھر سے باہر بھیجتے ہیں۔''

''ابا جان...... میں اکیلی تو نہیں ہوں، تین کلاسوں کی اسٹوڈنٹس جارہی ہیں۔'' ستارہ کو پتا تھا کہ اگر اس وقت دل کی بات زبان پر نہیں لائی تو یہ سنہری موقع پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔

ستارہ کے منہ سے اظہارِ تمنا کیا ہوا گھر کی دیواریں لرزنے لگیں...... جابر علی یوں دہاڑا جیسے اپنے جونیئر کی سنگین غلطی پر غصے سے پاگل ہوگیا ہو۔

''کہاں مری ہوئی ہے تمہاری ماں؟ میٹھی نیند سو رہی ہے...... آج یہ میرے سامنے بولنے کی جرأت کررہی ہے، کل کو دنیا میں حشر اٹھادے گی...... ارے مرے ہوئے لوگوں زندہ ہو جاؤ...... گھر سے باہر بھیجنے سے پہلے سب کچھ سمجھا دیا تھا، پھر یہ ضد، یہ اصرار......'' صابرہ چیخ و پکار پر دوڑتے ہوئے آگئی۔ کیونکہ مرے ہوئے لوگوں کا اشارہ صابرہ کی طرف ہی تھا۔

وہ بری طرح خوفزدہ تھی اپنے بے قابو دل کو سینے سے باہر آنے سے روک رہی تھی۔ دونوں ہاتھ سینے پر سختی سے جمائے اس نے باری باری تینوں کی طرف دیکھا۔ شبینہ کی حالت اس سے کچھ مختلف نہیں تھی۔

''کک...... کک...... کیا ہوا......؟ کیا کہہ رہی تھی جو آپ چلّانے لگے؟'' صابرہ کے حلق سے آواز نکلی۔

''اعلانِ بغاوت کررہی ہے...... دنیا داری سکھا رہی ہے، تمہاری تربیت کے جھنڈے گاڑ رہی ہے، پکنک پر جائے گی، سیر کرنے کا دل چاہ رہا ہے۔'' جابر علی نے طنزیہ مسکرا کر صابرہ کی طرف دیکھا۔ صابرہ نے آگے بڑھ کر ستارہ کے رخسار پر ایک تھپڑ رسید کیا۔

''شریف لڑکیوں کے سینے میں دل نہیں ہوتے...... خبردار جو دل کی بات زبان پر لائی...... زبان جلادوں گی۔'' وہ بولتے بولتے رو پڑی تھی۔

اسی وقت برہان اندر داخل ہوا تھا۔

''کس کی زبان جل رہی ہے؟ عورت کے احترام میں سب سے پہلے ماں، بیوی اور بیٹی آتی ہے...... گھر کی عورتوں کا ہر معاملے میں پہلا حق ہے۔ مجھ سے یہ تماشا۔ مزید برداشت نہیں ہوتا...... اگر اپنی بات ہی منوانی ہے تو آرام سے بھی سمجھایا جاسکتا ہے۔ گلی میں چلتے ہوئے لوگ بھی رک گئے ہوں گے۔ عورت جسمانی طور پر کمزور ہوتی ہے ابا جان...... نرمی کی زبان آسانی سے سمجھ لیتی ہے۔'' برہان کے ہاتھ میں تولیا تھا اور سر کے بال گیلے تھے یوں لگتا تھا جیسے چیخ پکار سن کر لشتم پشتم واش روم سے بھاگا تھا۔ جابر علی، برہان کی اس ہمت و جرأت پر انگشت بدنداں تھا۔ پہلی بار برہان نے کسی جھگڑے میں حصہ لیا تھا اور باپ کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

''میرے ٹکڑوں پر پل رہے ہو میاں...... بہت بڑی یونیورسٹی میں پڑھتے ہو، میرے خرچے پر...... میرے سامنے تقریر کررہے ہو، میرے سامنے......!'' جابر علی نے انگلی اپنے سینے پر رکھ کر غیظ و غضب کی کیفیت پر بہ مشکل قابو پاتے ہوئے کہا۔

''اپنی اولاد پر خرچ کرتے ہیں تو اپنا فرض ادا کرتے ہیں، یہ تو سب ماں، باپ کرتے ہیں بلکہ میں نے تو ان بیوہ عورتوں کو بھی دیکھا ہے جو دن رات محنت کرکے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلاتی ہیں۔ آپ تو پھر مرد ہیں۔ آپ کی تو ڈیوٹی ہے۔'' ماں کی مظلومیت اور آنسوؤں نے ساری مصلحتیں طاق میں سجادی تھیں۔ جابر علی نے

تیز تیز سانس لے کر خود کو کچھ کہنے کے لیے تیار کیا پھر بڑی تلخی سے گویا ہوا۔

''یہ میری بیٹیاں ہیں، میری پسند کی زندگی گزاریں گی۔ کل جب تم خود باپ بنو گے تو اپنی اولاد اپنی مرضی سے پالنا...... خبردار میرے معاملات میں اگر بولے۔''

''یہ آپ کے معاملات نہیں ہیں...... جیتے جاگتے لوگوں کے معاملات ہیں، بنیادی حقوق کی بات ہے...... ہمارے مذہب میں تو جانوروں کے بھی حقوق بتادیے گئے ہیں۔'' برہان یہ کہہ کر تیزی سے باہر نکل گیا...... ایک سہمی ہوئی عورت کی بیٹے کی ہمت سے بہت ڈھارس بندھی تھی۔ برہان نے سب کے دلوں کی ترجمانی کردی تھی اب کسی کو بھی کچھ مزید بولنے کی حسرت نہیں تھی...... برہان کے منہ سے نکلا ہوا ایک، ایک حرف جیسے کسی بھاری زنجیر کی ایک ایک کڑی کی طرح ٹوٹا تھا۔ جان لیوا حبس سے نجات ملی تھی۔ نہ برسنے والے بادلوں کے سائبان ٹکڑیوں میں بٹ گئے تھے...... بہت ہلکے سہی...... ہوا کے جھونکے محسوس تو ہوئے تھے۔ جابر علی کی انا کو زبردست ٹھیس لگی تھی۔ احساسِ توہین سے کچھ کر گزرنے کا جی چاہ رہا تھا...... مگر تین کمزور عورتوں کے سامنے وہ مزید ہیٹی برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے مشتعل نظروں سے صابرہ کی طرف دیکھا۔

''کسی خوش فہمی میں نہ رہنا...... جوان بیٹے کو سپہ سالار سمجھ رہی ہے؟ دھکے دے کر گھر سے نکال دوں گا۔''

اس نے صابرہ اور ستارہ کو قہر آلود نظروں سے دیکھا اور باہر نکل گیا۔ صابرہ اس کے پیچھے پیچھے نکلی۔ شبینہ نے ستارہ کو یوں دیکھا...... جیسے کہہ رہی ہو کہ کیا ملا؟

☆☆☆

اصیل خان لاؤنج میں ڈسٹنگ کرنے میں مصروف تھا۔ ڈاکٹر مہر جان اسپتال جانے کے لیے تیار ہوکر اپنی دھن میں کھوئی کھوئی بڑی تیزی سے لاؤنج میں آئی تھیں۔ اُن کی نظر اصیل خان پر پڑی تو چہرے پر کئی رنگ آکر گزر گئے۔ اصیل خان کو ان کی موجودگی کا احساس تھا مگر وہ اپنے کام میں اسی طرح مصروف رہا گویا وہ لاؤنج میں تنہا ہو۔

''اصیل خان!'' مہر جان نے اسے متوجہ کیا۔

''جی بیگم صاحبہ......؟'' اصیل خان بہت سکون سے بولا۔

''میں اپنا موبائل کمرے میں بھول آئی ہوں...... جلدی سے لے کر آؤ بہت ضروری فون کرنا ہے۔ مصروفیت میں روز ذہن سے نکل جاتا ہے۔'' آخری الفاظ انہوں نے بڑبڑاہٹ کے انداز میں ادا کیے۔

اصیل خان نظریں اور سر جھکائے فوراً چلا گیا۔ انہوں نے جاتے ہوئے اصیل خان کی طرف نفرت آلود نظروں سے دیکھا، اندر کوئی قیامت برپا تھی انہوں نے تیز تیز سانسوں کو بہ مشکل نارمل کیا۔ ایک انسان جو کئی عہد سے گزر چکا ہو...... وہی عہد اس کی کل زندگی ہوتے ہیں اور کسی ایک عہد کی گرفت اتنی سخت ہوتی ہے کہ اس شکنجے سے خود کو چھڑانا پھر اختیار و بس کی بات نہیں ہوتی...... موسم آتے جاتے رہتے ہیں، رات دن کا ازلی چکر چلتا رہتا ہے...... مگر عمر ایک جگہ رک جاتی ہے...... آئینے سچ بولتے ہیں، وقت آگے سرکنے کی گواہیاں دیتے ہیں...... لیکن خود کو دھوکا دینے کا نشہ اتنا چڑھ چکا ہوتا ہے کہ اس نشے سے باہر آکر جینے کو دل ہی نہیں چاہتا...... ڈاکٹر مہر جان پھر ایک ٹھہرے ہوئے لمحے میں کچھ گمشدہ چیزیں ڈھونڈنے لگی تھیں مگر قہر ساماں لمحے کا طلسم اصیل خان کی آواز سے ٹوٹ گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''یہ آپ کا موبائل بیگم صاحبہ۔''
''اوہ...... ہاں۔'' مہر جان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور موبائل اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ اصیل خان اگلے حکم کے لیے سر جھکا کر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا...... مہر جان نے ایک نظر اس کے چہرے پر دوڑائی اور سہراب خان کا نمبر ڈائل کرنے لگیں...... چند لمحے پاس ہونے والی رنگ بڑی توجہ سے سنتی رہیں آنکھوں میں بے چینی کے تاثرات بھی پیدا ہوئے بہر حال کال ریسیو ہو گئی۔
''السلام علیکم، مہر جان......!'' سہراب خان کی بھاری بوجھل سی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی۔
''وعلیکم السلام......! کیسے ہو سہراب خان؟'' مہر جان عجلت سے دوچار ہو گئیں۔ ''میں بہت معذرت خواہ ہوں کل کوشش کے باوجود تمہیں رنگ نہ کر سکی، کیسے ہو......؟'' وہ اصیل خان کی طرف دیکھتے ہوئے بات کر رہی تھیں۔
''مہربانوں کی دعا سے بہت اچھا ہوں۔'' سہراب خان کے انداز میں ظریفانہ تاثر تھا۔
''میرا خیال ہے سہراب خان ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ تم پانچ چھ لوگ لے کر نکاح کے لیے آ جاؤ...... میں جلد سے جلد اپنے فرض ادا کرنا چاہتی ہوں۔'' مہر جان نے پھر اصیل خان کے دھواں دھواں ہوتے چہرے پر بے رحمی سے نظریں جما کر کہا۔
''بس تمہارے حکم کا انتظار تھا...... انشاء اللہ میں کل شام کو پہنچوں گا۔''
''زمینوں کے کاغذات ساتھ لے کر آنا......'' مہر جان نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔
''فکر ہی نہ کریں سب تیاری ہے۔ بیس تولے سونا...... ہالینڈ کے دس ڈائمنڈ، پندرہ ایکڑ نہری زمین...... اور صدر والی کوٹھی...... کیا اتنا کافی ہے؟'' سہراب خان تفصیلات بتاتے ہوئے پوچھنے لگا۔
''کافی ہے...... مگر حق مہر دس لاکھ روپے تمہیں نکاح کے فوراً بعد ادا کرنا ہے۔'' مہر جان صاف گوئی سے بات کر رہی تھیں۔ کوئی تکلف نہیں تھا۔
''ایسا ہی ہوگا...... پچاس ہزار جیب خرچ ماہانہ کی جو بات طے ہو چکی ہے، وہ بھی نکاح نامے کی شرائط میں لکھی جائے گی۔''
''گڈ......! میں عورت ہو کر ایک زبان رکھتی ہوں، تم تو پھر مرد ہو سہراب خان۔'' مہر جان خوش ہو کر کہہ رہی تھیں۔ ''میں کل شام تمہارا استقبال کروں گی...... خدا حافظ......'' یہ کہہ کر مہر جان نے فون بند کر دیا...... اور اصیل خان کی طرف دیکھ کر مسکرائیں۔ ''رابی ماں کو یاد کرے گی...... سونے میں تولنے والے کے حوالے کر رہی ہوں۔ کچھ لوگ دولت کے لیے دین ایمان برباد کر لیتے ہیں رابی کو بیٹھے بیٹھے مل رہا ہے۔ تمہیں یہ سب کیسا لگ رہا ہے اصیل خان......؟'' وہ یہ کہہ کر مسکرا کر کھڑی ہو گئیں۔
''میری جان تو آپ کے پاس گروی ہے، غلام ہوں آپ کا...... جو حکم سر آنکھوں پر......'' اصیل خان بڑی بُردباری سے سر کو خم دے کر بولا۔
''شاباش...... میرا بیگ گاڑی میں رکھو۔'' مہر جان نے حکم دیا۔ اصیل خان حکم کی تعمیل کے لیے آگے بڑھا۔ مہر جان کے چہرے پر خوشیوں کے رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ جیسے ان کی روح سکون کے دریا میں غوطے لگا رہی ہو۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

☆☆☆

کالج میں چھٹی ہو چکی تھی۔ شبینہ اپنی کلاس فیلو اور اکلوتی عزیز دوست فائزہ کے ساتھ کلاس سے باہر آئی تھی۔

''بہت چپ چپ ہو...... ویسے تم زیادہ تو نہیں بولتیں مگر آج کچھ زیادہ خاموشی ہے۔'' فائزہ نے شبینہ کو کہنی سے ٹہوکا دے کر خیالات کی دنیا سے باہر کھینچا۔ شبینہ چونک کر فائزہ کی طرف دیکھنے لگی...... پھر بے معنی سا مسکرا دی۔

''کبھی کبھی چپ رہنا اچھا لگتا ہے......'' اس نے بات بنائی۔

''بنا رہی ہو مجھے...... تمہاری شکل پر لکھا ہے کہ تم پریشان ہو...... مجھ سے بھی چھپاؤ گی؟'' فائزہ نے بغور اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں، نہیں...... تمہیں یونہی محسوس ہو رہا ہے، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' شبینہ زبردستی کے انداز میں مسکرائی۔

''اچھا ٹھیک ہے، میں یقین کر لیتی ہوں مگر آج تمہیں اپنے گھر لے کر جاؤں گی۔ ماما کہتی ہیں تم اپنی دوست کی اتنی باتیں کرتی ہو کسی دن گھر لے کر آؤ۔''

''نہیں، نہیں...... میں تمہارے گھر نہیں جا سکتی......'' شبینہ خوفزدہ اور بے ساختہ انداز میں بولی۔ فائزہ حیران ہو کر اس کی شکل دیکھنے لگی۔

''ارے، تم تو یوں ڈر رہی ہو جیسے نرسری کی بچی ہو...... میں آنٹی کو فون کر کے بتا دیتی ہوں۔ ماما نے آج میری فرمائش پر مچھلی بنوائی ہوگی...... ہمارا بنگالی کک بڑے مزے کی فش بناتا ہے۔ مجھے کچھ نہیں پتا آج تم میرے ساتھ لنچ کرو گی......'' فائزہ کا انداز قطعی تھا۔

''یہ ممکن نہیں ہے فائزہ...... میں کسی دن اپنی امی کے ساتھ آ جاؤں گی......'' شبینہ نے اسی طرح سہمے سہمے انداز میں واضح انکار کر دیا۔

''آ جانا امی کے ساتھ...... بلکہ آتی رہنا...... مگر آج میں لنچ تمہارے ساتھ ہی کروں گی...... جو کرنا ہے کر لو...... میرا گھر کالج کے پیچھے ہی ہے، بس پانچ منٹ میں پہنچ جائیں گے۔'' فائزہ اس کا کوئی عذر قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔

''فائزہ کسی وجہ سے انکار کر رہی ہوں...... پلیز آج نہیں...... میں امی سے بات کروں گی پھر کل تمہارے ساتھ چلوں گی۔'' شبینہ نے منت کے انداز میں بات کی۔ فائزہ کے اصرار و زور کے سامنے وہ کمزور پڑ رہی تھی مگر چھپے ہوئے خوف بہت طاقتور تھے۔

''ارے میں ابھی بات کرتی ہوں آنٹی سے، کل کس نے دیکھی ہے۔'' فائزہ نے جھٹ بیگ سے موبائل نکالا اور شبینہ کا لینڈ لائن نمبر ڈائل کرنے لگی۔ وہ اب کالج کے مین گیٹ تک پہنچ چکی تھیں، شبینہ نے بڑی بے بسی سے فائزہ کی طرف دیکھا تھا۔ لڑکیاں مختلف گروپوں میں گاڑیوں کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ وہ فائزہ سے موبائل چھین لینا چاہتی تھی مگر ماحول ایسا تھا کہ وہ ایسا کر نہیں سکتی تھی۔ مفت کا تماشا بن جاتا، فائزہ کی کال دوسری طرف صابرہ نے ریسیو کر لی تھی۔

''السلام علیکم آنٹی! شبینہ کی دوست فائزہ بات کر رہی ہوں۔'' اتنا کہہ کر وہ صابرہ کا جواب سننے لگی۔ شبینہ متفکر نظروں سے فائزہ کو بغور دیکھ رہی تھی جیسے اس کے چہرے سے کچھ اخذ کر رہی ہو۔

''آنٹی میں شبینہ کو اپنے ساتھ گھر لے جا رہی ہوں۔ آپ فکر مت کیجیے گا۔ ویسے بھی آج ستارہ نہیں ہے، یہ اکیلی ہے، میں اپنے ڈرائیور سے ڈراپ کرا دوں گی۔'' اتنا کہہ کر وہ صابرہ کی بات سننے لگی...... شبینہ بے قرار سی ہو کر اپنی انگلیاں چٹخانے لگی۔ عجیب بے بسی کی کیفیت تھی۔

''آنٹی...... پرامس چار بجے سے پہلے شبینہ اپنے گھر پر ہوگی۔ پلیز آنٹی۔'' فائزہ جیسے صابرہ کی خوشامد کر رہی تھی۔

پھر اس نے صابرہ کا مختصر جواب سننے کے بعد خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

''فضول میں ڈرتی ہو...... اتنی اچھی تو ہیں تمہاری امی......'' فائزہ نے موبائل بیگ میں رکھتے ہوئے اطمینان و سرخوشی کی کیفیت میں کہا۔

''امی تو بہت اچھی ہیں...... ہماری وجہ سے ابا جان کی جھاڑیں سنتی رہتی ہیں۔ صبح ابا جان بہت خفا ہو کر گئے ہیں۔ اسی وجہ سے ستارہ نے غصے میں چھٹی کی ہے۔'' شبینہ ہنوز فکرمند تھی۔

''چھوڑو بقول تمہارے، تمہارے ابا جان تو گھر میں بھی پولیس افسر بنے رہتے ہیں۔ یہ ان کی عادت ہے یا مجبوری...... وہ تو نہیں بدلیں گے...... تم کیوں فضول میں ہر وقت ڈری ڈری رہتی ہو۔''

فائزہ کار کے قریب پہنچی تو ڈرائیور اس کے لیے دروازہ کھولے منتظر کھڑا تھا۔ فائزہ نے پہلے شبینہ کو بٹھایا پھر خود بھی بیٹھ گئی۔ ڈرائیور نے نہایت مستعدی سے دروازہ بند کیا اور ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔

''ہمارے معاشرے میں فائزہ جیسی قسمت لے کر کتنی لڑکیاں آتی ہیں؟ نہ کوئی خوف نہ ڈر...... بن مانگے سب کچھ...... لمبی لمبی امیدوں کے جال سے آزاد نہ حسرت نہ انتظار......'' شبینہ بڑے رشک سے سوچ رہی تھی۔

☆☆☆

کائناز کا موڈ بہت آف تھا۔ وہ ابھی تک کالج یونیفارم میں تھی۔ شاہ عالم اسے بچوں کی طرح بہلا رہے تھے۔

''بیٹا...... ڈاکٹر صاحبہ بہت عقل سمجھ والی ہیں۔ انہوں نے کسی وجہ ہی سے روما کو اپنی کار سے جانے کو کہا ہوگا۔ کیوں اپنی جان جلا رہی ہو۔''

''سراسر بلاوجہ...... ایک بڑی سی کار میں دو لڑکیاں آرام سے جا سکتی ہیں۔ پبلک وین میں جانے سے منع کرتیں تو سمجھ میں آنے والی بات بھی تھی کہ واقعی صبح صبح پبلک وین کھچا کھچ بھری ہوتی ہیں۔'' کائناز نے منہ پھلا کر سابقہ لہجے میں بات کی۔

''بیٹا وہ ماں ہیں...... اپنی اولاد پر اختیار رکھتی ہیں...... ہم ان کے ذاتی معاملات میں مداخلت کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔'' ''مجھے تو وہ سوتیلی ماں لگتی ہیں...... ہر وقت آرمی کمانڈر کی طرح حکم دے کر بات کرتی ہیں......'' کائناز پر شاہ عالم کے سمجھانے بجھانے کا کوئی اثر نہیں تھا اس کے ذہن میں تو یہ بات چپک کر رہ گئی تھی کہ ڈاکٹر مہر جان دو جان چھڑکنے والی سہیلیوں کو جبراً ایک دوسرے سے دور کر رہی ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''ایسا غصہ ماں، باپ کو تب ہی آتا ہے جب بچے پڑھائی میں اچھا رزلٹ نہ دے رہے ہوں...... ہوسکتا ہے ڈاکٹر صاحبہ روما کی کالج پروگریس سے مطمئن نہ ہوں اور سوچتی ہوں کہ تم دونوں فضول باتوں میں وقت ضائع کرتی ہو۔''

''کوئی نہیں...... بہت اچھا رزلٹ ہوتا ہے ہمارا......'' اس نے فوراً شاہ عالم کی بات کاٹ دی...... بلکہ روما کے نمبر تو ہمیشہ مجھ سے زیادہ ہی آتے ہیں۔'' وہ مزید گویا ہوئی۔

شاہ عالم نے گہری سانس لی...... ان کے سینے میں بھی برسوں سے بہت سے سوالات پل رہے تھے مگر وہ بچوں سے شیئر نہیں کر سکتے تھے۔ پوتی کے دکھ نے پھر کوئی سوچ دی تھی۔ یہ تو انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ فی الحال کائناز کا موڈ ٹھیک کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

''بیٹا...... اپنے پیارے دادا کی بھوک کا خیال ہی کرلو جو تمہاری وجہ سے مجبوراً بھوک ہڑتال کرے گا...... اور گناہ تمہیں ملے گا۔''

''آپ کھانا کھالیں۔'' وہ منہ بسور کر بولی۔

''آج تک تمہارے بغیر میں نے کھانا کھایا ہے؟'' انہوں نے پیارے سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''بیٹا...... جہاں انسان کا اختیار نہیں چلتا وہاں پر کمپرومائز کرتے ہیں۔ عام زبان میں صبر کہتے ہیں۔ صبر کے معنی رَبے ٹھہرنے کے ہیں مگر جل کڑھ کر نہیں مکمل رضا مندی اور سکون سے...... ہوسکتا ہے روما کی ماں وقتی طور پر غصے میں ہوں...... وقت کے ساتھ غصہ ہلکا ہو جاتا ہے۔'' وہ محبت سے کائناز کے سر پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔

''مجھے تو لگتا ہے آنٹی جتنی دیر جاگتی ہیں غصے ہی میں رہتی ہیں...... رابی آپا اور روما تو ہر وقت ڈرتی رہتی ہیں۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے؟'' کائناز کے لہجے میں اب رابی اور روما کے لیے ترحم اور ہمدردی کا تاثر تھا۔

''ڈاکٹر صاحبہ ان کی ماں ہیں...... ہم ان سے کتنی ہی محبت کیوں نہ کریں...... ایک ماں کی محبت کی برابری نہیں کر سکتے...... چلو اب اٹھو...... شاباش...... بوڑھے دادا پر بھی رحم کرو جس کی آنتیں قل ھو اللہ کے ساتھ دوسری آیات پڑھنا بھی شروع کر چکی ہیں۔'' شاہ عالم نے اٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی کھڑی ہوگئی کیونکہ دادا نے رحم کی اپیل کی تھی اور وہ بے رحم ہرگز نہیں تھی۔ دادا بھی وہ جو بیک وقت ماں، باپ اور دوست کا کردار نباہ رہے تھے۔

☆☆☆

رابی دوپہر کا کھانا کھائے بغیر اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گئی تھی۔ گل جان کو پتا تھا کہ اس کا موڈ صبح ہی سے خراب ہے مگر وہ خود کو زیادہ دیر نہ روک سکی اور رابی کے پاس چلی آئی۔

''بیٹا...... اب تو چار بجنے والے ہیں تھوڑی دیر بعد شام ہو جائے گی...... تھوڑا سا کھانا کھالو۔'' وہ محتاط انداز میں بات کر رہی تھی۔

''مجھے بھوک نہیں ہے...... جب بھوک لگے گی کھالوں گی...... آپ ٹینس نہ ہوں کھاتے ہوئے لوگوں کو آسانی سے مرتے دیکھا ہے۔ بھوکے اتنی آسانی سے نہیں مرتے۔'' رابی دونوں ہاتھ سینے پر باندھے بالکل چت لیٹی تھی۔ آنکھیں بند تھیں گل جان کی آواز پر اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں اور کسی روبوٹ کی طرح بے تاثر لہجے میں بولی۔

''توبہ اللہ...... مردہ بولے کفن پھاڑ کر بولے......'' گل جان مرنے مرانے کی باتیں سن کر دہل گئی۔ ''بیٹا...... موت زندگی اللہ کے ہاتھ میں ہے...... بھوک پیاس تو ہر جاندار کو لگتی ہے...... ہوتے ہوئے بھوک سہنا ناشکری ہے۔ میں نے آج سبزیوں کا پلاؤ بنایا ہے۔ تمہیں تو بہت پسند ہے نا۔'' گل جان جیسے اب اس کی منت خوشامد کرنے لگی تھی۔

''زندگی بے شک اللہ کے اختیار میں ہے مگر حرام موت اس نے انسان کے اختیار میں کر دی ہے۔'' رابی نے شعلہ بار نظروں سے گل جان کو گھورا۔

''نعوذ باللہ...... توبہ استغفار...... ایسی باتیں تو سوچتے بھی نہیں ہیں اور تم منہ سے نکال رہی ہو...... جلدی سے توبہ کرو، اچھی امید کے سہارے ہی زندگی آگے بڑھتی ہے جو آج ہے ضروری نہیں کہ وہ کل بھی ہو۔''

''خالہ! آپ کی زندگی کس امید کے سہارے آگے بڑھ رہی ہے؟ آپ کے پاس کیا ہے۔ ساری عمر گزر گئی۔ کس خوشی کا انتظار کر رہی ہیں جو مجھے امید کے لیکچر پلا رہی ہیں۔'' رابی بری طرح پھٹ پڑی اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔ گل جان نے جھک کر رابی کو سینے سے لگالیا...... بھرا ہوا دل آنکھوں کے راستے چھلکنے لگا۔

''میں تو اللہ سے اپنی بخشش کی امید پر زندگی گزار رہی ہوں...... مجھے یقین ہے کہ میری ہر اذیت، سختی، تکلیف میری غلطیوں کا کفارہ بن رہی ہے۔ میں ایک بہت لمبی اذیت ناک زندگی چاہتی ہوں تاکہ اپنی آخری آرام گاہ میں سکون سے میٹھی نیند سوتی رہوں۔'' گل جان کا لہجہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔

''پتا نہیں آپ کس غلطی کی بات کرتی ہیں۔ ہم نے تو جب سے ہوش سنبھالا ہے آپ کو اماں کے سامنے زرخرید کنیز کی طرح ہاتھ باندھے ہی دیکھا ہے۔'' رابی کی ہر سانس زہر زہر ہو کر باہر آ رہی تھی۔

''اپنی اپنی سمجھ کی بات ہے کوئی قتل کر کے بھی شرمندہ نہیں ہوتا اور کوئی اپنی آواز کی سختی پر بھی شرمندہ ہو جاتا ہے۔''

''تو پھر مجھے غلطیاں کرنے کی چھوٹ دی جائے تاکہ میں اس تکلیف دہ اور اذیت ناک زندگی سے کمپرومائز کرلوں......'' رابی نے زبردستی خود کو گل جان سے الگ کیا اور بستر سے اترنے لگی۔

''بھول چوک کو غلطی کہتے ہیں بیٹا...... جان بوجھ کر غلطی کرنے کو جرم کہا جاتا ہے۔'' گل جان درد کی لہر دبا کر بہت تحمل سے بولی۔

''ہاں تو جرم ہی کرنے دیں...... تاکہ اس مصیبت بھری زندگی کو گلے پڑے ڈھول کی طرح بجاتے رہیں۔''

''دیکھو...... میں تمہیں کئی دن سے یہی سمجھا رہی ہوں۔''

''کہ میں سہراب خان سے شادی کرلوں اور اماں سے کہوں کہ آپ کے لیے میری جان بھی حاضر ہے...... مرضی ہے گدھوں کے سامنے پھینکیں یا سہراب خان جیسے عیاش کے سامنے۔'' رابی نے گل جان کی بات کاٹ کر تیزی سے کہا۔

''بات تو تمہیں ماں کی ماننا پڑے گی۔ سہراب جو ہے جیسا ہے، تمہیں عزت سے لے جا رہا ہے۔ تمہاری ماں کی ہر شرط منظور کی ہے اس نے...... سب کچھ پکے کاغذ پر لکھا گیا ہے۔ جو بھی ہمیں عزت دے گا ہم اسے مایوس نہیں کریں گے۔'' گل جان اس وقت کمزور لہجے میں نہیں بولی تھی بلکہ اس کے لہجے میں مہر جان کے لہجے

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی آہٹیں تھیں۔
''سہراب خان کی شادی آپ سے بھی ہوسکتی ہے، آپ کرلیں۔'' رابی خالہ کو ماں کے انداز میں بولتا
جیسے غصے سے پاگل ہوگئی۔
''میری شادی ہوچکی ہے اور جس سے ہوئی ہے وہ لاپتا ہے......'' رابی ششدر سی گل جان کی شکل دیکھ
لگی تھی۔
''یہ بڑی انوکھی نرالی نئی کہانی شروع ہوئی ہے، صرف اس لیے کہ آپ بہن کا ساتھ دینے کے
ہزاروں جھوٹی کہانیاں سناسکتی ہیں۔ ویسے کہتی ہیں کہ خالہ کی جان بھی حاضر ہے۔'' رابی نے خود کو بڑی مشکل
سے سنبھالا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شکوک کے واضح رنگ تھے اسے گل جان کی بات پر ذرہ برابر اعتبار نہیں تھا۔
''فرض کرلیں کوئی لاپتا بھی ہوجاتا ہے تو کیا اس کی خاطر اپنی ساری جوانی برباد کرلیتے ہیں؟'' رابی بری
طرح الجھ کر سوال کررہی تھی۔
''کرلیتے ہیں اگر اس جیسا کوئی دوسرا بھی نظر ہی نہ آئے......تم اس کہانی کو نہ چھیڑو......بس اپنا ذہن
بنالو کہ تمہیں اپنی ماں کا فیصلہ ہر صورت ماننا ہے۔ سہراب خان جو عزت ہمیں دے رہا ہے وہ ہمارا سرمایہ ہے۔''
گل جان نے اتنا کہا اور تیزی سے باہر نکل گئی۔ رابی نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر یوں تھاما جیسے چکر آر
ہوں۔

☆☆☆

شبینہ کی مسلسل بے چینی اور پریشانی دیکھ کر فائزہ نے اسے مزید رکنے کے لیے نہیں کہا......شبینہ کا بار بار
کہنا کہ فائزہ تم نہیں جانتیں۔ فائزہ کو سوچنے پر مجبور کررہا تھا کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ حالانکہ فائزہ کی ا
شائستہ نے بہت پُراخلاق طریقے سے اسے خوش آمدید کہا تھا بہت پیار سے کھانا کھلایا تھا۔ فائزہ کا ڈرائیو
پورچ میں منتظر تھا۔ جیسے ہی وہ شبینہ کو لے کر پورچ میں پہنچی اس کا بھائی احمر نئے ماڈل کی چم چم کرتی کار تیز
سے چلاتا پورچ میں داخل ہوا۔ فائزہ، شبینہ کا ہاتھ پکڑ کر جلدی سے ایک طرف ہوگئی تھی۔
جس تیزی سے احمر کار اندر لایا تھا اتنی ہی تیزی سے دروازہ کھول کر باہر آگیا تھا۔ فائزہ نے مصنوعی خفگی
سے اسے گھورا تھا۔
''گھر میں گاڑی اس طرح لاتے ہیں......روڈ پر کس طرح چلاتے ہیں؟'' وہ بولی۔
''ایمبولینس کی طرح......ہٹو، بچو، میرا مطلب ہے ہوٹر آن کرکے......'' وہ شوخی سے بولا۔ نظریں شبینہ
تھیں۔ جو اپنی گھبراہٹ وکم اعتمادی کی وجہ سے لگے ہاتھوں اپنی ''کلاس'' بھی بتارہی تھی۔ اگرچہ یونیفارم
تھی جو کلاس کا فرق چھپانے کے لیے تخلیق کیا گیا ہے۔
''بتاؤں گی پاپا کو......جب آپ نے پاپا سے نئی کار مانگی تھی تو وعدہ کیا تھا کہ زندگی بھر سکسٹی (60)
اسپیڈ سے چلائیں گے۔ رش میں 30 رکھیں گے اسکول روڈ پر 20 رکھیں گے ......اور......''
''اسپتال کے باہر ٹریفک جام رکھوں گا......قبرستان سے ہمیشہ 100 کلومیٹر دور رکھوں گا......تاکہ اب
نیند سونے والوں کی نیند خراب نہ ہو۔'' احمر نے برجستہ کہا تو فکر و پریشانی سے نڈھال شبینہ کی بھی ہنسی چھوٹ
گئی......فائزہ کی بات کٹ گئی تھی۔ اسے بھی ہنسی تو آرہی تھی مگر وہ بڑے کمال سے ضبط کررہی تھی۔

''گھر کے پورچ میں 80 کی اسپیڈ سے گاڑی لائے تھے۔ آج تو پاپا کو بتا کر ہی دم لوں گی۔'' فائزہ نے
دھمکی دی۔
''کل تک سانس روکنی پڑے گی کیونکہ پاپا ایک دن کے لیے اسلام آباد چلے گئے ہیں۔ کل شام کو واپس
آئیں گے۔ خبردار جو اس سے پہلے دم لیا۔'' وہ یہ کہہ کر کی رِنگ اچھالتا اندر کی طرف چلا گیا۔
''یہ ہیں احمر بھائی جن کی شرارتوں کے قصے میں تمہیں سناتی رہتی ہوں۔ آج دیکھ لیا ناں......؟'' فائزہ
نے شبینہ کو بتایا۔ بھائی کی محبت اس کی نظر سے مترشح ہورہی تھی۔
''میں نے تو انہیں سلام بھی نہیں کیا۔'' شبینہ کار میں بیٹھتے ہوئے شرمندہ شرمندہ لہجے میں بولی۔
''ہم نے تمہیں موقع ہی نہیں دیا......پتا نہیں کیا مسئلہ ہے بھائی کو دیکھتے ہی میری زبان میں کھجلی ہونے
لگتی ہے۔'' فائزہ نے بڑی بے بسی سے حقیقت کا اعتراف کیا۔
''ماشاء اللہ کتنی رونق ہے تمہارے گھر میں......'' شبینہ نے بڑے رشک سے فائزہ کی طرف دیکھتے ہوئے
سوچا تھا۔
کار کا دروازہ بند ہوا اور ڈرائیور نے چابی انجن میں گھمائی۔ فائزہ بیک ہوتی ہوئی کار کے ساتھ ساتھ چلتی
ہاتھ ہلارہی تھی۔

☆☆☆

جُھلسانے والی دھوپ نے برہان کا حشر کیا ہوا تھا، وہ بہت نڈھال انداز میں گھر میں داخل ہوا تھا۔ صابرہ
حسبِ معمول سارے کاموں سے فارغ ہوکر گھر لوٹنے والے بچوں کا راستہ دیکھ رہی تھی۔ یہ اس کا روز کا معمول
تھا۔ دوپہر دو بجے تک وہ سارے کاموں سے فارغ ہوکر ظہر کی نماز پڑھتی پھر پنکھا چلا کر برآمدے میں پڑے
تخت پر لیٹ جاتی تھی۔
برہان پسینے میں یوں بھیگا ہوا تھا گویا بارش میں نہاتا گھر میں داخل ہوا ہو۔
''ماں صدقے......چہرہ کیسا لال انگارہ ہورہا ہے۔'' صابرہ سلام دعا کے بعد برہان کا چہرہ دونوں
ہاتھوں میں لے کر ممتا سے چور لہجے میں بولی۔
اسی وقت ستارہ دوپٹا درست کرتی باہر آگئی تھی۔ برہان گرنے کے انداز میں تخت پر بیٹھ گیا اور کتابیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

فائل وغیرہ ایک طرف رکھ دیں۔

"السلام علیکم بھائی!" وہ سنجیدگی سے سلام کرتی کچن میں چلی گئی۔

"بھائی کے لیے کھانا نکال دو بیٹا...... شبینہ تو اپنی سہیلی کے گھر سے کھا کر آئے گی...... منہ ہاتھ دھو لو بیٹا...... کھانا گرم ہے۔"

برہان ماں کی بات سن کر چونکا تھا۔

"کس سہیلی کے گھر کھانا کھانے گئی ہے شبینہ......؟" وہ الجھ کر سوال کر رہا تھا۔

"کھانا کھانے نہیں گئی، اس کی سہیلی کا گھر کالج کے پاس ہی ہے وہ زبردستی اپنے گھر لے گئی ہے۔ مجھے فون کر کے پوچھا تھا...... دل تو نہیں مانتا مگر بچی نے اتنا اصرار کیا کہ میں انکار نہیں کر سکی۔" صابرہ نے بڑی وضاحت سے جواب دیا۔

"امی آپ کو پتا بھی ہے...... ابا جان تو پڑوس میں آنا جانا پسند نہیں کرتے، آپ نے کیوں اجازت دی۔ دن رات کے ہنگاموں سے آپ کا دل نہیں گھبراتا...... ابا جان کو پتا چل گیا تو کالج جانا بند کر دیں گے۔" برہان تشویش میں مبتلا ہو گیا۔

"میری تو سیدھی بات پر بھی اعتراض ہوتا ہے۔ آپا کو سہیلی کے گھر جانے کی اجازت مل جاتی ہے۔" ستارہ کچن سے ہی تلملا کر احتجاج کر رہی تھی۔

"اچھا بس...... خاموش رہو...... اس سے پہلے کبھی سہیلی کے گھر گئی ہے؟ وہ تو مجھے اکثر فائزہ کا بتاتی رہتی ہے۔ دو چار مرتبہ میری فون پر اس بچی سے بات بھی ہوئی ہے۔ اس لیے اجازت دے دی...... آج کے بعد اسے اچھی طرح سمجھا دوں گی۔"

"ستارہ تم سوچ سمجھ کر بات کرنا سیکھ لو...... میں روز روز ابا جان کے سامنے کھڑے ہو کر تمہاری سائڈ نہیں لے سکتا۔"

"کسی کو ضرورت نہیں میری سائڈ لینے کی...... مجھے نہیں پڑھنا وڑھنا، دن رات کا احسان لینے سے تو بہتر ہے جاہل ہی مر جائیں۔" وہ ٹرے اٹھائے باہر آ گئی۔ برہان اب واش بیسن کے قریب جا کر کھڑا ہو چکا تھا اس نے پلٹ کر ستارہ کی طرف دیکھا۔ غصہ آیا تھا مگر اس نے بڑے کمال سے ضبط کر لیا۔

"ستارہ! دل کی ہر بات زبان پر لانے سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ بچوں کو تو مارجن مل جاتا ہے مگر تمہاری عمر کے بچوں کو رعایت نہیں دی جاتی۔ تمہیں ابا جان کے وقت بے وقت غصہ کرنے پر غصہ آتا ہے، تمہارے غصے پر بھی بہت سے لوگوں کو غصہ آ سکتا ہے۔" برہان پانی کے چھپکے منہ پر مارتے ہوئے، بہت بردباری سے سمجھا رہا تھا۔

"دیکھا...... کتنا سمجھدار ہے بھائی...... یہ بھی اسی باپ کی اولاد ہے جس کی تم ہو۔" صابرہ نے اپنے صابر، پُروقار بیٹے کو بڑی ستائش اور فخریہ نظروں سے دیکھا۔

"بھئی ہم میں نہیں ہے یہ خوبی...... غلط بات تو غلط ہی ہوتی ہے۔ چاہے چھوٹا کہے یا بڑا۔" ستارہ نے ٹرے ٹیبل پر رکھ دی اور آف موڈ میں کمرے کی طرف جانے لگی۔

"جنگیں اور جھگڑے کبھی مسئلے کا حل نہیں بنے اور نہ بنیں گے۔ ہم انسان اپنی انا کی وجہ سے جھگڑے

کرتے ہیں...... حالانکہ جھگڑا نہ کرنے میں روحانی سکون ہے۔ خوش رہا کرو ستارہ......" برہان نے بہت شفقت و نرمی سے بہن کو سمجھایا۔ وہ اسے بہت سی تکلیفوں سے محفوظ دیکھنا چاہتا تھا۔

"آپ خوش ہیں......؟" ستارہ نے پلٹ کر بھائی کی طرف دیکھا۔

"ہاں...... اداس بھی نہیں ہوں...... پیٹ بھر کر کھانے کو مل رہا ہے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہا ہوں، دن رات دعائیں دینے والی ماں کا ساتھ ہے۔ خوش نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے میرے پاس۔" برہان نے تولیا اسٹینڈ سے کھینچ کر چہرہ پونچھتے ہوئے بہت سکون سے جواب دیا۔

صابرہ تو بیٹے پر جیسے قربان ہی ہو گئی۔ آگے بڑھ کر برہان کا چہرہ تھاما اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

"اللہ نظرِ بد سے بچائے۔ کس زبان سے مالک کا شکر ادا کروں جس نے مجھے نیک اولاد دی۔ میں تو جابر علی کی پہلے سے زیادہ دل سے خدمت کرتی ہوں جو میرے جگر کے ٹکڑوں کا باپ ہے۔" صابرہ کی آنکھوں میں آنسو اتر رہے تھے۔

"ہونہہ...... آپ جیسے غلامانہ ذہن تو اس دنیا ظلم کا خاتمہ نہیں ہونے دے رہے۔" ستارہ کو تو یہ سب سن کر گویا بھڑیں چمٹ گئی تھیں۔ وہ بڑبڑائی تھی اسی وقت کال بیل گھر میں گونج اٹھی۔

"لو شبینہ بھی آ گئی۔ شکر ہے وقت سے آ گئی۔" ستارہ نے کمرے میں صابرہ کی پُرجوش آواز سنی۔

"امی ابھی شبینہ سے کوئی بات مت کیجیے گا۔ کسی وقت موقع دیکھ کر سمجھا دیجیے گا۔" برہان نے ماں کو تاکید کی۔

"کاش ابا جان برہان بھائی جیسے ہوتے تو ہمارا گھر جنت ہوتا۔" ستارہ پلنگ پر لیٹ کر سوچ رہی تھی۔ برہان کی قوتِ برداشت نے اتنا کمال تو دکھایا تھا کہ ستارہ بھی سکون سے سوچ رہی تھی۔ طوفانی ہواؤں نے خطرے کے نشان سے کچھ پہلے رخ تبدیل کر لیا تھا۔

☆☆☆

گل جان لاؤنج میں بیٹھی روما کے کُرتے پر شیشے اور ریشم سے کڑھائی کر رہی تھی۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجی تھی وہ بڑی گہری سوچ سے چونک کر باہر آئی۔ سوئی کپڑے میں پھنسا کر آگے بڑھی اور سی ایل آئی پر نمبر دیکھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''اوہ، بی بی جان۔'' اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا اور اسی بے ساختگی سے اس نے ریسیور اٹھالیا تھا۔

''السلام علیکم بی بی جان۔''

''وعلیکم السلام، لڑکیاں گھر آ گئیں؟'' مہر جان اپنے مخصوص تحکمانہ لہجے میں پوچھ رہی تھیں۔

''جی کافی دیر ہوگئی۔ کھانا کھا کر آرام کر رہی ہیں۔'' گل جان نے بتایا۔

''تم کیا کر رہی ہو؟'' مہر جان کا انداز سپاٹ تھا۔

''میں تو وہی روما کا کرتہ کاڑھ رہی ہوں۔ کل تک انشاء اللہ مکمل ہو جائے گا۔ نوکر بھی اپنے کوارٹروں میں ہیں۔'' گل جان کے منہ سے بلا ارادہ نکل گیا تھا۔ اسے خود بھی سمجھ نہیں آئی کہ اس وضاحت کی کیا ضرورت تھی۔

''وہ مجھے پتا ہے۔ جس کی کوئی عزت ہی نہ ہو تو اسے عزت کی حفاظت کی ٹینشن بھی نہیں ہوتی۔ جانوروں جیسی زندگی...... کھایا، پیا، سو گئے۔ بندہ جتنا زیادہ عزت دار ہو اس کی فکریں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں بی بی جان۔'' گل جان نے گھبرا کر ہاں میں ہاں ملائی۔ اسے معلوم تھا اس وقت گھر کے تمام نوکر نشانے پر ہیں جن کے دن میں آرام فرمانے پر مہر جان ہمیشہ مشتعل ہو جاتی تھیں۔

''عزت میری وراثت ہے گل جان...... جو مجھ سے ڈاکوؤں لیٹروں نے چھینی ہے۔ میں اپنی وراثت حاصل کرنے کے لیے ہر قسم کی جنگ کروں گی۔ آج ڈنر پر بہت اہتمام چاہیے۔ سہراب خان ہمارے ساتھ کھانا کھائے گا۔ اس کی جاگیر میں 100 گاؤں ہیں۔ رابی کو اپنی ملکہ بنا رہا ہے۔ سہراب خان کو اپنے گھر تک لانے کے لیے میں نے بہت محنت کی ہے گل جان۔''

''میں جانتی ہوں بی بی جان۔'' گل جان اپنی طرف سے بات ختم کر کے فون نہیں رکھ سکتی تھی۔ اس کی مجال نہیں تھی۔

سالوں پہلے اس نے کسی بات پر خوف زدہ ہو کر فون بند کر دیا تھا تب مہر جان نے گھر آ کر اس کی کمر پر ہنٹر برسا دیے تھے۔

''یہ وہی سہراب خان ہے گل جان جس کو بابا غیر ذمے دار اور نکھٹو کہتے تھے۔ آج اتنا معزز ہے کہ ہم اس کے ساتھ بیٹھ کر معزز ہو جائیں گے۔'' مہر جان نے اپنی بات کے اختتام پر ہذیانی انداز میں قہقہہ لگایا تھا۔ گل جان کا دل سوکھے پتے کی طرح لرزنے لگا۔

شہر شہر گھومتی آوارہ گھٹائیں
کہیں آنکھ بچا کر گزریں
کہیں شرارت سے گنگنائیں
پیاسی دھرتی سر اٹھائے دیکھ رہی ہے
گھٹا تو ساگر سے ملن کو جا رہی ہے
کوئی ساتھ بھی ہو تو کتنی دیر کا ساتھ
مایا کو کھینچے مایا کر کر لمبے ہاتھ

جاری ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

آنچل میں جڑے رشتے

رُخ چوہدری

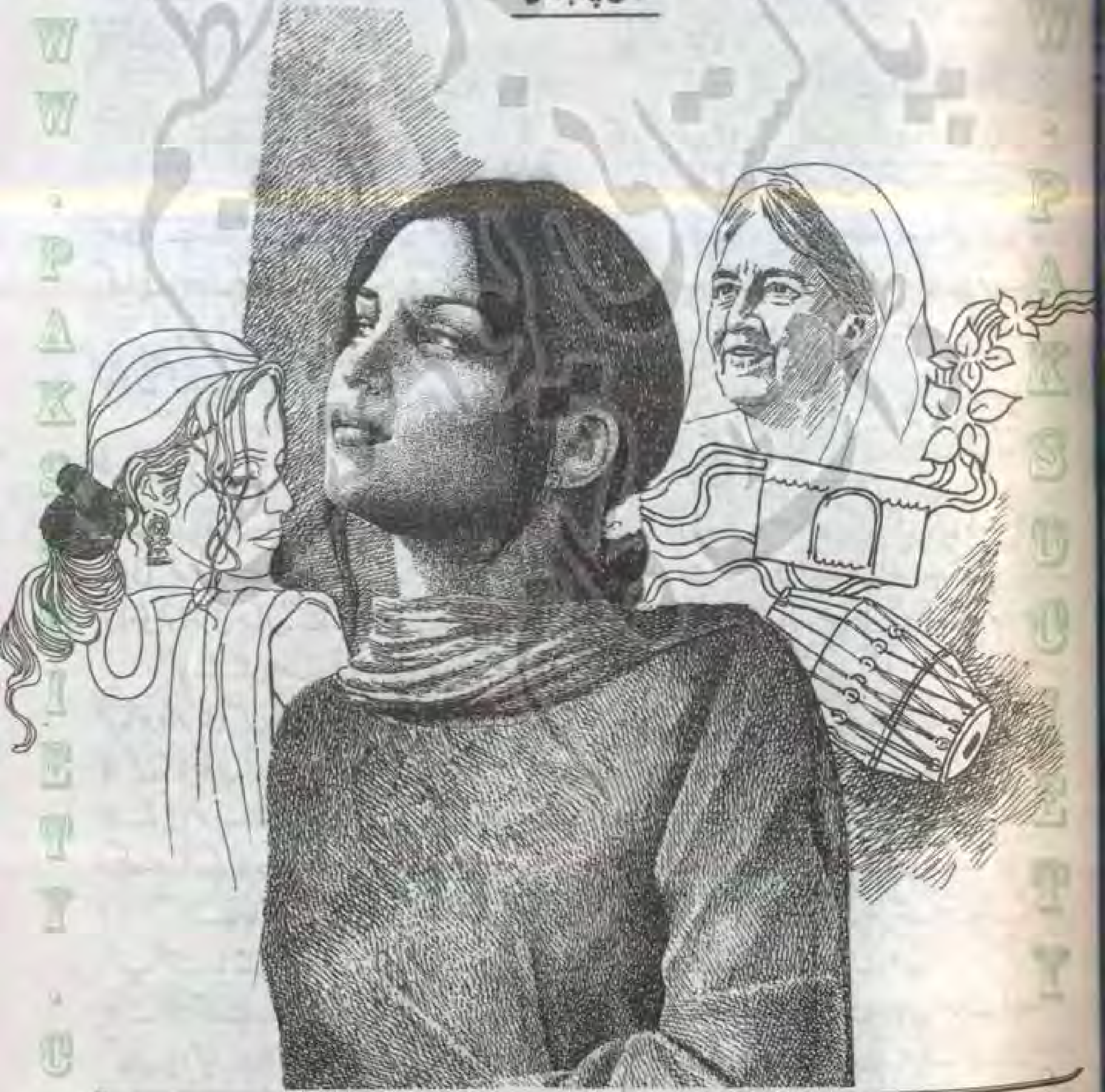

"ساسو ماں آپ نے ہمیں یاد کیا ہے؟"
بشریٰ جہاں کی دونوں بہوئیں عروبہ اور عروسہ فرمانبرداری کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کچھ اتنا جھکیں کہ گرتے گرتے بچیں۔ اب بشریٰ جہاں بھی بخش دینے والی ساسو ماؤں میں سے تو نہیں تھیں۔ دونوں کو سر سے پیر تک سلگتی نظروں میں اچھی طرح بھونا پھر گویا ہوئیں۔

"ہاں، ہاں کیوں نہیں۔ میرے دنیا میں آنے

WWW.PAKSOCIETY.COM

کا مقصد ہی یہ تھا کہ تم دونوں کو یاد کروں...... دو کا پہاڑا جو ٹھہریں۔‘‘

’’ہائیں تو کیا ساسو ماں کو دو کا پہاڑا ابھی تک یاد نہیں ہوا۔‘‘ عروبہ کی سرگوشی بغیر کسی رکاوٹ کے عروسہ کے کانوں میں جا اتری اور مسکراہٹ بن کر ہونٹوں پر پھیل گئی۔

’’نہ میں نے کوئی لطیفہ سنایا ہے جو ہنسا اور مسکرایا جارہا ہے۔‘‘

’’وہ ج...... ج...... جی نہیں تو...... ساسو ماں ہم سوچ رہے تھے کہ آپ تو اتنی اسپیشل قسم کی ساس ہیں کہ اپنی بہوؤں کو گھاس نہیں ڈالتیں تو آج......‘‘

’’ہاں آج گھاس بچ گئی تھی ناں تو سوچا تم دونوں بھی پیٹ بھر کر کھالو۔‘‘

’’ارے ساسو ماں...... اس تکلف کی کیا ضرورت تھی۔ آپ نے ہماری وجہ سے اپنے پیٹ پر لات کیوں ماری۔ آپ اپنا پیٹ بھرلیں، ہم نے ابھی بریانی کھائی ہے۔‘‘ عروسہ نے ساس کی گھاس لوٹا دی تو بشریٰ جہاں کے نتھنے پھولنے لگے۔

’’ہائے میں صدقے، قربان جاؤں کتنی اچھی فرمانبردار بہوئیں ہیں میری، جوتا دے ناں ذرا بلائیں اتاروں تم دونوں کی۔‘‘ بشریٰ جہاں کا ہاتھ جوتے کی طرف بڑھا تو دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور آگے بڑھ کر جوتا بیڈ کے نیچے کھسکا دیا۔

’’ارے جانے بھی دیں ناں ساسو ماں جن کی آپ جیسی ساسیں ہوں ان بہوؤں کو کسی بلا کا کیا خوف ہوسکتا ہے۔ چلیں آپ بتائیں، آپ نے ہمیں کیوں یاد کیا ہے؟‘‘ دونوں نے شرارت سے ایک دوسرے کو کہنی مار کر بظاہر ظالم جابر مگر اندرونِ خانہ معصوم، سادہ لوح اور بے وقوف بن جانے والی ساس کو چونا لگایا...... جیسے ان چنڈال بہوؤں نے ساس کو بلا کہہ دیا اور وہ بوجہ...... معصومیت سمجھ نہیں پائیں کہ ان کی بہوئیں ان کو کیا کہہ گئی ہیں۔

’’ہاں، میں نے تم لوگوں کو اس لیے زحمت ملاقات دی ہے کہ یہ بتاؤں کہ تم لوگوں کی ایک ہی نند ہے۔‘‘

’’وہ بھی دس پر بھاری۔‘‘ عروسہ کی سرگوشی ایسی ہوتی تھی کہ دس لوگ مستفید ہوسکیں سو ساسو ماں نے بھی سن لیا۔

’’خیر...... اب اتنا وزن بھی نہیں ہے میری بیٹی کا...... کیوں عروبہ؟‘‘ بھولپن میں بشریٰ جہاں نے عروبہ سے اپنی بیٹی کے وزن کی تصدیق چاہی۔

’’آپ بالکل درست کہہ رہی ہیں ساسو ماں۔ اب بھلا ایک بائیس سالہ لڑکی پچانوے کلو کی ہے تو اس کو ہم زیادہ تو نہیں کہہ سکتے۔ یہ عروسہ بھابی بھی ناں۔‘‘

’’خیر وہ بھاری ہو یا ہلکی...... تم لوگوں کو یہی بتانا ہے تم لوگوں کی ایک نند ہے۔‘‘

’’ہائے ساسو ماں، ہمیں بھی اس بات کا بہت صدمہ ہے کہ ہماری ایک ہی نند ہے مگر کیا کیجیے کہ ہمارے سسر جی اتنی جلد سدھار گئے...... مرحوم ہوتے تو ہم ان سے مزید عذابوں کی...... وہ میرا مطلب ہے مزید نندوں کی فرمائش کرتے، کیوں عروبہ؟‘‘

’’بالکل درست کہا آپ نے عروسہ بھابی۔ دوسری شادی بھی تو ساسو ماں آپ نے کی نہیں کہ ہمیں مزید نندوں کی امید لگ جاتی۔ ہائے کتنا ارمان تھا مجھے کہ میری شادی اس گھر میں ہو جہاں کم از کم دس بارہ نندیں تو ضرور ہوں، اب اس بدقسمتی کا کیا کیجیے کہ جہاں شادی ہوئی وہاں صرف ایک...... ہائے پھوٹی ہماری قسمت۔ صرف ایک ہی نند وہ بھی دس پر بھاری...... وہ میرا مطلب ہے، ساسو ماں۔‘‘ عروسہ، عروبہ نندوں کی تعداد کی کمی پر مصنوعی ماتم کررہی تھیں تو پل بھر کو ساسو ماں کو بھی خیال آیا کہ کاش ان کی بھی دو چار بیٹیاں اور ہوتیں تو ان منہ پھٹ چنڈال بہوؤں کو وہ آسانی سے قابو کرسکتی تھیں۔

مگر ہائے ری قسمت میاں تو بچوں کی کثیر تعداد کے حامی تھے وہ خود ہی...... کم بچے خوش حال گھرانا کی قائل تھیں لہٰذا دو بیٹے اور ایک بیٹی پر اللہ کا شکر ادا کیا اور مزید کے لیے توبہ کرلی۔

بشریٰ جہاں کے دونوں بیٹے بہت اچھے اور فرمانبردار تھے۔ پڑھے لکھے، قابل مگر ماں کے نقطۂ نظر سے زن مرید تھے اور بیگمات کا خیال تھا کہ ماں بہن کے پلو سے بندھے رہنے والے بیٹے اور بھائی تھے۔ ہر چند کہ عروبہ، عروسہ آپس میں کزنز تھیں پڑھی لکھی اور سمجھدار تھیں۔ ساسو ماں کو اچھی طرح سمجھتی تھیں کہ بظاہر دھانسو نظر آنے والی ساسو ماں اندر سے بہت اچھی اور معصوم تھیں مگر پھر بھی دونوں پارٹیوں میں رشتے کا روایتی پن اکثر شرارت کر جایا کرتا تھا۔ اب چونکہ بشریٰ جہاں کو اپنی اکلوتی بیٹی ارجمند بانو کی شادی کی فکر لاحق ہورہی تھی اور ارجمند بانو اکلوتے پن کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جو پھل پھول رہی تھی کھا کھا کے کُپا ہوئی جارہی تھی اگر بھابیاں کچھ کہتیں تو ماں بیٹی جھٹ شکایت کرنے لگتیں۔ اب جبکہ بائیس سالہ ارجمند بانو کا وزن پچانوے کلو ہوگیا تو ساسو ماں کو شادی کی فکر لاحق ہوئی اور اسی لیے انہوں نے اپنی حیثیت اور رتبے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دونوں بہوؤں کو حاضرِ خدمت کرلیا اور وہ دونوں بھی کوئی روایتی قسم کی بری بہوئیں نہیں تھیں بس چھیڑ چھاڑ میں ان کو مزہ آتا تھا بس اس لیے ساس کو چھیڑا کرتیں۔

’’خیر اب تو کچھ نہیں ہوسکتا...... اب جو ایک ہے اسی ہی کے لیے کوئی اچھا سا رشتہ ڈھونڈو۔‘‘

’’رشتہ ڈھونڈیں...... وہ بھی اکلوتی نند کا گویا بارہ من گوشت کو اٹھانے کے لیے ہمیں ایک عدد کرین کا انتظام کرنا پڑے گا۔‘‘ عروسہ، عروبہ کھسر پھسر کررہی تھیں بشریٰ جہاں نے معصومیت سے دونوں کو دیکھا پھر اپنی ایک بھاری بھرکم ٹانگ کو اٹھا کر دوسری پر رکھا۔ چشمہ نظروں سے قدرے دور کرکے چھالیا کو دانتوں تلے زور سے گرائنڈ کیا گویا چھالیا نہ ہوئی دونوں بہوئیں ہوگئیں۔

’’اب یہ کس کرین کا تذکرہ ہورہا ہے؟‘‘

’’اسی کرین کا ساسو ماں جو ہماری پچانوے کے جی نند کو اٹھائے گی...... وہ میرا مطلب ہے ہم اپنے ہونے والے نندوئی کے بارے میں سوچ رہے ہیں کہ کیسا ہونا چاہیے۔ شاہ رخ جیسا، سلمان جیسا یا عامر خان جیسا۔‘‘ عروبہ نے مسخرے پن سے عروسہ کو دیکھتے ہوئے آنکھ دبائی۔

’’وہ ان میں سے کسی جیسا نہیں ہونا چاہیے۔ وہ صرف میرے بیٹوں جیسا...مطلب تمہارے شوہروں جیسا ہونا چاہیے۔‘‘

’’مطلب ماں، بہن کے پلّو سے بندھا رہنے والا۔‘‘ اپنے تئیں دونوں نے بڑا جوک مارا تاکہ ساسو ماں کو زور سے لگے۔

’’نہیں، بیوی کا دُم چھلّا بنا رہنے والا، زن مرید قسم کا۔‘‘

’’چنٹ بڑھیا، تیز کتنی ہے۔ ہمارا تیر ہم پر ہی آزما ڈالا۔‘‘ عروسہ کی سرگوشی حسبِ عادت سیدھی ساسو ماں کے کان میں جا گھسی تو وہ تلملا اٹھیں۔

’’یہ...... یہ بڑھیا کس کو بولا ہے تم نے؟‘‘

’’آپ کو ساسو ماں اور کس کو۔ اب میں یا یہ تو بڑھیا ہونے سے رہیں۔‘‘

’’اچھا۔‘‘ عروبہ کے اتنے برجستہ جواب پر ساسو ماں ہکا بکا ہوگئیں۔

’’ویسے ساسو ماں آپ نے کیا سوچا ہے اپنے داماد کے لیے۔ کیسا ہونا چاہیے؟‘‘

’’اے لو اور سنو! کیسا ہونا چاہیے۔ ارے جیسی میری شہزادی ارجمند ہے ایسا ہی ہونا چاہیے۔‘‘

’’مطلب دو...... دو سومو پہلوان چھوٹا نہ پڑ جائے گا یہ مکان۔‘‘

WWW.PAKSOCIETY.COM

''اور کیا، کیا خوبیاں ہونی چاہئیں شہزادۂ ارجمند میں؟''

''بھئی کہا تو ہے میری ارجمند جیسا ہونا چاہیے۔ بہت خوب صورت، بہت نازک۔''

''ایک منٹ......ایک منٹ ساسوماں آپ کی نظر مزید کمزور ہوگئی ہے اس بار شاہد آئیں گے ناں تو پہلے آپ کی نظر چیک کرواؤں گی، تربوز آپ کو انگور نظر آرہا ہے۔''

''ارے بیچ میں ٹھونگے مارنا تو تمہاری عادت ہے پوری بات تو سنو، نازک مزاج ہو، خوش گفتار ہو، لمبا چوڑا ہو اور اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہو۔''

''اچھا ایسا ہی ہے تو میں اپنے خاندان میں دیکھتی ہوں کوئی قربانی کا بکرا۔''

''بی بی غور سے سنا کرو میں نے اچھے خاندان کی شرط رکھی ہے ٹٹ پونجیے اور میراثی خاندان میں رشتہ نہیں کرنا مجھے اپنی ارجمند بانو کا۔''

''ہائیں ساسوماں آپ نے تو باقاعدہ ہمارے خاندان کی بے عزتی ہمیں کردی۔''

''جائیں ہم آپ سے نہیں بولتے۔ کٹی......کٹی ......کٹی پچا پچا کٹنی۔'' دونوں چونکہ کزنز بھی تھیں اس لیے دونوں اپنے مشترکہ خاندان کی بے عزتی پر ساسو ماں سے خفا ہوگئیں۔ عروسہ نے کچھ اتنے زور سے کٹی کرتے ہوئے ناخن دانتوں میں دبایا کہ بڑی محنتوں سے لہسن لگا لگا کر بہن کی شادی کے لیے بڑھایا ہوا ناخن عین جڑ سے اکھڑ گیا۔ تکلیف مفت میں مل گئی اور جب یہی تکلیف عروسہ کی آنکھ سے ٹپکنے لگی تو ساسوماں کے دل پر جمی برف پگھلنے لگی جھٹ بہو کو گلے سے لگالیا۔

''ساس صدقے جائے پانی میں مرچیں ڈال کر پی لینا سارا درد جاتا رہے گا۔''

''ہاں، سانس کے ساتھ...... واہ ساسو ماں آپ کا مشورہ ہے کہ ہٹلر کی ہمدردی۔'' دونوں بہوئیں اس مشورے پر تلملا اٹھیں۔

''اچھا سنو لڑ کا تن تنہا ہو تو بہت اچھا ہے۔ ماں باپ یا ایک آدھ بھائی ہو تو بھی چلے گا بس میرا یہ خیال رکھنا ساس نند نہ ہوں۔ میری بیٹی کا خون چوسنے کے لیے۔ بڑی ڈائن ہوتی ہیں یہ ساس نندیں۔ نہ ہی ہوں تو اچھا ہے۔''

''ہائے کاش ہماری اماں نے بھی ہمارے لیے ایسی ہی دعا کی ہوتی، ایسا ہی داماد مانگا ہوتا اللہ سے۔''

''ہوں، کیا فرمایا تم نے بیٹا؟''

''کچھ نہیں ساسو ماں۔ صرف اس کھجور کے درخت کا ایڈریس پوچھ رہی تھی جس پر آپ کا ہونے والا داماد آسمان سے ٹپک کر اٹک گیا ہوگا تاکہ ہم جائیں اور اپنی حسینۂ عالم نند کے لیے اسے توڑ لائیں۔''

''مطلب طنز کررہی ہو؟'' ساسو ماں نے ناک پر انگلی رکھ کر مسکرا کر پوچھا۔

''اس میں طنز والی کیا بات ہے ساسوماں جیسا داماد آپ کو چاہیے وہ تو کسی کھجور پر ہی مل سکتا ہے ناں ورنہ انسانوں میں تو سارے ہی رشتے ہوتے ہیں۔ ماں، باپ، بہن، بھائی ہم بھی تو جھیل رہے ہیں۔''

''ارے تم لوگوں میں اور میری بیٹی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔''

''ساسو ماں چیونٹی اور ہاتھی کا فرق تو سب کو نظر آتا ہے۔ خیر یہ بتائیں جاب کیسی ہولڑکے کی؟''

''ہاں یہ خوب پوچھا تم نے کھاتا کماتا ہے تو اچھی بات ہے۔ نہ بھی کماتا ہو تو اللہ رکھے بھائی ہیں ناں میری ارجمند بانو کے۔ خیر سے دونوں دبئی میں ہوتے ہیں کمائیں گے اور پالیں گے بہن، بہنوئی کو۔''

''اُف پھوٹی ہنڈیا چورا ہے پر۔''

''ہائے ری ساسو ماں تم اور تمہاری ارجمند بانو۔'' دونوں نے سر تھام لیا۔

☆☆☆

''توبہ ہے نخرے دیکھے ہیں ساسو ماں کے

شہزادی ارجمند کے لیے سلمان خان جیسا کوئی شہزادہ چاہیے اور وہ بھی نکھٹو۔''

''بھئی میں نے سوچ لیا ہے کہ میں نند صاحبہ کے لفڑے میں پڑنے والی نہیں، ماں جانے اور بھائی جانیں......ہم کہاں ڈھونڈیں گے ایسا نایاب گوہر۔''

''چاہیں نہ چاہیں کرنا تو ہمیں ہی ہے عروبہ۔''

''وہ تو ٹھیک ہے عروسہ مگر بڑی بی کی فرمائشیں تو چیک کرو۔ داماد چاہیے سلمان یا عامر خان جیسا اور بیٹی ایسی کہ بس سامنے انجن فٹ کرنے کی دیر ہے۔ سامان لوڈ کرنے والا کنٹینر تیار ہے۔'' دونوں، موٹی نند اور ساس کی خواہشات پر ہنس رہی تھیں۔

''ویسے ایک بات ہے کہ شکل تو ارجمند بانو کی ہو بہو کترینہ کیف جیسی ہے ہاں جسامت بھی اگر اس جیسی ہوتی تو کوئی نہ کوئی سلمان خان ضرور مل جاتا۔'' عروسہ نند کی خوب صورتی کی معترف تھی مگر موٹاپے سے بھاگ کر کہاں جاتیں۔

''ہاں یہ تو ٹھیک ہے مگر خیر موٹا کی شادی سے فارغ ہوکر سوچتے ہیں کہ کیا کرنا ہے یا دوسرے لفظوں میں سلمان خان کو تلاش کرنے کے لیے نکلتے ہیں۔'' دونوں ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسنے لگیں۔

☆☆☆

''بھابی، آج مکھن والا پراٹھا مت بنائیے گا۔''

ارجمند بانو بہ مشکل اپنا گوشت سنبھالتی پہلے فریج میں گھسی کئی چھوٹی موٹی چیزوں کو سپردِ معدہ کیا پھر سلائس پر ڈھیر سارا جام لگا کر ڈائننگ چیئر پر آبیٹھی تو بیچاری کرسی اس ستم پر چیخے بغیر نہ رہ سکی۔ عروبہ نے گھور کر نند کو دیکھا کیونکہ یہ ڈائننگ سیٹ اس کے جہیز کا تھا۔

''کیوں میری بہنا، ڈائننگ پر تو نہیں آگئیں؟'' چار سلائز کے درمیان چیز، مکھن اور جام کی تہیں جمائے بھاڑ سا منہ کھولے وہ کھاتی ہوئی بھینس لگی عروبہ کو۔

''ارے نہیں بھابی، ڈائننگ کا لفظ اماں کے سامنے مت نکالیے گا۔ کھڑے کھڑے گھر سے نکال دیں گی آپ کو۔ آپ تو جانتی ہیں میری صحت کی وجہ سے اماں پہلے ہی بڑی فکر مند رہتی ہیں بس آج آپ دیسی گھی والے پراٹھے بنا دیجیے اور......''

''اور......اور اندر زہر بھی ڈال دوں۔ ارے کچھ تو خیال کرو لڑکی اپنی عمر دیکھو اور جُثہ دیکھو، بائیس کی ہو چوالیس کی لگتی ہو۔ اس موٹاپے کی وجہ سے۔ ارے میری بیٹی ایسی ہوتی تو میں اسے فاقے کرواتی......صرف سبزیاں کھانے کو دیتیں، پینے کو صرف گرین ٹی اور مٹھاس کی کمی زبان کی شیرینی سے پوری کرتی مگر......آہ تم میری بیٹی نہیں ساسو ماں کی بیٹی ہو کچھ کہہ نہیں سکتی حالانکہ دل چاہتا ہے کہ گلا دبا دوں تمہارا اور کچھ نہیں تو سر توڑ دوں اور ......اور......'' ساس نند کی عداوت عروبہ کے سر چڑھ کر بول رہی تھی جو بولنے پر آئی تو چابی کی بندریا کی طرح بولے چلی گئی، ارجمند بانو کے ہاتھ سے اور منہ سے نوالہ گر گیا وہ چلّانے لگی۔

''اماں......اماں جلدی سے اِدھر آئیں۔ آپ کی نظر بھابی کو لگ چکی ہے۔ کل کالی ساڑی میں آپ کوریما لگ رہی تھیں ناں، آکر دیکھیں وینا ملک کی طرح بولے جارہی ہیں۔ اماں......اماں......بھابی بیٹھ جائیں میں پانی دیتی ہوں۔ نمک کہاں ہے پہلے آپ کی نظر اتارتی ہوں۔'' اب بیچاری ارجمند جس سے قدم اٹھانا دشوار تھا وہ سمجھی کہ چونکہ کل بھابی تقریب میں جانے کے لیے تیار ہوئی تو بہت خوب صورت لگ رہی تھی اس لیے نظر لگ گئی ہے اور نظر اتارنے کا ابتدائی ٹوٹکا نمک تھا اور جب وہ نمک ڈھونڈنے نکلی تو سارا کچن اتھل پتھل ہوگیا......نمک ملا تو عروبہ کچن کا حشر دیکھ کر بے ہوش ہوچکی تھی۔

☆☆☆

عروبہ اور عروسہ اچھی لڑکیاں تھیں۔ اچھے خاندان سے تھیں، اچھی ماؤں کی تربیت یافتہ تھیں اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

سسرال میں بھی اچھی بیویاں، اچھی بہوئیں اور اچھی بھابیاں تھیں مگر کیا کیجیے اس روایتی چبھن کا...... بہو اور بھابی جتنی بھی اچھی ہو کہیں نہ کہیں ساس نندوں کو چبھے گی ضرور گویا سوئی ہو۔ اسی طرح ساس نند بھی جتنی بھی اچھی ہوں بھابیوں یا بہوؤں کو کھلیں گی ضرور۔ جب ہماری زندگی کے یہ رشتے لازم و ملزوم ہیں تو ہم کھلے دل سے ان کو قبول کر کے اچھے دل سے کیوں نہیں جیتے۔ عروبہ، عروسہ کے سر پر کوئی ذمے داری نہیں تھی صرف ایک بھاری بھر کم نند ہی تھی ناں وہ بھی ان پر بھاری تھی اور اس پر اس کا رشتہ کروانا...... جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ ارے آج کل تو تو تھ پک قسم کی لڑکیوں کی ڈیمانڈ تھی ہا تھی جیسی لڑکیاں تو شادی کا خیال دل سے نکال دیں۔

توبہ ہے گوشت نہ ہوا سماج کی دیوار ہو گیا لڑکی اور شادی کے درمیان۔ اوپر سے طرّہ یہ کہ عروبہ کی بہن کی شادی میں دونوں ماں بیٹی کو دولھا کا کزن غفران جو شکل سے سلمان خان تھا، پسند آ گیا۔ دونوں ہی مر مٹی تھیں اس پر۔

''بھئی بہو میں تو داماد بناؤں گی تو غفران میاں کو۔ بس میں کچھ نہیں جانتی...... تمہیں اس گھر میں رہنا ہے تو میری بیٹی کی شادی غفران سے کروا دو ورنہ خود کو ماں کے کچن میں برتن دھوتے اور بھابیوں کے بچوں کے پیمپر تبدیل کرتے دیکھو۔'' اُف بڑی بی نے گھما ڈالا عروبہ کو۔

''اور......اور بھابی اگر مجھے غفران بھیا نہ ملے ناں تو......تو میں نیلا تھوتھا کھا کر مر جاؤں گی اور کتبے پر لکھواؤں گی......ارجمند بانو قتل بائے عروبہ بھابی۔''

''ہونہہ......منہ نہ متھا جن پہاڑوں لتھا۔''

''ساسو ماں تو پاگل ہو گئی ہیں غفران میاں کو دیکھیں کہاں وہ مہتاب کہاں یہ عذاب۔''

''ارے چلو مانا کہ وہ لڑکی کم سن ہے...... خواب دیکھ سکتی ہے مگر بڑھیا کو تو دیکھو غفران کے پیچھے ہاتھ دھو کر ہی پڑ گئی ہیں۔''

''ارے اس وقت تو حد ہو گئی عروسہ جب ساسو ماں ارجمند کو گھسیٹتی ہوئی لائیں......اب زد میں کو آیا کون پتا نہ ماں کو پروانہ بیٹی کو خیال بس یہ تھا کہ کسی طرح غفران، ارجمند کو ایک نظر دیکھ لے۔ ہونہہ، دیکھتے ہی تو وہ دیوانہ ہو کر رشتہ ڈال دے گا اور یوں ان کی ارجمند بانو مسز غفران بن جائے گی۔ مائیں بھی......''

''یہ سب باتیں کس کے لیے کر رہی ہو تم دونوں، اپنی ساس کے لیے۔ ساسو ماں کے۔ بے شرم کرو شرم ماں بھی کہہ رہی ہو اور باتیں بھی بنا رہی ہو۔ وہ تمہارے شوہروں کی ماں ہے جس نے پال پوس کر اچھی تعلیم و تربیت کر کے کھاتے کماتے بیٹے تم دونوں کے حوالے کر دیے اور تم اسی ماں کے لیے باتیں بنا رہی ہو جس کے وسیلے سے تم جنت جیسی زندگی دنیا میں گزار رہی ہو۔''

''توبہ ہے امی، آپ تو ہمیشہ ہماری ساسو ماں کی سائڈ لیتی ہیں۔''

''ہاں تو کیوں نہ لوں، میں بھی ماں ہوں بیٹیوں اور بیٹوں کی' میں جب خود کو دوسری ماں کی جگہ رکھ کر سوچتی ہوں تو مجھے وہ حق بجانب لگتی ہیں۔ اگر میں اپنی بیٹیوں کے لیے اچھا گھر اچھا لڑکا دیکھ سکتی ہوں تو کیا اُن کو حق نہیں کہ وہ بھی اپنی بیٹی کے لیے اچھا لڑکا پسند کر سکیں۔ یاد ہے ناں میں نے اور آپا نے تم دونوں کے لیے کئی لڑکے دیکھے مگر ہر کوئی کسی نہ کسی کمی کی وجہ سے ریجکٹ ہو جاتا پھر اتفاق سے تمہاری ساسو ماں سے ملاقات ہوئی۔ ہمیں شاہد، زاہد کی صورت میں ایسے داماد مل گئے جیسے ہم لوگ چاہتے تھے۔ پڑھے لکھے، قابل، ذہین، خوش شکل بااخلاق، اچھے تربیت یافتہ، جھولی بھر بھر کر کمانے والے لڑکے مل گئے تو ہم نے جھٹ پٹ تم لوگوں کی شادی کر دی اور سادہ لوح بشریٰ بہن نے ایک لفظ زبان سے نہیں نکالا۔'' انہیں فل ٹائم ساس کی طرف داری کرتے دیکھ کر عروسہ، عروبہ جل ہی تو گئیں۔

''خیر خالہ جان اللہ کا شکر ہے، ہم میں کمی تھی کیا جو وہ کوئی نقطۂ اعتراض اٹھاتیں۔ ماشاءاللہ ہم دونوں چندے آفتاب اور چندے مہتاب تھیں، اللہ کا شکر ہے۔''

''جی، چندے آفتاب بیگم آپ کا جو یہ سورج گرہن مارک ہے ناں ہونٹ کے اوپر لگتا ہے۔ موٹی سی مکھی بیٹھی ہوئی ہے اسی مکھی نے آپ کے کئی رشتوں کو بھگا دیا تھا مگر بشریٰ بیگم پر آفرین ہے جو اس پر دھیان بھی دیا ہو۔''

''اب تم بولو، مجھے تو خالہ نے دو ٹکے کا کر دیا ایک ہی جملے میں۔''

''امی آپ کیسی باتیں کرتی ہیں۔ کہاں غفران وحید کہاں ارجمند بانو اور ساسو ماں کی خواہشیں...... ساسو ماں کو کچھ تو سوچنا چاہیے۔''

''کیا سوچنا چاہیے ارے وہ ماں ہیں اور ہر ماں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کی بیٹی کو ایک اچھا خوبرو، تعلیم یافتہ، کمانے والا، اچھے خاندان کا لڑکا مل جائے۔ انہوں نے خواہش کر لی تو کیا برا کیا۔''

''امی تو خواہشیں کریں......وہ جو پوری ہو سکتی ہوں۔ کہاں ارجمند بانو اور کہاں غفران۔''

''ہاں جانتی ہوں غفران کی اوقات بھی...... پہلے ان کو ایشوریا پسند تھی وہ ابھیشیک کو پیاری ہوئی تو فرمانے لگا کہ شادی کروں گا تو کرینہ سے وہ سیف کو پیاری ہوئی تو اب کترینہ کے پیچھے ہے۔ ذرا سی سلمان سے مشابہت کا خوب فائدہ اٹھا رہا ہے۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو' ارجمند تم لوگوں کی ذمے داری ہے اس کے لیے اچھا سا رشتہ ڈھونڈ کر دھوم دھام سے اس کی شادی کرو تاکہ بشریٰ بہن خوش ہو جائیں۔''

''امی ارجمند کی شادی ہماری ذمے داری ہے کیا؟''

سوا سیر

ایک عاشق نے اپنی محبوبہ سے کہا۔

''کیا واقعی تم مجھ سے شادی کرو گی۔ یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ میں پہلے چار شادیاں کر چکا ہوں؟''

''ہاں، میں اب اپنے چھٹے شوہر کے ساتھ گزارہ نہیں کر سکتی۔'' محبوبہ نے معصوم انداز میں جواب دیا۔

مرسلہ: سائرہ عباس، کراچی

''اور کیا تم لوگوں کی نہیں تو کس کی ذمے داری ہے یعنی کہ حد ہو گئی خود غرضی کی...... سسرال کی ہر خوشی، ہر آسائش پر تم لوگوں کا حق ہے اور سسرال کی کسی ذمے داری سے تم لوگوں کو کوئی غرض نہیں، یہ تربیت کی ہے ہم لوگوں نے تمہاری۔ واہ بی واہ، تم لوگوں نے تو ہماری پرورش اور تربیت کی لٹیا ہی ڈبو دی ارے ہماری نانی مرحومہ کہا کرتی تھیں کہ بیٹی کو جہیز میں کچھ دو نہ دو مگر اس کے سر پر ایسا آنچل اوڑھا دو جس پر سسرالی رشتوں کے ستارے ٹکے ہوں۔ سسرالی ذمے داریوں کی گوٹا کناری سجی ہو۔ سسرالی دکھ درد کے موتی اس طرح مضبوطی سے جڑے ہوں...... اور بیٹی کی تربیت اس طرح کی جائے اور نصیحت کی جائے کہ آنچل بہت قیمتی ہے اس آنچل کو ہمیشہ سر پر جمائے رکھنا۔ یہ سر پر جما رہے گا تو تمہاری زندگی جنت بنی رہے گی سرکا دو گی تو جہنم بن جائے گی۔ سسرال کی عزت کا جھومر اپنی زندگی کی پیشانی پر سجائے رکھو گی تو دونوں جہان میں عزت پاؤ گی اور دیکھ لو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امی نے پھر ہم نے نانی کی نصیحت کا یہ آنچل اپنے سر پر جمائے رکھا اور الحمدللہ ہماری ماں کی اور ہماری زندگی جنت نظیر ہے، تم لوگوں کے سامنے ہے۔ اس لیے تم لوگ

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھی اپنی سسرال کو صرف عیش کدہ نہ سمجھو وہاں حقوق ہی نہیں ہیں تم لوگوں کے فرائض بھی ہیں اور خوش قسمت ہو کہ زیادہ فرائض ہیں نہ ذمے داریاں' ایک ہی ذمے داری ہے۔''

''وہ بھی دس پر بھاری...... بارہ من کی دھوبن۔''

''پھر وہی بات...... اسے نند نہیں بیٹی سمجھو کیونکہ ہماری نانی مرحومہ کہا کرتی تھیں کہ بڑی بھابیاں ماؤں جیسی ہوتی ہیں اور چھوٹی نندیں بیٹیوں جیسی ہوتی ہیں۔''

''اچھا اور......اور کیا، کیا کہا کرتی تھیں نانی مرحومہ؟'' عروبہ، عروسہ نے اپنی مشترکہ نانی کا نام لیتے ہوئے دانت پیسے۔

''ارے یہ جو بزرگ ہوتے ہیں ناں تجربات اور مشاہدات کی لیبارٹری ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر ہم ان کی باتوں پر عمل کریں تو واقعی زندگی جنت بن جائے۔'' دونوں یہ لیکچر سن کر بور ہو چکی تھیں کہیں تو دل ساس نند کے لیے پسیج جاتا تو کہیں ان کا گلا دبانے کو بھی مچل جاتا آخر کرتیں کیا بہوئیں جو ٹھہریں۔ ان رشتوں کا روایتی پن بھی تو شرارت کرتا ہی رہتا ہے کبھی ایک پارٹی کو گدگدا دیا کبھی دوسری پارٹی کو گدگدا دیا اور جب دونوں پارٹیاں گتھم گتھا ہو جاتیں تو دور کھڑا ہنس رہا ہوتا ہے۔ یہ شیطان بھی ناں......شیطان ہے پورے کا پورا۔

''اچھا خالہ جان بتائیں ہم اپنی حسینۂ عالم نند کے لیے کہاں سے رشتہ ڈھونڈیں۔ ایسا کون سا شہزادہ ڈھونڈ کر لائیں جو اُن ماں بیٹی کے من کو بھائے۔''

''ارے میری بیٹیوں ڈھونڈنے کی ضرورت کیا ہے۔ ڈھونڈ تو انہوں نے لیا ہی ہے......غفران عرف سلمان خان۔''

''امی......امی یہ......یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟''

''وہی جو تم لوگ سن رہی ہو۔''

''خالہ جان امپاسبل۔''

''نہ میری جان تھنگ از امپاسبل ان دس ورلڈ۔''

''مگر......کک......کک......کیسے امی جان؟''

''یہ میں کیوں بتاؤں۔ یہی تو ہماری تعلیم و تربیت کا امتحان ہے، میں اور آپا دیکھنا چاہتے تھے کہ ہم نے کس حد تک تم لوگوں کی اچھی تربیت کی......جو زادِ راہ ہم نے تم لوگوں کو ساتھ دیا تھا اس کا استعمال تم کیسے کرتی ہو۔ بس مجھے تو غفران میاں کی شادی ہمراہ ارجمند بانو......شادی کا کارڈ چاہیے۔'' راشدہ بیگم نے کسی منصف کی طرح فیصلہ سنا کر قلم توڑ دینے والے انداز میں کہا تو وہ دونوں سر تھام کر رہ گئیں۔

''امی جان! وہ جو شادی کارڈ ہوگا......ارجمند اور غفران کی شادی کا ہوگا؟''

''جی ہاں۔''

''اُف۔'' دونوں نے ماتھا پیٹ لیا۔

☆☆☆

''یہ......یہ کیا ہو رہا ہے؟'' ارجمند بانو حسب معمول ساری مرغن چیزوں پر ظلم ڈھا رہی تھی کہ عروبہ نے آ کر غصے سے ساری چیزیں سمیٹیں اور ڈسٹ بن میں پھینک دیں۔

''بھابی یہ......یہ کیا کر رہی ہیں۔ مجھے بھوک لگی ہے۔'' ارجمند بانو رو دینے کو تھی۔

''ارے تو زہر کھا لو......اس سے اچھا ہی ہوگا تمہارے لیے بھی اور ہمارے لیے یہ چمود مرو۔'' عروسہ نے جانے کون سے گھاس پھوس کو ابال کر اس کے سامنے رکھ دیا اور پھر اکلوتی نند پر دو جابر بھابیوں کے مظالم کا سونامی ٹوٹ پڑا۔ ہر وہ چیز اس سے چھین لی گئی جس پر اس کی جان جاتی تھی۔ دونوں کا رویہ بھی بدل گیا تھا، پہچان میں نہیں آ رہی تھیں......ہاتھ سے نوالے چھین لیے جاتے، کھانے پینے کو وہ کچھ دیا جاتا جن کو کھا کر ارجمند بانو کا بی پی لو

ہو جاتا۔ بھائیوں کو فون کرتی تو وہ مکمل طور پر بیویوں کی بولی بولتے سنے جاتے۔ اس روز وہ دل برداشتہ ہو کر ماں کے سامنے رونے لگی۔

''اماں، بھابیاں بدل کیوں گئی ہیں؟''

''میں تو خود حیران ہوں بیٹا، ان دونوں کو کیا ہو گیا ہے۔ کتنا خیال کرتی تھیں ہم دونوں کا......سارا گھر سنبھالا ہوا تھا۔ ارے، میں تو ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتی رہتی تھی کہ مجھے بہوئیں' بیٹیوں جیسی ملی ہیں مگر اب تو حال یہ ہے کہ نہ بات کرتی ہیں نہ سنتیں ہیں بلاؤ تو بہروں کی طرح اگنور کر دیتی ہیں' مجھے تو لگتا ہے اتنی سنگدل ہو گئی ہیں تو کہیں ان کو بھی کوئی حکومتی عہدہ تو نہیں مل رہا جو اتنی بے حس ہو رہی ہیں۔''

''اماں مجھ سے میرا کھانا پینا چھین لیا ہے اور......اور میں جیسے ہی لان میں جاتی ہوں پپی کی زنجیر کھول دیتی ہیں، وہ میرے پیچھے بھاگتا ہے اور میں آگے' آگے بھاگتی ہوئی ہانپنے لگتی ہوں۔ خنکی میں بھی پسینے میں شرابور ہو جاتی ہوں۔''

''ہاں میری بچی، سب دیکھ رہی ہوں مگر بے بس ہوں بیٹا......کیسے سوکھ رہی ہو تم کوئی خوراک ہی نہیں رہ گئی میری بچی کی مگر کریں کیا......کس کو سنائیں حالِ دل جب اپنے بیٹے ہی اپنے نہ رہے تو کسی کو کیا کہیں۔ یا اللہ تو سب دیکھ رہا ہے جان رہا ہے ہم بے بس کچھ کر ہی نہیں سکتے۔''

اور پھر ہوا یوں کہ بہوؤں، بھابیوں کے ظلم و تشدد نے دن یہ دکھایا کہ ہے بارہ من کی دھوبن جس کو غبارہ، تربوز کہہ کر من چلے دل پشوری کیا کرتے تھے اب لائن مارنے لگے تھے۔ شکل تو کترینہ سے مشابہت کی آخری حد تک ملتی ہی تھی مگر بھی کترینہ کے سانچے میں ڈھل گیا تو مونا کے کزن دیور غفران نے مونا کے پہلے بیٹے کی پہلی سالگرہ پر جب ارجمند بانو کو دیکھا تو بھابی کے قدموں میں بیٹھ کر کہنے لگا۔

''ایہو کڑی لینی اے تے ایہو کڑی لینی اے۔'' جواباً بھابیوں نے اِترا کر کہا۔

''نہیں، یہ تو تربوز ہے، غبارہ ہے گیس والا۔ بے دُم کا ہاتھی ہے وغیرہ وغیرہ۔'' لیکن مثلِ سلمان خان غفران وحید نے ایسی چوکھٹ پکڑی کہ بھابیوں کو شادی کارڈ چھپوانا پڑے۔ ارجمند بانو ہمراہ غفران وحید کی شادی......اور سب سے پہلا کارڈ عروبہ' عروسہ نے اپنی' اپنی ماؤں کو دیا تو ماؤں نے جھٹ بیٹیوں کو سینے سے لگا لیا۔

''یہ ہوئی ناں بات! اب بنی ہو تم لوگ مثالی بہوئیں اور مثالی بھابیاں اور ــ مثالی بیٹیاں۔ تمام بیٹیاں سن لیں سمجھ لیں سسرال میں صرف ان کے حقوق ہی نہیں فرائض اور ذمے داریاں بھی ہوتی ہیں۔ اچھے دل اور اپنے پن سے نبھائیں گی تو والدین کی عزت ہوگی ورنہ......''

''میں صدقے، میں قربان جاؤں اپنی بہوؤں کے اللہ ایسی بہوئیں ہر ساس کو دے۔ ارے ان کی جن باتوں کو میں اور میری بیٹی ان کے ظلم اور زیادتی سمجھتے رہے، وہ ان کا پیار تھا، محبت تھی خیال تھا۔ سچ ہے اگر یہ لوگ ایسا رویہ نہ اختیار کرتیں نہ اس کا جنوں کی طرح کا کھانا پینا روکتیں تو یہ واقعی غبارہ اور تربوز بنی لوگوں کی ہنسی مذاق ہی بنی رہتی۔ پروردگار ایسی سمجھدار بہوئیں ہر کسی کو دینا، آمین۔''

''ساسو ماں ہم نے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا، یہ ہمارا فرض تھا جو بہو اور بھابی ہونے کے ناتے ہم پر لازم تھا وہ ہم نے ادا کیا۔ بس یہ دعا ہے کہ سارے والدین اپنی بیٹیوں کو جہیز میں کچھ دیں نہ دیں بس ایسا آنچل اوڑھا کر رخصت کریں جس پر سسرالی رشتے اور ذمے داریاں گوٹا کناری اور ستاروں، نگوں کی صورت جڑے ہوں۔''

''آمین، ثم آمین۔'' کی آواز سے فضا گونج گئی۔

⌘

WWW.PAKSOCIETY.COM

ناولٹ

کہیں دیپ جلے کہیں دل

قیصرہ حیات

پانچواں حصہ

شمیلہ اپنا موبائل ہاتھ میں پکڑے قدرے بوکھلائی ہوئی کھڑی تھی۔

''آر یو او کے .... کیا ہوا تمہیں......؟'' فہام نے قریب آکر حیرت سے اس سے پوچھا۔

''یہ ردا کے لیے کسی کا sms آیا ہے' میرے سیل پر۔'' شمیلہ نے موبائل اسے دکھاتے ہوئے کہا۔ فہام بری طرح چونکا اور موبائل اس کے ہاتھ سے لے کر میسج پڑھنے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''کیا ردا کا کسی کے ساتھ افیئر ہے؟'' شمیلہ نے حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''اگر اس کا کسی کے ساتھ افیئر ہوتا تو میسج تمہیں نہیں، اسے آتا۔'' فہام قدرے تُرش لہجے میں بولا۔

''پھر اس کا کیا مطلب ہے بھلا......؟'' شمیلہ نے چونک کر پوچھا۔

''کوئی جان بوجھ کر ردا کا امیج خراب کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور ایسے sms ہمیں پہلے بھی آتے رہے ہیں۔'' فہام نے میسج کو ڈیلیٹ کرتے ہوئے کہا۔

''مگر کوئی ایسا کیوں کر رہا ہے؟'' شمیلہ نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔

''اسی ''کیوں'' کا جواب تو نہیں مل رہا۔'' فہام گہری سانس لے کر بولا۔

''لیکن ہر بات کی کوئی نہ کوئی base تو ہوتی ہے ناں!'' شمیلہ نے معنی خیزی سے کہا۔

''کیا تم میری بہن پر شک کر رہی ہو؟'' فہام نے خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''خبردار...... ایسا سوچنا بھی مت...... میں اپنی بہن کی عزت اور پاکدامنی کا خود سب سے بڑا گواہ ہوں اگر کوئی میرے سامنے آ کر بھی ایسی بات کہے تو میں پھر بھی یقین نہیں کروں گا...... اور پلیز تم بھی اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرنا...... اگر میں نے ایسی ویسی کوئی بات سنی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔'' فہام نے اسے دیکھ کر انگلی کے اشارے سے دھمکی کے انداز میں کہا۔

☆☆☆

صبح فہام بیدار ہوا تو اس کی طبیعت بہت بے چین تھی وہ بہت خاموش تھا۔ شمیلہ سے بھی ٹھیک طرح سے بات نہیں کر رہا تھا وہ آفس کے لیے تیار ہو کر ماں کے کمرے میں آیا۔

''مما......! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟'' فہام نے خدیجہ کے قریب بیٹھ کر سنجیدگی سے پوچھا۔

''ہاں ویسے تو ٹھیک ہوں بس رات کو ڈنر سے لیٹ آنے کی وجہ سے طبیعت کچھ بوجھل سی ہو رہی ہے۔'' خدیجہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''مگر تم کچھ پریشان سے لگ رہے ہو۔'' خدیجہ نے فہام کی طرف بغور دیکھ کر کہا۔

''مما...... جس طرح کے میسجز کوئی حاتم کو کرتا تھا ویسا ہی اب شمیلہ کو آیا ہے۔'' فہام نے قدرے توقف کے بعد کہا۔

''کیا......! وہ بری طرح گھبرا کر بولیں۔

''آپ ذرا سوچیں...... خاندان میں، خاندان سے باہر کوئی ایسا شخص تو نہیں جو ردا کے خلاف ہو اور اس سے کوئی دشمنی کر رہا ہو۔'' فہام نے خدشہ ظاہر کیا۔

''ردا کا دشمن......؟ مطلب کون ہو سکتا ہے؟'' خدیجہ حیرت سے بولیں۔

''ہاں...... بات تو ناقابلِ یقین ہے کہ کوئی ردا کا بھی دشمن ہو سکتا ہے مگر مما یہ دنیا ہے، بہت سے لوگ دوستی کی آڑ میں بھی بہت دشمنی پال لیتے ہیں۔ انسان کسی کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' فہام نے گہری سانس لے کر کہا۔

''ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ ایسا کون ہو سکتا ہے؟ کیا پتا کسی کو ہمارے پورے گھر والوں سے ہی دشمنی ہو۔'' وہ کافی فکرمند ہو کر بولیں۔ ''ویسے اگر تم کہو تو میں ردا سے پوچھوں......؟'' خدیجہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''ہرگز نہیں...... وہ بہت معصوم اور حساس ہے، کسی ایسی ویسی بات کا اس نے سنجیدگی سے اثر لے لیا تو بیمار پڑ جائے گی اور میں اسے نہ تو پریشان دیکھ سکتا ہوں اور نہ ہی بیمار...... پہلے میں بھی اس بات کو غیر اہم سمجھ رہا تھا لیکن اب مجھے لگ رہا ہے یہ ایک سیریس معاملہ بن جائے گا۔'' فہام بہت سنجیدہ تھا۔

''یا اللہ خیر! یہ تو ہمیں کس مسئلے میں الجھا رہا

ہے؟'' خدیجہ پریشانی سے کہہ رہی تھیں۔

''مما......! مسائل انسانوں کے لیے آزمائش ہوتے ہیں، ہمیں ہی انہیں سلجھانا ہوتا ہے۔ آپ فکر نہیں کریں۔'' فہام نے ماں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور وہاں سے چلا گیا مگر خدیجہ کو سوچنے کے لیے بہت کچھ دے گیا۔

☆☆☆

رشنا کی شادی اور فوراً توقیر کا آسٹریلیا جانا...... نجمہ کو کافی پریشان کن صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑ گیا تھا۔ وہ بھی اتنے بڑے گھر میں تنہا نہ رہی تھیں۔ امریکا میں دل نہ لگنے کے باعث وہ دونوں بچوں کے ساتھ اپنے ملک میں ہی مقیم تھیں جبکہ ان کے شوہر ظفر صاحب ہر چھ مہینے بعد چکر لگا لیتے تھے۔ وہاں سیٹ کیے گئے کاروبار سے وہ کافی مطمئن تھے واپس پاکستان آ کر بسنا انہیں خاصا مشکل نظر آ رہا تھا اب جبکہ دونوں بچے بھی اپنے دیس میں نہیں تھے انہوں نے بیوی کی تنہائی کو سنجیدگی سے محسوس کیا اور ان کو مستقل امریکا بلانے پر اصرار کرنے لگے۔ اِدھر رشنا نے بھی ماں کو سمجھایا اور وہ گھر بار پیک کر کے بحالتِ مجبوری امریکا جانے کو تیار ہو گئیں۔ جاتے جاتے بھی وہ اس لڑکی کو کوس رہی تھیں جس کی محبت میں پاگل ہو کر اُن کے بیٹے نے دیس نکالا قبول کیا تھا۔ رشنا نے لاکھ چاہا کہ بھائی سے اُگلوا لے کہ وہ کون لڑکی تھی تاکہ وہ خود اس کے گھر جا کر اس سے التجا کر سکے مگر توقیر نے بھی ہر صورت اس کا پردہ رکھا اور جاتے جاتے بھی کچھ نہ بتایا۔ رشنا کو ماں کی طرف سے اب اطمینان ہو گیا تھا کہ کم از کم وہ تنہا نہیں بلکہ پاپا کے پاس جا رہی ہیں۔

☆☆☆

شمیلہ کمرے کا دروازہ اچھی طرح بند کر کے صوفے پر بیٹھی تھی اور قدرے مشکوک انداز میں ماں کا نمبر ملانے لگی۔

''ہیلو...... مما کیسی ہیں آپ؟'' شمیلہ نے مسکراتے ہوئے اُن کی خیریت پوچھی۔

''اللہ کا شکر ہے، ٹھیک ہوں۔'' ریحانہ نے گہری سانس لے کر کہا۔

''مما! آپ کو ایک بہت اہم بات بتانی ہے۔'' شمیلہ نے سرگوشی کے انداز میں کہا اور ماں کو ردا کے بارے میں ساری بات بتانے لگی۔

''مجھے تو پہلے ہی شک تھا کہ ردا ضرور کوئی گل کھلائے گی، یہ جتنی لاڈلی بیٹیاں ہوتی ہیں اتنی ہی سر چڑھی بھی ہوتی ہیں۔ ماں، باپ کے لاڈ سے ناجائز فائدہ اٹھاتی ہیں۔'' شمیلہ طنزیہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

''شمیلہ کیا فضول باتیں کر رہی ہو، ردا بالکل بھی ایسی نہیں۔'' ماں نے خفگی سے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''سارے خاندان کو یہی خوش فہمی لے ڈوبے گی، آپ لوگوں کو تو اس دن پتا چلے گا ناں جب وہ کسی دن کسی کا ہاتھ پکڑ کر سب کے سامنے کھڑی ہو جائے گی اور کہے گی یہ ہے میرا محبوب!'' شمیلہ منہ بنا کر طنزیہ بولی۔

''بکواس مت کرو۔'' انہوں نے غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''میں آپ کو اسی لیے کوئی بات نہیں بتاتی کہ آپ نے میری کسی بات کا یقین نہیں کرنا ہوتا۔'' وہ غصے میں ماں سے بولی۔

''ہاں...... تو کیوں یقین کروں، کیا مجھے نظر نہیں آتا کہ ردا کیسی ہے۔ تمہارا یقین اور ایمان اتنا کمزور کیوں ہے کہ تم فوراً ہی ایسی باتوں پر اندھا دھند اعتماد کر لیتی ہو، تمہیں تو ردا کی ڈھال بننا چاہیے۔'' ریحانہ نے غصے سے اسے ہی ڈانٹا۔

''اس کا بھائی ہے ناں اس کی ڈھال...... اسے نہ میری ضرورت ہے اور نہ ہی مجھے اس کی۔''

''تم کیوں...... ردا سے اتنا کینہ رکھتی ہو؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

ریحانہ نے جھنجلا کر کہا۔

''آپ جو اس سے محبت کرتی ہیں بس یہی کافی ہے۔'' شمیلہ نے غصے سے کہا اور کھٹاک سے فون بند کر دیا۔

☆☆☆

روحیل کی ماں جی کو ردا اس قدر پسند آ گئی تھی کہ انہوں نے زیادہ انتظار نہ کیا اور جھٹ سے خاور کی ماں ثروت کے ذریعے خدیجہ بیگم کو پیغام بھجوا دیا۔ وہ تو ردا کے رشتے کی بات سن کر کچھ پریشان ہو گئی تھیں، ان کے خیال میں ابھی تو فہام کی شادی سے فارغ ہوئی تھیں ابھی ردا کی نہیں حاتم کی شادی کرنے کا ارادہ کر رہی تھیں مگر ثروت بہن نے کچھ اس انداز سے بات کی کہ خدیجہ بیگم بھی کچھ سوچنے پر مجبور ہو گئیں۔ اس روز بھی جب خاور کی والدہ کا فون آیا تو وہ متذبذب تھیں۔

''وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن ابھی تو ردا کا رزلٹ آیا ہے اور وہ یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینے کا سوچ رہی ہے۔'' خدیجہ نے ثروت بہن کے بار بار فون آنے پر پریشانی سے کہا۔

''بہن...... لڑکیاں جتنا بھی پڑھ لکھ جائیں...... ایک نہ ایک دن ان کی شادی تو کرنی ہوتی ہے ناں اور روحیل اتنا اچھا لڑکا ہے کہ میں آپ کو کیا بتاؤں۔ کمپیوٹر انجینئر ہے اور ویسے بھی بہت اچھا اور سلجھا ہوا شریف لڑکا ہے۔ گھر میں صرف ماں اور بیٹا ہیں اور آپ کو کیا چاہیے۔ آج کل ایسے رشتے بڑے نصیب سے ملتے ہیں۔'' انہوں نے کہا۔

''کہہ تو آپ ٹھیک رہی ہیں بہن...... مگر اتنی جلدی......؟'' خدیجہ نے پریشان ہو کر کہا۔

''جلدی یا دیر کیا...... آپ بس اچھے رشتے کو دیکھیں...... یاور بھی اس کی بہت تعریف کر رہا تھا۔'' ثروت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے، میں فہام سے بات کرتی ہوں، ردا کا ہر فیصلہ فہام کرتا ہے، وہ اس کے باپ کی جگہ ہے۔'' خدیجہ گہری سانس لے کر بولیں۔

''ٹھیک ہے، میں آپ کے جواب کا انتظار کروں گی۔'' ثروت نے خوش ہو کر کہا اور خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

اسی لمحے فہام لاؤنج میں آیا تو ماں کو فون سیٹ کے قریب بیٹھا کر دیکھ کر ان کے قریب آ گیا۔

''کیا کسی کا فون آیا تھا، آپ کچھ پریشان لگ رہی ہیں؟'' اس نے ماں کی طرف دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

''خاور کی امی کا فون تھا۔ ردا کے لیے ایک پروپوزل بتا رہی تھیں۔'' انہوں نے فہام کو بتایا۔

''کیا ردا کے لیے پروپوزل؟'' فہام نے انتہائی حیرت سے کہا۔

''نہیں...... نہیں ہم نے ابھی کوئی رشتہ نہیں کرنا۔ ابھی ردا کو بہت پڑھنا ہے۔'' فہام نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''وہ بتا رہی تھیں کہ لڑکا بہت اچھا ہے، یاور کا دوست ہے روحیل...... میرا خیال ہے یہ وہی لڑکا ہے جو اپنی ماں کے ساتھ ہماری ٹیبل پر ہی تھا۔'' خدیجہ نے کچھ یاد کرتے ہوئے بیٹے کو بتایا۔

''ہاں...... لڑکا تو اچھا ہے مگر پھر بھی مما......'' فہام نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''تو کیا پھر...... میں انہیں انکار کر دوں؟'' خدیجہ نے حیرت سے پوچھا تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔

''بیٹا...... آج کل اچھے رشتے ملنا بہت مشکل ہے کیا امیر کیا غریب...... شرافت بہت مشکل سے ملتی ہے۔ باقی سب کچھ تو مل جاتا ہے مگر شرافت نہیں۔'' خدیجہ نے اس کی طرف بغور دیکھ کر سمجھاتے ہوئے کہا۔

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں...... لیکن ردا ابھی بہت چھوٹی ہے۔ شادی کی بھاری ذمے داری کیسے اٹھا پائے گی؟''

''بیٹا وقت انسان کو سب کچھ سکھا دیتا ہے، تم بھائی بن کر سوچ رہے ہو اور میں ماں۔'' خدیجہ نے گہری سانس لے کر کہا۔

''پھر آپ کا کیا خیال ہے......؟'' وہ سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔

''ہم سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کریں گے۔'' خدیجہ نے گہری سانس لے کر کہا اور ایک دم کسی سوچ میں ڈوب گئیں۔

''مما میں ابھی کچھ مصروف ہوں۔ پھر آپ سے بات کروں گا۔'' فہام کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

''بیٹا...... میں نے کچھ دن پہلے یاور کی امی سے رشتے کی بات کی تھی، آج پھر میں نے انہیں فون کیا تھا تو وہ کہہ رہی تھیں کہ لڑکی والوں نے سوچنے کے لیے ٹائم مانگا ہے۔'' ماں جی نے کھانا کھاتے ہوئے روحیل کو آج کی روداد سنائی۔

''ٹھیک ہے جو اُن کی مرضی۔'' روحیل نے آہستہ سے کہا۔

''کیا تمہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا، میں اس رشتے سے انکار نہیں سننا چاہتی۔'' ماں جی نے اس کی طرف بغور دیکھ کر کہا۔

''ماں جی...... آپ کیوں اتنا سوچ رہی ہیں، کیا پتا وہ انکار کر دیں تو۔'' روحیل نے جھنجلا کر کہا۔

''بس وہ لڑکی میرے دل میں ایسے اتر گئی ہے کہ کیا بتاؤں۔ دل چاہتا ہے کہ اسے بہو بنا کر فوراً اپنے گھر لے آؤں۔'' ماں جی نے خوش ہو کر کہا۔

''یہ تو ان لوگوں کی مرضی ہے کہ وہ رشتہ کریں یا نہ کریں، ہم انہیں مجبور تو نہیں کر سکتے۔'' روحیل قدرے بے پروائی سے بولا۔

''کیوں بیٹا......؟'' وہ فکر مند ہو گئیں۔

''ماں جی ہم اُن کے پیچھے تو نہیں پڑ سکتے ناں...... اب آپ بار بار مت پوچھیے گا۔'' ماں جی حیرت اور فکر مندی کے ملے جلے تاثرات لیے بیٹے کو دیکھنے لگیں۔

☆☆☆

خدیجہ اپنے کمرے میں بیڈ پر آنکھیں بند کیے لیٹی تھیں لیکن ان کا ذہن مسلسل سوچوں میں گم تھا۔ وہ بار بار کروٹیں بدل رہی تھیں۔ کبھی وہ بے تاب ہو کر اٹھ بیٹھتیں اور پریشان ہو کر سوچ میں پڑ جاتیں۔

''کون میری بچی کے پیچھے پڑ گیا ہے جو اس سے اتنی دشمنی کر رہا ہے۔'' اچانک ان کے سامنے زہرہ کا چہرہ گھومنے لگا جو ان کی دور کی سسرالی رشتے دار تھیں۔

''خدیجہ...... آج میں اپنے فرحان کے لیے تمہاری ردا کا ہاتھ مانگنے آئی ہوں۔'' زہرہ نہ جانے کہاں سے اتنے عرصے بعد اس روز وارد ہو گئی تھیں۔ خدیجہ کو سب کچھ یاد آنے لگا تھا۔

''ک...... کیا ردا کے لیے؟'' انہوں نے بوکھلا کر کہا تھا۔

''ہاں، فرحان نے ردا کو جب سے دیکھا ہے تب سے اس کا دیوانہ ہو گیا ہے، کہتا ہے شادی کروں گا تو صرف ردا سے۔'' زہرہ نے مسکرا کر رازدارانہ انداز میں کہا۔

''نہیں...... نہیں...... ابھی تو ردا پڑھ رہی ہے۔'' خدیجہ نے بڑی ملائمت سے کہا، وہ زہرہ کا تیکھا مزاج جانتی تھیں۔

''پڑھائی کا شادی سے کیا تعلق بھئی...... ماؤں کو لڑکیوں کی شادی کی فکر کرنی چاہیے...... پڑھائی کی نہیں، میرا فرحان اسے بہت خوش رکھے گا۔'' زہرہ نے اپنے دیدے نچاتے ہوئے کہا۔

''جب شادی کا وقت آئے گا تب دیکھی جائے گی۔ ابھی تو نہ میں نے اس کی شادی کا سوچا ہے اور نہ ہی اس کے بھائیوں نے۔'' خدیجہ نے جتانے والے انداز میں کہا۔

''خدیجہ...... تم میرے ہاں لڑکی نہ دینے کا بہانہ تو نہیں بنا رہیں؟'' زہرہ نے تنک چڑھے پن

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے کہا۔

خدیجہ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا انہیں زہرہ کا یوں رشتہ لے کر آنا سخت ناگوار گزر رہا تھا۔

”بھئی میرا فرحان پڑھا لکھا اور کماؤ ہے۔“ زہرہ نے یک دم موڈ بدل کر نرمی سے کہا۔

”فرحان...... ردا سے دُگنی عمر کا ہے اور جو کام کاج وہ کرتا ہے سارے خاندان کو پتا ہے۔ زہرہ اگر تم ذرا بھی سمجھدار ہوتیں تو تمہیں تو یہ رشتہ ہمارے گھر لانا ہی نہیں چاہیے تھا۔“ خدیجہ نے کہا۔

”کیوں......؟ کیا ہمارے پاس دولت نہیں۔ ہم کسی طرح تم سے کم نہیں۔“ زہرہ نے اپنی سونے کی درجن بھر چوڑیوں کو کھنکا کر دیکھتے ہوئے کہا۔

”بس مجھے یہ رشتہ نہیں کرنا......“ خدیجہ نے خفگی سے دیکھ کر ٹھوس لہجے میں کہا۔

”تم بڑا پچھتاؤ گی......“ زہرہ غصے سے آنکھیں گھما کر بولیں۔

”کیا تم مجھے دھمکی دے رہی ہو؟“ خدیجہ نے بھی غصے سے کہا۔

”زہرہ کی آج تک کسی نے اتنی بے عزتی نہیں کی ہے اور اس بے عزتی پر میں خاموش ہرگز نہیں رہوں گی۔“ وہ طنزیہ مسکراہٹ سے بولیں۔

”ٹھیک ہے جو چاہو کرلو۔“ خدیجہ نے بھی دو ٹوک انداز سے کہا۔

”تمہیں بڑا مان ہے نا اپنی بیٹوں کی محبت اور ان کی دولت پر...... سب اکڑ نکل جائے گی۔“ زہرہ نے غصے سے کہا اور وہاں سے چلی گئیں اور خدیجہ صرف ہول کر رہ گئی تھیں۔ خدیجہ کو سب کچھ یاد تھا، وہ ایک دم گھبرا کر اٹھیں ان کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔ بے خیالی میں انہوں نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو وہ پسینے سے تر تھا۔

”کہیں زہرہ اور اس کا بیٹا تو......؟“ خدیجہ نے پریشانی سے سوچا اور اپنا چہرہ دوپٹے سے پونچھنے لگیں۔ وہ گھبرائی ہوئی اپنے کمرے سے نکلیں تو فہام اور شمیلہ کو لاؤنج میں بیٹھا پایا۔

”مما! آپ ٹھیک تو ہیں......؟“ فہام نے ماں پر نظر پڑتے ہی ان کی گھبراہٹ کا اندازہ لگا لیا تھا۔

”شمیلہ! تم مما کے لیے جلدی گلوکوز لے آؤ۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔“ فہام نے شمیلہ سے جان بوجھ کر کہا تو وہ ناگواری سے وہاں سے چلی گئی۔

”مما کیا بات ہے؟ آپ بہت گھبرائی ہوئی لگ رہی ہیں۔“ فہام نے ان کا ہاتھ پکڑ کر صوفے پر بٹھاتے ہوئے کہا تو خدیجہ اسے سب بتانے لگی تھیں۔

”کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ حرکت زہرہ آنٹی اور فرحان کر سکتے ہیں؟“ وہ حیرت زدہ تھا۔

”مجھے شک ہے بیٹا، یقین نہیں۔“ خدیجہ نے گہری سانس لے کر کہا۔

”کیا رشتے سے انکار پر کوئی اس حد تک گری ہوئی حرکت بھی کر سکتا ہے؟“ فہام نے گہری سانس لے کر کہا۔

”بیٹا...... آج کل کسی کا کوئی اعتبار نہیں...... لوگ اوپر سے کچھ نظر آتے ہیں اور اندر سے کچھ...... اور زہرہ تو پورے خاندان میں کینہ پرور عورت مشہور ہے۔“ خدیجہ فکرمندی سے بولیں۔

”فرحان کی ریپو کون سی اچھی ہے...... اگر یہ حرکت ان دونوں کی ہے تو میں فرحان کو چھوڑوں گا نہیں۔“ فہام نے نہایت غصے سے کہا۔

”بیٹا ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا۔“ ماں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں۔“

”بیٹا...... بہت سے لوگ تم لوگوں کی آپس میں محبت اور ترقی سے بہت جلتے ہیں۔“

”اور جلنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔“ فہام نے ماں کا جملہ مکمل کیا جو لاؤنج میں آتی شمیلہ کے کان میں بھی پڑ گیا تھا۔

☆☆☆

آزر کی حالت اب کافی بہتر تھی اور وہ اپنے فلیٹ میں شفٹ ہو چکا تھا۔ چند دنوں کے آرام کے بعد اس نے کالج جانا بھی شروع کر دیا۔ جس روز وہ کالج گیا تو جاتے ہی اس کا سامنا یمنیٰ سے ہوا۔ وہ اپنی گاڑی پارک کر کے بیگ اٹھائے اندر داخل ہو رہی تھی۔ آزر بھی اسٹک کے سہارے چلتا ہوا اندر داخل ہو رہا تھا۔ یمنیٰ نے گاگلز لگا رکھی تھیں، اس نے دور سے آزر کی طرف دیکھا اور اسے نظرانداز کرتے ہوئے آگے بڑھ گئی مگر اسے یوں جاتا دیکھ کر آزر کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے جواد نے جو اس کے ہمراہ چل رہا تھا اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے زور سے دبایا اور اسے نارمل رہنے کا اشارہ کیا۔

یمنیٰ کاریڈور میں داخل ہوئی تو حمنہ اس کا انتظار کر رہی تھی۔ چند دنوں میں ہی حمنہ، یمنیٰ کے بہت قریب آگئی تھی اور دونوں میں بہت گہری دوستی ہو گئی تھی۔ یمنیٰ کی وجہ سے حمنہ میں بھی بہت تبدیلی آئی تھی۔ وہ قدرے پُراعتماد ہو گئی تھی۔ اب وہ یمنیٰ کے سامنے نہ تو اپنی محرومیوں کا زیادہ ذکر کرتی اور نہ ہی کسی سے کوئی گلہ شکوہ۔

یمنیٰ کا شمار کلاس کی ذہین ترین اسٹوڈنٹس میں ہونے لگا تھا وہ ایسے ایسے سوال کرتی کہ اساتذہ بھی اس کی ذہانت کے قائل ہو گئے تھے اور بعض اوقات جواب دیتے ہوئے زِچ ہونے لگتے۔ بہت جلد ہی یمنیٰ کی ذہانت کا ہر طرف چرچا ہونے لگا اور وہ اسٹوڈنٹس میں بہت مقبول ہونے لگی تھی۔ آزر کو اس کے دوستوں نے یمنیٰ کی بڑھتی ہوئی شہرت کے بارے میں کافی بڑھا چڑھا کر بتایا تھا اور وہ حیران ہو کر اُن کی باتیں سنتا تھا۔

”لگتا ہے سب لوگوں کی آنکھوں پر پٹی بندھ گئی ہے۔ اس کالی چھچھوندر میں انہیں ایسا کیا خاص دکھائی دینے لگا ہے۔“ آزر طنزیہ لہجے میں کہتا۔

”یار وہ بہت brilliant ہے اور character کی بھی بہت اسٹرونگ ہے۔“ فرخ نے بے حد تعریفی لہجے میں کہا۔

”تم تو خواہ مخواہ ہی لڑکیوں سے امپریس ہو جاتے ہو۔“ آزر نے اس پر طنز کرتے ہوئے کہا۔

”یار صرف میں ہی نہیں کالج کے تمام ٹیچرز بھی اس سے بہت امپریس ہیں۔“ فرخ نے بجھے دل سے کہا۔ اب آزر خود اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ جس باوقار انداز میں شانِ بے نیازی سے ایک برقع پوش کے ہمراہ چل رہی تھی کہ آگے چلنے والے خود راستہ دیتے جا رہے تھے گویا وہ کہیں کی مہارانی ہو۔

”مگر اس کے ساتھ کون ہے؟“ آزر نے حمنہ کے گورے ہاتھوں کی جانب بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ارے حمنہ ہے ہماری کلاس فیلو...... اس کی کلوز فرینڈ...... دونوں میں آج کل بہت دوستی ہے۔“ جواد نے اسے بتایا۔

”اوہ چمگادڑ کے ساتھ سفید فاختہ...... کچھ جچ نہیں رہی۔“ حمنہ کے نقاب پوش چہرے پر اس کی آنکھیں، ماتھے کا کچھ حصہ تو ضرور دِکھتا اور پھر دونوں ہاتھ اس کی رنگت کی نشاندہی...... کرتے تھے۔ آزر نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

”یار کسی کو اتنا humiliate مت کرو۔“ جواد خفگی سے بولا۔

”کیوں، تمہیں بھی اس سے محبت ہونے لگی ہے؟“ آزر نے عجیب انداز سے کہا تو جواد سر جھٹک کر رہ گیا۔

”پلیز یار اب مجھے اتنا بھی underestimate نہ کرو۔“ دونوں اسے ڈسکس کرتے ہوئے کلاس روم میں داخل ہو گئے۔ یمنیٰ اگلی صف میں سب سے آگے حمنہ کے ساتھ بیٹھی تھی جبکہ آزر تیسری صف میں جواد کے ہمراہ بیٹھا تھا۔ لیکچرار نے لیکچر شروع کرنے سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

پہلے کالج میں ہونے والے الیکشنز کے بارے میں بتایا اور ساتھ ہی ان کے ڈیپارٹمنٹ کے امیدوار کے بارے میں پوچھا تو سارے اسٹوڈنٹس ایک دوسرے کی جانب دیکھ کر بلند آواز میں یمنیٰ جمال، یمنیٰ جمال کہنے لگے۔

''نہیں...... نہیں میم۔'' وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

''کیوں...... مس یمنیٰ؟'' مسز نجیب نے پوچھا۔

''میم...... آئی ایم ناٹ انٹرسٹڈ۔'' اس نے کھڑے ہو کر قطعیت سے کہا۔

''لیکن میرا خیال ہے آپ جیسی ذہین اور آؤٹ اسٹینڈنگ اسٹوڈنٹ کو ضرور آگے آنا چاہیے۔'' انہوں نے مسکرا کر کہا۔

آزر کے گروپ کے لڑکے جو مسز نجیب اور یمنیٰ کی گفتگو بغور سن رہے تھے بلند آواز سے آزر عظیم، آزر عظیم کی صدائیں لگانے لگے۔

''میم! آزر عظیم ہمارا candidate ہوگا۔'' جواد نے اپنی نشست سے کھڑے ہو کر کہا مسز نجیب نے چونک کر جواد کی طرف دیکھا۔ آزر خود بھی حیران تھا۔

''کون...... آزر عظیم......؟'' مسز نجیب نے حیرت سے پوچھا تو اس لمحے آزر دوستوں کے اصرار پر کھڑا ہو گیا۔

''آئی سی...... آئی تھنک میں آپ کو بہت دنوں بعد کلاس میں دیکھ رہی ہوں۔'' مسز نجیب نے اپنی عینک درست کر کے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''یس میم...... I was sick'' آزر نے آہستہ سے بتایا۔

''اوکے...... کیا آپ اپنی کلاس کو represent کرنا چاہتے ہیں؟'' مسز نجیب نے پوچھا۔

"we want yumna, only yumna" پوری کلاس کے اسٹوڈنٹس نے یک زبان ہو کر کہا تو آزر کو اپنی توہین محسوس ہونے لگی اور وہ کھسیا کر خاموش بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر غصے اور شرمندگی کے تاثرات نمایاں ہو رہے تھے۔

''مس یمنیٰ اب آپ کو اس الیکشن میں ضرور participate کرنا ہوگا۔ آپ ساری کلاس کی چوائس ہیں۔'' مسز نجیب نے مسکرا کر کہا تو یمنیٰ کھڑی ہو کر سب اسٹوڈنٹس کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی شستہ لہجے میں بولی۔

"Dear guys.I think Mr Aazar is very suitable candidate,so please choose him. I am least interested in election.thanks"

آزر اور اس کے دوستوں نے چونک کر یمنیٰ کی طرف دیکھا جبکہ باقی کے کلاس فیلوز اس کی کوئی بات سننے کو تیار نہیں تھے۔

"we want only yumna"

ایک لڑکے نے آخری صف میں سے بلند آواز میں نعرہ لگایا اور سب نے اس کی تائید کی۔ کلاس میں کافی شور مچنے لگا۔ زیادہ اسٹوڈنٹس یمنیٰ کی حمایت میں بول رہے تھے جبکہ چند آزر کے حق میں نعرے لگا رہے تھے۔

"please keep quiet" مسز نجیب نے دونوں ہاتھوں کو ہلا کر قدرے بلند آواز میں سب کو خاموش ہونے کو کہا۔

''میرا خیال ہے آپ دونوں ہی الیکشن کے لیے کھڑے ہو جائیں اور پھر ساتھی اسٹوڈنٹس اپنی اپنی پسند سے جس کو چاہے ووٹ دیں اس طرح اکثریت جس کو ملی وہی آپ کا نمائندہ ہوگا۔''

''ہاں، یہ ٹھیک ہے۔'' سب اسٹوڈنٹس خوشی سے بولے جبکہ وہ دونوں بھی خاموش ہو گئے اور ٹیچر کی رائے کو مان لیا۔

☆☆☆

''یمنیٰ بیٹے تمہاری اسٹڈیز کیسی جا رہی ہیں؟'' رات کھانے کی میز پر جمال صاحب نے اس سے پوچھا۔

''ہاں ٹھیک ہے۔'' یمنیٰ نے کھانا کھاتے ہوئے جواب دیا۔

''کیا تمہارے کالج میں الیکشن وغیرہ ہو رہے ہیں اور تم بھی اس میں participate کر رہی ہو؟'' جمال صاحب نے مسکرا کر پوچھا۔

''ہاں، وہ اسٹوڈنٹس نے مجھے nominate کر دیا ہے ورنہ مجھے اس سب میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔'' اس نے ناگواری سے کہا۔

''کیوں نہیں بیٹا...... تمہیں ایسی ایکٹی وٹیز میں ضرور حصہ لینا چاہیے۔'' جمال صاحب نے کہا۔

''کیا ضرورت ہے ان فضول کاموں میں وقت ضائع کرنے کی۔ ویسے بھی لڑکیوں کو ان الیکشنز وغیرہ سے دور ہی رہنا چاہیے۔'' ایمن نے خفگی سے کہا۔

''ایمن تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ آج کل لڑکیاں کس شعبے میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا نہیں منوا رہیں؟ اور میں بھی چاہتا ہوں میری بیٹی ہر جگہ نمایاں دکھائی دے۔'' جمال صاحب نے کہا۔

''آپ نے تو اس کا دماغ خراب کر رکھا ہے اور اب مزید خراب کر رہے ہیں۔'' ایمن دبے دبے لہجے میں بولیں تو یمنیٰ نے چونک کر ماں کی طرف دیکھا۔

''مجھے اپنی بیٹی پر فخر ہے۔'' جمال صاحب نے بڑے فخریہ انداز میں یمنیٰ کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ زیرِ لب مسکرا دی۔

''جمال آپ بھی ناں......'' ایمن دانت کچکچا کر بولیں۔

''تم خفا کیوں ہو رہی ہو...... مجھے یہ بتاؤ۔ کیا میری بیٹی نے کبھی تمہیں نیچا دکھایا ہے؟ کبھی ہماری محبت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ کیا ایسی بات ہے جو میں اسے ڈانٹوں۔'' انہوں نے حمایت کرتے ہوئے کہا تو ایمن غصے سے انہیں گھورتے ہوئے خاموش ہو گئیں۔

''ہاں...... بتاؤ ناں کس بات پر میں اسے منع کروں؟'' جمال صاحب نے پھر پوچھا۔

''سنیں کیا آپ نے کل کو اس کی شادی نہیں کرنی...... اسے دوسرے گھر نہیں بھیجنا...... ایک تو اس کے سارے شوق مردانہ ہیں، دوسرے اسے اپنی ہر بات منوانے کی عادت ہے کون سے سسرال والے لڑکیوں کے یوں ناز نخرے اٹھاتے ہیں۔ ہیرے جیسی لڑکیوں کو میں نے رُلتے دیکھا ہے۔ مجھے تو ہر وقت یہی فکریں پریشان کرتی ہیں۔''

ایمن نے کھل کر اپنے خدشات کا اظہار کیا تو یمنیٰ نے خفگی سے ماں کی طرف دیکھا اور ڈائننگ ٹیبل سے اٹھ کر جانے لگی تو جمال صاحب نے اسے روکا۔

''یمنیٰ بیٹے...... آپ کھانا ختم کریں۔ ایسے خدشات ہر ماں، باپ کو ہوتے ہیں۔ ایمن بھی ایک ماں ہے، تم ان کے جذبات کو سمجھو اور اسے اتنا سیریس مت لو۔''

''مگر ڈیڈی......'' یمنیٰ نے کچھ کہنا چاہا تو جمال صاحب نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔

''میں سمجھتا ہوں بیٹا تمہاری فیلنگز مگر تمہاری ماں بھی کسی حد تک ٹھیک ہے۔'' یہ کہہ کر پھر بیوی سے مخاطب ہوئے۔

''اگر تم یہ چاہتی ہو کہ میں اپنی بیٹی کو گھر میں قید کر کے عام لڑکیوں کی طرح اس کی تربیت کروں گا یا اس پر بے جا پابندیاں لگاؤں تو یہ ناممکن ہے۔ رہی سسرال کی ڈیمانڈز تو کون سے سسرال والے اپنی بہوؤں سے خوش ہوئے ہیں۔ اب تم اپنے کو ہی دیکھ لو بہت سگھڑ اور تعلیم یافتہ تھی ناں لیکن ماں جی کبھی تم سے مطمئن ہوئیں؟'' جمال نے معنی خیزی سے کہا تو ایمن خاموش ہو گئیں۔ بات تو وہ درست کر رہے تھے۔

''اس لیے جو میں کر رہا ہوں، کرنے دو اور جو

WWW.PAKSOCIETY.COM

یمنیٰ کرنا چاہتی ہے ہمیں اسے فل سپورٹ کرنی چاہیے۔ ہماری ایک ہی تو بیٹی ہے، ہماری تو کل کائنات یہی ہے اور مجھے اپنی اس کائنات کو کہکشاؤں سے بھرنا ہے۔'' جمال صاحب نے قدرے جذباتی انداز میں کہا تو ایمن خاموش ہوگئیں۔

''بیٹا! جو کام کرنے کا سوچو اسے بھرپور انداز سے کرنے کی کوشش کرو...... اب جبکہ تم الیکشن میں حصہ لے رہی ہو تو یہ الیکشن تمہیں جیتنا ہے ہر صورت میں، تم اسٹوڈنٹس کی امید ہو، وہ تم پر اعتماد کررہے ہیں ان کے اس بھروسے کو توڑنا نہیں۔ بی کونفیڈنٹ...... میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مجھے پرنسپل نے فون کرکے تمہارے بارے میں بتایا تھا اور مجھے خوشی ہوئی تھی کہ تمہیں اسٹوڈنٹس نے نامزد کیا ہے۔'' جمال صاحب نے مسکرا کر کہا۔

''اوکے...... ڈیڈی...... لیکن آپ وعدہ کریں آپ انتظامیہ پر کسی قسم کا پریشر نہیں ڈالیں گے۔ مجھ میں سچویشن ہینڈل کرنے کی کتنی پوٹینشل ہے مجھے اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے۔'' یمنیٰ نے اپنا کھانا ختم کرتے ہوئے بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''یقیناً...... مائی ڈیر...... میں بھی ہمیشہ اس بات کا قائل رہا ہوں کہ undue فیور سے انسان وقتی کامیابی تو حاصل کرلیتا ہے مگر اس کامیابی میں نہ تو عزت ہوتی ہے اور نہ ہی وقار۔'' جمال صاحب نے کہا تو یمنیٰ مسکرانے لگی۔

☆☆☆

آزر کے سارے دوست اس کے فلیٹ میں جمع تھے اور صورتِ حال پر اپنی، اپنی رائے دے رہے تھے۔ آزر بظاہر ان کی باتیں سن رہا تھا مگر اس کا ذہن کہیں اور تھا۔ وہ سگریٹ کے گہرے کش لگاتے ہوئے دیوار کی جانب دیکھ رہا تھا جہاں یمنیٰ کا چہرہ بار بار نمودار ہورہا تھا۔

''یار آزر...... اس الیکشن کو جیتنا تمہارے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے...... اسے جیت کر تم یمنیٰ سے اپنی انسلٹ کا بدلہ بھی لے سکتے ہو۔'' فرخ نے مسکرا کر کہا مگر آزر نے کوئی جواب نہ دیا۔

''لیکن یمنیٰ کو ہرانا آسان نہیں...... اس کا پلڑا بہت بھاری ہے۔ ہمیں اسے ہرانے کے لیے خاص منصوبہ بندی کرنا ہوگی۔'' جواد نے اپنی رائے دی۔ آزر پھر خاموش رہا۔

''کیا مطلب؟'' اسامہ نے حیرت سے پوچھا۔

''تمام ایسے اقدامات جو آزر کی جیت کو یقینی بنائیں۔'' جواد نے جواب دیا۔

''یار تم کہاں گم ہو، ہم تمہاری جیت کے پروگرام بنا رہے ہیں اور تمہیں کچھ خبر ہی نہیں۔'' فرخ نے آزر کا کندھا ہلاتے ہوئے کہا۔

''ک...... کیا ہوا؟'' آزر نے چونک کر پوچھا۔

''واہ بھئی واہ...... کمالِ بے خبری ہے۔ جناب تم الیکشن لڑنے جارہے ہو اور تمہارا مقابلہ جس لیڈی ڈیانا سے ہے وہ انتہائی sharp minded اور vigilant ہے۔ مقابلہ بہت سخت ہے۔ تمہیں بھی اپنی بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ یوں سمجھو تمہارے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔'' فرخ نے اسے قدرے جوش دلاتے ہوئے کہا تو آزر نے چونک کر اسے دیکھا اور قدرے جذباتی انداز میں ادھ پی سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسلا اس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے تھے۔

''یار بے چارے لڑکے کو کیوں جذباتی کررہے ہو...... الیکشن میں زندگی اور موت کا کیا سوال......؟'' جواد نے فرخ کی طرف دیکھ کر خفگی سے کہا۔

''سمجھا کرو ناں یار...... مخالف کوئی اور ہوتا تو شاید میں بھی اتنا جذباتی نہ ہوتا مگر یمنیٰ جمال کو ہرا کر میرے یار نے اپنی انسلٹ کا بدلہ بھی تو لینا ہے۔ قدرت اسے ایک سنہری موقع دے رہی ہے تو اسے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔'' فرخ نے آزر کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... مجھے یہ الیکشن ہر صورت میں جیتنا ہے۔ چاہے اس کے لیے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے۔'' آزر نے قدرے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''یار تم لوگ کیوں اسے سیریس ایشو بنا رہے ہو۔'' جواد نے قدرے سنجیدگی سے کہا

''ہاں، میرے لیے یہ اب زندگی اور موت کا ہی مسئلہ ہے۔'' آزر نے انتقامی لہجے میں جواب دیا۔

''یار یہ تو تمام اسٹوڈنٹس کی چوائس ہوگی وہ تمہیں چنیں یا یمنیٰ کو...... اور ان کی چوائس کو بدلا نہیں جاسکتا۔'' جواد نے کہا۔

''چوائس......؟'' آزر الفاظ چبا چبا کر بولا۔

''ہاں...... ہم کسی کو اس کی پسند اور ناپسند کے لیے مجبور تو نہیں کرسکتے۔'' جواد نے پھر جواب دیا۔

''پسند بدلی جاسکتی ہے اگر کسی کا ذہن بدل دیا جائے تو......؟'' آزر نے معنی خیز انداز میں یوں کہا کہ سب چونک کر اسے دیکھنے لگے پھر آزر نے فرخ اور اسامہ کو اپنے قریب کرکے رازدارانہ انداز میں کچھ کہا تو تینوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگے جواد کچھ فاصلے پر بیٹھا انہیں بغور دیکھ رہا تھا یکایک اس کے چہرے کے تاثرات غصے میں بدلنے لگے تھے۔

☆☆☆

الیکشن کمپین اپنے عروج پر تھی۔ یمنیٰ، حمنہ اور اس کی پارٹی کے تمام ممبرز کافی جوش و خروش سے سرگرم عمل تھے۔ وہ بھرپور کنویسنگ کررہے تھے۔ پورے کالج میں ہر طرف یمنیٰ کے پوسٹرز دکھائی دیتے تھے اور یوں لگتا تھا کہ یمنیٰ بلا مقابلہ ہی یہ الیکشن جیت لے گی مگر الیکشن کے دن کایا ہی پلٹی ہوئی تھی۔ ہر طرف آزر کے پوسٹرز اور اس کی حمایت میں نعرے لکھے ہوئے تھے۔ جیسے ہی یمنیٰ کالج میں داخل ہوئی تو حمنہ بھاگتے ہوئے قدرے پریشان حالت میں اس کے پاس آئی اور جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک کونے میں لے گئی۔

''یار...... آزر بہت دھاندلی کررہا ہے۔'' حمنہ اسے بتانے لگی۔ یمنیٰ کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔

''تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟'' یمنیٰ نے جلدی سے پوچھا۔

''میرے پاس بہت authentic ثبوت ہے۔ تم کالج کی انتظامیہ کو انفارم کرو، میں ثبوت پیش کردوں گی۔'' حمنہ اس کے کان میں سرگوشی کرکے اسے بہت کچھ سمجھانے لگی۔

''ٹھیک ہے تم جاؤ اور جیسے ہی تم مجھے فون کروگی میں فوراً تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔'' یمنیٰ نے حمنہ سے کہا اور دونوں وہاں سے چلی گئیں۔

☆☆☆

''دیکھو ایک ووٹ کی ہی تو بات ہے۔ تمہارے ایک ووٹ کے بدلے تمہیں ہزاروں روپے مل رہے ہیں پھر تم لوگوں کو کیا پرابلم ہے اور ویسے بھی ہم یہاں اس کالج میں کوئی ساری زندگی کے لیے تو نہیں ہیں ناں...... یہ الیکشن تو ایک fun ہے۔ تم سب اسے انجوائے کرو۔'' یہ سب کہہ کر ان کی ایک ماڈاسکاڈ کلاس فیلو سحرش نے اپنے بیگ کی زپ کھول کر نوٹوں کی گڈیاں انہیں دکھائیں اور کہنے لگی۔ ''آزر کو ووٹ دو...... اور یہ نوٹ لو۔'' سحرش نے مسکرا کر کہا۔ گڈی دیکھ کر کئی لڑکیوں کی آنکھوں میں ہوس اور حرص کی چمک دکھائی دینے لگی۔ وہ کالج کے لان میں کونے میں جمع تھیں اور بڑی رازداری سے باتیں کررہی تھیں۔

''ہاں...... یار ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ اپنا قیمتی ووٹ یمنیٰ کو دیں۔'' ایک لڑکی نے کہا اور سب نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”ہاں ٹھیک ہے، ہمیں ایک نہ ایک کو تو ووٹ دینا ہی ہے چلو ہم سب آزر کو ہی ووٹ دیں گی۔“ سب نے یک زبان ہو کر کہا اور جیسے ہی سحرش ان میں روپے بانٹنے لگی تو حمنہ، یمنیٰ اور پرنسپل نے پیچھے سے آ کر اس لڑکی سحرش کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔ تمام لڑکیاں بھی گھبرا گئیں۔

”مس سحرش یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ آپ ابھی اور اسی وقت میرے آفس میں آئیں۔“ پرنسپل نے غصے سے اسے کہا تو وہ حیران رہ گئی کہ یہ لوگ کہاں سے آ گئے۔

”اور آپ اسٹوڈنٹس سے مجھے یہ امید نہیں تھی کہ ایک کالج ایکٹیویٹی کو بھی آپ بزنس بنا دیں گی۔ آپ سب کو شرم آنی چاہیے اور اب آپ سب سے ووٹنگ کا رائٹ چھین لیا جائے گا۔ آپ میں سے کوئی لڑکی بھی ووٹ نہیں دے سکے گی۔“ پرنسپل نے سختی سے کہا اور وہاں سے چلے گئے۔

☆☆☆

آزر پرنسپل کے آفس میں پوری انتظامیہ کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے شرمندگی سے سر جھکا رکھا تھا۔

”مسٹر آزر ہم نے تمام انکوائری کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب آپ الیکشن میں حصہ نہیں لے سکتے اور آپ کو الیکشن کے ساتھ ساتھ کالج سے بھی expel کیا جاتا ہے۔“ پرنسپل نے اپنا فیصلہ سنایا جبکہ آزر ہکا بکا دیکھتا رہ گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔

☆☆☆

یمنیٰ الیکشن جیت چکی تھی، وہ بہت خوش تھی۔ حمنہ اور اس کے تمام ساتھی اسٹوڈنٹس اس خوشی کو سیلیبریٹ کرنے کے بہت پروگرام بنا رہے تھے مگر یمنیٰ کے لیے یہ کوئی زیادہ خوشی کی بات نہیں تھی اور نہ ہی وہ اسے سیلیبریٹ کرنا چاہتی تھی مگر ساری کلاس اسے ٹریٹ دینے کے لیے فورس کر رہی تھی۔ پرنسپل اور کالج کی تمام انتظامیہ نے بھی جمال صاحب کو فون پر خصوصی مبارک دی تھی۔ وہ خود بھی یمنیٰ کی کامیابی پر بہت خوش تھے اور ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں اس سلسلے میں ایک زبردست پارٹی کا پروگرام بنا رہے تھے۔ انہوں نے جب یمنیٰ سے اس کا ذکر کیا تو وہ ناراض ہونے لگی۔

”ڈیڈی، یہ کوئی اتنی بڑی achievement تو نہیں جسے اتنے بڑے پیمانے پر سیلیبریٹ کیا جائے۔“ یمنیٰ نے باپ سے کہا۔

”بھئی چیمبر کے پریزیڈنٹ کی بیٹی نے کالج الیکشن میں کئی candidates کو ہرا کر کامیابی حاصل کی ہے تو کیا یہ کوئی معمولی بات ہے؟“ جمال صاحب نے قدرے فخریہ انداز میں کہا۔

”کئی نہیں صرف ایک candidate آزر عظیم کو...... وہ جسے الیکشن سے پہلے ہی detain کر دیا گیا تھا اور ظاہر ہے اسٹوڈنٹس نے اس صورت میں صرف مجھے ہی choose کرنا تھا۔“ یمنیٰ نے صاف گوئی سے بتایا۔

”کیا...... آزر عظیم کو کالج سے expel کر دیا گیا ہے؟“ جمال صاحب نے پوچھا۔

”ہاں...... لیکن ڈیڈی...... کالج مینجمنٹ نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اسے ایک موقع تو دینا چاہیے تھا۔ اس کی اسٹڈیز ختم ہو گئیں۔ وہ یقیناً ڈپریشن میں چلا گیا ہوگا۔“ اس نے قدرے فکرمندی سے کہا۔

”پھر تم کیا چاہتی ہو؟“ انہوں نے پوچھا۔

”میرا خیال ہے اسے ایک موقع ملنا چاہیے اور اگر پھر وہ ایسی کوئی حرکت کرتا ہے تو پھر اسے expel کرنا چاہیے۔“ یمنیٰ نے جواب دیا۔

”کیا تمہاری اس کے ساتھ فرینڈ شپ ہے؟“ جمال صاحب نے پوچھا۔

”بالکل بھی نہیں...... اور ویسے بھی بات فرینڈ شپ کی نہیں اصول کی ہے۔“ یمنیٰ نے ٹھوس لہجے

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں کہا۔

"تمہارے خیال میں مجھے مینجمنٹ...... سے اس سلسلے میں بات کرنی چاہیے؟" جمال صاحب نے استفہامیہ لہجے میں پوچھا۔

"آپ بتائیں اگر تو آپ اس بات کو ٹھیک سمجھتے ہیں تو ضرور بات کیجیے ورنہ نہیں۔" یمنیٰ نے قطعیت سے کہا تو جمال صاحب اس کی بات سن کر سوچ میں پڑ گئے۔

☆☆☆

ردا لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی چاکلیٹس کھاتے ہوئے کارٹون نیٹ ورک دیکھ رہی تھی۔ اس نے اپنے لمبے بالوں کی دو چٹیاں کر رکھی تھیں۔ فہام آفس سے واپس آیا اور ردا کو کارٹونز دیکھتا پا کر مسکراتے ہوئے اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"ارے، میں تمہارا یونیورسٹی میں ایڈمیشن کرانے کا سوچ رہا ہوں اور تم ابھی تک کارٹونز کی دنیا سے ہی باہر نہیں نکلیں۔" فہام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فہام بھائی بہت دلچسپ کارٹون ہے...... آپ بھی دیکھیں ناں...... بہت مزہ آتا ہے۔" ردا نے مسکراتے ہوئے کہا تو فہام محبت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اسی اثنا میں ڈور بیل بجی ملازمہ نے جا کر دروازہ کھولا تو خاور کی امی کسی بڑی بی کے ساتھ آئی تھیں۔ زاہدہ ان دونوں کو لیے لاؤنج میں آئی تو فہام اور ردا انہیں دیکھ کر حیرت سے کھڑے ہو گئے۔

"آنٹی! ارے آپ......!" دونوں ثروت آنٹی کو اچانک دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔

"ارے بیٹا تم اتنی اچھی لگیں کہ میں ثروت بہن کے ساتھ ملنے چلی آئی۔ جلدی میں فون بھی نہ کر پائی۔" ثروت کے ہمراہ روحیل کی ماں جی تھیں جو کسی خاص غرض سے آئی تھیں۔ انہوں نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

"آئیں، آئیں۔ میں مما کو بلاتی ہوں۔" ردا نے جلدی سے کہا۔

"آپ لوگ تشریف رکھیے۔" فہام نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو دونوں مسکراتے ہوئے بیٹھ گئیں۔ اتنے میں ردا ماں کو لیے لاؤنج میں آ گئی۔

"بیٹا زاہدہ سے کہو کہ وہ اچھی سی چائے بنا لائے اور تم پہلے پانی پلا دو۔" خدیجہ نے ردا کو ہدایت دی اور مسکرا کر مہمانوں کی طرف بڑھیں۔

"ارے تکلف نہ کیجیے۔" ماں جی نے مسکرا کر کہا اور ردا "کوئی بات نہیں آنٹی" کہہ کر پانی لینے چلی گئی۔

"معذرت چاہتی ہوں کہ آپ کے جواب کا انتظار کیے بغیر ہم لوگ آ گئے۔" ثروت نے کھنکارتے ہوئے اپنے آنے کا مقصد بتایا۔

"اس میں ان کا نہیں میرا ہی قصور ہے۔ میں نے ہی انہیں مجبور کیا۔ دراصل آپ کی بچی میرے دل میں ایسی سمائی کہ کیا بتاؤں...... دل چاہتا ہے کہ فوراً اسے اپنی بہو بنا کر گھر لے آؤں۔" ماں جی جلدی سے بولیں تو خدیجہ بیٹے کی طرف دیکھنے لگیں۔

"آنٹی ...... ہم آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہیں مگر ردا کو یونیورسٹی میں پڑھنے کا بہت شوق ہے اور ابھی تک ردا کی ایسی کوئی خواہش نہیں جو میں نے پوری نہ کی ہو۔" فہام نے بڑی رسانیت سے ان سے کہا۔

"بیٹا...... کیا آپ محض اس کی تعلیم کی وجہ سے سوچ میں پڑے ہیں یا کوئی اور بات ہے؟" ماں جی نے جلدی سے اس سے پوچھا۔

"جی ہاں...... خاور اور یاور نے بھی مجھ سے آپ کے بیٹے کے بارے میں بات کی تھی۔ دونوں نے اس کی بہت تعریف کی تھی خود مجھے بھی وہ اچھا لگا لیکن پہلے میں ردا کی خواہش پوری کرنا چاہتا ہوں اگر آپ اس کی تعلیم مکمل ہونے تک انتظار کر سکتی ہیں

تو ٹھیک ہے۔" فہام نے ماں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بیٹا میں نے خود ساری زندگی ٹیچنگ کی ہے اور تعلیم کو بہت اہمیت دیتی ہوں۔ ردا شادی کے بعد بھی پڑھ سکتی ہے۔ ہماری طرف سے اس پر ذرا سی بھی پابندی نہیں ہوگی۔ میں خود یونیورسٹی میں اس کا ایڈمیشن کرواؤں گی۔" ماں جی نے ایک دم خوش ہو کر کہا۔

"بہن...... شادی کے بعد لڑکی بہت سی گھریلو ذمے داریوں میں الجھ کر رہ جاتی ہے ایسے میں تعلیم جاری رکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ تھوڑا انتظار کر لیں۔" خدیجہ بیگم نے فہام کی طرف دیکھتے ہوئے ان سے کہا۔

"دراصل میں دل کی مریضہ ہوں، اب اس عمر میں اپنے اکلوتے بیٹے کی خوشی دیکھنے کی آس میں ایک، ایک پل گزار رہی ہوں، میری زندگی کا بھی کوئی بھروسا نہیں اگر آپ مہربانی کریں تو......" ماں جی نے جذباتی انداز میں نم آنکھوں سے کہا تو خدیجہ فکرمندی سے بیٹے کو دیکھنے لگیں۔

"ٹھیک ہے...... میں اپنے دوسرے بیٹوں سے بھی مشورہ کر کے ایک دو روز تک آپ کو بتا دوں گی۔" خدیجہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

"تو کیا میں پُرامید رہوں؟" ماں جی نے مسکراتے ہوئے پوچھا تو وہ صرف ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گئیں۔

☆☆☆

اس روز خدیجہ بیگم کسی کام سے شمیلہ کے کمرے میں جانے لگیں مگر دروازے پر پہنچ کر رک گئیں اندر سے شمیلہ کے باتیں کرنے کی آواز آ رہی تھی وہ شاید فون پر کسی سے ردا کے بارے میں غلط سلط باتیں کر رہی تھی اور تمام میسجز کی روداد کسی کو سنا رہی تھی۔ وہ کچھ دیر کھڑی رہیں مگر زیادہ دیر نہ سن پائیں اور اپنے کمرے میں آ کر بیٹھ گئیں۔ ان کی سانسیں تیز تیز چل رہی تھیں۔ وہ شدید کرب کا شکار تھیں۔

خدیجہ، شمیلہ کی باتیں سن کر شدید ڈپریشن میں آ گئی تھیں۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ شمیلہ ان کی بیٹی کے لیے ایسے منفی جذبات دل میں رکھتی ہے وہ تو پورے خاندان میں ردا کی عزت برباد کرنے پر تلی تھی اور اس بات نے خدیجہ کو ایک اہم فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس روز انہوں نے فہام اور عاصم کو اپنے کمرے میں بلایا۔

"میں نے ایک فیصلہ کیا ہے اور تم لوگوں کو اس لیے بلایا ہے کہ اس کے بارے میں تمہیں بتا دوں۔" خدیجہ نے نہایت سنجیدگی سے کہا تو دونوں نے چونک کر ماں کو دیکھا۔

"کیسا فیصلہ......؟" عاصم نے گھبرا کر پوچھا۔

"میں نے ردا کی شادی فوری کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" انہوں نے حتمی انداز میں بتایا۔

"کیا...... ردا کی شادی؟ یہ اچانک بیٹھے بٹھائے آپ کو کیا سوجھی ہے مما...!" عاصم نے انتہائی حیرت سے تقریباً چلّاتے ہوئے کہا۔

"مما! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں، ردا تو ابھی یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے رہی ہے اور......" فہام نے بھی نہایت حیرت سے ماں کو دیکھ کر کہا۔

"بیٹا...... روحیل کا رشتہ بہت اچھا ہے اور میں اس رشتے کو انکار نہیں کرنا چاہتی۔" انہوں نے اس کی طرف بغور دیکھ کر کہا۔

"کیا دنیا میں صرف یہی ایک رشتہ ہے...... اگر آپ نے اس سے انکار کر دیا تو کیا ردا کی کہیں اور شادی نہیں ہوگی؟" عاصم نے خفگی بھرے لہجے میں کہا۔

"بیٹا ممکن ہے کہ اچھا لڑکا مل جائے لیکن روحیل کی ماں جی جتنی محبت اور چاہت سے یہ رشتہ مانگ رہی ہیں...... انہیں انکار کرنے کو میرا دل نہیں چاہ رہا...... اتنی عزت اور قدر کرنے والے لوگ بہت کم ملتے ہیں...... ناقدری، ہیرے جیسی لڑکیوں کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھی کنکر بنا دیتی ہے اس لیے میں نے یہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔'' خدیجہ نے دلدوز انداز میں کہا۔

''کیا آپ نے ردا سے پوچھا ہے؟'' عاصم نے حیرت سے پوچھا۔

''میں اسے منا لوں گی۔'' خدیجہ نے گہری سانس لے کر کہا۔

''اور حاتم بھائی......؟'' عاصم نے غصے سے کہا۔

''اس کا بھی یہی فیصلہ ہوگا۔'' انہوں نے یقین سے کہا۔

''فہام بھائی کیا آپ مما کے اس فیصلے کو صحیح سمجھتے ہیں؟'' عاصم نے بڑے بھائی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''جب مما مجھ سے کچھ ڈسکس کیے بغیر کوئی فیصلہ کرتی ہیں تو اس کے پیچھے کوئی بہت مضبوط reason ہوتا ہے۔ اس لیے مجھے بھی ان کا یہ فیصلہ منظور ہے۔'' فہام نے گہری سانس لے کر ماں کی طرف دیکھ کر کہا۔

''ٹھیک ہے، جو آپ لوگوں کی مرضی...... میں کیا کہہ سکتا ہوں۔'' عاصم نے کندھے اچکا کر کہا اور اٹھ کر کمرے سے چلا گیا۔

''مما! میں آپ سے بحث نہیں کروں گا لیکن مجھے اس فیصلے سے صرف یہ دکھ ہوگا کہ میں ردا کی تعلیم حاصل کرنے کی خواہش پوری نہیں کر سکا۔'' فہام نے ماں کی طرف بغور دیکھ کر کہا۔

''بیٹا...... ایک ماں کے لیے بیٹی کی عزت اس کی ناموس سب سے اہم ہوتی ہے نہ کہ صرف اس کی خواہشات......'' خدیجہ بیگم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

''کیا مطلب......؟ کیا آپ اس وجہ سے یہ فیصلہ کر رہی ہیں۔'' فہام نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں...... جب بات ایک زبان سے نکل کر دوسروں تک پہنچنے لگے تو پھر بھڑکتی آگ کی طرح اس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے۔ لوگ معصوم بچیوں پر کیچڑ اُچھالتے ہوئے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سوچتے کہ......!'' خدیجہ نے نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''کیا آپ نے کسی سے کوئی بات سنی ہے؟'' فہام نے چونک کر پوچھا۔

''نہیں، لیکن بات نکلنے میں دیر بھی نہیں لگتی۔ اس لیے پہلے ہی بند باندھنا ضروری ہے۔'' خدیجہ بیگم نے اپنے آپ پر قابو پا لیا تھا۔ انہوں نے فوراً ثروت کا نمبر ملایا اور ان سے بات کرنے لگیں۔

☆☆☆

روحیل آفس سے آکر لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا تھا کہ ماں جی کچن سے کھانا ٹرے میں رکھ کر آہستہ آہستہ لاؤنج میں چلی آئیں۔ روحیل جلدی سے اٹھا اور ان کے ہاتھ سے ٹرے پکڑنے لگا۔

''ماں جی آپ نے مجھے کیوں نہیں کہا......؟'' اس نے ٹرے ان سے لے کر میز پر رکھ دی۔

''بیٹا...... ابھی تو تم آفس سے آئے ہو، بس منہ ہاتھ دھو کر جلدی سے آجاؤ۔'' وہ جانے لگا تو لاؤنج میں رکھے ٹیلی فون کی بیل بجنے لگی اس نے بڑھ کر جلدی سے فون اٹھا لیا۔

''اوہ...... ثروت آنٹی...... کیسی ہیں آپ؟'' روحیل نے مسکراتے ہوئے کہا تو ماں جی ثروت کا نام سن کر چونکیں اور جلدی سے روحیل کے پاس آگئیں۔

''میری بات کرواؤ......'' ماں جی بے صبری سے بولیں تو روحیل نے مسکراتے ہوئے ریسیور انہیں تھما دیا اور خود واش روم چلا گیا۔

''میں آپ کے ہی فون کا انتظار کر رہی تھی۔'' ماں جی نے جلدی سے کہا۔

''بہت مبارک ہو...... ردا کے گھر والوں نے ہاں کر دی ہے۔'' ثروت نے مسکراتے ہوئے انہیں خوشخبری سنائی۔

''کیا واقعی......؟ ماں جی نے انتہائی خوشی اور حیرت کا اظہار کیا۔

''جی ہاں...... ابھی ردا کی امی کا فون آیا تھا۔ اللہ نے آپ کی بہت بڑی خواہش پوری کر دی ہے۔'' ثروت مسکراتے ہوئے بولیں۔

''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، میں تو ابھی شکرانے کے نفل پڑھوں گی۔ اب ہم رسم کرنے کب جائیں؟'' ماں جی نے بے صبری سے پوچھا۔

''جب آپ کا دل چاہے۔'' ثروت نے ہنستے ہوئے کہا۔

''میں روحیل سے بات کر کے آپ کو بتاتی ہوں، آپ کے خلوص اور تعاون کا بہت بہت شکریہ......'' ماں جی نے خوش دلی کے ساتھ ان کا شکریہ ادا کیا۔

''بیٹا...... بہت مبارک ہو، ردا کے گھر والوں نے تمہارا رشتہ قبول کر لیا ہے۔ میں ابھی فضیلت کو بتاتی ہوں۔'' ماں جی نے ریسیور رکھ کر روحیل کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی خوش ہو کر کہا۔

''یعنی کہ آپ کی خواہش پوری ہو گئی۔'' روحیل نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''کیا...... تم خوش نہیں ہوئے؟'' ماں جی نے حیرت سے پوچھا۔

''آپ کو خوش دیکھ کر خوش ہو رہا ہوں ورنہ...... اتنی خوشی کی تو کوئی بات نہیں۔'' روحیل نے قدرے بے پروائی سے کہا۔

''روحیل...... تمہیں خوش ہونا چاہیے، تمہیں ہیرے جیسی لڑکی مل رہی ہے۔'' ماں جی نے قدرے حیرت سے کہا۔

''ہاں، دیکھیں گے......'' وہ معنی خیزی سے کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

زاہدہ کچن میں برتن دھونے میں مصروف تھی جبکہ شمیلہ وہیں پھل کاٹ کاٹ کر کھا رہی تھی۔ زاہدہ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور پھر برتن دھونے میں مصروف ہو گئی۔

''زاہدہ تم بہت کام کرتی ہو، میں فہام سے کہہ رہی تھی کہ تمہارے ساتھ کوئی اور میڈ بھی ارینج کر دے۔'' شمیلہ نے پھل کاٹتے ہوئے کہا۔

''نہیں، نہیں مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں آرام سے سارا کام کر لیتی ہوں اور جب ردا بی بی فارغ ہوتی ہیں تو وہ بھی میری تھوڑی بہت مدد کر دیتی ہیں۔'' زاہدہ نے رکھائی سے کہا۔

''ہونہہ...... اس نے کیا کام کرنا ہے۔ اس کے تو ناز نخرے ہی نہیں ختم ہوتے...... اب تو ویسے بھی وہ یونیورسٹی جانے والی ہے۔'' شمیلہ نے نفرت سے منہ بنا کر کہا تو زاہدہ کو غصہ آنے لگا۔

''نہیں...... وہ یونیورسٹی تو نہیں جا رہیں۔ انہیں تو سسرال بھیجنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔'' زاہدہ نے گہری سانس لے کر کہا۔

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو اور تم سے یہ بات کس نے کہی ہے؟'' شمیلہ انتہائی حیرت سے پھل وہیں چھوڑ کر زاہدہ کے قریب آتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''بیگم صاحبہ...... نے مجھے خود بتایا ہے کہ ایک بہت اچھا رشتہ آیا ہے اور وہ بھی جلد از جلد ردا بی بی کی شادی کا سوچ رہی ہیں۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو شمیلہ کے چہرے پر خفگی کے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔

''اچھا...... مجھے اور فہام کو اس بات کی کوئی خبر نہیں۔'' شمیلہ نے منہ پھلا کر کہا۔

''نہیں، نہیں...... فہام بھائی اس بات کو جانتے ہیں، وہ اس وقت بیگم صاحبہ کے پاس ہی بیٹھے تھے۔ جب وہ مجھے بتا رہی تھیں۔'' زاہدہ نے بتایا تو شمیلہ کو اس پر بہت غصہ آیا اور وہ سب کچھ وہیں چھوڑ کر کچن سے باہر چلی گئی۔ زاہدہ نے برا سا منہ بنا کر اسے

WWW.PAKSOCIETY.COM

دیکھا اور پھر برتن دھونے لگی۔

☆☆☆

شمیلہ انتہائی جھنجلاہٹ میں اپنے کمرے میں پاؤں پٹختے ہوئے آئی تھی، اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ زاہدہ کی باتیں سن کر اس کا خون کھول رہا تھا۔ اس نے موبائل لے کر ریحانہ کا نمبر ملایا اور غصے سے ہیلو کہا۔

''شمیلہ! سب ٹھیک تو ہے ناں؟'' ریحانہ نے گھبرا کر پوچھا۔

''مما! آپ ہر بات میں مجھے جھوٹا کہتی ہیں اور مجھے ہی کمپرومائز کرنے کو کہتی ہیں لیکن اس گھر کے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں یہ مجھے آج پتا چل گیا ہے۔'' اس نے روہانسی ہو کر ریحانہ سے کہا۔

''شمیلہ تم یہ کیا باتیں کر رہی ہو...... کیا ہوا ہے؟'' ریحانہ نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔

''اس گھر میں میری حیثیت ایک ملازمہ جتنی بھی نہیں۔'' شمیلہ انتہائی غصے سے کہہ کر سسکیاں بھرنے لگی۔

''کیا اول فول بک رہی ہو؟'' ریحانہ نے خفگی سے کہا۔

''گھر میں ردا کی شادی کی باتیں ہو رہی ہیں اور مجھے کسی نے بتانا تک گوارا نہیں کیا۔ مجھے یہ بات ملازمہ نے بتائی ہے کہ خالہ جان نے یہ باتیں اس سے کی ہیں مگر مجھ سے نہیں۔'' شمیلہ خفگی سے بولی۔

''اچھا...... ردا کا رشتہ طے ہو رہا ہے؟ آپا نے مجھ سے بھی ذکر نہیں کیا۔'' ریحانہ نے حیرت سے کہا۔

''دیکھا آپ نے.... ہماری یہ اوقات ہے......'' شمیلہ نے آگ بگولہ ہوتے ہوئے کہا۔

''بیٹا! اس میں ضرور کوئی بات ہوگی، وہ بتا دیں گی تمہیں۔ تم گھر کی بہو ہو، تمہیں بتائے بغیر وہ کیسے رشتہ طے کر سکتی ہیں۔'' انہوں نے گہری سانس لے کر اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''ہاں، آپ نے تو ہمیشہ ان کی ہی سائڈ لی ہے۔'' وہ غصے سے بڑبڑائی اور موبائل آف کر دیا۔ وہ شدید غصے کے عالم میں تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور فہام اندر داخل ہوا۔ شمیلہ کا موڈ آف دیکھ کر چونکا اور اس کے پاس ہی آ بیٹھا۔

''تم ٹھیک تو ہو ناں؟'' فہام نے شمیلہ کی طرف بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''آپ کو اس سے کیا؟'' وہ نخوت سے بولی۔

''یہ تم کس لہجے میں بات کر رہی ہو؟'' فہام نے حیرت سے پوچھا۔

''نہیں...... میں تو یونہی کہہ رہی تھی۔'' شمیلہ ایک دم نارمل ہونے کی کوشش کرنے لگی۔

''چلو مما کے پاس...... ردا کا رشتہ آیا ہے، مما تم سے رائے لینا چاہتی ہیں۔'' فہام نے ذرا لہجہ سخت کر کے کہا۔

''مجھ سے کیوں......؟'' شمیلہ نے بیزاری ظاہر کی۔

''تم اس گھر کی بہو ہو اگر مما تمہیں اہمیت دے رہی ہیں تو تم... تم بھی ان کی عزت کرو، بحث مت کرو اور ہاں ان سے کوئی فضول باتیں کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ بس خاموشی سے سننا۔'' فہام نے بغور اسے دیکھ کر ہر لفظ چبا چبا کر ٹھوس لہجے میں کہا تو شمیلہ صرف ماتھے پر بل ڈال کر... رہ گئی، بولی کچھ نہیں اور اس کے ساتھ کمرے سے باہر چلی گئی۔

''خیریت تو ہے آج نیوز پیپر بڑے غور سے پڑھا جا رہا ہے؟'' فہام اپنے کمرے سے نکل کر باہر آیا تو ردا کو بغور اخبار پڑھتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

''فہام بھائی میں یونیورسٹیز میں ایڈمیشن کے بارے میں ads پڑھ رہی ہوں۔ آپ تو میرے لیے ابھی تک کسی بھی یونیورسٹی کا بروشر نہیں لائے۔'' ردا نے مصنوعی خفگی سے کہا۔ فہام ایک دم خاموش ہو گیا۔

''فہام بھائی...... مجھے اس یونیورسٹی کے

پروگرامز کلک کر رہے ہیں، یہ دیکھیں۔'' ردا نے بھائی کو اخبار دکھاتے ہوئے کہا۔ اس نے ایک نظر اخبار کو دیکھا اور پھر بے دلی سے میز پر رکھ دیا۔

''کیا بات ہے، آپ خاموش کیوں ہیں؟'' ردا نے چونک کر پوچھا۔ اسی وقت خدیجہ بیگم وہاں آ گئیں...... فہام نے ان کی... طرف دیکھا اور خاموشی سے وہاں سے چلا گیا۔

''یہ فہام بھائی کو کیا ہوا...... آج میرے ایڈمیشن میں کوئی انٹرسٹ ہی نہیں لے رہے۔'' ردا نے پریشانی سے ماں کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اس لیے...... کہ میں نے تمہاری شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔'' انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سرگوشی کے سے انداز میں کہا۔

''میری شادی کا فیصلہ...... یہ...... یہ...... آپ کیا کہہ رہی ہیں؟'' ردا انتہائی حیرت زدہ ہو کے روہانسے لہجے میں بولی۔

''روحیل کی ماں جی بہت محبت اور چاہت سے تمہارا رشتہ لائی ہیں، لڑکا بھی بہت اچھا ہے اور اچھے خاندانی لوگ ہیں، اس لیے میں نے سوچا کہ تمہاری شادی روحیل سے کر دوں۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا۔

''تو کیا وہ اس لیے ہمارے گھر آئی تھیں؟'' ردا انتہائی حیرت سے بولی۔

''ہاں بیٹا۔'' خدیجہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''لیکن میں ابھی شادی نہیں کروں گی، مجھے ابھی پڑھنا ہے۔'' ردا نے منمناتے ہوئے کہا۔

''روحیل کی ماں جی نے کہا ہے کہ تم شادی کے بعد بھی اپنی تعلیم جاری رکھ سکتی ہو۔'' خدیجہ نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''لیکن...... مما اتنی جلدی شادی...... مجھ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا...... پلیز آپ ابھی انہیں روک دیں ناں......'' ردا نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

''بیٹا...... پروپوزل بہت اچھا ہے، میں نے تمہاری تعلیم کو وجہ بنا کر ٹالنا چاہا تھا مگر انہوں نے خود تمہیں پڑھانے کا کہہ کر مجھے لاجواب کر دیا ہے۔ تمہارے لیے ان کی اتنی محبت اور چاہت نے مجھے یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کیا ہے۔'' ماں نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا وہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکی۔

''مما! آپ نے اتنی جلدی فیصلہ کیوں کیا...... میں آپ لوگوں کے بغیر کیسے رہ پاؤں گی......؟'' ردا نے سسکی بھر کر کہا۔

''یہ بات میرے لیے بھی مشکل ہے لیکن ایک نہ ایک دن تو تمہیں اپنے گھر بھیجنا ہی ہے، کیوں نہ اس گھر بھیجوں جہاں تمہاری عزت اور قدر ہو......'' خدیجہ نے مسکرا کر اسے سمجھاتے ہوئے کہا تو وہ خاموش ہو گئی۔

''بیٹا...... تم بھی ان کی محبت اور چاہت کی قدر کرنا...... جب محبت کا جواب وفا اور خلوص سے نہیں ملتا تو دل ٹوٹ جاتے ہیں، کسی کے دل کو مت توڑنا...... خدا تمہارا نصیب اچھا کرے۔'' خدیجہ نے ممتا بھرے لہجے میں بیٹی کو دعا دی تو وہ ماں سے لپٹ گئی۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔

☆☆☆

رات گہری ہو رہی تھی ہر طرف خاموشی چھائی تھی۔ ردا اپنے کمرے میں صوفے پر گم صم بیٹھی تھی...... اور اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات تھے۔

''توقیر نے مجھ سے کتنی بار محبت کا اظہار کیا مگر میرے دل نے اس کی محبت کو قبول نہیں کیا اور روحیل؟ ......'' ردا نے پریشانی سے سوچا اور اس کی آنکھوں کے سامنے روحیل کا چہرہ گھومنے لگا۔ ''وہ جس شخص سے صرف ایک بار ملاقات ہوئی ہے اسے میرے دل نے کیسے قبول کر لیا۔ شاید وہی میری قسمت میں لکھا ہے۔ اس لیے مما نے بھی فوراً ہاں کہہ دی شاید یہی میرا نصیب ہے۔'' ردا انہی سوچوں میں گم تھی کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کا موبائل بجا۔
''رشنا کا فون اس وقت......'' وہ نام پڑھ کر خود ہی بولی اور رشنا کا فون جلدی سے ریسیو کیا۔
''ہاں یار......کیسی ہو اور سناؤ کہاں غائب ہو کوئی خیر خبر نہیں اور کس یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے رہی ہو تم نے بتایا ہی نہیں۔'' چھوٹتے ہی اس نے ڈھیروں سوالات کیے۔
''کسی بھی یونیورسٹی میں نہیں۔'' ردا نے آہستہ آواز میں اسے بتایا۔
''کیوں......کیوں؟'' رشنا نے چونک کر پوچھا۔
''مما......میری شادی کا پلان کر رہی ہیں۔'' ردا نے بیزاری سے بتایا۔
''تمہاری......شادی......'' وہ حیرت سے چلاتے ہوئے بولی۔
''یہ تو بہت بڑا سرپرائز ہے، تم نے تو کوئی ذکر ہی نہیں کیا تھا۔'' رشنا حیرت زدہ ہوتے ہوئے بولی۔
''مجھے تو خود سمجھ میں نہیں آ رہا...... یہ سب کیا ہو رہا ہے۔'' ردا سہیلی کو تفصیل بتانے لگی اور وہ بہت متجسس ہو کر سننے لگی۔
''اس کا مطلب ہے لڑکے سے زیادہ اس کی ماں کا دل تم پر آیا ہے۔ یار اگر ماں کی محبت کو دیکھ کر شادی کرنی تھی تو میری مما بھی تمہیں بہت پسند کرتی تھیں......اچھا، اچھا...... مذاق کر رہی ہوں، اللہ تمہیں بہت خوش رکھے۔'' رشنا نے قہقہہ لگا کر کہا تو ردا ایک دم بوکھلا گئی۔
''فضول باتیں مت کرو۔'' ردا نے پریشان ہو کر کہا۔
''میں مما اور توقیر بھائی کو بتاؤں گی تو وہ بھی بہت خوش ہوں گے۔'' رشنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''نہیں......نہیں......انہیں پلیز مت بتانا۔'' ردا نے بوکھلا کر جلدی سے کہا۔
''کیوں......تم کیوں چھپانا چاہ رہی ہو؟'' رشنا نے ایک دم چونک کر پوچھا۔
''کچھ نہیں بس ایسے ہی...... اچھا پھر بات کروں گی۔'' ردا نے گھبرا کر کہا اور فون بند کر دیا۔

☆☆☆

ردا ملازمہ کے ہمراہ ڈائننگ ٹیبل سیٹ کرنے میں مصروف تھی جبھی خدیجہ اس سے مخاطب ہوئیں۔
''بیٹا......فہام وغیرہ ابھی تک نہیں آئے۔ خدا خیر کرے، بہت دیر لگا دی۔''
''مما فہام بھائی کا فون آیا ہے۔ وہ لوگ بس پہنچنے والے ہیں، ائیرپورٹ سے آتے ہوئے ٹائم تو لگتا ہے ناں۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے کہا تو عاصم گنگناتا ہوا اپنے کمرے سے باہر نکلا اور ڈائننگ ٹیبل کو دیکھنے لگا۔
''واہ...... بھئی آج ٹیبل بھری ہوئی ہے۔ کیا تمہارے کوئی خاص مہمان آ رہے ہیں؟'' اس نے معنی خیز انداز میں ردا سے پوچھا۔
''جی نہیں......آپ کے بھائی......حاتم کے لیے یہ اہتمام ہوا ہے۔'' ردا اسے چڑا کر بولی۔
''کیا وہ کوئی میم، شیم لا رہے ہیں؟'' عاصم نے سرگوشی کے سے انداز میں پوچھا۔
''ارے نہیں...... بیٹا! وہ اتنے دنوں بعد گھر آ رہا ہے اس نے تو باہر ڈھنگ سے کھانا بھی نہیں کھایا ہوگا، میں نے اسی لیے یہ کھانے بنوائے ہیں۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''مما! آپ جیسی گریٹ اینڈ لونگ مدر پوری دنیا میں نہیں ہوگی۔'' عاصم نے مسکرا کر ماں کے گلے میں بازو ڈالتے ہوئے محبت سے کہا اسی وقت فہام کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔
''وہ لوگ آ گئے۔'' ردا خوش ہو کر دروازے کی طرف بڑھی جبھی دونوں مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔
''میرا بیٹا کتنا کمزور لگ رہا ہے۔'' خدیجہ نے

بڑھ کر حاتم کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔
''مما! یہ بڑی محنت کر کے آیا ہے۔ ماشاء اللہ بہت شاندار ڈیل کر کے آ رہا ہے۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے ماں کو بتایا۔
''ماشاء اللہ...... اللہ نظرِ بد سے بچائے۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے گلے سے لگایا۔
''جلدی سے فریش ہو کر آئیں، مجھے بہت بھوک لگی ہے۔ باتیں بعد میں کریں گے۔'' عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''یار! تم لوگ کھاؤ، مجھے ابھی بھوک نہیں۔'' حاتم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ردا سے مخاطب ہوا۔
''تمہارے لیے میں بہت گفٹ لایا ہوں۔'' حاتم نے بیگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
''اب وہ سارے اس کے جہیز میں دے دیجیے گا۔'' عاصم نے مسکرا کر کہا تو حاتم چونک پڑا۔
''حاتم بھائی آپ کو پتا ہے اس کی شادی ہو رہی ہے، مجھے اور آپ کو چھوڑ کر دیکھیں مما کتنی زیادتی کر رہی ہیں۔'' عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا تو حاتم نے چونک کر ماں کی طرف دیکھا تو وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگیں۔ حاتم نے فہام کی طرف دیکھا وہ بھی خاموش رہا۔
''حاتم بھائی......آپ نے کچھ نہیں کہا۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ آپ آ کر احتجاج کریں گے تو میں آپ کا پورا ساتھ دوں گا مگر آپ تو یوں خاموش ہو گئے جیسے آپ کو پہلے ہی سے معلوم ہو۔'' عاصم نے ہنستے ہوئے کہا۔
''نہیں، وہ...... میں اچانک سن کر چونک گیا ہوں۔'' حاتم نے بوکھلا کر جواب دیا۔
''یہ ردا نے ہمارا پتا ہی کاٹ دیا ہے۔'' عاصم نے مسکرا کر بہن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو ردا مسکرا کر سر جھکائے وہاں سے چلی گئی۔ عاصم کا موبائل بجا اور وہ بھی بات کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''ممّا! یہ سب کیا ہے؟ اتنا اچانک فیصلہ...... اس کی وجہ کیا ہے؟'' حاتم نے حیرت سے ماں سے پوچھا۔

''وجہ تم بھی جانتے ہو۔'' وہ گہری سانس لے کر بولیں۔

''کیا وہ بات اس حد تک پہنچ چکی ہے۔ فہام بھائی آپ نے بھی مجھے کچھ نہیں بتایا۔'' حاتم نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔

''یہ مما کا فیصلہ ہے۔'' فہام نے گہری سانس لے کر کہا۔

''شاید...... قدرت یہی چاہتی ہے۔ کبھی کبھی وہ ایسے حالات بنا دیتی ہے کہ انسان کو نہ چاہتے ہوئے بھی ایسے فیصلے کرنے پڑتے ہیں اور ہم انسانوں کا فائدہ اس کی رضا کو ماننے میں ہی ہوتا ہے۔'' انہوں نے گہری سانس لے کر جواب دیا تو حاتم اک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا اور اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات نمایاں ہونے لگے۔ خدیجہ اور فہام فکر مندی سے اسے دیکھنے لگے۔

☆☆☆

ماں جی نے ردا کے لیے کافی شاپنگ کر لی تھی اور وہ اچھے اچھے کامدار سوٹ اور زیور نکال کر روحیل کو دکھانے لگیں۔

''روحیل...... یہ دیکھو یہ میری شادی کا زیور ہے جو میں نے اپنی بہو کے لیے سنبھال کر رکھا تھا۔ ردا اسے پہن کر بہت خوب صورت لگے گی۔'' ماں جی نے انتہائی خوش ہو کر اسے زیور دکھاتے ہوئے کہا تو روحیل نے ایک نظر اسے دیکھا اور ایک گہری سانس لی۔

''ہاں، اچھا ہے۔'' اس نے زیور کو دیکھ کر ایک طرف رکھ دیا۔

''بیٹا! کیا بات ہے...... تم مجھے اتنے خوش دکھائی نہیں دے رہے۔ جتنا کہ لڑکے اپنی شادی کی باتوں پر ہوتے ہیں۔'' ماں جی کے چہرے پر فکر مندی تھی۔

''مما! جس طرح کی زندگی آپ نے پاپا کے ساتھ گزاری ہے۔ اس زندگی نے مجھے اندر سے خوفزدہ کر دیا ہے۔ آپ نے بھی تو پاپا کا ہر طرح ساتھ دیا اور آخر میں کیا ہوا طلاق......!'' روحیل نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... ہماری زندگی بہت اچھی جا رہی تھی اگر وہ عورت ان کی زندگی میں نہ آتی۔'' ماں جی نے ماضی کو یاد کرتے ہوئے کہا۔

''اور اس عورت کی وجہ سے انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔'' روحیل نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔

''شاید میری قسمت میں یہی لکھا تھا بیٹا۔'' ماں جی نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

''پاپا...... کسی اور میں انوالو نہ ہوتے تو شاید آپ کی قسمت اچھی ہوتی۔'' اس کی بات پر ماں جی نے چونک کر اسے دیکھا۔

''اسی لیے مجھے اس رشتے کی وفاداری پر یقین نہیں، ایک کی محبت بدل جائے تو دوسرے کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ مجھے اس رشتے سے بہت خوف آتا ہے۔ نہ جانے ردا کیسی ہو گی۔'' روحیل نے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا تو وہ اسے دیکھتی رہ گئیں۔

''بیٹا اپنے ذہن سے سارے خوف اور وسوسے نکال دو، ردا بہت اچھی لڑکی ہے، مجھے امید ہے تم دونوں بہت خوش رہو گے۔'' ماں جی نے مسکرا کر پُرامید انداز سے کہا۔

''معلوم نہیں۔'' روحیل نے ایک گہری سانس لی۔

''فضول باتیں مت سوچو...... اور خوشی کے جو لمحے ملیں انہیں انجوائے کرنا سیکھو۔'' ماں جی نے مصنوعی خفگی سے ڈانٹتے ہوئے کہا اور اسے سمجھانے لگیں۔

☆☆☆

منگنی کی رسم بہت سادگی سے ادا کی گئی تھی خدیجہ نے بیٹوں کو زیادہ ہنگامہ اور نمود و نمائش سے سختی

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے یہ کہہ کر منع کر دیا تھا کہ سارے ارمان شادی پر پورے کرنا۔ روحیل اپنی ماں جی اور اپنے پرانے گھریلو ملازم فضیلت اور عبید کے ساتھ آیا، وہ ان کے گھر کے فرد جیسے تھے۔ روحیل بہت ہینڈسم اور خوبرو لگ رہا تھا۔ شمیلہ کی تو آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ فہام بھی بہت وجیہہ تھا اور وہ اپنی اور فہام کی جوڑی کا ذکر بہت اِترا کر فخریہ انداز میں کیا کرتی تھی کہ ان جیسا خوب صورت کپل پورے خاندان میں نہیں لیکن اب ردا اور روحیل کو دیکھ کر سب ان کی بلائیں لے رہے تھے۔ ریحانہ بھی بہت خوش تھیں جبکہ شمیلہ اندر ہی اندر کُڑھ رہی تھی۔ تینوں بھائی بہت خوش بھی تھے اور اداس بھی...... ردا، روحیل کے پہلو میں بیٹھی بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ ردا نے روحیل کو اور روحیل نے ردا کو رنگز پہنائیں تو سب خوشی سے ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے۔ منگنی کی یہ رسم بہت اچھے انداز سے اختتام کو پہنچی۔ سب ہی بہت خوش تھے۔

☆☆☆

''تم نے میری توقعات سے زیادہ بزنس ڈیلز کی ہیں۔ اس کا مطلب ہے تمہیں بزنس tacts آ گئے ہیں۔ بہت مبارک ہو۔'' فہام نے مسکراتے ہوئے کہا تو حاتم بھی مسکرانے لگا۔ فہام، حاتم سے اس کے ٹرپ کی تفصیلات لے رہا تھا اور بھائی کی کامیابی پر بہت خوش تھا، حاتم بھی بہت خوش تھا مسیج کی بیپ پر اپنا موبائل چیک کرنے لگا۔ مسیج پڑھ کر اسی کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔ فہام اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''کیا ہوا......؟'' فہام نے جلدی سے پوچھا تو حاتم نے موبائل اس کی جانب بڑھایا۔

''ردا...... تم صرف میری ہو، کسی اور کی کبھی نہیں ہو سکتیں...... اگر تم نے کسی اور سے شادی کی تو انجام کیا ہوگا۔ یہ اچھی طرح سوچ لینا۔'' فہام نے مسیج پڑھا۔

''اچھا تو اب وہ دھمکیوں پر اُتر آیا ہے۔'' فہام نے خفگی سے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''فہام بھائی یہ سب کیا ہے اور کب تک یونہی چلتا رہے گا۔ اس طرح تو ردا کی زندگی برباد ہو جائے گی۔'' حاتم نے پریشانی سے کہا۔

''آج ہی میں کچھ کرتا ہوں۔ تم فکر نہیں کرو۔'' فہام نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''او کے۔'' حاتم نے گہری سانس لے کر کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

خدیجہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھ کر نماز پڑھنے میں مصروف تھیں۔ ردا ٹرے میں چائے کے دو کپ رکھ کر لائی اور ٹیبل پر خدیجہ کے قریب رکھی۔

''بیٹا تم اپنی منگنی سے خوش تو ہو نا۔ روحیل تمہیں اچھا لگا؟'' خدیجہ نے بیٹی سے مسکراتے ہوئے پوچھا تو ردا شرم سے سر جھکا کر مسکرانے لگی۔ وہ ماں کے پاس بیٹھی چائے پی رہی تھی۔

''اللہ تمہیں بہت خوش رکھے۔ روحیل بہت اچھا ہے اور اس کی ماں بھی۔ بیٹا، ان کی بہت عزت اور قدر کرنا۔'' خدیجہ نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا۔

وہ سب رشتے داروں میں مٹھائی بھجوا کر شکرانے کے دو نفل ادا کر کے ابھی ابھی بیٹھی تھیں۔ زاہدہ سب جگہ ڈرائیور کے ہمراہ مٹھائی دے کر لوٹی تھی اور وہ ایک ڈبا لیے اندر لاؤنج ... میں داخل ہوئی۔

''بیگم صاحبہ سب رشتے داروں کو مٹھائی دے آئی ہوں مگر زہرہ آپا نے مٹھائی نہیں لی۔ یہ ڈبا انہوں نے واپس کر دیا ہے۔'' زاہدہ نے خدیجہ کو بتایا تو ردا نے ایک دم چونک کر اسے دیکھا۔

''اچھا، کوئی بات نہیں۔ ردا بیٹے یہ چائے

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ٹھنڈی ہوگئی ہے تم ذرا گرم کرلاؤ۔" خدیجہ نے بوکھلا کر جلدی سے ردا کی طرف دیکھ کر کہا تو ردا نے ماں کی طرف حیرت سے دیکھا اور کپ ٹرے سمیت لے کر وہاں سے چلی گئی۔

"زہرہ نے کیا کہا؟" خدیجہ نے جلدی سے سرگوشی کے انداز میں زاہدہ سے پوچھا۔

"بہت فضول باتیں کر رہی تھیں۔" زاہدہ منہ بنا کر بولی۔

"ک.....کیسی باتیں؟" خدیجہ نے گھبرا کر پوچھا۔

"انہوں نے ڈبا اٹھا کر زور سے پھینکا اور کہنے لگیں کہ....." زاہدہ نے نظریں چُراتے ہوئے ایک دم خدیجہ کی طرف دیکھا۔

"کیا.....کہا اس نے؟" خدیجہ نے جلدی سے پوچھا۔

"بس ردا بی بی کو بد دعائیں دینے لگیں۔ مجھے تو غصہ آگیا اور میں ڈبا اٹھا کر چلی آئی۔" زاہدہ نے انہیں سب بتایا اور اسی وقت ردا چائے لے کر آئی۔

"ردا کے سامنے کوئی بات نہ کرنا۔" خدیجہ نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ ردا نے چائے لا کر ٹیبل پر رکھی اور ملازمہ کی طرف بغور دیکھنے لگی۔

"میں ذرا کچن دیکھ لوں۔" زاہدہ نے وہاں سے جاتے ہوئے کہا تو خدیجہ خاموشی سے چائے پینے لگیں۔

"مما، زہرہ آنٹی نے مٹھائی کیوں واپس کردی؟" ردا نے پریشانی سے پوچھا۔

"معلوم نہیں، اس کی مرضی تم کچھ مت سوچو۔" خدیجہ نے ایک دم بوکھلا کر کہا تو ردا خاموش ہوگئی اور ٹیبل پر پڑے ہوئے ڈبے کو دیکھنے لگی۔

"تم زاہدہ کے ساتھ کچن میں جاؤ اور اس کی مدد کرو۔ روحیل کے گھر میں ملازمہ نہیں سب کام تمہیں ہی کرنے ہیں۔ گھبرانا مت۔" خدیجہ نے مسکرا کر کہا تو وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی مگر خدیجہ پریشان ہونے لگیں۔

☆☆☆

"تم بے فکر رہو اور مجھے اس کا ایڈریس ... میں اپنے طور پر کارروائی کرتا ہوں۔ جیسے ہی ... خبر ملے گی تمہیں مطلع کردوں گا۔ آج کل جان بو... کر دوسروں کو تنگ کرنے کے لیے یا پھر کوئی ... وغیرہ لینے کے لیے لوگ ایسی گھٹیا حرکتیں کرتے ... مگر یہ بہت گھٹیا بات ہے۔" حیدر، فہام کو سمجھا... تھا۔ فہام نے اس صورتِ حال سے تنگ آکر ... پولیس ڈیپارٹمنٹ میں اپنے دوست حیدر علی ... رابطہ کیا اور ساری بات سے آگاہ کیا اور اب وہ ... کو تسلی دے رہا تھا۔

"ایسے لوگوں کو احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ معصو... بچیوں پر کتنا بڑا بہتان باندھتے ہیں اور ان کی زندگیا... برباد کرتے ہیں۔" فہام نے افسردگی سے کہا۔

"ہمارے معاشرے میں شعور اور احساس کی ک... ہی تو ہے۔ اگر دوسروں کی عزت کا کچھ لحاظ ہوتو کوئی بھی ایسا نہ کرے، یہ جہالت ہی تو ہے۔ بہرحال تم فکر نہ کرو۔ میں اپنی ہر ممکن کوشش کرتا ہوں۔" حیدر نے اسے اپنے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔

"تھینک یو یار۔" فہام نے اس کا ... شکریہ ادا کیا اور قدرے مطمئن ہوگیا۔

☆☆☆

ردا اپنے کمرے میں بیٹھی منگنی کی تصویریں دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلنے لگی اور کچھ سوچتے ہوئے اس کی مسکراہٹ اور گہری ہونے لگی۔ اسی اثنا میں سائڈ ٹیبل پر پڑا اس ... موبائل بجنے لگا تو ردا نے بڑھ کر فون اٹھالیا۔ دوسر... جانب روحیل تھا۔

"میں.....روحیل۔" روحیل مسکرا کر بولا تو ردا کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلنے لگی۔

"اوہ.....آپ!" ردا شرما کر بولی۔

"اب قسمت نے ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ ملایا ہے تو میرے خیال میں اگر ہم شادی سے پہلے ایک دوسرے کو اچھی طرح جان لیں تو اچھا ہوگا۔" روحیل نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرانے لگی مگر بولی کچھ نہیں۔

"آپ خاموش کیوں ہیں؟" روحیل نے چونک کر پوچھا۔

"کیا کہوں؟" ردا نے آہستہ آواز میں کہا۔

"ماں جی کو آپ کی باتیں بہت اچھی لگیں مگر آپ مجھ سے تو کوئی بات نہیں کر رہیں۔" روحیل نے معنی خیز مسکراہٹ سے پوچھا۔

"آپ نے مجھ سے کوئی بات کی ہی نہیں تو میں کیا بات کروں۔" ردا نے معصومیت سے جواب دیا۔

"اچھا تو باتیں بھی میں ہی شروع کروں۔ ٹھیک ہے بھئی یہ تو بتائیں کہ اب تک زندگی کیسی گزری، سنا ہے کہ آپ کے بھائی آپ سے بہت محبت کرتے ہیں؟" روحیل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میرے فہام بھائی ابھی تک مجھے doll ہی کہتے ہیں۔ مجھ سے اتنی.....اتنی محبت کرتے ہیں کہ بتا نہیں سکتی۔ حاتم بھائی اور عاصم بھائی بھی بہت محبت کرتے ہیں۔" ردا نے ایک دم خوش ہوکر بچوں کی طرح بتایا۔

"اور میری محبت کو آپ کس طرح ویلیو کریں گی ان سے پہلے یا بعد میں؟" روحیل نے موڈ بدل کر معنی خیز انداز میں پوچھا تو وہ سن سی رہ گئی۔

"میں سمجھی نہیں؟"

"بہت جلد سمجھ جائیں گی۔" روحیل نے ہلکے سے کہا تو وہ کچھ سوچ میں پڑ گئی۔

"اچھا میں روز اسی وقت آپ کو فون کرلیا کروں اگر آپ کو ناگوار نہ گزرے تو؟"

روحیل نے اس سے پوچھا تو وہ صرف "جی ہاں۔" کہہ کے رہ گئی اور روحیل سے باقاعدہ گفتگو کا

اقوالِ زریں

1۔ غصے سے بچو کیونکہ اس کی ابتدا دیوانگی اور انتہا پچھتاوا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

2۔ قرض سے بچے رہو اس لیے دن ہو تو ذلت و رسوائی کا سبب اور رات ہو تو غم کا ساماں اور دنیا و آخرت میں واجب الادا ہے مرجائے تو اولاد ادا کرے۔

3۔ اچھا بولیں اور اچھا سوچیں کیونکہ بد گمانی اور بد زبانی دو ایسے عیب ہیں جو انسان کے ہر کمال کو زوال میں بدل دیتے ہیں۔

رانیہ جمال، کراچی

سلسلہ شروع ہوگیا۔ اسے روحیل کافی سلجھا ہوا لگا تھا اس لیے کہ وہ ہر بات بڑے آرام سے کرتا تھا اور ردا کی بات کو بھی بغور سنتا تھا۔

☆☆☆

رشنا، ردا کے کمرے میں اس کے بیڈ پر بیٹھی تصویریں دیکھ رہی تھی۔ ردا اسے اپنی منگنی کی البم دکھا رہی تھی۔ دونوں بہت خوشگوار موڈ میں ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھیں۔

"یار.....واہ، بڑا ہینڈسم ہسبینڈ مل رہا ہے تمہیں۔" رشنا نے روحیل کی تصویر دیکھ کر تعریفی لہجے میں کہا۔

"کیا فہام بھائی سے بھی زیادہ ہینڈسم ہے؟" ردا نے ہنستے ہوئے جان بوجھ کر پوچھا۔

"وہ اپنی جگہ..... یہ اپنی جگہ۔ میں دونوں کو مکس نہیں کرنا چاہتی۔" رشنا نے بھویں چڑھا کر کہا۔

"اور فراز بھائی؟" ردا نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"یار اسے تو دل میں زبردستی جگہ دینی پڑی ہے آخر وہ اب میرا شوہر جو ہے۔" رشنا نے قہقہہ لگا کر کہا تو ردا حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"ارے ویسے ہی کہہ رہی ہوں۔ اچھا تم فراز

WWW.PAKSOCIETY.COM

کو چھوڑو یہ بتاؤ کیا روحیل بھائی تم سے امپریس ہوئے؟'' رشنا نے ہنستے ہوئے رازدارانہ انداز میں ردا سے پوچھا۔

''ہاں۔'' ردا نے شرماتے ہوئے کہا اسی وقت شمیلہ ردا کے کمرے کے پاس سے گزری تو دونوں کو قہقہے لگاتے سن کر چونکی اور ادھ کھلے دروازے کے قریب آ کر رک گئی۔

''اچھا یہ بتاؤ روحیل بھائی تم سے کتنی محبت کرتے ہیں؟'' رشنا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''بہت زیادہ۔'' ردا نے خوش ہو کر کہا۔

''کیا تمہارے بھائیوں سے بھی زیادہ؟'' رشنا نے کہا۔

''معلوم نہیں لیکن بہت زیادہ۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا یہ بتاؤ کیا کہتے ہیں؟'' رشنا نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''کس کے بارے میں؟'' ردا نے چونک کر کہا۔

''تم سے محبت کے بارے میں؟'' رشنا نے ہنس کر کہا تو ردا نے آہستہ آواز میں کچھ کہا جو شمیلہ کو سنائی نہیں دیا، اس نے دروازے کے ساتھ کان لگایا اور اس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔

''یار تم محبت کے بارے میں بہت لکی ہو۔ پہلے فیملی پھر فرینڈز اور اب سسرال کی محبت۔ تمہاری ساس بھی تمہارے نام کا کلمہ پڑھتی ہیں اور روحیل بھائی......ان کا کیا کہنا۔ جناب نے کیا ڈائیلاگ مارا ہے، ذرا پھر سے بتاؤ۔'' رشنا نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

''دل چاہتا ہے دنیا کی ساری محبتیں سمیٹ کر اُن سے تمہارا دامن بھر دوں۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے کہا تو رشنا نے قہقہہ لگایا۔

''واہ، زبردست... چھا گئے جناب روحیل صاحب۔ ویسے فراز کو کبھی توفیق نہیں ہوئی یہ ڈائیلاگ مارنے کی۔'' رشنا نے کہا تو شمیلہ کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے اور وہ غصے سے تنتناتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆

جس روز سے اسے کالج سے expel کیا گیا تھا۔ وہ شدید ڈپریشن میں تھا اور وہ بہت زیادہ نشہ کرنے لگا تھا۔ جس وقت بھی وہ نارمل ہوتا تو یمنیٰ کو گالیاں بکتا اور اس کو جان سے مارنے کے انتقامی منصوبے بناتا رہتا۔ وہ تو اس سے پہلی انسلٹ کا بدلہ لینا چاہتا تھا لیکن اب کی بار اسے پہلے سے بھی زیادہ ذلت اٹھانا پڑی تھی۔ الیکشن ہارنے کا اسے شاید اتنا زیادہ دکھ نہ ہوتا جتنا زیادہ دکھ اسے اپنی اس بے عزتی کا ہوا تھا۔ وہ مینجمنٹ کے سامنے بہت گڑگڑایا تھا کہ اسے کالج سے expel نہ کیا جائے مگر پرنسپل نے انتہائی سخت لہجے میں اسے کہا تھا۔

''ہمارے کالج کو آپ جیسے بے ضمیر اسٹوڈنٹ کی ضرورت نہیں۔ مجھے تو یہی افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے آپ جیسے اسٹوڈنٹ کو ایڈمیشن کیوں دیا۔ اب میں کسی صورت بھی آپ کو اپنے کالج میں نہیں رکھ سکتا۔'' پرنسپل نے غصے سے کہا تو آزر کے قدموں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔

''سر پلیز مجھے ایک موقع دیں۔ میں آئندہ ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گا۔'' آزر نے نم آنکھوں سے گڑگڑا کر التجا کی۔

''میں تم پر بھروسا نہیں کر سکتا۔ تم بااعتبار شخص نہیں ہو۔'' پرنسپل نے ٹھوس لہجے میں کہہ کر اسے باہر جانے کو کہا۔ آزر کے لیے یہ بہت بڑی شکست تھی۔ ایسی شکست جس نے اسے اندر سے بری طرح توڑ دیا تھا۔ اس کی ہیجانی کیفیت پر دوستوں نے بھی اسے چھوڑ دیا تھا۔ سوائے جواد کے اس کے پاس اب کوئی نہیں آتا جاتا تھا۔ جواد اسے بہت سمجھانے کی کوشش کرتا مگر وہ اس کی بھی کوئی بات سننے کو تیار نہ ہوتا۔

☆☆☆

جمال صاحب، پرنسپل کے آفس میں بیٹھے ان کی بات غور سے سن رہے تھے۔ کالج کی مینجمنٹ کے دوسرے ممبرز بھی وہاں موجود تھے اور جمال صاحب انہیں کنونس کرنے کی پوری کوشش کر رہے تھے۔

''یہ ایک نوجوان کے کیریئر کا معاملہ ہے۔ الیکشن کو ایشو بنا کر آپ اس کی تعلیم کیسے ختم کر سکتے ہیں؟'' جمال صاحب نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

''بات الیکشن ایشو کی نہیں، اس کی بے ایمانی کی ہے۔ جسے اپنا کر اس نے الیکشن میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کی اور حیرت ہے آپ کی بیٹی جتنی فیئر اور ایماندار ہیں آپ اس کی فیور میں تو ایک لفظ بھی نہیں بول رہے اور ایک خراب اسٹوڈنٹ کی حمایت کر رہے ہیں۔ وہ اسٹوڈنٹ جس نے کالج کے پہلے دن ہی آپ کی بیٹی کے ساتھ اتنی بدتمیزی کی تھی کہ اسے آزر کی پٹائی کرنا پڑی۔'' پرنسپل نے کہا تو جمال صاحب چونک کر اُن کی طرف دیکھنے لگے۔

''لیکن یمنیٰ نے تو مجھے کبھی ایسی کوئی بات نہیں بتائی۔'' جمال صاحب کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

''یہ تو اس کے ظرف کی بات ہے اور اسی لیے ہمیں بھی آپ پر حیرانی ہو رہی ہے کہ آپ یمنیٰ کے مخالف کی کس طرح حمایت کر رہے ہیں۔'' پرنسپل نے کہا۔

''حقیقت تو یہ ہے کہ میں اور یمنیٰ ہم دونوں چاہتے ہیں کہ اس اسٹوڈنٹ کو صرف ایک اور موقع دیا جائے تاکہ وہ اپنی اصلاح کر سکے۔'' جمال صاحب نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''آپ کتنی ناممکن بات کر رہے ہیں۔ میں اسے کالج سے expel کر چکا ہوں۔'' پرنسپل نے منہ بنا کر کہا۔

''پلیز آپ اسے اپنی انا کا مسئلہ مت بنائیں اگر یہ میری بیٹی کا معاملہ ہوتا تو شاید میں آپ کے پاس کبھی نہ آتا مگر یہ ایک نوجوان کے مستقبل کا مسئلہ ہے۔ وہ ڈِس ہارٹ ہو کر اپنی تعلیم بھی ادھوری چھوڑ سکتا ہے اور غلط راہ پر بھی چل سکتا ہے۔ اس لیے آپ اسے ایک موقع ضرور دیں۔'' جمال صاحب نے تمام ممبرز کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے کہا۔

''آپ بہت مشکل کام کرنے کو کہہ رہے ہیں۔'' پرنسپل نے کہا۔

''دنیا میں کچھ بھی مشکل نہیں۔ اگر اللہ ربُّ العزت بڑے بڑے گناہ گاروں کو معاف کر سکتا ہے تو ہم تو انسان اس کے حقیر بندے ہیں۔ کل کو آپ سے بھی ایسا گناہ یا غلطی ہو سکتی ہے جس سے آپ کا سب کچھ برباد ہونے کا ڈر ہو تو پھر آپ کیا کریں گے؟'' جمال صاحب نے کہا تو پرنسپل صاحب خاموش ہو گئے۔

''ٹھیک ہے اسٹوڈنٹ کے کیریئر کا معاملہ ہے تو ایک موقع دینے میں کوئی حرج نہیں۔'' مینجمنٹ کے ایک رکن نے کہا تو باقی سب نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''آپ کے خلوص کو دیکھتے ہوئے میں اسے ایک موقع دیتا ہوں۔'' پرنسپل نے کہا۔

''تھینک یو ویری مچ۔'' جمال صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا اور ان سے ہاتھ ملا کر آفس سے باہر نکل گئے۔

☆☆☆

آزر اپنی ریوالور نکال کر اس میں گولیاں چیک کر رہا تھا۔ انہیں چیک کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ اس کے ہونٹوں میں سگریٹ دبی تھی اور وہ مسلسل اس کے کش لگا رہا تھا۔ وہ سگریٹ ایش ٹرے میں مسل کر کمرے سے باہر جانے لگا تو اسی لمحے جواد کمرے میں داخل ہوا۔

''یار پرنسپل اور کالج مینجمنٹ نے تمہیں expel کرنے کا فیصلہ واپس لے لیا ہے۔ اب تم

WWW.PAKSOCIETY.COM

کالج جا سکتے ہو۔ کل تمہیں لیٹر مل جائے گا۔ مسز نجیب نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہیں انفارم کردوں۔'' جواد نے قدرے خوش ہوکر پُرجوش انداز میں کہا تو آزر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''مجھے اب اس سے کوئی کنسرن نہیں۔ میں اب اس کالج میں کبھی نہیں جاؤں گا۔'' آزر نے غصے سے کہا۔

''یار پلیز اب غصے کو چھوڑو اور یوں جذباتی ہوکر اپنے فیصلے مت کرو۔ ان فیصلوں سے تم صرف اپنا نقصان ہی کرتے ہو۔ میں پہلے بھی تمہیں un fair means استعمال کرنے سے منع کرتا رہا مگر تم نے میری ایک نہیں سنی اور اس کا نتیجہ دیکھ لیا۔ خدا کے لیے اب تو عقل و ہوش سے کام لو اور نارمل انداز میں اپنی لائف گزارو۔ تم نے اپنا بہت وقت اور انرجی ضائع کی ہے اور ماں باپ کا پیسہ بھی۔'' جواد نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''مجھے تمہاری نصیحتوں کی ضرورت نہیں اور پیسہ میرے ماں باپ کا ضائع ہوا تمہارے ماں باپ کا نہیں جو تمہیں اتنی تکلیف ہورہی ہے۔'' آزر نے ریوالور اپنی پینٹ کی جیب میں رکھتے ہوئے غصے سے کہا۔

''یار...... یار تم سمجھتے کیوں نہیں۔ اِدھر بیٹھو میرے پاس اور پلیز سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں تمہارا دوست ہوں دشمن نہیں۔ تم ایک ٹیلنٹڈ انسان ہو۔ دل لگا کر پڑھائی کر کے تم بہت آگے جا سکتے ہو اور کسی بھی فیلڈ میں اپنا نام پیدا کرسکتے ہو۔ کیوں اپنا ٹیلنٹ ضائع کرنے پر تلے ہو۔ تم بھی یمنیٰ کی طرح......'' جواد نے کچھ کہنا چاہا تو آزر غصے سے بھڑک اٹھا۔

''مت نام لو اس کا منحوس کسی چڑیل کی طرح میرے پیچھے پڑگئی ہے۔ اس کی وجہ سے میری بار بار انسلٹ ہورہی ہے۔'' آزر نے غصے سے کہا۔

''انسلٹ اس کی وجہ سے نہیں تمہاری اپنی وجہ سے ہورہی ہے۔ پہلی بار بھی تم نے جان بوجھ کر اس کے ساتھ بدتمیزی کی۔ یمنیٰ کی جگہ کوئی بھی باغیرت لڑکی ہوتی تو وہ یونہی ری ایکٹ کرتی۔ اس نے تمہیں کچھ نہیں کہا تھا پہل تم نے کی تھی اور پھر جو ہوا اس کا ذمے دار تم اسے کیوں ٹھہرا رہے ہو اور دوسری بار بھی تم نے اسے ہرانے کے لیے ہتھکنڈے استعمال کیے اس پر تم پکڑے گئے تو اس میں یمنیٰ کا کیا قصور۔ ہر بار غلطی تم کرتے ہو اور الزام اس بے چاری کو دیتے ہو۔'' جواد نے یمنیٰ کا دفاع کرنے کی کوشش کی تو آزر چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''ہاں، بتاؤ مجھے اس نے کہاں تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اگر وہ پورے کالج میں پاپولر ہے تو اپنے اچھے رویے کی وجہ سے۔ وہ بہت اچھی، ڈیسنٹ اور گروڈمڈ لڑکی ہے پلیز اسے دیکھنے کا اینگل بدلو۔'' جواد نے اسے دلائل سے سمجھانے کی کوشش کی۔ آزر خاموش ہوگیا۔

''پلیز آزر ٹھنڈے دل سے سوچو اور اپنے مستقبل کی فکر کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا یہ وقتی جوش تمہاری ساری زندگی کو تباہ کردے اور تمہارے پاس سوائے پچھتاووں کے کچھ باقی نہ رہے۔ دیکھو! تمہارے دوست بھی ایسے میں تمہیں چھوڑ گئے۔'' جواد نے کہا اور خاموش ہوگیا۔ آزر اس کی باتیں سن کر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

''پلیز اب کل سے کالج جانا شروع کردو لیکن اپنے آپ کو بالکل بدل کر ایک مختلف انسان بن کر کالج آنا۔'' جواد نے اٹھتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ آزر اس کی طرف خاموشی سے دیکھتا رہ گیا۔ جواد کی باتوں نے کافی حد تک اس پر اثر کیا تھا۔ وہ ساری رات ان کے بارے میں سوچتا رہا۔

(باقی آئندہ)

سرگوشی بہار

شبانہ شوکت

''امی یہ پالک مت کاٹیں۔ وہ اس دن.....'' الوینہ نے ابھی کہنا ہی شروع کیا تھا کہ امی نے ناراضی سے اس کی بات کاٹ دی۔

''پالک نہ کاٹوں تو کیا کروں، مجھے کھانا بنانا ہے۔''

''اُفوہ امی، پوری بات تو سن لیں۔ اس دن وہ کوکنگ ایکسپرٹ ٹی وی پر بتا رہی تھیں کہ جب پالک کو ابال کر بلینڈ ہی کرنا ہوتا ہے تو اس کو کاٹنے کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

زحمت کیوں کی جائے۔ پالک صاف کر کے دھو کر اسے ابال لیں پھر پیس لیں۔'' امی اش اش کر اٹھیں۔
''الوینہ تم نے شاید زندگی میں پہلی مرتبہ اتنی عقل مندی کی بات بتائی ہے۔ میرے تو ہاتھ ہی تھک جاتے تھے پالک کاٹ کاٹ کر۔ واقعی جب بلینڈ ہی کرنی ہے تو کاٹنے کی کیا ضرورت۔ واہ بھئی واہ۔'' وہ تو باقاعدہ جھومنے لگیں۔ الوینہ ہنستے ہوئے پالک اٹھا کر دھونے کے لیے کچن کی طرف روانہ ہوگئی۔ پالک دھو کر ابلنے کے لیے رکھ کر پھر امی کے پاس آ گئی جو اَب لہسن ادرک سے نبرد آزما تھیں۔
''امی، صائمہ آنٹی کے ہاں نہیں چلنا۔ نائلہ باجی آئی ہوئی ہیں۔''
''دیکھوں گی بیٹا، ویسے مجھے تو کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ ان کے ہاں ابھی مہمان موجود ہوں گے۔ کہاں ان کے درمیان جا کر بیٹھیں۔ پھر شادی والے گھر میں تو سونے جاگنے، کھانے پینے کے اوقات بھی باقاعدہ نہیں رہتے۔ پتا چلے ہم جائیں اور وہاں کھانا پینا چل رہا ہو۔''
''چل بھی رہا ہوگا تو وہ کون سا آپ کو شریک کرلیں گے...... کنجوس لوگ خالی ایک کپ چائے بھی کتنے انتظار کے بعد لاتے ہیں۔ ہم ہیں کہ چائے ناشتے میں جو رکھیں کم ہی لگتا ہے۔''
''بری بات ہے بیٹا۔'' امی نے تنبیہہ کی۔ ''ہر کسی کے اپنے طور طریقے ہوتے ہیں اور لوگ اپنے حالات کے مطابق چلتے ہیں۔''
''خیر ایسے گئے گزرے بھی نہیں ہیں، بس دل تنگ ہیں۔''
''تو پھر کیوں جانا چاہ رہی ہو؟'' امی نے غصے سے اسے دیکھا وہ اور.... بھی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ کال بیل کی آواز پر دروازے کی جانب بڑھی۔
''کون ہے؟''
''یہ حلیم لے لیجیے۔'' اس نے دروازہ کھولا۔ اجنبی چہرہ تھا۔ کافی ہینڈسم نوجوان تھا۔ اسے دیکھ ہی بڑی دلکشی سے مسکرایا۔
''ہم آپ کے برابر والے گھر میں شفٹ ہوئے ہیں۔ آج اماں نے یہ حلیم بنائی ہے اور سب محلے والوں کو بھجوائی ہے، یہ آپ لوگوں کے لیے۔'' ڈونگا پکڑ کر اندر چلی آئی۔
''کون ہے الوینہ؟'' امی نے پوچھا۔
''نئے ہمسائے ہیں امی۔ حلیم بھجوائی ہے۔''
''تو بیٹا اندر بلا لیتیں۔'' امی کہنے کے ساتھ ہی خود اٹھ کر چلی گئیں اور بہ اصرار اسے اندر لے آئیں۔
''نام کیا ہے بیٹا آپ کا؟''
''شعور...... شعور حسن۔''
''ماشاء اللہ بہت پیارا نام ہے۔''
''بہت شکریہ!''
''بیٹا چائے لے آؤ۔'' انہوں نے الوینہ کو پکارا۔
''نہیں آنٹی، مجھے ابھی اور گھروں میں بھی حلیم دینے جانا ہے۔ میں اب چلوں گا۔''
''بیٹا پہلی دفعہ آئے ہو، چائے تو پیتے جاؤ۔''
''انشاء اللہ پھر سہی۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ الوینہ برتن دھو کر لے آئی تھی۔ وہ لیتے ہی چلا گیا۔ وہ امی کے پاس آ بیٹھی۔
''امی یہ نئے ہمسائے تو اچھے لگ رہے ہیں۔''
''ہاں بیٹا، لگتے تو اچھے ہی ہیں۔''
''امی میں اب اپنے نوٹس بنانے جا رہی ہوں۔ چولھا میں نے بند کر دیا ہے۔'' وہ اپنے کمرے میں آ کر پڑھنے میں مصروف ہوگئی۔

☆☆☆

''علینہ آپی، میرے ساتھ چلیں۔ مجھے اپنے کپڑے سلنے کے لیے دینے ہیں۔''
''اوہ نہیں الوینہ پلیز۔ آج میری فرینڈز کو آنا ہے۔ میں امی کے ساتھ مل کر کچھ چائے کے لیے بنواؤں گی۔''
''ٹیلر کے پاس کتنی دیر لگ جائے گی بھلا!''
''کل پر رکھ لو پلیز۔'' وہ بددل سی ہو کر باہر آ گئی۔ اسی پل ٹیرس سے عائشہ نے جھانکا۔ نئے پڑوسیوں سے اُن کی کافی دوستی ہوگئی تھی۔ عائشہ، الوینہ کی ہی ہم عمر تھی۔
''الوینہ کیا کر رہی ہو؟''
''بور ہو رہی ہوں۔''
''میں بھی بہت بور ہو رہی ہوں۔ بازار جانا تھا لیکن کوئی ساتھ جانے پر راضی ہی نہیں ہے۔ اماں کو کام بہت ہیں، تیمور بھائی آفس اور شعور بھائی اکیڈمی۔ کس کے ساتھ جاؤں؟''
''واہ۔'' الوینہ کھل اٹھی۔ ''مجھے بھی ٹیلر کے جانا ہے۔ چلو دونوں چلتے ہیں۔'' تھوڑی ہی دیر میں دونوں رکشے میں بیٹھی بازار جا رہی تھیں۔
''اتنی منتیں کیں میں نے علینہ آپی کی لیکن وہ نہیں مانیں۔ چلو اچھا ہوا تم نے آواز دے ڈالی۔''
''علینہ آپی بہت نائس ہیں۔ بہت پیاری اور سوبر ہیں۔'' عائشہ نے کہا۔
''ہیں...... میں کیا کہہ رہی ہوں اور تم کیا ارشاد فرما رہی ہو؟''
''پتا ہے الوینہ، تیمور بھائی کی منگنی تو ہماری کزن سے ہو چکی ہے لیکن شعور بھائی کے لیے میرا دل کرتا ہے علینہ آپی کو بھابی بنانے کا۔'' عائشہ نے جھجکتے ہوئے کہا۔
''گریٹ آئیڈیا۔'' الوینہ اچھل پڑی۔
''ہے ناں؟''
''بالکل۔''
''تو پھر میں اماں سے بات کرتی ہوں۔''
عائشہ اور الوینہ کی دوستی پہلی ملاقات میں ہی ہوگئی تھی۔ جب ان لوگوں نے قرآن خوانی اور میلاد کروایا اور وہ دونوں بہنیں امی کے ساتھ اُن کے گھر گئی تھیں۔ عائشہ نے تو ایڈمیشن بھی الوینہ کے کالج

میں لے لیا تھا۔ سو یہ دوستی روز بروز بڑھتی ہی جا رہی تھی اور آج انہوں نے اس دوستی کو مستحکم کرنے کے لیے رشتے داری بنانے کا بھی سوچ لیا تھا۔

☆☆☆

آج دونوں لیٹ ہوگئی تھیں۔ اس لیے شعور انہیں تیمور بھائی کی گاڑی میں چھوڑنے جا رہا تھا۔ علینہ بھی ساتھ تھی کیونکہ اس نے اپنا مطلوبہ پوائنٹ پکڑنا تھا۔ موقع اچھا تھا سو یہ دونوں اُن کے درمیان انڈر اسٹینڈنگ بڑھانے اور ان کے ایک دوسرے کے متعلق خیالات معلوم کرنے کے لیے سرگرم ہوگئیں۔
''شعور بھائی آپ کو پرفیوم کون سا پسند ہے؟''
''جو مل جائے یا پھر تیمور بھائی جو لا دیں۔''
''اُف کتنا اَن رومینٹک جواب۔'' وہ دونوں اندر تک جل گئیں۔
''علینہ آپی آپ کو کون سا پرفیوم پسند ہے؟''
''کوئی بھی لیڈیز پرفیوم۔'' وہاں تو ازلی بے پروائی تھی۔
''اچھا شعور بھائی آپ کو لڑکیاں کیسی پسند ہیں؟''
''ہائے لڑکیاں...... لڑکیاں تو مجھے ساری کی ساری پسند ہیں۔ کسی لڑکے کو کبھی کوئی لڑکی بری بھی لگی ہے؟'' اتنا فضول جواب اور علینہ کی موجودگی میں۔ علینہ نے بھی ناپسندیدہ نظروں سے ساتھ بیٹھی الوینہ کو دیکھا۔ وہ سٹپٹا سی گئی۔
''میرا مطلب ہے شعور بھائی، لڑکیوں کی کون سی عادتیں آپ کو اچھی لگتی ہیں؟''
''آہ...... کیا سوال پوچھ لیا۔ پوچھنا یہ چاہیے تھا کہ لڑکیوں کی کوئی عادت اچھی بھی ہوتی ہے۔ لڑکیوں کی صرف صورتیں اچھی ہوتی ہیں۔'' ابھی وہ احتجاج بھی نہ کر پائی تھی کہ علینہ کا اسٹاپ آ گیا، وہ اتر گئی مگر اس کا موڈ خاصا خراب لگ رہا تھا۔ وہی ہوا گھر واپسی پر وہ اسے دیکھتے ہی برس پڑی۔
''الوینہ، تمہیں ذرا شرم نہیں آئی ایسی فضول

WWW.PAKSOCIETY.COM

باتیں کرتے ہوئے۔ جوان جہان لڑکے سے ڈائریکٹ لڑکیوں کے متعلق پوچھ رہی ہو۔ ایسی ننھی بچی ہو تم؟ ان نزاکتوں کا تمہیں کچھ خیال نہیں جن کے متعلق بچپن سے امی ہمیں خبردار کرتی آئی ہیں۔ اگر میں امی کو تمہارے کارنامے بتادوں تو دماغ ٹھکانے لگادیں گی تمہارا۔" وہ چپ چاپ کان دبائے سنتی رہی۔ غلطی تسلیم کرنے میں ہی عافیت تھی۔

☆☆☆

انہی دنوں تیمور بھائی کی شادی کے ہنگامے شروع ہوگئے۔ الوینہ اور عائشہ دونوں ہی بہت ایکسائٹڈ تھیں۔ ایک جیسے کپڑے، ایک جیسے جوتے، جیولری۔ بس نہیں چل رہا تھا کیا، کیا خرید ڈالتیں۔

"اب مزہ آئے گا الوینہ جب علینہ آپی بن ٹھن کر فنکشنز اٹینڈ کریں گی تو شعور بھائی کیسے متاثر نہیں ہوں گے۔"

"ہونہہ بن ٹھن کر اور ہر فنکشن۔ وہ تو بارات' ولیمہ ہی اٹینڈ کرلیں تو بڑی بات ہے۔" الوینہ نے منہ بنایا مگر عائشہ بددل ہونے والوں میں سے نہیں تھی۔

"اوہو، ہم راضی کرلیں گے۔ بس تم ذرا ان کا مائنڈ بنانے کی کوشش کرو۔ ان سے شعور بھائی کے متعلق رائے لینے کی کوشش کرو۔" الوینہ ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی۔ اب وہ کیا بتاتی کہ اس دن جب یونہی باتوں باتوں میں اس نے شعور کا ذکر کیا تو الوینہ نے کتنی کوفت کا مظاہرہ کیا تھا۔

"وہ چھچھورا جو ہر لڑکی پر فدا ہونے کا دعویٰ کررہا تھا۔ ایسے لوگوں کو تو تم گفتگو میں بطورِ تذکرہ بھی نہ لایا کرو۔"

☆☆☆

خلافِ توقع علینہ ہر فنکشن میں شریک رہی لیکن کچھ دیر کے لیے۔ گھنٹا ڈیڑھ گھنٹا گزار کر گھر چلی آتی۔ بارات والے دن البتہ دلہن کو گھر میں لانے تک شریکِ محفل رہی اس کے بعد اجازت چاہی۔

"آنٹی، اب میں چلوں، ورنہ لیٹ نائٹ سونے سے صبح اٹھ نہیں پاؤں گی۔"

"بیٹا صرف چائے پی لو پھر چلی جانا۔"

"نہیں آنٹی پھر مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"اوکے بیٹا جیسی تمہاری مرضی۔" وہ ارحم کے ساتھ آگے بڑھی کہ شعور اپنے ساتھ کسی کو لیے اندر آیا۔

"اوہو ڈاکٹر صاحبہ، کہاں چل دیں۔ ابھی تو بھابی کے ساتھ رسمیں کرنی ہیں ذرا بھائی کو ستانا ہے۔"

"نہیں، مجھے جانا ہے۔ الوینہ ہے ناں یہاں وہ سب کرلے گی۔"

"چلیں جیسی آپ کی خوشی۔ یہ میرے کزن ہیں سرجن ڈاکٹر داؤد اور داؤد بھائی یہ مستقبل کی ڈاکٹر علینہ۔ ہماری بہت اچھی ہمسائی۔" اس نے تعارف کی رسم نبھائی۔ دونوں نے خوش دلی سے ایک دوسرے کو ہیلو ہائے کیا اور علینہ چھوٹے بھائی کو لیے باہر چل دی جبکہ وہ دونوں اندر داخل ہوگئے جہاں ہنگامہ بپا تھا۔

"شعور بھائی جلدی آئیں، بھابی کا گھٹنا پکڑیں۔"

"گھٹنا کیوں پکڑوں۔ گود میں کیوں نہ بیٹھوں؟" اس کے شرارت سے کہنے پر وہ چیخ وپکار مچی کہ الامان الحفیظ۔ بھابی صاحبہ کا فق رنگ میک اپ کے باوجود نظر آگیا۔

"کیا خیال ہے بھابی؟"

"ہٹو پہلے اپنا حجم دیکھو پھر ایسی فرمائش کرنا۔ سیدھی طرح گھٹنا پکڑو۔" اس نے فوراً نیچے بیٹھ کر دونوں ہاتھوں سے ردا بھابی کا گھٹنا پکڑ لیا۔

"بھابی، میری پیاری بھابی مجھے معاف کردیں۔ میری ساری خطائیں، ساری گستاخیاں بخش دیں۔ جو گناہ جو قصور ہوا جو زیادتی ہوئی یا جو کچھ آئندہ ہوگا اس پر مجھے معافی دے دیں۔" اس نے گھٹنے پر رکھے ہاتھوں پر اپنا سر رکھ دیا اور مصنوعی سسکیاں لینے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

سب ہنس ہنس کر بے حال ہو رہے تھے۔ اس کی ماں نے پیچھے سے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"یہ تم سے نیگ لینے کا کہا تھا یا اگلے پچھلے گناہ بخشوانے کو۔"

"اوہ، غلطی ہوگئی۔ میں سمجھا ایڈوانس معافیاں مانگنی ہیں۔ چلیں دیں نیگ۔" اس نے ہاتھ پھیلایا ردا نے دو ہزار روپے اس کے ہاتھ پر رکھے۔

"اتنے کم پیسے، کیا مونگ پھلی کھانے کے لیے دیے ہیں؟" اب کی بار ردا نے تین ہزار اور اس کے ہاتھ پر رکھے۔

"پانچ اور دیں تو گزارہ ہو جائے گا۔" اس سے قبل کہ ردا پرس میں ہاتھ ڈالتی۔ اماں نے شعور کا بازو پکڑ کر اسے وہاں سے اٹھادیا۔

"چلو بھاگو یہاں سے پھیل ہی گئے ہو۔"

"آہ میری ظالم ماں۔" وہ پیچھے ہٹا تو الوینہ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔

"دیکھ کر شعور بھائی۔"

"آہ...دیکھ، دیکھ کر ہی تو دل قابو میں نہیں رہا۔" اس نے سینے پر ہاتھ رکھا۔

"توبہ ہے آپ سے۔" وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"آپس کی بات ہے یہ شادیوں کے فنکشن ہوتے رہنے چاہئیں۔ ایک ساتھ اتنی حسین، بجی سنوری لڑکیاں دیکھنے کو مل جاتی ہیں ورنہ تو کبھی کبھار کوئی لڑکی نظر بھی آتی ہے تو سڑے بُسے منہ بنائے ہوئے۔" وہ ہنس ہنس کر بے حال ہوگئی۔

"اللہ شعور بھائی، کتنی دلچسپ باتیں کرتے ہیں۔"

"تم موقع تو دو، اس سے زیادہ دلچسپ باتیں تمہیں سنا سکتا ہوں۔"

"بہت شکریہ، ابھی تو میں عائشہ کے ساتھ مل کر بھابی کو اوپر ان کے کمرے میں پہنچا کر آؤں پھر کسی وقت آپ کی دلچسپ باتیں سن لوں گی۔"

"پرامس؟"

"جی......!" اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا۔

"ہاں بھئی پکا وعدہ کرو کہ میری باتیں فرصت سے بیٹھ کر سنو گی اور ان پر بہت زیادہ غور بھی کروگی۔"

"اوہ، غور کرنے کی بھی شرط ہے؟"

"بالکل، ورنہ تم ہمیشہ کی طرح ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دوگی۔"

"اوکے جینٹل مین پرامس۔" وہ ہنستی ہوئی ردا بھابی کی طرف آگئی۔

☆☆☆

کچھ دن بعد دھماکا ہوگیا۔ ڈاکٹر داؤد کا رشتہ علینہ کے لیے آیا تھا۔ امی ابو نے سوچنے کا ٹائم لیا تھا اور علینہ نے کوئی اعتراض بھی نہیں کیا۔ عائشہ اور الوینہ صدمے سے پاگل سی ہوگئی تھیں۔ وہ تو شعور اور علینہ کو آپس میں پیئر بنا کر فارغ ہوچکی تھیں اور یہ کیا ہوگیا۔ دونوں کے دماغ پھٹنے کو تھے۔ پہلے تو دونوں علینہ کے پاس آئیں۔

"ہاں تو کیا برائی ہے داؤد میں......اتنے سوبر اور ڈیسنٹ ہیں اور سب سے بڑی بات کہ وہ بھی ڈاکٹر ہیں۔"

"لیکن علینہ آپی میں تو آپ کو اپنی بھابی بنانا چاہتی تھی۔"

"پلیز عائشہ تمہیں اچھا تو نہیں لگے گا لیکن مجھے شعور جیسی چلبلی طبیعت کے لڑکے بالکل پسند نہیں۔" عائشہ تو روہانسی ہی ہوگئی۔

☆☆☆

"کیا؟" شعور نے چیخ ماری۔ "علینہ سے شادی اور وہ بھی میں؟"

"کیوں، کیا برائی ہے علینہ آپی میں؟" الوینہ نے برا منایا۔

"اُف وہ اتنی پروفیسر ٹائپ، خشک مزاج،

ناپ تول کے دیکھنے والی، گھور کے دیکھنے والی اور میں بے چارہ معصوم، کھلنڈرا لڑکا۔ میرے لیے تو میرے ٹائپ کی ہی لڑکی چلے گی اور جب وقت آئے گا تو میں خود ہی بتادوں گا۔"

"اوہ۔" الوینہ اور عائشہ نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔

"اس کا مطلب ہے آپ کو کوئی پسند ہے؟"

"بالکل ہے۔" اس نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"شعور بھائی کتنے گھنے ہیں آپ۔ ہوا تک نہیں لگنے دی۔ میں اور الوینہ آپ کا پیئر علینہ آپی کے ساتھ بنانے کا سوچتے رہے۔" وہ دہل گیا۔

"یا اللہ رحم۔ شکر ہے صرف سوچتے ہی رہے، عمل کی نوبت نہیں آئی۔"

"بھائی پلیز بتائیں ناں، کون ہے وہ جسے آپ میری بھابی بنائیں گے؟"

"بتادوں گا، جلدی کیا ہے؟" اس نے آنکھیں دکھائیں۔

"جلدی تو ہے ناں، تیمور بھائی کے بعد آپ ہی کا نمبر ہے۔"

"اور اس کے بعد تمہارا۔ ہوں تو یوں کہو کہ تمہیں اپنی......"

"شعور بھائی۔" عائشہ چیخ اٹھی۔

"اچھا، اچھا میں اماں سے کہوں گا کہ تمہیں بھی میرے ساتھ ہی نبٹادیں گی۔" اس نے اپنی طرف سے عائشہ کو تسلی دی تھی۔ یہ اور بات کہ عائشہ اس پر بری طرح بگڑ اٹھی۔

"اپنے پاس رکھیں اپنے مشورے اور علینہ آپی کی شادی بھی آپ سے زیادہ اچھے داؤد بھائی سے ہوہی جائے گی۔" اپنی طرف سے تو اس نے بدلہ چکایا تھا لیکن وہ بھی شعور تھا۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر شکر کرنے کے انداز میں منہ پر پھیرے۔

"یہ تو اللہ کا شکر ہے کہ داؤد بھائی نے علینہ کو دیکھ لیا اور رشتہ بھجوادیا ورنہ میری بہن صاحبہ تو میری محبت میں مجھے بے موت مروادیتیں۔"

"اُف۔" اب کے الوینہ تلملائی۔ "میری آپی سے شادی آپ کے لیے یہ معنی رکھتی تھی؟"

"اوہو، زبان سلپ ہوگئی۔ سوری الوینہ، ویری سوری۔ مجھے کم از کم تمہارے سامنے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔" اس نے افسوس بھی ایسا کیا کہ الوینہ کا دل جل کر خاک ہوگیا۔

☆☆☆

پھر معاملات بہت تیزی سے طے پاگئے اور دورانِ تعلیم ہی علینہ کی شادی طے پاگئی کیونکہ اس کی پڑھی لکھی سسرال نے اس کی تعلیم مکمل کروانے کے لیے ہر ممکن تعاون کا وعدہ کیا تھا۔ بہت شاندار طریقے سے علینہ کی شادی انجام پائی تھی۔ بس یہ تھا کہ اب الوینہ کو تنہائی محسوس ہوتی تھی۔ عائشہ کو تو ردا بھابی مل گئی تھیں اور وہ بالکل اکیلی ہوگئی تھی۔ ارحم میٹرک کا اسٹوڈنٹ تھا۔ اس کی دلچسپیاں الگ تھیں۔ علینہ آجاتی تو کچھ رونق لگ جاتی۔ اب بھی وہ اکیلی بیٹھی بور ہورہی تھی کہ علینہ چلی آئی۔ داؤد بھائی کچھ دیر بیٹھ کر چلے گئے تھے۔ وہ دونوں بہنیں گپیں لگانے لگیں کہ عائشہ اور ردا بھابی چلی آئیں۔

"اوہ سرپرائز، علینہ آپی آئی ہیں۔" وہ آگے بڑھ کر علینہ سے لپٹ گئی۔ خوب باتیں ہونے لگیں۔ الوینہ کچن میں چلی آئی۔ پہلے چائے لاؤنج میں پہنچائی پھر کھانے کی تیاری میں لگ گئی۔ اتنے میں عائشہ خالی کپ لیے اس کے پاس کچن میں چلی آئی اور اس کا ہاتھ بٹانے لگی۔ دونوں ایک گھنٹے میں فارغ ہوکر اندر آئیں تو وہاں ان دونوں کو دیکھ کر خاموشی چھاگئی۔

"کیا ہوا بھئی؟" الوینہ نے حیران ہوکر پوچھا۔

"کچھ نہیں آؤ بیٹھو۔" ردا بھابی نے مسکرا کر دونوں کو پاس بلایا پھر بعد میں علم ہوا کہ علینہ، الوینہ

کے لیے اپنی جیٹھانی کے بھائی حدید کا رشتہ لائی تھی۔ الوینہ، عائشہ کو بتانے اس کے پاس جا پہنچی۔

"اچھا تو یہ بات تھی جو کل اتنی رازداری برت رہی تھیں۔" الوینہ ہنس دی۔

"اوہو بڑی خوش ہو، کیا کرتے ہیں موصوف، شکل صورت کیسی ہے؟"

"ابھی تو کچھ پتا نہیں۔ آہستہ آہستہ سب پتا چل ہی جائے گا۔"

"ہوں تو یہ بات ہے۔" عائشہ کے معنی خیز انداز میں آنکھیں گھمانے پر وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

☆☆☆

"الوینہ شعور آیا ہے۔ کہہ رہا ہے عائشہ تمہیں بلارہی ہے۔"

"ہیں، وہ فون بھی تو کرسکتی تھی۔"

"پتا نہیں، دیکھ لو کیا بات ہے۔" وہ باہر آگئی۔ لاؤنج میں شعور، ارحم کے ساتھ بیٹھا باتیں کررہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اس کے ساتھ ان کے گھر آگئی۔ لاؤنج میں آتے ہی وہ رک گیا۔

"ایک منٹ الوینہ...... پہلے میری بات سن لو۔"

"جی۔" وہ حیران سی کھڑی اس کا منہ دیکھنے لگی۔ وہ مضطرب سا لگ رہا تھا۔

"بیٹھو۔" وہ بیٹھ گئی وہ خود بھی بیٹھ گیا۔

"عائشہ بتارہی تھی کوئی رشتہ آیا ہے تمہارے لیے؟" اتنی غیر متوقع بات پر وہ ہکابکا رہ گئی تھی۔

"وہ دراصل میں یہ پوچھنا چاہ رہا تھا کہ انکل آنٹی کہیں ہاں تو نہیں کہہ دیں گے؟"

"پلیز شعور بھائی، میں کیا کہہ سکتی ہوں۔" اسے شرم بھی آرہی تھی اور ناگواری سی بھی محسوس ہورہی تھی۔

"شاید تمہیں میرا یوں پوچھنا اچھا نہیں لگ رہا لیکن......" وہ رکا۔ "تم نے اور عائشہ نے مجھ سے

علم کیا ہے؟

1۔ اگر کوئی تم پر ظلم کرے تو اسے معاف کرو۔

2۔ اگر تعلقات توڑے تو جوڑ لو۔

3۔ اگر کوئی تمہیں محروم کرے تو اسے نواز دو۔

4۔ اگر کسی سے انتقام لینا ہو تو درگزر کردو۔

5۔ غصے میں ایسی بات نہ کرو کہ بعد میں ندامت ہو۔

یہ علم ہے۔

6۔ اللہ پاک دنیا اسے بھی دیتا ہے، جسے پسند نہیں کرتا لیکن علم دین صرف اسے دیتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے۔

7۔ اپنے جسم کے وقار کے لیے اپنا سر اونچا رکھو اور اپنی ذات کے وقار کے لیے اپنی نظریں نیچے اور لہجہ ہمیشہ دھیما رکھو۔

8۔ محض امیدوں کے سہارے پر نہ بیٹھنا کیونکہ امیدیں احمقوں کا سرمایہ ہوتی ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

قرآنی معلومات

قرآن پاک میں زندگی کا ذکر 145 بار آیا ہے اور موت کا ذکر بھی 145 بار ہی آیا ہے۔

فرشتوں کا ذکر 88 بار اور شیطان کا ذکر بھی 88 بار

دنیا کا ذکر 115 بار اور آخرت کا ذکر بھی 115 بار ہے۔

انسان کا ذکر 50 بار ہے اور رسولوں کا ذکر بھی 50 مرتبہ ہے۔

ہما، اوکاڑہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

بوچھا تھا ناں کہ مجھے کوئی پسند ہے تو بتاؤں۔ تو میں نہیں بتاتا ہوں کہ......'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''میں تم سے محبت کرتا ہوں الوینہ۔ آج سے نہیں پہلے دن سے، پہلی نظر سے جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا لیکن ابھی مجھے یہ سب بتانے کی کوئی جلدی نہیں تھی اگر عائشہ مجھے تمہارے لیے آئے ہوئے پروپوزل کے متعلق نہ بتاتی۔'' وہ اس سے حالِ دل کہہ رہا تھا۔ الوینہ ٹکر ٹکر اسے دیکھ رہی تھی۔ ایسے جیسے سمجھ نہ پا رہی ہو۔ شعور اس کے پاس آکر پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔

''الوینہ اگر تم نے میرے متعلق پہلے نہیں سوچا تو اب سوچ لو لیکن اچھا سوچنا۔ میں اماں کو بھیجوں گا آنٹی کے پاس۔ بس تم اتنا کرنا کہ میرے حق میں ووٹ دینا۔'' الوینہ نے نگاہیں جھکالیں۔ اسے شعور سے بے تحاشا شرم آرہی تھی۔ اس کا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ وہ کوئی بات کرنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے پل پل بدلتے رنگ اس سے مخفی نہیں تھے۔

''الوینہ، کچھ بولو۔ کچھ تو کہو۔''

''کک......کیا کہوں؟''

''صرف یہ بتادو کہ تم میرے حق میں فیصلہ کروگی ناں؟'' وہ ایک دم اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ وہ بھی اسے اٹھتے دیکھ کر کھڑا ہوگیا۔

''میں جارہی ہوں۔''

''عائشہ سے نہیں ملوگی؟'' وہ نفی میں سر ہلاتی وہاں سے نکل آئی۔ امی سے بہانہ بنا کر وہ اپنے کمرے میں آگئی۔ اس کا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ وہ بے تکلفی سے شعور سے باتیں کرتی تھی مگر اب اس کے متعلق سوچتے ہوئے بھی شرم آرہی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اسے اچھا لگتا تھا تو ہی وہ اسے علینہ آپی کے لیے منتخب کررہی تھی مگر اپنے لیے......وہ خود ہی شرما گئی۔

اس کے دو دن بعد 14 فروری کا دن تھا۔ جب عائشہ ڈھیروں ڈھیر پھولوں کے گجے اور گجرے وغیرہ لے کر سیدھی اس کے کمرے میں آگئی۔

''یہ سب شعور بھائی نے بھجوائے ہیں۔'' ادھر اُدھر کی ہانکنے کے بعد وہ آہستہ سے بولی تو الوینہ اچھل پڑی۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ......!'' وہ رکی اس کی طرف دیکھا اور شرارت سے کھنکاری۔

''He crushes on you''

''بدتمیز۔'' الوینہ نے اس کے دھپ جمائی وہ مسلسل ہنستی رہی ..... شام کو شعور کا فون آگیا۔

''ہیپی ویلنٹائن ڈے اینڈ......آئی لو یو سو مچ۔''

''پلیز ایسی باتیں نہیں کریں۔'' اسے شرم آرہی تھی۔

''آج کا دن ہی ایسی باتوں کا ہے۔ اب میں سبزی، گوشت کے بھاؤ پر تو بات نہیں کرسکتا۔'' وہ آہستہ آہستہ اپنے اصل رنگ میں آتا جارہا تھا۔ وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

''ہنستی رہو، سدا خوش رہو۔'' اس نے بوڑھوں کی طرح دعا دی۔

''آپ کو بھی اللہ تعالیٰ ہر خوشی سے نوازے۔''

''تم سمیت!''

''ہاں۔'' بالآخر اس نے اعتراف کیا۔

''یاہو۔'' اس نے زوردار نعرہ لگایا۔ ''اگین ہیپی ویلنٹائن ڈے۔''

''آپ کو بھی مبارک ہو۔''

''پھر میں آج شام ہی اماں کو بھیج رہا ہوں۔ یہ نہ ہو کہ تم کہیں اور کوچ کرجاؤ۔'' وہ فون بند کرکے ہنستی ہوئی کمرے سے باہر آگئی۔

میرا ہرجائی

غزالہ عزیز

جس نے بھی سنا۔ اسے نہ اپنے کانوں پر یقین آرہا تھا اور نہ لوگوں کی ہونے والی چہ مگوئیاں کا......کوئی ہمدردی کررہا تھا تو کوئی تاسف! بات ہی ایسی تھی۔ سچ تھی... مگر بات تھی رسوائی کی۔ لوگ اس سے ایسے تعزیت کرنے آرہے تھے جیسے ارسل نے اسے طلاق نہ دی ہو ارسل کی ڈیتھ ہوگئی ہو۔ حالانکہ وہ تو لوگوں کی ہمدردی کو تعزیت سمجھ کر ہی صبر کررہی تھی۔ موت تو ہوئی تھی...... علینہ کے بھروسے اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

یقین کی، محبت اور چاہت سے بنے اٹوٹ رشتے کی بے توقیری کی۔ جسے علینہ اور ارسل نے بڑی مخالفتوں کے بعد محبت کا گھروندا بنایا تھا۔ اسے دس سال بعد ارسل نے خود توڑ دیا۔ ان کی لَو میرج تھی...... جو علینہ اور ارسل کی پیرنٹس کی طرف سے زبردست مخالفتوں کے بعد بخیر و عافیت انجام پائی تھی اور دونوں پارٹیوں کو راضی کرنے کا سہرا میرے سر یعنی علینہ کی بیسٹ فرینڈ سارہ رحمانی کے سر تھا۔

میں علینہ کی ارسل سے محبت کی شدتوں کی گواہ تھی۔ سو ان دونوں کو ملانے کا فریضہ بھی میرے حصے میں آیا۔ کیونکہ علینہ کی بے حد کلوز فرینڈ ہونے کے ساتھ ساتھ علینہ کی فیملی سے بھی میری اچھی دوستی تھی۔ اس لیے علینہ کو مجھ پر ٹرسٹ تھا کہ میں اپنے مضبوط دلائل سے آنٹی یعنی علینہ کی امی کو کنونس کرلوں گی۔

مخالفت کی وجہ ارسل کا شوبز فیلڈ سے تعلق تھا۔ شوبز کے مخصوص ماحول اور شاید زیادہ تر افواہوں کے تناظر میں علینہ کے پیرنٹس کے ساتھ ساتھ میں بھی ان ہی خدشات کا شکار تھی جس کے علینہ کے پیرنٹس تھے۔ شوبز سے تعلق رکھنے والوں پر جلد یا بدیر وہاں کے ماحول کا روایتی رنگ ضرور چڑھتا ہے...... یوں تو ہر شعبے میں ہی یہ حالات ہوسکتے ہیں مگر نہ جانے کیوں آج کے اس ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ دور میں بھی شوبز کے متعلق پہلی رائے مثبت نہیں ہوتی۔

ارسل ایک انسٹیٹیوٹ سے ڈراما ڈائریکشن میں تعلیم مکمل کرکے شوبز جوائن کرچکا تھا اور اب ایک پرائیوٹ ٹی وی چینل پر ڈائریکٹر کی حیثیت سے جاب کررہا تھا جبکہ علینہ اور میں نے بھی وہیں سے آرٹ اینڈ کرافٹ ڈیپارٹمنٹ سے فائن آرٹس میں ماسٹرز کیا تھا۔ علینہ کا سبجیکٹ اسکلپچر sculpture اور میرا پینٹنگ تھا۔

ارسل کا ڈیپارٹمنٹ الگ تھا۔ سبجیکٹ اور انٹرسٹ ایک دوسرے سے الگ ہونے کے باوجود ارسل کا ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں آنا جانا رہتا تھا۔ جو اسے چنبیلی کی کلیوں جیسی رنگت، بڑی بڑی کشادہ ذہین آنکھوں اور پُرکشش مسکراہٹ کی مالک علینہ وقار اچھی لگنے لگی تھی۔ لہٰذا اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ارسل زمان آرٹس ڈیپارٹمنٹ کے چکر لگایا کرتا تھا۔

پھر جانے کب اس نے علینہ سے دوستی کرلی۔ دوستی رفتہ رفتہ محبت میں بدلنے لگی۔ جب مجھے اس حادثے کے وقوع پذیر ہونے کا علم ہوا تو میری سوئٹ سی فرینڈ علینہ وقار محبت کی شاہراہ پر ارسل زمان کا ہاتھ تھامے بہت دور تک سفر کرچکی تھی۔ اب اسے ملامت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا کیونکہ شوبز سے تعلق رکھنے والوں کے بارے میں میری بھی وہی مخصوص رائے تھی۔ میں نے اپنی وقتی ناراضی کا اظہار کیا تھا مگر علینہ کی بے لوث محبت کے سامنے میں ڈھیر ہوگئی۔ اصل میں میری ناراضی صرف لڑکوں کی فلرٹ کرنے والی اس عادت اور ان کے نان سیریس رونیے کی وجہ سے تھی۔ جس کا شکار ہوکر معصوم لڑکیاں اپنا سب کچھ لٹانے کو تیار ہوجاتی ہیں۔

تب علینہ نے مجھے کنونس کیا کہ ارسل زمان عام لڑکوں جیسا نہیں ہے۔ وہ اس سے محبت بھی کرتا ہے اور شادی کرنے میں بھی سیریس ہے۔ تب میں نے بھی اعتراضی نکتے کے ساتھ اپنے خدشے کا اظہار کیا تھا۔

"سوچ لو علینہ...... شوبز کے لوگوں پر ماحول اور چمک دمک کا رنگ بڑی تیزی سے چڑھتا ہے۔ انہیں آگے بڑھنے کے لیے راستہ بدلنے میں دیر نہیں لگتی۔"

"نہیں سارہ! یقین کرو ارسل ایسا نہیں ہے، وہ بہت سمجھدار اور پُرخلوص ہے۔ پلیز تم تو میری بات سمجھنے کی کوشش کرو، میں ارسل کے علاوہ کسی اور سے شادی نہیں کروں گی۔ ایک تم ہی ہو جو ممی کو راضی کرسکتی ہو، پاپا کو وہ خود منالیں گی۔" علینہ نے بے ساختہ روہانسے لہجے میں کہا۔ میں بڑی دیر خاموشی

سے علینہ کے چہرے اور اس کے لہجے کے اُتار چڑھاؤ کو گہرائی سے پڑھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ کیا محبت اتنی ہی طاقت ور اور چھا جانے والی شے ہے جو بندے کو اپنے مضبوط حصار میں لے کر اس طرح جکڑ لیتی ہے کہ پھر اپنے دائرۂ اختیار سے باہر جانے نہیں دیتی جبکہ علینہ پُرامید نگاہوں سے میری جانب دیکھ رہی تھی۔ میرے لیے اسے مایوس کرنا بہت مشکل تھا۔

"اوکے ڈیئر...... میں آنٹی سے بات کرتی ہوں، تم ارسل سے کہو وہ اپنا پروپوزل بھیجنے کی تیاری رکھے۔ آنٹی، انکل کی طرف سے گرین سگنل ملتے ہی اسے اپنے گھر والوں کو بھیجنا ہوگا۔"

"تو کیا تم ممی کو راضی کرلوگی سارہ......؟" علینہ غیر یقینی نگاہوں سے میری جانب دیکھنے لگی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تو وہ بے اختیار آگے بڑھ کر مجھ سے لپٹ گئی اور میں نے علینہ کی محبت پر سوچا۔ "اس کا دل توڑنا مشکل نہیں ناممکن ہوگا...... اس لیے کاش! میرے سارے خدشات بے بنیاد ثابت ہوں۔" میں نے دل ہی دل میں دعا کی۔

"اب گھر چلیں...... تم بھی ڈرائیور کے ساتھ گھر جاؤ...... میں کل شام کو گھر آکر سب کچھ سنبھال لوں گی۔" میں نے اس کے ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے بڑے یقین سے کہا۔

"تھینکس سارہ...... تم میری سب سے اچھی دوست ہو۔" میں نے اس کے تھینکس کہنے پر...... سرزنش کرتی نگاہوں سے گھورا تھا۔

اگلے دن اپنے جاندار اور شاندار دلائل سے بالآخر میں نے آنٹی کو ارسل کے آنے والے پروپوزل پر غور کرنے اور انکل سے بات کرنے کے لیے تیار کرلیا تھا۔ کیسے...... یہ ایک الگ کہانی ہے۔

بہرحال چند روز بعد ارسل زمان اپنے پیرنٹس کے ہمراہ علینہ کے گھر موجود تھا۔ علینہ کے پاپا اس کی پرسنالٹی کے ساتھ ساتھ اس کے پروفیشنل کے حوالے سے فیوچر پلان کے بارے میں بات چیت کرکے کسی حد تک مطمئن ہوگئے تھے مگر علینہ کی ممی اب بھی شوبز کے مخصوص ماحول کے حوالے سے خدشات کا شکار تھیں مگر ارسل اور اس کے پیرنٹس سے بات چیت کے بعد وہ بھی قدرے مطمئن ہوگئیں۔ ارسل کے پیرنٹس خاصے پڑھے لکھے ہونے کے ساتھ ساتھ روشن خیال بھی تھے۔ علینہ کو خوش رکھنے اور بہو کے بجائے بیٹی بنا کر لے جانے کی خواہش پر علینہ کے پیرنٹس نے کچھ وقت لے کر ارسل کا پروپوزل اوکے کردیا۔

علینہ اور ارسل دونوں اس فیصلے سے بہت خوش تھے اور میرے شکرگزار بھی۔ یوں چٹ منگنی پٹ بیاہ کے مصداق ماسٹرز کا رزلٹ آؤٹ ہونے سے قبل ہی دونوں کی شادی روایتی دھوم دھام سے ہٹ کر بھی شاندار طریقے سے انجام پائی۔

☆☆☆

شکر تھا مجھے ان دونوں کا کیس لڑنے کے لیے بہت زیادہ پاپڑ بیلنے نہیں پڑے تھے۔ شادی کے بعد ارسل اور علینہ تو ہنی مون کے بعد شمالی علاقہ جات نکل گئے اور میں اچانک ہی فائن آرٹس کی اسٹڈیز کے حوالے سے چند اسپیشل کورسز کے لیے بن جانے والے پروگرام کے تحت جلد ہی یو کے اپنی خالہ کے پاس چلی گئی۔ جانے سے پہلے ان دونوں کو ہی فون کیا تھا اور دونوں نے میری کامیابی کے لیے ڈھیروں دعائیں دی تھیں۔

میں یو کے اگرچہ چند ماہ کے لیے گئی تھی مگر وہاں خالہ کے گھر قیام کے دوران ان کے اکلوتے بیٹے سیف حسن کو جانے مجھ میں کیا پسند آیا کہ اس نے خالہ سے میرے لیے بات کی۔ خالہ بھی دل ہی دل میں مجھے اپنی بہو بنانے کا سوچے بیٹھی تھیں۔ سیف حسن کی پسندیدگی اور خواہش جاننے کے بعد انہوں نے فوراً پاکستان بات کرکے مما، پاپا سے میری شادی

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے سلسلے میں بات کی۔
مما، پاپا کو کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ سیف ایم بی اے فنانس میں ڈگری ہولڈر تھا۔ سمجھدار، ویل مینرڈ اور کلچرڈ تھا۔ یوکے ہی میں ایک ملٹی نیشنل فرم میں ایگزیکٹو کی جاب کررہا تھا۔ فیصلہ میری مرضی پر چھوڑ دیا گیا...... اور اپنی اسٹڈیز کے اسپیشل کورسز مکمل کرنے کے بعد اچھی طرح سیف حسن کو جانچ پرکھنے کے بعد میں نے اس پروپوزل کے لیے پاکستان واپس آنے سے پہلے حامی بھرلی تھی۔ سیف اور خالہ بہت خوش تھے۔ خالو کی ڈیتھ ہوچکی تھی چند سال پہلے لہٰذا میری خواہش پر سیف حسن نے خالہ کے ساتھ یوکے کی رہائش ترک کرکے پاکستان آکر سیٹل ہونے کا فیصلہ کیا۔ یوں بھی خالو کے بعد سے خالہ کا وہاں دل نہیں لگ رہا تھا، وہ اپنوں میں واپس آنا چاہتی تھیں۔ یوں یوکے سے واپس آنے کے چار ماہ بعد میری اور سیف حسن کی شادی طے کردی گئی... کیونکہ اس عرصے میں، میں اپنی فرسٹ سولو پینٹنگ ایگزبیشن کی تیاری میں مصروف تھی۔ ارسل اور علینہ اپنی زندگی میں مگن تھے۔ ارسل نوجوانوں کے لیے یوتھ شوز کررہا تھا پھر اچانک وہ ڈراما ڈائریکشن کے سیکشن میں ٹرانسفر کردیا گیا۔ اس نے علینہ کو بھی بطور آرٹسٹ ڈراموں میں کام کرنے کی آفر دی اور علینہ نے اپنے شوق اور تعلیم سے ہٹ کر صرف ارسل کی ہمہ وقت ہمراہی اور رفاقت کے لیے ڈراموں میں کام شروع کردیا۔ میری اس سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی۔

میری اور سیف کی شادی میں بھی ان دونوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ اپنی پہلی اولاد عائشہ کی پیدائش پر علینہ نے شوبز ایکٹی وٹیز کو خاصی حد تک کم کرکے بچی اور گھر کو وقت دینے کا مناسب فیصلہ کیا تھا۔ چونکہ میرا ابھی باقاعدہ جاب کا ارادہ نہیں تھا اس لیے شادی کے بعد سیف کا اپنا بزنس stable ہونے کے ساتھ میں نے اپنی پینٹنگ کے شوق کو جاری رکھا ہوا تھا۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ زارا اور زین کی پیدائش کے بعد میں بھی زندگی کے جھمیلوں میں مصروف ہوتی چلی گئی۔

عائشہ کے تھوڑا بڑے اور سمجھدار ہونے پر علینہ نے پھر سے شوبز جوائن کرلیا اور ڈراموں میں سوبر اور سیریس رولز کرتے کرتے شادی کے دس سالوں میں ملک کی پسندیدہ اور معروف ٹی وی آرٹسٹ میں شمار ہونے لگی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں ...... اپنی دوسری سولو پینٹنگ ایگزبیشن کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ پہلی اور دوسری ایگزبیشن میں اتنا گیپ زارا اور زین کی پیدائش اور پرورش کے حوالے سے آیا تھا۔

میں نے اپنے شوق کی خاطر سیف یا کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیا تھا کہ وہ میرے کام کو فیملی اگنورنس کا ایشو بناتے۔ ویسے بھی سیف کافی براڈ مائنڈڈ اور کافی انڈر اسٹینڈنگ تھا۔ میرے بے ضرر سے شوق پر اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ وہ مجھ سے محبت کرنے کے ساتھ ساتھ بہت سینسر بھی تھا۔ یہ ٹوٹلی ارینج میرج تھی مگر صرف سیف کی پسند بھی اس میں شامل تھی۔ خرابی ارینج یا لومیرج میں نہیں ہوتی...... خرابی حالات اور واقعات کے ساتھ شاید قسمت کی بھی ہوتی ہے۔ علینہ کی قسمت بھی شاید خراب تھی یا پھر ارسل کی نیت میں فتور آگیا تھا اور وہ خدشات جنہیں شاید ہم سب فراموش کرچکے تھے...... سچ ثابت ہوگئے۔ ارسل زمان نے نئی ابھرتی ہوئی اداکارہ شرمین ملک سے شادی کرکے علینہ کو طلاق دے دی تھی۔

شادی کے دس سال بعد نو سال کی بیٹی کی موجودگی میں ارسل زمان نے علینہ وقار کو طلاق دے دی۔ میں اسلام آباد میں تھی جب مجھے علینہ کی ممی کا فون آیا۔ وہ علینہ کی قسمت پر رو رہی تھیں اور میں شرمندگی سے گنگ تھی۔ شادی سے پہلے میں نے علینہ

کی خاطر ارسل زمان کے حق میں کتنے وثوق سے دلائل دیے تھے کہ جس طرح پانچ انگلیاں برابر نہیں ہوتیں اسی طرح ہر پروفیشن اور فیلڈ میں سب لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے مگر ارسل نے علینہ کے بھروسے کے ساتھ ساتھ میرے بھرم کو بھی ریزہ ریزہ کردیا تھا۔

اگلے روز شام کی فلائٹ سے کراچی آنے کے بعد میں نے علینہ سے ملنے کا فیصلہ کیا تھا۔ سیف نے اگرچہ میرے لیے ائرپورٹ پر گاڑی بھیج دی تھی اور میں نے راستے میں اسے فون کرکے علینہ کے پاس جانے کا بتادیا تھا، اس نے کہا تھا کہ وہ گھر فون کرکے مما کو بتادے گا۔ وہ بچوں کا خیال رکھیں گی۔ ویسے بھی بچوں کے ساتھ ان کی میڈ ہر وقت میری غیر موجودگی میں ساتھ رہتی تھی۔ میں فون پر سیف کی شکر گزار ہوتے ہوئے علینہ کے گھر یعنی اس کے... پیرنٹس کے گھر پہنچی۔ تھوڑی دیر میں علینہ کی ممی کے ساتھ ڈرائنگ روم میں افسردہ بیٹھی تھی۔ عجیب سوگواری سی ماحول میں رچی ہوئی تھی۔

”بیٹا اچھا ہوا کہ تم آگئیں، تم اس کے پاس جاؤ اسے اس وقت شاید سب سے زیادہ تمہاری ضرورت ہے۔ کبھی کبھی انسان اس شخص کے سامنے اپنا بھرم کھو کر کمزور ہوجاتا ہے۔ جو وہ اپنے پیاروں کے سامنے ان کی محبت کی خاطر کھونا نہیں چاہتا۔ علینہ بھی شاید ہمیں دکھی دیکھنے کے ڈر سے رونا نہیں چاہتی۔ شاید تمہارے سامنے اپنے اندر جمے غبار کو آنسوؤں کی صورت باہر نکال دے۔ یہی اس کے لیے اب بہتر ہے اور دوستوں سے بڑھ کر غم خوار کون ہوسکتا ہے......؟“ میں نے افسردگی اور دکھ کے ساتھ ان کی طرف دیکھا جو اپنی لاڈلی بیٹی کے اجڑنے پر بہت فکر مند اور پریشان تھیں۔

”آپ فکر مت کریں آنٹی...... علینہ جلد ہی اس شاک سے باہر نکل آئے گی۔ وہ بہت بہادر ہے، اسے کچھ نہیں ہوگا۔ اس کے پاس اس کی پیاری سی بیٹی ہے، آپ لوگوں کا ساتھ اور محبت ہے پھر میں بھی تو ہمیشہ اس کے ساتھ ہوں۔“

آنٹی نے بے اختیار مجھے محبت سے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے ملازمہ کی ہمراہی میں اوپر علینہ کے روم کی جانب بھیجا۔

علینہ کو سامنے دیکھ کر میری حیرانی کی انتہا نہیں رہی تھی۔ میں تو سمجھ رہی تھی کہ اس نے رو رو کے اپنی حالت خراب کرلی ہوگی مگر وہ تو پُرسکون ندی کے مانند اندر باہر سے ساکت اور پُرسکون تھی۔ میں دیر تک علینہ کے گلے سے لگی اپنے اندر کے حوصلے اور محبت کی گرم جوشی سے اس کی جانب خاموش مگر ٹھنڈے مرہم کے پھاہے رکھ رہی تھی پھر ہم دونوں آمنے سامنے بیڈ پر بیٹھ گئے۔

”سارہ......! اسے اگر مجھ سے کوئی شکایت تھی تو کہا تو ہوتا۔ آخر کہاں کمی رہ گئی تھی میری محبتوں، خلوص اور وفاؤں میں...... پچھلے دس سال سے اپنے گھر شوہر، اور بیٹی کے لیے اپنے فرائض اور ذمے داریاں نبھائیں۔ کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔ گھر، شوہر اور بیٹی کی پرورش کے ساتھ ارسل کے ساتھ اپنی جاب کی ذمے داریوں میں بیلنس رکھنے کے لیے کیا، کیا جتن نہیں کیے میں نے اور ارسل! وہ تو مجھ سے محبت کرتا تھا۔ اس نے میری دس سال کی محبتوں، خدمتوں اور وفاؤں کا یہ صلہ دیا؟“

میں نے اپنے ہاتھ بڑھا کے نرمی سے علینہ کے ٹھنڈے ہاتھوں کو تھام لیا تھا... کیونکہ فوری طور پر علینہ کے سوالوں کا جواب دینا، اسے تسلی کے لیے ارسل کے لگائے بے وفائی کے گھاؤ پر لفظوں کے مرہم لگانا مشکل تھا میرے لیے... میں تو شرمندہ تھی۔

”کیا میری محبت کا حصار اتنا کمزور تھا۔ جسے اس لڑکی نے توڑنے میں دس مہینے بھی نہ لگائے؟ کیا ہمارا رشتہ اتنا کمزور اتنا ناپائیدار تھا کہ اتنی آسانی سے ٹوٹ گیا؟ اس نے اپنی بیٹی کے بارے میں بھی نہیں سوچا

WWW.PAKSOCIETY.COM

سارہ...... جو بچپن سے نکل کر لڑکپن کے نازک دور میں قدم رکھنے جا رہی ہے۔ عائشہ بھی اس کے پاؤں کی بیڑی نہیں بن سکی۔" علینہ اب بھی نہیں روئی تھی۔ صرف شکوہ اور صدمہ تھا، غیر یقینی تھی اس کے لبوں پر۔

"شاید اولاد نام کی بیڑی کو لوگ میاں، بیوی کے رشتے کی مضبوطی اور پائیداری کی دلیل سمجھتے ہیں۔ حالانکہ مجھے تو یہ فرسودہ زمانوں کی کسی فرسودہ روایت کی کہاوت لگتی ہے۔ مرد پیدائشی آزاد ہوتا ہے۔ اس کے پاؤں میں کبھی بیڑی نہیں ہوتی۔ اولاد کو شادی کے بندھن کی مضبوطی اور پائیداری سمجھنے والے یہ نہیں جانتے کہ اس سے کمزور اور کوئی بیڑی نہیں ہوتی۔ مرد ہمیشہ سے آزاد پرندہ رہا ہے۔ وہ ہر قسم کی آزادی کو اپنا پیدائشی حق سمجھتا ہے۔ اس کی پرواز کے لیے پاؤں کی کوئی بیڑی راہ میں حائل نہیں ہوتی۔" علینہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی تھی پھر بے ساختہ مجھ سے لپٹ کر رونے لگی اور میں اچانک ہی پُرسکون ہو گئی تھی۔ میرے آنسو میرے اندر گر رہے تھے۔ اگر میں علینہ کے سامنے روتی تو اسے شرمندگی محسوس ہوتی کہ میں اس پر ترس کھا کے ہمدردی جتانے آئی ہوں مگر میں تو اس کی دوست تھی، وہ دوست جو غم خوار ہوتے ہیں۔ میں رو کے علینہ کو کمزور بنانا نہیں چاہتی تھی۔

چاہے کچھ بھی ہو عورت کو مضبوط ہونا چاہیے۔ اگرچہ عورت، مرد سے جسمانی قوت کے لحاظ سے کمزور ہوتی ہے مگر جذباتی طور پر وہ مرد سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے لیکن علینہ کو پہلے سے زیادہ مضبوط بنانے کے لیے اس کا ایک بار جی بھر کے رونا ضروری تھا۔ اب چاہے وہ ارسل کو روتی یا پھر اپنے اندر کے غبار کو ہمیشہ کے لیے باہر کا راستہ دینے کو...... رونا تو ضروری تھا۔ میں نے علینہ کے آنسوؤں کو اپنے ہاتھوں سے صاف کیا۔

"بس علینہ...... آج کے بعد تم ارسل کو نہیں رو ؤ گی۔ تم دیکھنا ایک دن اسے اپنے اس فیصلے پر بہت شرمندگی اور پچھتاوا ہوگا مگر تم پریشان مت ہونا کیونکہ تمہارے ساتھ ہم سب کی محبت اور ساتھ ہے جو تمہیں ہمیشہ مضبوط رکھے گا... اور ارسل زمان تو تہی ہو گیا ہے۔ ایک شرمین ملک کو پا کر اس نے اپنے حصے کی ساری محبتوں اور رشتوں کو کھو دیا ہے۔ وہ کمزور ہو گیا ہے علینہ...... اور کمزور لوگ کبھی کامیابی سے سر اٹھا کے زیادہ اونچائی تک سفر نہیں کر سکتے اور جب پستی کا سفر شروع ہوگا تو ارسل کے ساتھ کوئی نہیں ہوگا۔ شرمین ملک بھی نہیں......" علینہ خاموشی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"جانتی ہو سارہ...... یہ فروری کا مہینہ ہے۔ ہر سال ویلنٹائن ڈے پر میں اور ارسل کسی نہ کسی پرائیوٹ چینل پر ویلنٹائن ڈے سلیبریٹ کرنے انوائٹڈ ہوتے تھے۔ ہیپی میرڈ کپل، پرفیکٹ اور آئیڈیل کپل کی حیثیت سے...... اب سوچ رہی ہوں کہ اس بار جب لوگ ٹی وی پر ارسل کے ساتھ شرمین ملک کو ویلنٹائن ڈے کے حوالے سے دیکھیں گے تو کیا علینہ وقار کی یاد آئے گی کسی کو......؟" وہ استہزائیہ انداز میں میری طرف دیکھ رہی تھی۔

"سب کچھ بھول کر تم نئی زندگی شروع کرو۔ اپنے لیے، عائشہ کے لیے اور اپنی ذات سے منسلک ہر اس رشتے کے لیے جو تم سے بے غرض و بے لوث محبت کرتے ہیں۔ زندگی ارسل زمان پر ختم نہیں ہو جاتی۔" علینہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی پھر نفی میں سر ہلانے لگی تھی۔ کبھی انسان بات سمجھنے کے اور بے یقینی سے یقین کی طرف آنے کے لیے بھی نفی میں ہلانے لگتا ہے۔

"نہیں سارہ...... محبت کی بے وقعتی اور رشتوں کی ناپائیداری کا ادراک ہو چکا ہے مجھے...... اب کسی جذباتی سہارے کا خوشنما حصار مجھے اپنے دائرے میں قید نہیں کر سکتا۔ میں محبت کے کمزور حصار سے آزاد ہو چکی ہوں۔ مجھے اب اپنے سچے رشتوں کے حصار کو مضبوط بنانا ہے۔ اپنے لیے، عائشہ کے لیے اور تم سب کے لیے...... بس یہ کافی ہے زندگی گزارنے کو......" میں مسکرانے لگی۔ علینہ کا ہاتھ اب بھی میرے ہاتھ میں تھا۔

"تم واقعی بہت بہادر ہو علینہ...... میں تو تمہیں نازک سی بیلے کی مہکتی کلی جیسی سمجھتی تھی لیکن تم اپنے حوصلے کو کسی چٹان کی طرح مضبوط رکھے ہو اور مجھے یقین ہے عائشہ تمہارے حوصلوں کو اور مضبوط بنائے گی۔"

میں ایک بار پھر علینہ سے گلے مل رہی تھی۔ دیر تک اپنے حوصلے اور محبت کی گرم جوشی اس کے اندر اتارنے کے بعد ہم دونوں الگ ہوئے تو مسکرا رہے تھے جیسے زندگی کو کہہ رہے ہوں کہ وہ ہمیں ہرا نہیں سکتی جب تک کہ ہم خود ہارنا نہ چاہیں...... اور پھر میں گھر لوٹ آئی۔

☆☆☆

علینہ کے سامنے خود کو کمپوزڈ رکھنے کے باوجود اداسی نے میرے اندر کے موسم اور ماحول کو بے کیف بنا دیا تھا۔ رات کو میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے خلافِ معمول خاموش تھی۔ ٹی وی پر جانے کون سے چینل پر کیا پروگرام چل رہا تھا۔ میرے ہاتھ میں ریموٹ تھا۔ سیف بیڈ پر ہی بیٹھے لیپ ٹاپ گود میں رکھے اپنی ضروری ای میلز چیک کر رہے تھے۔ میں سیف کو علینہ کے تمام حالات سے آگاہ کر چکی تھی اب وہ میری غیر معمولی خاموشی کو نوٹس کرتے ہوئے لیپ ٹاپ پر سے توجہ ہٹا کر میری طرف بغور دیکھنے لگے۔

"کیا ہوا......؟ کیا سوچ رہی ہو تم......؟ جو ہونا تھا وہ ہو چکا، خود کو اس طرح ڈپریسڈ کرنے سے کیا ہوگا۔ تم یہ بتاؤ کہ تمہاری پینٹنگ ایگزیبیشن کیسی رہی؟"

سیف یقیناً میرا دھیان بٹانے کے لیے بات کر رہے تھے مگر میں سوچ کی گہری وادیوں میں محوِ سفر تھی۔ علینہ کی جگہ میں بھی تو ہو سکتی تھی۔ سیف بھی تو بظاہر مجھ سے اور بچوں سے بہت پیار کرتے ہیں۔ خیال رکھتے ہیں لیکن ہیں تو وہ بھی ارسل زمان کی طرح ایک مرد۔

سیف خاموشی سے میرے چہرے کے اتار چڑھاؤ کی کہانی کو اندر تک پڑھ رہے تھے مگر میں بے خبر تھی۔

"کہیں تم یہ تو نہیں سوچ رہیں کہ ارسل زمان کی طرح میں بھی......" میں چونک کر سیف کی طرف دیکھنے لگی۔ انہوں نے میری اندر کی سوچوں تک کیسے رسائی پالی۔ کیسے میرے اندر کا حال میرے چہرے پر پڑھ لیا......؟ میں حیرانی سے سیف کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"ہاں سیف! میں سوچ رہی تھی کہ علینہ وقار کی جگہ میں بھی تو ہو سکتی تھی۔ تم بھی تو مرد ہو اور مرد کو ارسل زمان بنتے دیر کب لگتی ہے۔ وہ تو پیدائشی آزاد پرندہ ہے۔ اس کے پیروں میں محبت اور اولاد جیسی کمزور بیڑیاں نہیں ہوتیں۔ اس کی پرواز کی راہ میں یہ کمزور رکاوٹیں حائل نہیں ہوتیں۔"

سیف خاموشی سے میری جانب دیکھتے مجھے سن رہے تھے۔ پھر جو وہ بولے تو میں شاک سے گنگ رہ گئی۔

"ہاں سارہ! تم ٹھیک سوچ رہی ہو اور شاید جو کچھ کہہ رہی ہو وہ بھی درست ہے۔"

مگر سیف کے اگلے جملے نے میرے صدمے سے گنگ دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا۔

"مرد عورت کی طرح ایموشنلی اسٹرونگ نہیں ہوتا۔ اس کے مزاج میں ٹھہراؤ کم ہوتا ہے...... عورت کا ساتھ اسے مضبوط بناتا ہے، وہ عورت کی محبت کے حصار میں قید رہ کر کمزور ہونا نہیں چاہتا...... وہ عورت کے ساتھ رہ کر آزاد رہنا... مضبوط رہنا چاہتا ہے تاکہ لوگ اسے ایموشنلی کمزور نہ سمجھیں۔ عورت اسے سہارا سمجھ کر آکاس بیل کی طرح اس سے لپٹنے کے بجائے دیوار کی طرح اس کے لیے سہارا بن جائے پھر مرد

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہیں نہیں جاتا۔اسی دیوار کے سہارے ساری زندگی خود کو مضبوط بناتا رہتا ہے۔''

مجھے اس وقت سے زیادہ حیرانی زندگی میں کبھی نہیں ہوئی۔اس یقین اور بے یقینی کی کیفیت کے درمیان میں گھری سیف کی باتیں سن رہی تھی۔ایک پکا بزنس مین پریکٹیکل سوچ کا مالک انسان میرے سامنے اتنی گہری باتیں کررہا تھا... میری حیرانی کو سیف کی شگفتہ شرارت نے توڑ دیا تھا۔

''ویسے اگر واقعی ارسل زمان کی جگہ میں ہوتا تو تم کیا کرتیں...... مسز سیف حسن......؟'' میں نے بے ساختہ خفگی سے سیف کی طرف دیکھا تھا۔

''بے فکر رہیں آپ...... میں غصے میں آکر آپ کو شوٹ نہیں کرتی بلکہ شرمین ملک کو شوٹ کردیتی۔جس کی وجہ سے علینہ وقار جیسی خوب صورت سوچ اور صبر و برداشت جیسی خوبیاں رکھنے والی عورت اور محبت و خلوص سے بنائے جانے والے گھروندے بدمست لہروں کے زور سے ٹوٹ کے بکھر جاتے ہیں۔شرمین ملک جیسی لڑکیاں دوسروں کی محبت اور وفا سے بنائے آشیانوں کو اُجاڑتے ہوئے یہ بھول جاتی ہیں کہ وہ بھی عورت ہیں...... انہیں بھی کبھی عائشہ جیسی بچی کی ماں بننا ہوگا اور ان کے راستے میں بھی کبھی کوئی شرمین ملک آکر کھڑی ہوجائے گی اور پھر ریت کا گھروندا ہی نہیں رہے گا۔''

سیف میری بات سن کر بے ساختہ شگفتگی سے ہنسنے لگے تھے۔

''بھئی...... اب اس میں ہم مردوں کا کیا قصور......؟ جب عورت ہی دوسری عورت کے ساتھ دشمنی پر آجائے تو مکافاتِ عمل کے سارے سبق بھول جاتی ہے۔''

''میں تو اتنا جانتی ہوں سیف......عورت کو بیل کی طرح مرد کے سہارے سے لپٹنے کے بجائے دیوار بن کر مضبوطی سے اپنی جگہ کھڑے ہوجانا چاہیے پھر زندگی میں آنے والا کوئی بھی طوفان اس کی چٹانی حیثیت کو کمزور نہیں بنا سکتا کیونکہ محبت اور کسی مرد کے سہارے کے بغیر زندگی بہرحال گزر ہی جاتی ہے لیکن اپنے حوصلے کی مضبوطی کے بغیر زندگی ہرگز نہیں گزر پاتی بلکہ تماشا بن جاتی ہے۔''

''تمہیں تو مصورہ کے بجائے رائٹر ہونا چاہیے تھا کیونکہ تم بولنے سے زیادہ سوچتی ہو۔سوچ انسان کو دانا اور عقل مند بناتی ہے اور عقل مند انسان کبھی ناکام نہیں ہوتا۔'' سیف نے بے اختیار ستائشی انداز سے میری جانب دیکھا تھا۔

''بس سیف...... اب اتنا بھی مت بنائیں مجھے...... آپ جانتے ہیں ایک مصور جب چیزوں کو پینٹ کرتا ہے تو وہ ان کے وجود،ان کے اندر کی کہانی رنگوں کی صورت میں کینوس پر اتار دیتا ہے۔ مصور ایک طرح سے رائٹر ہی تو ہوتا ہے۔''

سیف نے مسکراتے ہوئے لیپ ٹاپ...... بند کرکے سائڈ ٹیبل پر رکھا تھا۔

''بہت رات ہوگئی ہے،میرا خیال ہے اب سوجانا چاہیے۔'' سیف نے مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھا پھر بیڈ کراؤن سے تکیہ ہٹا کر بستر پر درست کرتے ہوئے لیٹ گئے۔میں نے لائٹ آف کرکے دھیرے سے سیف کے قریب اپنی جگہ بنائی تھی۔محبت کو تجدیدِ وفا اور اظہار و اقرار کی ہر آن ضرورت رہتی ہے۔چاہے وہ الفاظ کی صورت ہو یا احساس کے اظہار کی صورت...... سیف نے اپنے ہاتھوں کی نرمی کو میرے بالوں میں منتقل کرتے ہوئے اس احساس کو معتبر کردیا تھا پھر جانے کب نیند کی پری نے اپنی مہربان آغوش میں سمیٹا تھا۔

☆☆☆

اگلی صبح بہت پُرسکون،خوشنما اور روشن تھی۔ صرف میرے لیے نہیں علینہ وقار کے لیے بھی۔ اس نے زندگی کو نئے سرے سے جینے کا موقع دیا تھا۔اس نے اداکاری کو خیرباد کہہ کر اپنا ذاتی

پروڈکشن ہاؤس کھولنے کا فیصلہ کیا تھا اور پھر پوری مضبوطی اور عزم کے ساتھ اپنے فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کا آغاز کردیا۔میں نے بھی اپنی پُرخلوص دعاؤں کے تحفے اس کی نذر کیے اور ہر ممکن تعاون کی یقین دہانی بھی...... جلد ہی اس کے پروڈکشن ہاؤس میں گھریلو اور سماجی نوعیت کے حوالے سے بننے والے ڈرامے ایک کے بعد ایک کامیابیوں سے ہم کنار ہونے لگے۔دوسری جانب ارسل زمان کی ڈائریکشن میں بننے والے...... یکے بعد دیگرے سیریلز کے فلاپ ہونے پر چینل کی طرف سے شرمین ملک جو پہلے ارسل زمان کے علاوہ کسی دوسرے ڈائریکٹر کے ساتھ کام کرنے پر رضامند نہیں ہوتی تھی۔اب علی الاعلان یہ کہنے پر مجبور ہوگئی کہ اب نئے اور فریش لوگوں کے ساتھ کام کرنا ضروری ہوگیا ہے تاکہ ان کی صلاحیتوں اور ٹیلنٹ سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔یوں شرمین ملک جو پہلے selected (چنیدہ) کام کررہی تھی اور صرف ان ہی پروجیکٹ میں کام کی حامی بھرتی تھی جسے ارسل زمان ڈائریکٹ کررہا ہوتا۔اب دھڑا دھڑ نئے اور فریش آنے والوں کے ساتھ خوشی خوشی کام میں اس حد تک مصروف ہوگئی کہ ارسل زمان کی پے در پے ناکامیوں اور فلاپ سیریلز پر اظہارِ تاسف کرنے کا بھی وقت نہیں تھا۔اسے کم وقت میں بہت آگے تک جانے کی خواہش تھی۔ٹاپ ٹیلنٹڈ ایکٹریسز کی دوڑ میں سب سے آگے کھڑا ہوتا تھا۔

ایسے میں چینل کی اتھارٹیز نے ارسل کو ایک بڑا پروجیکٹ دینے کا ٹاسک دیا مگر بدقسمتی سے اسکرپٹ ضرورت سے زیادہ بولڈ اور اپر کلاس کی کریم سوسائٹی کے خوب صورت،ویل مینرڈ خوشنما چہروں کے پیچھے چھپی بدصورتی عیاں کرنے کے جرم میں سیریل کو درمیان میں ہی روکنا پڑا۔چاروں طرف سے ملامت ولعن طعن کی یلغار شروع ہوگئی اس کے سیریل کو غیر ملکی چینل کے ڈراموں کا چربہ قرار دیا۔

ارسل زمان بھی اسی زد میں آگیا آج کل جبکہ وہ کسی اور پرائیوٹ پروڈکشن گروپ کو جوائن کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔شرمین نے اچانک اس سے طلاق کا مطالبہ کردیا۔اولاد نام کی بیڑی تو اس نے پہلے ہی اپنے پیروں میں نہیں ڈالنے دی تھی۔سو وہ آزاد تتلی کی طرح اگلی پرواز کے لیے تیار تھی۔مکافاتِ عمل شروع ہوچکا تھا۔ارسل زمان کی لاکھ منتوں اور محبتوں کے واسطے بھی شرمین کو اس رشتے میں زبردستی باندھ نہیں سکے۔اس نے کورٹ کے ایک ہی نوٹس سے ارسل زمان کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا تھا۔ارسل زمان نے بھی کسی قسم کا مزید اسکینڈل افورڈ کرنے کے بجائے چپ چاپ ڈائیورس پیپرز سائن کردیے۔

یوں صرف چار سال بعد ارسل وہاں کھڑا تھا جہاں سے اس نے علینہ وقار کی محبت سے اپنا دامن بڑی بے دردی سے چھڑایا تھا اور شرمین ملک چار سال بعد اس مقام پر ارسل زمان سے ہاتھ چھڑا کے آگے پرواز کے لیے بڑھ چکی تھی۔

میں چونکہ اس سارے عرصے میں اپنے ذاتی اسٹوڈیو کی تیاری میں مصروف رہی تھی اس لیے سب

خوب صورت دعا

یا اللہ جو میرے مقدر میں نہیں لکھا اس کی کوشش اور تمنا میں مجھے مبتلا نہ کرنا اور جو تقدیر میں لکھ دیا ہے اسے آسان بنادے۔

یا اللہ اس کام کے لیے فرصت فراہم کر جس کام کے لیے تو نے مجھے خلق فرمایا اور اس کام میں مشغول نہ ہونے دینا جس کی ذمے داری تو نے خود لی ہے۔

اے اللہ مجھے شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور ایمان پہ زندگی اور ایمان پر ہی موت فرمانا۔

مرسلہ: ماہ نور قیصر،راول پنڈی

WWW.PAKSOCIETY.COM

باتوں سے بے خبر تھی۔ علینہ نے بھی اکثر فون پر ہونے والی گفتگو میں تذکرہ تک نہیں کیا تھا۔ حالانکہ ارسل کی کامیابی سے تنزلی اور عروج سے زوال کے ایک ایک لمحے سے وہ باخبر تھی۔ آج ویک اینڈ ایوننگ پر حسبِ معمول ہم بیچ ریسٹورنٹ پر موجود تھے۔ جو میرا اور علینہ کا فیورٹ تھا۔ ہم نے طے کیا تھا کہ ہم چاہیں اپنی اپنی لائف میں جتنے بھی بزی ہوں ہر مہینے کے آخری ویک اینڈ پر ایک، ایک کپ کافی کے ساتھ چند گھنٹے ایک دوسرے کے ساتھ انجوائے کیا کریں گے۔

سو آج کی شام علینہ نے ارسل زمان کی باتوں کے نام کردی۔ اس کی ذات سے منسلک ایک، ایک لمحے کی خبر کا احوال تھا اس کے پاس...... مگر وہ خوش نہیں تھی۔ میں بھی نہیں تھی کیونکہ یہ اہلِ ظرف لوگوں کا شیوہ نہیں...... لیکن ہم دونوں کو پھر بھی اس سے ہمدردی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ مگر علینہ نے مجھے جونئی بات بلکہ جو خبر سنائی وہ حیرت انگیز تھی۔ علینہ کے پروڈکشن ہاؤس میں ڈائریکٹر کی پوسٹ پر کام کرنے والے رضوان واسطی نے علینہ کو پروپوز کیا تھا کیونکہ اسے علینہ کے ساتھ پیش آنے والے حادثے پر ہمدردی یا تاسف نہیں بلکہ علینہ وقار کی شخصیت کی مضبوطی اور حوصلہ مندی کے لیے ستائش تھی۔ وہ محبت کو بیچ میں لانا نہیں چاہتا تھا۔ اسے بس علینہ وقار کا پُروقار ساتھ چاہیے تھا۔

''تو تم مجھ سے مشورہ لینے آئی ہو...... ہے ناں......؟''

مگر علینہ کے جواب نے مجھے پہلے سے زیادہ حیرت میں مبتلا کردیا۔

''جانتی ہو سارہ! میری اور رضوان واسطی کی ملاقات ایک غلط فہمی کی وجہ سے انتہائی ٹینس ماحول میں بدمزگی سے شروع ہوئی تھی مگر رضوان واسطی کی طرف سے معذرت کے بجائے میری کوتاہی کو پوائنٹ آؤٹ کر کے خود کو کسی قسم کی شرمندگی یا معذرت سے بچا کر رضوان واسطی نے بال میرے کورٹ میں ڈال دی۔''

میں واقعی حیران تھی مگر متجسس بھی لیکن علینہ بے حد پُرسکون نظر آرہی تھی اور اس کی اس کیفیت نے میرے تجسس کو اور ہوا دی۔

''تو پھر اس نے تمہیں پروپوز کیسے کردیا......؟'' میں نے بے ساختہ سوال کیا تھا۔

''پتا نہیں سارہ! یہ مرد نامی مخلوق ہمارے معاشرے میں خود کو ہر شے سے بالخصوص عورت سے superior کب تک سمجھتی رہے گی حالانکہ یہ تو محض خود ساختہ ستائش پرستی ہے۔ مرد برتر ضرور ہے لیکن طاقت اور رتبے میں...... اور یہ برتری اللہ تعالیٰ نے اس کے نصیب میں لکھی ہے۔ دراصل میرے پروڈکشن ہاؤس میں رضوان نامی لڑکا اسسٹنٹ ڈائریکٹر کی حیثیت سے پوسٹڈ ہوا ہے۔ لہٰذا اپنی پی اے سے اس کا نمبر لے کر میں نے اسے کال کی تھی۔ وہ شاید چھٹی پر تھا۔ میں نے اپنے مخصوص فارمل انداز میں اس سے کہا تھا کہ آپ میری کال اٹینڈ کیوں نہیں کر رہے۔ جس پر رضوان واسطی نے بدتمیزی سے یہ کہہ کر فون بند کردیا کہ میں رانگ نمبر پر بات کر رہی ہوں۔ میری پی اے نے غلطی سے رضوان خان کے بجائے رضوان واسطی کا سیل نمبر دے دیا تھا جو کسی معروف چینل سے حال ہی میں ہمارے پروڈکشن ہاؤس میں ڈراما ڈائریکٹر کی حیثیت سے آئے تھے۔ میں نے اس مس بی ہیو پر اپنی غلطی کی معذرت کی تھی لیکن یہ دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہوا کہ میری معذرت کے باوجود رضوان واسطی نے جواب میں اپنے رویّے کی بدصورتی پر apologise نہیں کیا۔ وہ سمجھا تھا کہ میں نے باس کی حیثیت سے اس پر اپنی برتری کا رعب جھاڑا ہے حالانکہ یہ تو بس ایک مس انڈر اسٹینڈنگ تھی۔ رضوان خان چونکہ مجھ سے عمر میں بہت چھوٹا ہے اس لیے میرے رویّے میں اسے سرزنش کرتے ہوئے بڑا اپن در آیا تھا۔ جسے رضوان واسطی نے اپنی مردانہ برتری پر تازیانہ سمجھا۔''

علینہ اتنے نامعقول اور نامناسب رویّے کے بارے میں بات کرتے ہوئے بہت پُرسکون نظر آرہی تھی پھر وہ مسکرانے لگی۔ میں واقعی اس کی اتنی لمبی تمہید پر الجھ کے رہ گئی تھی۔ تب وہ مسکراتے ہوئے شرمندگی کا اظہار کرنے لگی۔

''آئی ایم سوری...... میں بھی تمہیں امیر حمزہ کی داستان سنانے بیٹھ گئی۔ مختصر یہ کہ اس واقعے کے ایک ماہ بعد رضوان واسطی نے ایک روز میرے آفس میں بڑے مؤدب انداز میں خوشنما الفاظ سے سجا کر اپنا پروپوزل میرے سامنے پیش کردیا ہے۔''

''تو اب تم کیا کروگی......؟ آئی مین...... تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟'' میں نے بے ساختہ سوالیہ انداز میں پوچھا۔

''تمہارے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہیے سارہ......؟'' علینہ نے مسکراتے ہوئے میری جانب سوالیہ انداز سے دیکھا تھا۔

''تم مجھ سے مشورہ مانگ رہی ہو یا میری رائے جاننا چاہتی ہو رضوان واسطی کے بارے میں؟'' میں نے برجستہ سوال کے جواب میں سوال کیا تھا۔ علینہ کو شاید میرے اور اپنے خیالات اور سوچ کی ہم آہنگی کا امتحان لینا مقصود تھا۔

''دونوں......'' علینہ وقار نے برجستہ کہا تھا۔

''تو پھر میرا مشورہ یہ ہے کہ پہلی فرصت میں رضوان واسطی کو انکار کردو، صاف اور دوٹوک لہجے میں پروپوزل سے انکار...... کیونکہ جو شخص تمہاری عزت نہیں کرسکتا، وہ تم سے محبت کرنے کا جھوٹا دعویٰ تو کرسکتا ہے مگر محبت نہیں......''

اور علینہ نے بے اختیار میرے ہاتھوں کو تھام کر گرم جوشی کی حدت سے بھرپور جذبات کا مظاہرہ کیا تھا۔

''تھینک یو سارہ...... میرا بھی رضوان واسطی کے لیے یہی جواب ہے جو مجھے کل صبح اسے دینا ہے۔ ارسل زمان کے جانے کے بعد میں نے سہاروں اور ناپائیدار محبت کے بغیر جینا سیکھ لیا ہے سارہ...... مجھے کمزور سہاروں کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود مضبوط دیوار بننا چاہتی ہوں۔ کمزور بیل نہیں اور میرا سب سے مضبوط سہارا میری بیٹی عائشہ اور تم لوگوں کی محبتیں ہیں۔ میں ٹھیک کروں گی ناں سارہ......؟'' علینہ نے اٹل ارادے کے ساتھ مضبوط لہجے میں مجھ سے پوچھا اور میں نے خوشی کے بھرپور احساس کے ساتھ اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ایک آخری بات! ارسل زمان کا فون آیا تھا۔ بہت شرمندہ ہے وہ۔ معافیاں مانگ رہا تھا مجھ سے...... اور میں نے اسے معاف کردیا۔ کیونکہ سزا دینے کا اختیار میرے پاس نہیں۔ جس کے پاس یہ اختیار ہے اس نے اسے سزا دے دی ہے اور ارسل زمان کے لیے کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ میں اس کے لیے یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ......

''وہ کہیں بھی گیا لوٹا تو میرے پاس آیا
بس یہی بات ہے اچھی میرے ہرجائی کی''

علینہ کے لہجے میں ارسل زمان کے لیے تاسف اور ترس تھا مگر ہمدردی نہیں...... اور اسی بات نے مجھے اندر تک سرشار کردیا تھا۔ مجھے یقین ہوگیا تھا کہ علینہ وقار اب بیل نہیں رہی بلکہ خود مضبوط دیوار بن گئی تھی۔

میں نے پوری محبت، عقیدت، احترام اور فخر سے علینہ کی طرف دیکھا اور ہم دونوں مسکرا دیے۔ سامنے ریسٹورنٹ کی گلاس وال کے پار سمندر کے شفاف پانیوں میں تیرتا نارنجی سورج کا عکس اور افق کے پار دھیرے دھیرے اترتے سورج کا نارنجی عکس شفاف قطروں کو دلکشی عطا کر رہا تھا۔ میں نے علینہ کے چہرے پر اس منظر کی دلکشی و رعنائی کو چمکتے دیکھا گویا وہ ارسل زمان کو بھول چکی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

زندگی

ناہید سلطانہ اختر

قسط نمبر 14

زندگی میں جہاں رشتے ناتے اور روابط
بہت اہم ہوا کرتے ہیں... یہیں ایک دوسرے کے
مثبت رویے بھی کسی خاندان کے لیے مضبوط
ستون کا درجہ رکھتے ہیں... مگر ہمیں بہت سے لوگ،
بہت سے مواقع ایسے ضرور ملتے ہیں... جب محبت
دستک دیتی ہے... اور اس کی خوشبو میں روشنی کی تابناکی
بھی ہوا کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ... مکرو فریب... سفاکی اور
تنگ نظری کے سائے... ازل سے محبت کرنے والوں کے دشمن رہے ہیں
اور زندگی بھی یہی ہے کہ کبھی کبھی ترپ کی دگی بھی حکم کے اکے کو
کاٹ دیا کرتی ہے...

انہی روابط میں بنی خوب صورت کہانی جس کی سطر سطر میں زندگی سفر کرتی نظر آئے گی

WWW.PAKSOCIETY.COM

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

دولت خان آفریدی تھے اور ماہتاب شنواری...... دولت خان کی پہلی منکوحہ بی بی جان تھیں۔ بی بی جان کی پہلی ... دولت خان کے بڑے بھائی رحمت خان آفریدی سے ہوئی۔ دولت خان کو اس نئے رشتے سے ایسی شرم آئی کہ وہ بغیر ... کراچی آگئے اور آٹھ نو سال ایک پلمبرنگ کے استاد کے پاس رہے۔ پھر ایک ریکروٹنگ ایجنسی کے توسط سے کویت جانے کا موقع مل گیا۔ حجاب نے ایم اے بی ایڈ کیا اور وہ ایک محکمہ تعلیم میں سولہ گریڈ کی آفیسر تھی پھر پبلک سروس کمیشن کے توسط سے ... کو ہیڈ مسٹریس کی اسامی کا اہل ثابت کیا۔ ایک ثانوی تعلیمی ادارے میں حجاب کا تقرر کیا گیا۔ رباب انجینئر بننے جا رہی تھی۔ مدثر یونیورسٹی جانے سے پہلے تسنیم سے مل کر جاتا ہے تو یونیورسٹی میں تقدیم کو اپنا منتظر پاتا ہے۔ حجاب کے نکاح کی تقریب ... کے بجائے الطاف کے کہنے پر فائیو اسٹار ہوٹل میں ہوتی ہے۔ تقدیم کے گھر میں مدثر کی کال کا انتظار ہوتا ہے۔ مدثر، تسنیم کو ... کی حامی بھر لیتا ہے اور پھر اپنی والدہ کو اپنی کورٹ میرج کے بارے میں بتاتا ہے۔ زیتون نے تقدیم کے لیے عباد کا رشتہ بتایا ... اماں رضامند ہو گئیں کہ وہ لوگ لڑکی کو دیکھنے آجائیں۔ حجاب کا فون بند ہونے پر الطاف امی کے فون پر کال کرتا ہے ... حجاب بات نہیں کرتی۔ اکیڈمی میں پاسنگ آؤٹ کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ مونس کو آؤٹ پاس نہیں ملتا تو صبور احمد پوری ... کے ساتھ کاکول آگئے۔ زیتون ان کو عباد کے لیے جو لڑکی دکھاتی ہے وہ انہیں بہت پسند آتی ہے لیکن عباد کو ان کی غربت ... اعتراض ہوتا ہے۔ امی انہیں منع کرنے سے انکار کرتی ہیں تو عباد جہیز کی لسٹ لکھ کر بھیج دیتا ہے۔ الطاف، حجاب کے اسکول ... جاتا ہے اور اسے ڈراتا ہے کہ اسٹاف کے لوگوں کو بلا کر وہ سب کو بتا دے گا۔ تقدیم اور ابا مونس کی پاسنگ آؤٹ کی تقریب میں جاتے ہیں تو صبور احمد اور ان کی فیملی کا بہت اچھی طرح خیال رکھتے ہیں اور واپسی پر ان کو تحائف کے ساتھ رخصت کرتے ہیں۔ الطاف امی کو دھمکی دیتا ہے اب وہ کورٹ میں مقدمہ دائر کر دے گا۔ حجاب کو امی کی سپورٹ ملی تو اس نے خلع کا مقدمہ دائر کر دیا۔ عائزہ اور اس کے گھر والے خوش تھے کہ انہیں کسی مخالفت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ تسنیم کے پریگنٹ ہونے پر ابا ... مدثر کے والد سے بات کی کہ ایک دن کے لیے اسے رخصت کرا کے اپنے گھر لے جائیں۔ بہت مشکل سے وہ اس بات کے لیے راضی ہو جاتے ہیں۔ الطاف نے وکیل کو فون کیا اور اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ وہ یہ کیس نہ لڑے اور حجاب کو کیس واپس لینے پر آمادہ کرلے تو الطاف اسے منہ مانگا معاوضہ دے گا۔ تقدیم اپنے این جی او کے وکیل اویس انصاری کو تسنیم کا کیس بتاتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ شروع کے مطابق تسنیم عدت اپنے سسرال میں گزارے گی اس لیے وہ مدثر کے والدین سے بات کرتا ہے اور تسنیم کو ان کے گھر رہنے اور اس کا خرچ اٹھانے پر مجبور کرتا ہے۔ حجاب کے کیس کی پیشی ہوتی ہے اور اگلی پیشی کی تاریخ دو ماہ بعد ملتی ہے۔ تسنیم کے مدثر کے گھر آنے پر مدثر ہاسٹل میں شفٹ ہو جاتا ہے۔ تسنیم سمجھتی ہے کہ شاید وہ اس سے کچھ بات کرے گا لیکن جب وہ اس سے نہیں ملتا اور اسے پتا چلتا ہے کہ وہ باہر جا رہا ہے تو تسنیم جذباتی ہو کر ایک غلط قدم اٹھا لیتی ہے۔ تسنیم کے ایک غلط قدم اٹھانے کے باوجود وہ زندگی اسقاط سے محفوظ رہی لیکن مدثر کے گھر والے اس بات کو بہانہ بنا کر تسنیم کو اپنے گھر رکھنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ حجاب کی وکیل حجاب سے معذرت کر کے کیس واپس کر دیتی ہیں۔ عباد خوش تھا کہ اسے اس کی منزل مل گئی اب بس عباد اپنے بلائے جانے کا منتظر تھا۔ ثریا اپنے چچا زاد بھائی کا رشتہ تمہید کے لیے لے کر آئی ہے۔ عائزہ شادی کے لیے مصر تھی اور مونس پس و پیش سے کام لے رہا تھا۔ اپنے مقدمے کی پیروی کے لیے حجاب، تقدیم سے بات کرتی ہے تو وہ اس کی ملاقات اویس انصاری سے کراتی ہے۔ اویس انصاری کیس لینے پر تیار ہو جاتا ہے۔ پیشی پر الطاف کا وکیل بھری عدالت میں حجاب کی کردار کشی کرتا ہے۔ حجاب اسکول میں لوگوں کے رویے پر حیران ہوتی ہے اپنے آفس میں آکر اخبار دیکھتی ہے تو اس میں اس کی نقاب کی ہوئی تصویر اور خبر لگی تھی۔ الطاف پھر حجاب کو ڈرانے کے لیے فون کرتا ہے لیکن حجاب اسے باتیں سنا کر فون بند کر دیتی ہے۔ تمہید کی شادی کی تاریخ طے ہو جاتی ہے اور بلال کے گھر والے جہیز لینے سے انکار کر دیتے ہیں۔ عائزہ، مونس سے کہتی ہے کہ اب اس کی ایک اور بہن کی شادی ہو جائے گی اس کے بعد وہ اپنے لیے بات کرے لیکن مونس، تقدیم کی شادی کے بعد کا کہتا ہے۔ مدثر اسکاٹ لینڈ اپنی بہن کے پاس چلا جاتا ہے۔ تسنیم دوبارہ پڑھائی شروع کرنے کے لیے یونیورسٹی جا کر اپنی ایک ٹیچر سے بات کرتی ہے۔ مدثر، تسنیم کو فون کرتا ہے لیکن تسنیم اس سے بات نہیں کرتی۔ الطاف، حجاب کے گھر آ کر اسے طلاق نامہ دے کر چلا جاتا ہے۔

اب آگے پڑھیے

حقیقت تھی...... دھوکا یا کوئی سازش جس قدر حجاب سمجھنے سے قاصر تھی اسی قدر امی بھی۔ یقین نہیں آتا تھا کہ جس شخص نے دھمکیوں اور ڈراووں پر کمر باندھ رکھی تھی، ذلت و رسوائی میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ وہ گھر آکر اس قدر شرافت سے نہ صرف اظہار ندامت و معذرت کر گیا تھا بلکہ نکاح کے موقع پر مقرر کیے جانے والے مہر کی رقم کا نصف بھی حجاب کے نام بہ صورت کراسڈ چیک ادا کر گیا تھا۔ طلاق نامے میں درج تھا چونکہ طلاق خلوت سے قبل دی گئی ہے لہٰذا سورۂ بقرہ آیت نمبر دو سو سینتیس کی روشنی میں مہر کی نصف رقم بہ صورت کراسڈ چیک ادا کی جا رہی ہے۔ چیک کا نمبر، تاریخ اور اکاؤنٹ نمبر بھی طلاق نامے میں درج تھے۔

"دکھتی تو دونوں چیزیں اصلی ہیں...... ذرا تم بھی دیکھنا۔" امی شک میں تھیں۔ طلاق نامہ الٹ پلٹ کر اچھی طرح دیکھا۔ چیک کو آنکھوں کے بالکل نزدیک کر کے معائنہ کیا اور بولیں۔

"مجھے تو کوئی چال لگتی ہے یہ اس کی۔" حجاب نے امی کے ہاتھ سے طلاق نامہ اور چیک لے لیا اور دیکھ کر بولی۔

"ہوسکتا ہے۔" امی نے کہا۔

"اتنا باضمیر تو نہیں ہے وہ کہ اسے اپنی غلطی کا اتنی جلدی احساس ہو جائے۔" حجاب کے لہجے میں تلخی تھی۔

"کھٹکی تو میں بھی ہوں۔ اسکول آتے جاتے احتیاط سے کام لینا۔ ایسے لوگ وارداتوں سے پہلے اپنے ہاتھ خوب دھو دھلا لیتے ہیں تاکہ کسی کو ان پر شک نہ ہو۔" امی بولیں۔

"آپ کا مطلب ہے، وہ مجھے ختم کروا سکتا ہے؟"

"اللہ برے وقت سے بچائے۔ دشمن سے کوئی بعید نہیں ہوتی...... بعد میں کہہ دے گا میں تو طلاق دے چکا تھا مجھے کیا معلوم۔"

"ختم ہی کروا دے تو اچھا ہے۔" حجاب کے لہجے میں رنج تھا۔

"کیا اول فول بکتی ہو۔ منہ سے اچھے کلمے نکالا کرو۔" امی نے چونک کر اسے دیکھا۔

"روز روز کا یہ جھنجٹ تو ختم ہوگا امی...... میری وجہ سے آپ بھی کتنی مصیبت میں گھری ہوئی ہیں۔ نایاب باجی اور بہجت بھائی نے بھی آنا جانا چھوڑ رکھا ہے۔" حجاب کے لہجے میں دکھ بھی تھا شرمندگی بھی۔

"حالانکہ اس مشکل وقت میں مجھے ان کی ضرورت تھی۔ خیر خوش رہیں، آباد رہیں۔" امی کا لہجہ درد میں ڈوبا ہوا تھا۔

"میں مجرم ہوں آپ کی...... مجھے پتا ہے بہجت بھائی کے ایک دن نہ آنے سے آپ کتنی بے چین اور فکرمند ہو جایا کرتی تھیں۔ اب تو اتنے دن ہو گئے۔"

"پتھر رکھ لیا ہے میں نے بھی اپنے دل پر۔" امی نے ایک سرد آہ کھینچی۔

"آپ کی تو لاٹری کھل گئی حجاب باجی۔" رباب نے آہستگی سے حجاب کے ہاتھ سے طلاق کا کاغذ لیا اور اس کے ساتھ نتھی چیک پر درج رقم دیکھ کر بولی۔

حجاب نے گھائل نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور بے اختیار اس کے منہ سے ایک سرد آہ نکلی۔ رباب کو کیا معلوم اس چیک اور اس کے ساتھ منسلک دستاویز نے اسے کیسی اہانت، کتنے دکھ سے دوچار کیا تھا۔ طلاق یا خلع کی بھی صورت الطاف سے علیحدگی کی خواستگاری کے باوجود اس طلاق نامے نے اسے اس کی زندگی کے گویا سب سے بڑے صدمے اور ناقابلِ تلافی نقصان سے دوچار کیا تھا۔ اتنا دکھ تو شاید اسے بابا کی موت سے بھی نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوا تھا اور وہ چیک...... جسے رباب لاٹری سے تعبیر کر رہی تھی وہ تو گویا عدالت میں اور پھر عدالت سے باہر اپنے پرایوں میں اس کی تذلیل و رسوائی کا ہرجانہ تھا۔ اس کے وجود کو کسی مہلک بم سے چیتھڑے چیتھڑے اُڑا دیا جاتا تو بھی اتنی اذیت نہ ہوتی شاید کہ وہ لمحوں میں فنا کا معاملہ ہوتا اب تو لمحہ لمحہ مرنا پڑتا تھا اسے...... بار بار خود کو سمیٹنا سمٹنے سے پہلے ہی پھر ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جانا کیسا اذیت ناک عمل تھا رباب نہیں جانتی تھی۔

"طلاق نامے میں کسی مصالحتی کونسل کا بھی ذکر ہے؟" امی بولیں۔

"میری ایک کولیگ کو ڈیوورس ہوئی تھی۔ اسی کے ذریعے مجھے پتا چلا تھا طلاق کے بعد کورٹ میں کوئی بلدیہ یا مصالحتی کونسل ہوتی ہے جو دونوں پارٹیوں کو مصالحت کے لیے بلاتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے طلاق کی اطلاع دی جاتی ہو گی مصالحتی کونسل کو؟" امی نے قیاساً کہا۔

"ایسا ہی ہوتا ہو گا امی۔"

"حجاب باجی تو خواب میں بھی مصالحت کی بات سن کر ڈر جائیں گی۔" رباب بولی۔

"ٹھیک کہتی ہو۔" اس نے تائید کی پھر امی سے بولی۔ "یہ چیک تو آپ پہلی فرصت میں واپس بھجوا دیں اسے اور باقی ساری چیزیں بھی۔"

"جو بھی کرنا ہے عدالت کے ذریعے...... کل کلاں کو اگر مکر جائے تو۔" امی نے اندیشہ ظاہر کیا۔

"آپ ٹھیک کہتی ہیں۔" حجاب نے امی کی دور اندیشی کی تائید کی۔

"تمہارے وکیل سے مشورہ کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے امی۔"

اسے طلاق کا دکھ اپنی جگہ مگر الطاف کی آمد سے قبل تمہید کی شادی میں جانے کے لیے کپڑے استری کرتے ہوئے اس کا دل کتنا اداس اور گھر کی فضا کس قدر مضمحل تھی۔ رنج اور خاموشی میں ڈوبی ہوئی۔ آناً فاناً سب کچھ بدل گیا تھا۔ دل کی دنیا بھی، گھر کی فضا بھی۔ دل دکھی تھا مگر مضطرب نہیں۔ گھر کی فضا میں دھیما سا ارتعاش تھا مگر بے سکونی نہیں۔

"تقدیم باجی کی بہن کی شادی تو بڑی بابرکت ثابت ہوئی آپ کے لیے۔" رباب بولی۔

"ہاں...... نیک لڑکیوں کے مقدر کھلیں تو اور بہت سوں کی مشکلیں بھی آسان ہو جاتی ہیں۔" امی نے کہا۔

حجاب کی آنکھوں کے کنارے بھیگ گئے۔ کبھی کبھی خوشی اور غم باہم اس طرح مدغم ہو جاتے ہیں کہ آدمی کو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ روئے یا ہنسے۔

☆☆☆

تمہید کی شادی میں مردوں اور عورتوں کے لیے علیحدہ علیحدہ بیٹھنے کا انتظام تھا تاہم بہ ضرورت خواتین اپنے مردوں سے اور مرد اپنی خواتین سے میل جول رکھے ہوئے تھے۔ حجاب، امی اور رباب کے ہمراہ شادی ہال پہنچی تو اس نے تقدیم کو بہن کی شادی کی مبارک باد دینے کے بعد پہلی خبر یہی سنائی کہ الطاف خود گھر آ کر طلاق نامہ دے گیا تھا۔

"یہ تو بڑی اچھی خبر ہے مگر کیسے؟"

"مجھے خود نہیں معلوم بلکہ مجھے تو شبہ ہے کہ کہیں یہ بھی کوئی چال نہ ہو۔ امی اور میں کل تمہارے وکیل صاحب کے پاس جانے کا سوچ رہے ہیں۔ یہاں نہ آنا ہوتا تو شاید آج ہی ملے ہوتے ان سے۔" حجاب نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

"اویس صاحب سے؟"

"ظاہر ہے وہ ہی وکیل ہیں میرے...... حالانکہ الطاف کے وکیل نے ان کی موجودگی میں کورٹ میں جو بکواس کی اس کے بعد ہمت تو نہیں ہوتی ان کا سامنا کرنے کی۔"

"ارے نہیں...... وہ اچھے انسان ہیں۔ وکیل ہیں، سمجھتے ہوں گے کہ عدالتوں میں حریف ایک دوسرے کو بچھاڑنے کے لیے کیا کیا کرتے ہیں تم چاہو تو ان سے یہیں مل سکتی ہو۔"

"کیا وہ بھی انوائٹڈ ہیں؟" حجاب چونکی۔

"ہاں بلکہ آ چکے ہیں، مردانے میں بیٹھے ہیں۔ بلواؤں کسی سے؟" تقدیم نے کہا۔

"پیغام بھجوا دو کہ اگر سہولت ہو تو حجاب اور اس کی والدہ آپ سے دو منٹ کو ملنا چاہتی ہیں۔"

"تم بیٹھو...... مونس یا ابا آئے تو میں ان سے پیغام بھجواتی ہوں۔ ابا کی تو ان سے پہلے بھی ملاقاتیں رہی ہیں مونس آج پہلی بار ملا ہے۔"

امی، تقدیم کی والدہ کو دیکھ کر پہلے ہی ان کی طرف جا چکی تھیں۔ رباب بھی ان کے ساتھ تھی۔ تقدیم سے بات کر کے حجاب بھی زنانہ حصے کے شروع میں ہی اس میز کی جانب بڑھ گئی جہاں تقدیم نے مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کے لیے شروع ہی میں اماں کے لیے خصوصی میز ڈلوا دی تھی۔

"السلام علیکم آنٹی، بہت مبارک ہو۔" حجاب نے اماں کے قریب پہنچ کر نیم خم ہوتے ہوئے کہا۔

"جیتی رہو، شکریہ۔" اماں نے اس کے جھکے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"آج تو آپ بہت اچھی لگ رہی ہیں آنٹی۔" عورت کی کسی بھی عمر میں تعریف کی جائے محجوب و مغرور ہو جاتی ہے سو اماں کو بھی استثنا نہ رہا تاہم مروتاً بولیں۔

"اچھا لگنے کی عمر تو تم لڑکیوں کی ہے بیٹا ہم تو اب بوڑھے ہو گئے۔"

"بڑھاپے کا اپنا حُسن ہوتا ہے آنٹی۔"

"تمہاری محبت ہے۔"

"امی آنٹی کے پاس تو مہمان آ جا رہے ہیں، آئیں ہم لوگ اس طرف چل کر بیٹھتے ہیں۔"

"امی کو میرے پاس ہی بیٹھا رہنے دو۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔" حجاب نے وہیں کھڑے کھڑے چہار اور نظر دوڑائی پھر نظر کی رسائی میں واقع ایک خالی میز کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے امی سے کہا۔ "ہم اس طرف بیٹھے ہیں امی۔"

"ٹھیک ہے۔"

رباب کے ہمراہ وہ اسی خالی میز کی طرف چلی گئی۔ تمہید بنی سنوری اسٹیج پر بیٹھی تھی۔ تیز روشنیوں کے ہالے میں مرکزِ نگاہ بنی۔ آس پاس مہمان خواتین، بچے اور چند مرد بھی اسٹیج کے اوپر اور اردگرد موجود اسے اشتیاق سے دیکھ رہے تھے۔

حجاب کے دل میں درد کی ایک لہر سی اٹھی۔ وہ بھی تو دلہن بنی تھی اسی طرح نور کے ہالے اور لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بنی تھی۔ قسمت کا پتا تھا کہ یہ انجام ہو گا؟ خدا کسی کو اس انجام سے دوچار نہ کرے۔ مسئلہ یہ بھی تھا کہ الطاف نے اس رشتے کی بنیاد جھوٹ پر رکھی تھی۔ مسئلہ بسمہ کے حقوق پر ضرب پڑنے کا بھی تھا۔ اپنے ذاتی اسباب کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

بنا پر الطاف اسے چھوڑ دیتا تو اور بات تھی لیکن بسمہ کا الطاف سے رشتہ ٹوٹنے کا گناہ وہ اپنے سر نہیں لینا چاہتی تھی اور سب سے بڑا سبب جو اس نے آج تک کسی کو بھی نہیں بتایا تھا اور نہ بتانا چاہتی تھی یہ تھا کہ وہ کسی مرد کی زندگی میں دوسرے نمبر کی عورت بن کر نہیں رہنا چاہتی تھی۔ امی رہی تو تھیں بابا کی زندگی میں دوسرے نمبر کی عورت بن کر۔ بابا نے ان سے بے پناہ محبت کی تھی انہیں عزت بھی دی تھی۔ بی بی جان سے ہر اعتبار سے بہتر اور برتر تھیں امی...... شکل وصورت میں، تعلیم میں، تہذیب اور سلیقے میں، دین اور دنیا کی سمجھ میں لیکن انہیں بابا کے خاندان میں کبھی وہ مقام نہیں مل سکا جو بی بی جان کو حاصل تھا اور نہ ہی امی کی اولاد کو اپنے باپ کے خاندان میں بھی مقام دیا گیا جس کے وہ سب بجا طور پر حق دار تھے۔ بھولے بھٹکے بھی ان میں سے کسی کا پشاور جانا ہوتا تو وہاں کے خاندان والوں کی نگاہوں سے غیریت اور عدم قبولیت جھانکتی دِکھتی۔ الطاف کی زندگی میں دوسرے نمبر کی عورت بن کر وہ اس تاریخ کو نہیں دُہرانا چاہتی تھی جو درد بن کر بچپن تا جوانی دبے پاؤں اس کے ساتھ چلا تھا۔

بہت دیر اپنے خیالوں میں گم وہ کھوئی کھوئی بیٹھی رہی۔ تقدیم کی آمد نے اسے چونکایا۔

''اویس انصاری صاحب باہر لان میں تمہارا اور آنٹی کا انتظار کر رہے ہیں۔'' تقدیم نے اس کے شانے پر ہاتھ دھرتے ہوئے کہا۔

''او کے، تھینک یو ویری مچ۔ رباب تم بیٹھو، میں اور امی وکیل صاحب سے مل کر آتے ہیں۔''

''رباب کو میں اپنے ساتھ لے جاتی ہوں، آؤ رباب۔'' تقدیم نے بڑی اپنائیت سے رباب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

یہ محض اتفاق ہی تھا کہ طلاق نامے والا لفافہ امی کے بیگ میں اس وقت بھی موجود تھا۔ باہر لان میں جا بجا اِستادہ برقی قمقموں کی تیز روشنی میں اویس انصاری نے طلاق نامے کو دیکھا، پڑھا اور طلاق نامے کے جینوئن ہونے کی توثیق کی۔ مہر کی نصف رقم کی مد میں دیے جانے والے چیک کی بابت اس نے کہا۔

''شریعت کی رو سے قانون یہی ہے کہ اگر نکاح کے وقت مہر مقرر کیا گیا ہے اور خلوت سے قبل طلاق دے دی جائے تو اس صورت میں مرد کا عورت کو نصف مہر دینا واجب ہے۔ زائد دے دے تو مستحب ہے۔''

''اب عدت بھی گزارنی ہوگی اسے؟'' امی دبی زبان سے بولیں۔

''جی نہیں۔'' اویس انصاری نے کہا۔ ''سورۂ احزاب کی انچاسویں (49) آیت میں اللہ تعالیٰ کا واضح حکم ہے کہ جب مومن مرد مومن عورت سے نکاح کرے اور خلوت سے قبل اسے طلاق دے دے تو کوئی عدت لازم نہیں بلکہ مرد کو حکم ہے کہ عورت کو کچھ مال دے اور بھلے طریقے سے رخصت کرے۔'' اویس انصاری نے توقف کیا پھر کہا۔ ''اس نے طلاق دینے سے قبل دینی احکامات کا یقیناً یا تو خود جائزہ لیا ہوگا یا پھر کسی مستند ذریعے سے معلومات حاصل کی ہوں گی۔''

''وکیل صاحب! یہ اگر اس کی کوئی چال ہوئی تو؟'' امی نے اندیشہ ظاہر کیا۔

''مثلاً؟'' اویس انصاری نے وضاحت چاہی۔

امی کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

''امی کو ڈر ہے کہ عدالت میں اپنے وکیل کے ذریعے...... خود زبانی کلامی اور میڈیا کے ذریعے تو وہ ہم پر جو گند اچھال سکتا تھا اس نے اچھال دیا اب کوئی اور گری ہوئی حرکت نہ کرے وہ۔''

''وہی تو میں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کے خیال میں اب کیا کر سکتا ہے وہ؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

''ہاں...... اب اس سے زیادہ کیا کرے گا وہ۔'' حجاب نے دکھ کی شدت سے رُندھی ہوئی آواز میں کہا۔ ''اس سے تو بہتر تھا کہ وہ اور اس کا وکیل مجھے شوٹ کر دیتے۔''

اویس انصاری اسے دیکھنے لگا۔

''میری بہت عزت تھی وکیل صاحب۔ جو کچھ اس کے وکیل نے عدالت میں کہا اور جو اخبار میں چھپا اس کے بعد تو لگتا ہے میرے سر پر چادر نہیں رہی۔'' اس کی آواز بھرا گئی۔

''گئی عزت تو اب واپس نہیں آسکتی وکیل صاحب۔ الطاف اور اس کے وکیل کو کیا پتا کہ میں نے کتنی مشکلوں سے اپنے بچوں کو ان کے مقام تک پہنچایا تھا۔ انہوں نے تو بس زبان ہلائی اور میری ساری زندگی کی کمائی مٹی میں ملا دی۔ سچ کہتی ہے حجاب' وہ شوٹ کر دیتے' ہمیں تو اس سے بہتر تھا۔''

''ماں جی، اچھا، برا اور صحیح، غلط سب کی سمجھ میں آجاتا ہے۔ جیسے میں سمجھ گیا کہ الطاف کے وکیل نے جو کہا درست نہ تھا۔''

حجاب نے چونک کر بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔

''جی ہاں۔'' اویس انصاری نے زور دے کر کہا۔ ''عدالتوں میں روزانہ طلاق، خلع اور عائلی جھگڑوں کے ایک دو نہیں سیکڑوں، ہزاروں مقدمات سنے اور فیصلے کیے جاتے ہیں۔ اگر ایسے تمام مقدمات کی کارروائی اور تفصیل اخباروں میں چھپنے لگے تو اخباروں کے صفحات سیاہ ہو جائیں۔ میں اخبار میں خبر پڑھ کر سمجھ گیا تھا کہ اصل کہانی آپ لوگوں کو دباؤ میں لینے کے سوا کچھ نہیں تھی۔''

حجاب کو قدرے اطمینان ہوا اور اویس انصاری سے اسے جو خفت تھی وہ بڑی حد تک جاتی رہی۔

''وکیل صاحب! اتنا سب کچھ کر لینے کے بعد اس کا خود ہمارے گھر آکر طلاق نامہ دے جانا ہی تو سمجھ سے باہر ہے۔'' وہ بولی۔

''بات یہ ہے میڈم صاحبہ کہ آدمی کے جسم اور جذبات کی طرح اس کے ضمیر کی بھی ایک حدِ برداشت ہوتی ہے۔ آدمی کتنا ہی جھوٹ بول لے ایک دن اسے سچ اگلنا ہی پڑتا ہے۔ کتنے ہی گناہ کر لے ایک دن تائب ہونا پڑتا ہے۔ ہو سکتا ہے الطاف کے ضمیر نے بھی اسے آئینہ دکھا دیا ہو۔ یہ تو اسے معلوم تھا کہ آپ سے اس کا رشتہ چلنے والا نہیں ہے، ٹوٹ کر رہے گا۔ ہو سکتا ہے اس نے منہ کی کھانے کے بجائے خود ہی شکست تسلیم کر لینے میں عزت و عافیت سمجھی ہو۔''

''وکیل صاحب! ہم اس کی وہ تمام چیزیں جو اس نے نکاح کے موقع پر چڑھائی تھیں اسے اس طرح واپس کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی ثبوت، کوئی گواہی ہو کہ ہم یہ چیزیں اسے واپس کر چکے ہیں تاکہ وہ کل کو ان چیزوں کے لیے کوئی ایشو نہ کھڑا کر دے۔''

''کوئی مسئلہ نہیں...... خلع کا مقدمہ تو ابھی فیصلے کے لیے عدالت میں ہے۔ اگلی پیشی پر ہم یہ طلاق نامہ عدالت میں پیش کر کے وہ تمام چیزیں بذریعہ عدالت واپس کر دیں گے۔''

''یہ چیک بھی جو وہ طلاق نامے کے ساتھ دے گیا ہے۔'' حجاب نے کہا۔

''یہ تو آپ کا حق ہے۔''

''مجھے مہر معاف کر دینے کا اختیار تو ہے ناں وکیل صاحب...... میں معاف کرتی ہوں۔ اس شخص کا پیسہ تو میرے تصور بھی سوہان روح بنا رہے گا میری باقی زندگی کے لیے۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہمیں کچھ نہیں چاہیے وکیل صاحب، کچھ بھی نہیں۔ بس ہماری جان چھوڑ دے وہ۔" امی بولیں۔ تقدیم
کھانا شروع ہوجانے کی اطلاع دینے آپہنچی۔
"ہوگئی بات؟" اس نے پوچھا۔
"ہاں ہوگئی۔" حجاب نے اطمینان بھری سانس کھینچی۔
"کھانا آپ لوگوں کا منتظر ہے۔" تقدیم خوشگوار لہجے میں بولی۔
"جناب! ہم بھی کھانے کے منتظر ہی تھے۔" اویس انصاری نے خوش دلی سے کہا۔
"بسم اللہ۔" تقدیم نے راہ دی۔
"وکیل صاحب! آپ کی مسز بھی آئی ہوں تو ہم اُن سے ملنا چاہیں گے۔" حجاب نے کچھ جھجکتے ہوئے کہا۔
"مسز ہوتیں تو ساتھ آتیں۔" وہ مسکرادیا۔
"کیا مطلب؟" حجاب ٹھٹک گئی۔
"شادی نہیں کی ہے ابھی میں نے۔" اویس انصاری بولا۔ اس سے آگے کچھ کہنا، سننا دخل در اندازی ہوتی۔ حجاب کی نگاہیں تقدیم کے چہرے پر آکر رکیں۔
کھانے کے بعد امی نے رخصتی کے انتظار میں رکے رہنے کے بجائے اجازت چاہی کہ دو جوان بیٹیاں ساتھ تھیں۔ مرد کے بغیر سفر میں جلدی نکلنا ضروری تھا۔

☆☆☆

تمہید کی رخصتی کے بعد گھر والوں کو شادی ہال سے گھر واپس لوٹتے لوٹتے دو ڈھائی بج گئے۔ تسنیم تھکے ماندے بدن کے ساتھ بستر پر لیٹی تو شادی کی تقریب کے مناظر کسی فلم کی طرح اس کے ذہن کے پردے پر چلنے لگے۔ تقریب میں ہر جاننے والے نے اس سے اس کے شوہر کی خیر و عافیت دریافت کرنا گویا فرض سمجھا تھا۔
"ٹھیک ہیں۔" وہ دل کا درد چھپا کر مسکرانے کی ناکام کوشش کرتی رہی۔
"تم کب جارہی ہو؟"
"ابھی تو نہیں۔"
"سنا تو یہ تھا کہ وہاں سیٹ ہوکر وہ لینے کے لیے آئیں گے تمہیں؟"
"دیکھیں۔"
"ولیمہ بھی تو ہوگا تمہارے میاں کی واپسی پر؟"
"جی۔"
"تمہاری سسرال سے کون، کون آیا ہے تمہید کی شادی میں؟"
"کوئی نہیں۔"
"کیوں؟"
"ساس بیمار ہیں سسران کی وجہ سے نہیں آسکے۔"
"دیور، دیورانی؟"
"باہر گئے ہوئے ہیں۔" اس سے آسان جواب ہی نہ تھا۔ کچھ اسی نوعیت کے استفسارات بھی کیے گئے۔
"زیور کیوں نہیں پہنا تم نے؟"

"مجھے اچھا نہیں لگتا۔"
"لو بھلا زیور کوئی اچھا لگنے کے لیے پہنا جاتا ہے۔ عزت کے لیے پہنا جاتا ہے۔" اہم انکشاف تھا۔
"بہن کی شادی تھی اپنی بری کے جوڑوں میں سے کوئی بھاری سا جوڑا نکال کر پہنتیں، یہ کیا سادہ سا سوٹ پہن کر چلی آئیں۔ دلہن کی ایک ہی تو بیاہی بہن ہو نظر آنا چاہیے تھا کہ بیاہی ہو۔"
بیاہی...... اس کا دل تو بیواؤں سے زیادہ اُجڑا ہوا تھا۔ بھاری جوڑے، زیور، اول تو تھا نہیں۔ مدثر کے گھر والے بری میں محض دکھانے کو منعم کی بیوی کے چند اچھے جوڑے پلاسٹک کی تھیلیوں میں پیک کرکے لے آئے تھے۔ زیور مدثر کی ممی کا تھا جس کی جو چیز تھی بعد میں اسی کے حوالے ہوئی بالفرض اس کے پاس اس کے نام کا کچھ ہوتا بھی تو ان حالات میں کس کا جی چاہتا تھا پہننے اوڑھنے اور بننے سنورنے کو۔ تمہید کی شادی میں وہ جس بجھے دل سے شریک ہوئی تھی اس کا اندازہ بس اسی کو تھا۔ شادی ہال میں بیٹھی وہ تمام وقت اداس نظروں سے تمہید کو یا اپنی اور بہنوں کو دیکھتی رہی۔ تمہید پر کیسا جوبن آیا تھا۔ دلہن کے روپ میں وہ ایک نئی تمہید لگ رہی تھی۔ مسحور...... مغرور۔ تقدیم، تعظیم اور تقدیس اِدھر سے اُدھر تتلی بنی پھر رہی تھیں۔ اماں داخلہ گاہ کے نزدیک اپنی وہیل چیئر پر بیٹھی کتنی مطمئن، معزز اور متوقر دکھائی دے رہی تھیں۔ سبھی خوش تھے بس ایک وہی تھی محزون اور ملول، تنہا اور دکھی، ماضی کی خطا کا عذاب بھوگتی، مستقبل کے اندیشوں میں گرفتار...... آنسو اندر ہی اندر گرتے رہے۔ وہ خوب صورت، طرح دار، جواں مرگ شاعرہ یاد آئی جسے طلاق کے سانحے نے اس قدر الم گزیدہ رکھا تھا کہ اس نے کہا تھا۔
"دنیا ایک تھال ہوتی... تو وہ طلاق کے حادثے کے بعد اتنا روئی ہوتی کہ تھال اس کے آنسوؤں سے بھر جاتی۔" تسنیم کی بدقسمتی یہ تھی کہ وہ تو لوگوں کے سامنے رو بھی نہیں سکتی تھی۔ آنسو اندر ہی اندر پینا تھے۔
سب سو گئے۔ وہ تاریکی میں لیٹی آنسو بہاتی رہی۔ کاش...... وقت کا پہیا الٹا گھمایا جاسکتا تو وہ اسی مقام پر واپس جا کھڑی ہوتی جہاں اس کی مدثر نام کے کسی نوجوان سے کوئی شناسائی نہ تھی۔

☆☆☆

تقریب ولیمہ کے بعد چوتھی ہوئی پھر چالے شروع ہوگئے۔ اماں پرانی روایتوں کے ساتھ جڑے رہنے والوں میں سے تھیں۔ چالوں کا دستور تقریباً متروک ہوجانے کے باوجود انہوں نے اپنے ہاں اس روایت کو برقرار رکھا۔ تمہید اپنی سسرال میں بہت خوش تھی۔ شوہر، ساس، سسر سب بہت خیال رکھتے۔ وہ بھی انہیں اپنا سمجھتی۔ اماں کے سمجھائے کو اس نے پلو میں باندھ لیا تھا۔ اچھی ماں وہی جو اچھی سیکھ دے۔ اولاد کو صحیح راستہ سمجھائے۔ اماں نے اس سے کہا تھا۔ "ماں باپ کے گھر تو بیٹی مہمان ہوتی ہے۔ تم بھی ہمارے پاس مہمان ہی تھیں۔ تمہارا اصل گھر وہی ہے جہاں تم اب جارہی ہو۔ شوہر کو اپنا مجازی خدا سمجھنا جو وہ کہے جیسا وہ چاہے بے چون و چرا ماننا۔ کسی بات کو غلط سمجھو یا ماننے کو جی نہ چاہے تو یہ نہیں کہ منہ پھلا کر بیٹھ گئیں یا تو تکار شروع کردی بعد میں آہستگی سے اپنی بات کہہ دی۔ ساس، سسر کو ماں باپ کا درجہ دینا۔ آج تم ان کے ساتھ جو کرو گی کل تمہاری اولاد وہی تمہارے ساتھ کرے گی۔ ان کی کوئی بات اچھی نہ بھی لگے تو چپ رہنا جواب دینے، زبان چلانے یا تھوبڑا پھلا کر بیٹھنے کی ضرورت نہیں۔ آخر اپنے ماں باپ بھی تو کتنا کچھ کہہ سن دیتے ہیں۔ نندوں کو اپنی بہنوں کی طرح سمجھنا اور جیٹھ جیٹھانی کو بھی احترام دینا بس اب وہی تمہارا گھر ہے، جینا مرنا سب اسی کے ساتھ۔"
تمہید کامی اور خدمت گزار لڑکی تھی۔ کام کرنے والے کا ہاتھ کام کیے بنا نہیں رہتا۔ چند ہی دنوں میں تمہید

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے اپنی خدمت گزاری سے شوہر سمیت تمام سسرال والوں کو اپنا گرویدہ کرلیا۔ وہ بھی خوش تھے تمہید بھی مسرور تھی۔
بلال اور تمہید ہنسی خوشی گھر آتے تو انہیں دیکھ کر تسنیم کے دل میں ہوک سی اٹھتی۔ بلال کا سامنا کرنے سے کتراتی کہ کہیں وہ اس سے کوئی ایسا سوال نہ کر بیٹھے جس کا جواب دینا مشکل ہو۔ ویسے بھی دوبارہ یونیورسٹی شروع کرکے اس نے اپنے مصروف ہونے کا جواز تو ڈھونڈ ہی لیا تھا۔ کلاسیں ختم ہوجانے کے بعد وہ دیر تک لائبریری میں بیٹھی پڑھتی رہتی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ ادھوری تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ زندگی میں اچھا آگے بڑھنے کی کوشش کرے گی کہ کبھی پیچھے پلٹ کر دیکھے تو زیاں کا احساس نہ ہو۔ اپنے بطن میں پلتے ننھے وجود سے اسے عجیب سا انس ہو چلا تھا۔
تمہید کی شادی کے بعد گھر کے لگے بندھے نظام میں کچھ دنوں کو ایک بدنظمی سی آئی مگر تقدیم نے خانہ داری کی ذمے داریاں کچھ اپنے ذمے لے کر کچھ تعظیم اور تقدیس کے سپرد کرکے اس بدنظمی کو سنبھال لیا۔ تسنیم اس کے خیال میں پہلے ہی بہت گھری ہوئی تھی۔ صبح یونیورسٹی جانا، شام کو واپسی اور ایسی حالت لہٰذا اسے خانہ دارانہ ذمے داریوں سے ماورا سمجھا گیا۔
''تسنیم جس تکلیف میں ہے اس کا اندازہ ہم میں سے شاید کوئی بھی پورے طور پر نہیں کرسکتا...... اس وقت اسے ہم سب کی توجہ اور مدد کی ضرورت ہے۔ سدا اس پر یہ وقت نہیں رہے گا انشاء اللہ بہتر ہوجائے گا مگر اسے یاد رہے گا کہ مشکل وقت میں کس نے اس کا کس طرح ساتھ دیا۔'' تقدیم نے چھوٹی بہنوں کو سمجھایا تھا۔
''کم سے کم شام کو تھوڑا سا کام دیکھ لیا کریں تسنیم باجی۔'' تعظیم نے کہا۔
''بیٹا! تھکی ہوئی آتی ہے وہ۔'' تقدیم نے پیار سے سمجھایا۔
''ہم بھی تو تھکے ہوئے ہوتے ہیں آپی۔ تسنیم باجی تو پہلے بھی کبھی کام نہیں کرتی تھیں۔''
''کوئی بات نہیں...... اب اسے آرام کی واقعی ضرورت ہے۔''
''یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ دوپہر کو آکر بھی میں کچن دیکھوں اور رات کو بھی۔''
''رات کا میں دیکھ لیا کروں گی۔ دن کو میری مجبوری ہے میں گھر پر ہوتی ہی نہیں۔''
''آپ فکر نہ کریں آپی۔'' تقدیس نے تقدیم کو تسلی دی۔
''تھینک یو سوئٹی۔'' تقدیم لاڈ میں تقدیس کو سوئٹی کہتی تھی۔ تعظیم اور تقدیس میں مزاجاً یہی فرق تھا کہ تعظیم جلد غصے میں آجاتی خفا ہوجاتی۔ تقدیس متحمل رہتی۔
تقدیم کے حُسنِ انتظام اور چھوٹی بہنوں کے تعاون سے گھر کا نظام جو تمہید کی شادی کے بعد قدرے بے ترتیبی کا شکار ہوگیا تھا جلد ہی ایک لگی بندھی ترتیب میں آگیا۔ صبح سب کو ناشتا کروانا تقدیم نے اپنے ذمے لیا۔ دفتر جانے سے پہلے وہ دوپہر کے کھانے کے لیے روٹیاں پکا کر ہاٹ پاٹ میں رکھ جاتی۔ تعظیم اور تقدیس جانے سے پہلے گھر کی صفائی کردیتیں۔ شام کو دفتر سے واپس آنے کے بعد تقدیم دونوں بہنوں کی مدد سے رات کا کھانا تیار کرتی۔ چھٹی والے دن کپڑوں کی دھلائی اور گھر کی بڑی صفائی مل جل کر کی جاتی۔ بس ایک مسئلہ تھا جو جلد ہی درپیش آنا تھا۔ ابھی تو مونس جو بہن کی شادی کے لیے مہینہ بھر کی چھٹی پر گھر آیا ہوا تھا چند دن اور میں تھا اس کے جانے کے بعد صبح سے دوپہر تک اماں کے گھر میں تنہا ہونے کا مسئلہ تھا۔ اس کی ابا کو بھی فکر تھی اور تقدیم کو بھی۔
مونس کی چھٹی کے آخری ہفتے میں تقدیم نے حسبِ وعدہ اماں اور ابا سے مونس کا عائزہ سے رشتہ طے کرکے

منگنی کردینے کی بات کی۔
''کیا...... مونس نے تم سے کوئی بات کی ہے؟'' ابا بولے۔
''نہیں ابا...... میں خود بات کر رہی ہوں۔ مونس اب اپنے پیروں پر کھڑا ہے، ہم سب کو اس کے اکیلے پن کی فکر رہتی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ فوجی چھاؤنیوں میں نوجوان افسروں کے پیچھے نہ صرف لڑکیاں خود لگ جاتی ہیں بلکہ اکثر سینئر افسران بھی اپنی بیٹیوں یا رشتے دار لڑکیوں کے لیے ان پر ڈورے ڈالنے لگتے ہیں۔'' تقدیم نے کہا۔
''ارے ڈورے تو ڈالنے والوں نے ڈال ہی دیے اس پر بھی...... چھوڑ کون سا دیا۔'' اماں دل گرفتگی سے بولیں۔
''چلیں اماں...... اب تو قبول کرنا ہے۔''
''ہاں...... قبول نہیں کروں گی تو بیٹے کی دید سے بھی جاؤں گی۔ چار مہینے بعد جو صورت دیکھ لیتی ہوں، وہ بھی نہیں دکھائے گا۔ یہ نشہ برا ہوتا ہے آدمی سے اپنے پرائے کی تمیز چھین لیتا ہے۔ جو منع کرے وہی برا لگتا ہے۔''
''بس تو اجازت دے دیں۔''
''ارے تو میں کون سا کوئی منع کر رہی ہوں۔''
''میرا مطلب ہے رشتہ طے کرکے منگنی کردی جائے۔''
''کردو۔''
''کتنے آرام سے کہہ رہی ہیں کردو۔ رشتہ طے کرنے کے لیے اسلام آباد جانا پڑے گا اماں۔ منگنی بھی وہیں ہوگی۔'' تقدیم دھیرے سے ہنسی۔
''میں لنگڑی لولی کہاں جاسکتی ہوں بھلا۔''
''ایسے تو نہ کہیں اماں۔''
''جو باتھ روم جانے کو دوسروں کی محتاج ہو، وہ اسلام آباد کیسے جائے گی؟''
''بھئی تمہیں جہاز میں لے کر چلیں گے۔'' ابا خوش دلی سے بولے۔
''بیٹے صاحب کو آنکھ منکا کرنا تھا تو یہ تو دیکھ لیتا کہ ماں معذور ہے دوسرے شہر جا بھی سکے گی کہ نہیں۔'' تقدیم اب زور سے ہنسی اور اماں کے گلے میں اپنی بانہیں حمائل کرکے محبت سے بولی۔
''یعنی لڑکوں کو عشق کرنے سے پہلے یہ سوچ سمجھ لینا چاہیے کہ والدین کو ان کی پسند کی لڑکی کے شہر جانا آنا سوٹ کرتا ہے کہ نہیں۔''
''تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے۔'' اماں نے تقدیم کو شاکی نظروں سے دیکھا۔ ''میرا دل دُکھتا ہے۔ کیسے کیسے خواب دیکھے تھے میں نے مونس اور خوش بخت کے لیے...... کس منہ سے انکار کریں گے تمہارے ابا اور انکار کے بعد کیسے منہ دکھائیں گے ہم ان لوگوں کو۔ ابھی تک تو تمہید کی شادی کی مصلحت تھی کہ اگر وہ لوگ ناراض ہو کر بیٹھ گئے تو منانا مشکل ہوجائے گا۔ شادی خوشی، خوشی نمٹ گئی اللہ کا احسان ہے۔ اب بات کرنی ہی پڑے گی۔''
''ہاں بھئی بات کرلینی چاہیے۔ مجبوری بتادیں گے اپنی۔'' ابا بولے۔
''بات مشکل تو ہے مگر ہمت کرلیں ابا۔'' تقدیم نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کرنی پڑے گی بیٹی۔"

مونس خوش ہوا کہ اسے گوہرِ مقصود پانے کو زیادہ ہاتھ پاؤں نہیں مارنے پڑے تھے۔ چھٹی گزار کر منگلا واپس گیا تو بہت مطمئن اور مسرور تھا۔ عائزہ کو یہ خوش خبری فون پر سنانے کے بجائے اس نے بہ نفسِ نفیس اسلام آباد جا کر اسے یہ خبر سنانے اور اس کے والدین سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسے یقین تھا کہ عائزہ اور اس کے گھر والے بہت خوش ہوں گے۔

☆☆☆

مربع اراضی جو الطاف نے نکاح کے وقت حجاب کو گفٹ کی تھی واپس کرنے کے لیے حجاب نے اویس انصاری ہی سے قانونی دستاویز تیار کروالی۔

اگلی پیشی پر امی اور حجاب نکاح کے بھاری جوڑے، پاپوش، زیورات، کاسمیٹکس، اسٹاف کو مٹھائی کھلانے کے لیے دی جانے والی وہ رقم جو الطاف نے نکاح کے بعد حجاب کو دی تھی نیز مختلف مواقع پر اس کی طرف سے پھل، مٹھائی یا کیک وغیرہ لائے جانے کے خرچ کا اندازاً تخمینہ لگا کر اس تخمینے سے بھی کچھ زائد رقم کے ساتھ عدالت میں موجود تھیں۔ الطاف اس روز عدالت نہیں آیا تھا البتہ اس کا وکیل سیف علی خان موجود تھا۔ پکار پڑنے پر سیف علی خان نے عدالت میں جج کے سامنے پیش ہو کر الطاف کی جانب سے حجاب کو دی جانے والی طلاق کی دستاویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"جنابِ والا! میرے مؤکل نے مدعیہ کو طلاق دے دی ہے لہٰذا خلع کے اس مقدمے کے جاری رہنے کا کوئی جواز نہیں رہ جاتا۔" جج نے پہلے تعجب کا اظہار کیا پھر مسکرایا اور سیف علی خان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"جب کوئی مقدمہ عدالت میں زیرِ سماعت ہو تو عدالت کا فیصلہ آنے تک اس معاملے میں کسی اور طرف سے کوئی کارروائی نہیں ڈالی جاتی بہرحال...... خلع اور طلاق دو مختلف معاملات ہیں آپ کے مؤکل کو طلاق کا اختیار حاصل تھا۔"

"جنابِ والا! میری مؤکلہ طلاق نامے کے ساتھ مہر کی مد میں دیا جانے والا چیک اور ڈیفنڈنٹ کی جانب سے نکاح کے وقت اور بعد میں دی جانے والی چیزیں اسے بذریعۂ عدالت واپس کرنا چاہتی ہیں تاکہ سند رہے۔"

"آپ کا مؤکل کہاں ہے؟" جج نے الطاف کے وکیل سے پوچھا۔

"سر چونکہ میرا مؤکل مدعیہ کو طلاق لکھ چکا ہے لہٰذا اس نے آج عدالت میں آنا ضروری نہیں سمجھا۔"

"وہ یہیں ہے یا بیرونِ ملک؟" جج نے پوچھا۔

"کچھ کہہ نہیں سکتا۔"

"اگر وہ یہیں ہے تو اسے اگلی تاریخ پر عدالت میں حاضری کا پابند کریں۔"

"بہت بہتر۔"

امی اور حجاب میں سرگوشی ہوئی۔

"جج صاحب! وہ اگر یہاں ہے تو اسے آج ہی بلوالیں پلیز۔" امی نے لجاجت سے کہا۔

"اماں! آج کیسے ممکن ہے؟"

"مہربانی کریں جج صاحب۔ ہم اکیلی عورتیں قیمتی سامان بار بار لے کر عدالت نہیں آسکتیں۔" امی نے عذر پیش کیا۔

"سر! شہر کے حالات ہم سب کے سامنے ہیں۔ اپنی گاڑیوں میں سفر کرنے والے لوگ محفوظ نہیں، ان خواتین کو پبلک ٹرانسپورٹ میں سفر کرنا پڑتا ہے۔ خاتون کا عذر بجا ہے۔ شہر کے ناگفتہ بہ حالات میں قیمتی سامان کو بار بار عدالت لانا، لے جانا خطرے سے خالی نہیں لہٰذا ممکن ہو تو میرے فاضل دوست کے ذریعے ان کے مؤکل کو عدالت میں بلوا کر یہ سامان آج ہی اس کے حوالے کر دیا جائے۔" جج نے اب سیف علی خان کو دیکھا۔

"میں چیک کیے لیتا ہوں جنابِ والا۔"

"آپ رابطہ کریں اور جو صورتِ حال ہو عدالت کو بتائیں۔" جج نے کہا۔

"جی بہتر۔"

"اماں جی آپ لوگ انتظار کریں۔"

"ٹھیک ہے۔" جج صاحب وقفے کے لیے اٹھ گئے۔

"بی بی! آپ لوگ باہر انتظار کرو۔" پیش کار نے حجاب سے اپنے اہانت آمیز رویے کا آخری موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا تاہم اس کے لہجے میں شگفتگی کا احساس چھپا نہ رہ سکا۔

"آپ لوگ میرے آفس میں بیٹھیں۔" اویس انصاری نے امی اور حجاب سے کہا۔ "میں آپ کو آکر بتاتا ہوں۔"

امی اور حجاب سامان سے بھرا بیگ اٹھائے اویس انصاری کے چیمبر کی طرف چلی گئیں۔ بیس پچیس منٹ انتظار کے بعد اویس انصاری نے آکر بتایا الطاف سے اس کے وکیل کا رابطہ ہو گیا تھا، وہ یہیں تھا اور اس نے گھنٹے بھر میں عدالت پہنچنے کا کہا تھا۔ اویس انصاری نے امی اور حجاب کو بہ اصرار چائے پلائی۔

الطاف کی آمد کی اطلاع کوئی ڈیڑھ گھنٹے بعد اویس انصاری کے منشی کے ذریعے ملی جسے اویس انصاری اطلاع دینے کی ذمے داری سونپ آیا تھا۔ اویس انصاری کے ہمراہ دوبارہ عدالت میں حاضری ہوئی۔ پیش کار سے الطاف کے خصوصی تعلقات کے باعث دوبارہ شنوائی کے لیے آخری پکار کا انتظار نہیں کرنا پڑا۔

الطاف کا بدلا ہوا روپ حیران کن تھا۔ خاموش، سنجیدہ اور شرمندہ عدالت میں اس کے سابقہ تیور تو کچھ اور ہی ہوا کرتے تھے۔ متکبر اور دوسروں کی بے بسی پر خندہ زن۔

اس نے حجاب سے صرف طلائی زیورات اور مربع اراضی کی واپسی کی دستاویز لینا قبول کیا لیکن امی اور حجاب نے ایک، ایک چیز واپس دینے پر اصرار کیا۔

"ہم کچھ نہیں رکھنا چاہتے جج صاحب...... سامان چیک کرا دیا ہے، لسٹ بنی ہوئی ہے، ہمیں صرف وصولی کی رسید چاہیے۔" امی نے کہا۔

"کوئی لے یا نہ لے ہم یہ سامان یہیں چھوڑ جائیں گے۔" حجاب نے ان کی تائید کی۔

"بی بی! نصف مہر کا چیک تو تمہارا شرعی حق ہے۔" جج نے کہا۔

"میں معاف کر چکی ہوں جج صاحب...... کسی قیمت پر نہیں رکھوں گی، واپس نہیں بھی لیا گیا تو پھاڑ کر پھینک دوں گی۔"

"واپس لیا بھی گیا تو بھی پھاڑ کر ہی پھینکا جائے گا۔" سیف علی خان نے استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"آپ بہت بکواس کر چکے اب چپ رہیں۔" حجاب نے بلا لحاظ کہا۔

"آپ میری انسلٹ کر رہی ہیں۔" سیف علی خان شرمندہ ہو کر اسے گھورتے ہوئے بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''اصولاً تو آپ کو شوٹ کر دینا چاہیے۔''

''جج صاحب!'' سیف علی نے حواس باختہ ہو کر جج صاحب کو شنوائی کے لیے پکارا۔

''احترامِ عدالت ملحوظ رہے۔'' جج نے ٹوکا۔

''جج صاحب! سامان کی وصولی کی رسید چاہیے ہمیں تاکہ بعد میں کوئی تنگ نہ کرے ہمیں۔'' حجاب نے جج کی سرزنش پر کچھ شرمندہ ہو کر کہا۔

''کوئی تنگ نہیں کرے گا۔'' حجاب کو سنائی دینے والے الطاف کے یہ آخری الفاظ تھے۔ اس کے لہجے میں یقین دہانی تھی۔

بقیہ کارروائی کے دوران الطاف نے اپنے اور حجاب کے وکیل اور پیش کار سے جو کچھ کہا سنا اس قدر دھیمی آواز میں کہ حجاب سن نہ پائی۔

جھوٹ کی بنیاد پر استوار کیے گئے رشتے کو مال و زر کی طاقت بھی ٹوٹنے سے نہ روک سکی تھی۔

☆☆☆

بم تھا جو مونس کے سر پر پھٹا۔ وہ ہکا بکا صبور احمد کا منہ دیکھتا رہ گیا۔ عائزہ کی چالاکی پر اسے حیرت بھی ہوئی اور غصہ بھی آیا...... خود اپنے منہ سے پھوٹ دیتی تو وہ اس کے باپ کے سامنے تو دستِ سوال دراز نہ کرتا۔ کتنی گہری اور کیسی مکار نکلی تھی وہ۔ روزانہ فون پر بات ہوتی تھی بھولے سے بھی اس نے ذکر نہیں کیا بلکہ ذکر تو کیا شُبہ تک نہیں ہونے دیا۔ کراچی سے اس کے تمام اہلِ خانہ کے لیے خریدی گئی سوغاتیں اور اسلام آباد کی معروف ترین بیکری سے اس کا پسندیدہ بلیک فوریسٹ کیک لے کر جب وہ اس کے آستانے پر پہنچا اور اسے یہ خوش خبری سنائی کہ وہ اپنے گھر والوں کو اس سے اپنی منگنی کے لیے تیار کر آیا...... اب صرف اس کے والدین کی جانب سے گرین سگنل ملنے کی دیر تھی تو وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

''پاپا سے بات کر لو دیکھو وہ کیا کہتے ہیں۔''

''کہنا کیا ہے یار، وہ تو خوش ہو کر کہیں گے فوراً بلا لو۔'' اس نے پُر یقین لہجے میں کہا۔

''ہو سکتا ہے کچھ اور کہیں۔'' وہ پہلے سے بھی زیادہ معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

''مثلاً؟''

''مثلاً......'' وہ سوچنے لگی پھر یک لخت کھلکھلا کر ہنس دی۔ ''سرپرائز رہنے دو۔''

''اوکے۔'' عام مردوں کی طرح سادہ لوحی دکھا کر اس نے اپنے مرد ہونے کا ثبوت دیا۔

صبور احمد نے اس کی بات سنی۔ دھیرے سے کھنکارے پھر ٹانگ پر ٹانگ دھرتے ہوئے بولے۔ ''مونس میاں عائزہ کی بات تو ہم نے طے کر دی ہے۔''

''میں سمجھا نہیں انکل۔'' اس نے چونک کر صبور احمد کو یوں دیکھا جیسے اسے ان کی بات سننے میں کوئی غلطی محسوس ہوئی ہو۔

''تمہاری آنٹی کی ایک دوست ہیں جو عرصہ دراز سے انگلینڈ میں مقیم ہیں۔ گزشتہ ماہ وہ کسی شادی میں شرکت کے لیے اسلام آباد آئیں تو انہوں نے اپنی پرانی دوستوں سے بھی ملنا چاہا۔ کسی طرح انہوں نے تمہاری آنٹی کو بھی ٹریس کر لیا۔ ہمارے گھر آئیں اور عائزہ کو اپنے بڑے بیٹے کے لیے جو ڈاکٹر ہے پسند کر گئیں۔ بات تقریباً طے ہی ہے۔ مارچ یا اپریل میں وہ لوگ شادی کے لیے آنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ نکاح پہلے ہو جائے گا تاکہ شادی کے بعد عائزہ ان کے ساتھ ہی جا سکے۔''

بم تھا جو مونس کے سر پر پھٹا یا پگھلا ہوا سیسہ تھا جو اس کے کانوں میں اترتا چلا گیا۔

''وہ ہر اعتبار سے ویل آف لوگ ہیں۔ پرانی جان پہچان بھی ہے۔ تمہاری آنٹی کی خواہش بھی یہی تھی کہ عائزہ کی شادی جانے بوجھے لوگوں میں ہو۔ اب تو دونوں سہیلیاں جو انشاء اللہ جلد ہی سمدھنیں بھی بن جائیں گی۔ نیٹ پر گھنٹوں لگی رہتی ہیں بھئی ہماری بھی چھوٹی سی فیملی ہے، عائزہ وہاں چلی گئی تو ہم بھی بیٹوں کے ساتھ وہیں سیٹل ہونے کی کوشش کریں گے۔ یہاں پاکستان کے جو حالات ہیں وہ تو سب کے سامنے ہیں۔ نہ جان محفوظ نہ مال کی ضمانت...... کیوں غلط کہہ رہا ہوں کیا؟''

مونس کو صبور احمد کی صورت دھندلی لگ رہی تھی اور آواز کسی دوسرے ہی جہان سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے دنیا سے ٹوٹ کر وہ پاتال کی گہرائیوں میں جا گرا ہو۔ اندھیرا، سناٹا اور بے بسی کا احساس اسے مارے ڈال رہا تھا۔

عائزہ کا اصل چہرہ اس وقت کُھل کر سامنے آ گیا جب اس نے گِلہ کیا۔

''تم نے مجھے بتایا تک نہیں؟''

''کیا بتاتی، میرا رشتہ آیا ہے۔ مشرقی لڑکی ہوں بھئی شرم کرنی چاہیے۔'' وہ مسکرا دی۔

''خوش ہو؟''

''یار! ایم ایس کر لوں گی فری آف کاسٹ، میری یا میرے پیرنٹس کی جیب سے تو کچھ نہیں جائے گا ناں اب تو سارا خرچ انہی کے ذمے۔'' اس نے دیدے مٹکائے اور بڑی ادا سے بولی۔

''تو تم خوش ہو۔'' مونس نے اسے گھائل نگاہوں سے دیکھا۔

''تم خوش نہیں لفظین؟'' اس نے آنکھیں پٹ پٹاتے ہوئے چالاکی سے کہا پھر اس کی قمیص کا کالر چھو کر بولی۔ ''تم ہمیشہ میری یادوں میں رہو گے لفظین...... ہم اچھے دوست تھے۔''

صبور احمد کی بیگم کے رویے میں بھی اس روز وہ گرم جوشی نہ تھی جو اُن کا خاصہ ہوا کرتی تھی۔ وقت سے پہلے ہی وہ منگلا جانے کے لیے صبور احمد کے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ لاری اڈے پہنچ کر منگلا جانے والی ویگن میں وہ کھڑکی کے نزدیک سیٹ پر بیٹھا تو کھڑکی سے باہر ہرے بھرے اسلام آباد کو دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں یک لخت برکھا کی رُت اتر آئی۔

ہار...... نوجوانی میں اور وہ بھی عشق میں...... کیسی دل شکن اور درد انگیز عذاب ہوتی ہے یہ اس وقت کوئی مونس سے پوچھتا۔

☆☆☆

نایاب باجی اور بہجت بھائی کو حجاب کی طلاق کی خبر امی نے خود فون کر کے دی۔ اطلاع دینا کوئی فرض تو نہ تھا اور حجاب کے نزدیک تو انتہائی غیر ضروری بلکہ خود اپنے حق میں زیادتی...... اپنے کوئی اس لیے ہوتے ہیں کہ دوسرے کے برے وقت میں اسے تسلی دینے اور اخلاقی سہارا دینے کے بجائے اپنی انا اور ساکھ کو سینے سے لگا کر بیٹھ جائیں۔ اچھا بہانہ تھا دکھ نہ بٹانے اور اپنی ذمے داریوں سے فرار حاصل کرنے کا...... چاہیے تو یہ تھا کہ نایاب باجی اور بہجت بھائی اپنی بیوی کو بھی مجبور کرتے کہ اس کڑے وقت میں ماں اور بہن کو سہارا دینا تھا۔ کیا جانتے نہیں تھے دونوں کہ ان کی بہن کس قماش کی لڑکی تھی۔ کیا جھوٹ اور سچ میں تمیز نہیں کر سکتے تھے دونوں۔ بہن

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھائیوں سے زیادہ ایک دوسرے کو کون جانتا ہے۔ دونوں اپنی عزت پیاری ہونے کا بہانہ بنا کر ایک طرح سے ماں بہن سے قطع تعلق ہی کر کے بیٹھ گئے۔ نہ اپنی کوئی خیر خبر نہ دوسرے کے جینے مرنے کی فکر...... سراسر خود غرضی اور اپنی ذمے داری سے فرار کا بہانہ...... حجاب کا بس چلتا تو ساری زندگی پلٹ کر نہ دیکھتی ایسے خود غرض بھائی اور بہن کی طرف مگر امی کے سینے میں ماں کے دل کا احترام ضروری تھا سوامی کے ان دونوں سے از خود رابطہ کرنے پر باوجود دل میں معترض ہونے کے اس نے زبان سے معترض ہونے سے گریز کیا۔

''نہ صرف خود طلاق نامہ دے گیا بلکہ ساتھ مہر کی آدھی رقم کا چیک بھی...... مگر ہم نے کورٹ کے ذریعے واپس کر دیا۔'' امی نے دونوں کو باری باری بتایا۔ اور معذرت الگ کی کہ میری وجہ سے آپ لوگوں کو تکلیف پہنچی۔

''آپ نے اس سے کہا ہوتا جیسے اخبار میں خبر لگوا کر ہماری رسوائی کی ویسے ہی معذرت کی خبر بھی چھپوائے۔'' نایاب باجی بولیں۔

''اللہ دیکھ رہا ہے۔''

''اللہ تو ہمیشہ کچھ دیکھ رہا ہے، دنیا کہاں دیکھتی ہے۔''

''دنیا کی آخر کہاں تک فکر کرے انسان۔''

''جب تک دنیا سے تعلق ہے انسان کو دنیا کی فکر کرنی پڑتی ہے امی...... قائم خان اور میری سسرال والے تو حجاب کی تصویر اور خبر ہی کو یاد رکھیں گے ناں...... انہیں اس بات کا اعتبار کون دلائے گا کہ الطاف طلاق نامہ پہنچانے کے لیے خود چل کر آپ کے گھر آیا اور طلاق نامے کے ساتھ مہر کا چیک بھی دے گیا، اپنے کیے پر نادم بھی ہوا۔''

''ہمیں کسی سے سرٹیفکیٹ تھوڑی لینا ہے پارسائی کا۔'' امی زچ ہو گئیں۔

''لوگوں سے نظریں ملانا مشکل ہو جاتا ہے امی...... پتا نہیں کس طرح میرے اسپتال والوں کو بھی معلوم ہو گیا۔ لے اُڑے جی سب...... وہ، وہ باتیں بنائیں کہ خدا کی پناہ!''

''اچھا بس میں نے تمہیں یہی بتانے کو فون کیا تھا کہ حجاب کی جان چھوٹ گئی اس ذلیل آدمی سے۔''

''اللہ آگے کی خیر کرے...... میں تو کہتی ہوں اب آپ یہ محلّہ ہی چھوڑ دیں۔'' نایاب نے مشورہ دیا۔

''کیوں...... کیوں چھوڑ دوں محلّہ؟''

''کہیں اور حجاب کی نہیں کریں گی کیا...... اور پھر رباب بھی تو ہے۔'' خیر خواہی میں نایاب باجی کی کہی بات بھی امی کے دل میں ترازو ہو گئی باہر والے تو بعد کو کہتے اپنی بیٹی کہہ رہی تھی۔

''اللہ مالک ہے۔'' امی کے لہجے میں توکل تھا۔ ''محلّہ چھوڑ کر بھاگیں وہ جن کے دل میں کوئی چور ہو ماتھے پر کالک ہو۔ الحمدللہ محلے والوں کو میرا اور مجھے اپنی اولاد کا پتا ہے کہ کیسی ہے۔''

بہجت بھائی نے اور بھی سخت بات کہہ کر امی کا دل مزید دکھایا۔ ''خاندان کی عزت کو جو داغ لگا ہے وہ اگلی نسلوں تک نہیں دُھل پائے گا۔ کیا جواب دوں گا میں اپنی اولاد کو جب وہ سمجھ آنے پر اگر مجھ سے پوچھے گی کہ آپ کی بہن نے یہ کیا کیا تھا؟''

''بہن کو جانتے نہیں ہو کیا تم؟'' امی صدمے کی کیفیت میں بولیں۔

''میری اولاد تو نہیں جانتی، وہ تو وہی سچ سمجھے گی جس کا اس کے سامنے ثبوت ہوگا۔ آپ کو پتا ہے ارم نے وہ اخبار تہ کر کے رکھ لیا ہے۔ میں نے اس کی الماری میں خود دیکھا ہے بلا مقصد تو نہیں رکھا ہوگا ناں اس نے۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اللہ عزت رکھنے والا ہے...... بندے تو کم ظرفی ہی دکھاتے ہیں۔" امی کو غصہ آ گیا۔

بہر حال امی کے نایاب باجی اور بہجت بھائی کو فون کرنے سے یہ فائدہ ہوا کہ منقطع رابطے بحال ہو گئے۔ نایاب باجی اور بہجت بھائی دوبارہ آنے جانے لگے۔ آہستہ آہستہ حجاب سے بھی اُن کی بات چیت شروع ہو گئی۔

☆☆☆

مونس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا گھر والوں کو کیونکر بتائے کہ جن پتّوں پر اس نے تکیہ کیا تھا وہ ہوا دے گئے۔ کئی دن سوچ بچار میں رہا آخر کار بتانا پڑا۔ تقدیم ہمیشہ کی طرح ہمراز ٹھہری۔ مونس کے لہجے سے جھلکتی دل گرفتگی سے تقدیم کو شدید ملال ہوا۔ مونس کی عادت تھی بہت کم اپنی کوئی تکلیف کسی سے بیان کرتا۔ بچپن میں جب بھی اس کی طبیعت خراب ہوتی انتہائی صورت میں ہی بستر پر لیٹتا۔ اماں سمجھ جاتیں کہ تکلیف ناقابلِ برداشت ہو گئی ہو گی تبھی بستر پر لیٹا ہے اور بستر پر پڑنے کے بعد بھی اپنی عمر کے عام بچوں کی طرح وہ کبھی ہا ہو نہ کرتا۔ آنکھیں بند کیے پڑا رہتا بہت ہوتا تو کبھی آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے۔

ابا کہا کرتے تھے۔

"میرے بیٹا شیر دل ہے۔"

اس شیر دل جوان کے دل پر عین جوانی میں کیسی ضرب پڑی تھی کہ تقدیم کو اس کے لہجے سے درماندگی کی صدا آئی۔

"تم ٹھیک تو ہوناں مونس؟" اس نے تشویش سے کہا۔

"ہونا پڑے گا آپی۔"

"دل پر زیادہ نہ لینا...... ایسے لوگوں کا یہی ہوتا ہے۔ یہ ابن الوقت ہوتے ہیں۔ ان کی نہ محبت کا اعتبار ہوتا ہے نہ ان کے وعدے وعید کا بھروسا۔ یہ موقع کے منتظر ہوتے ہیں جہاں پہلے سے بہتر موقع دیکھا آگے بڑھ لیے۔ بہت اچھا ہوا مونس...... تمہارے حق میں بہت بہتر کہ بات آگے بڑھنے سے پہلے ہی کھل گئی۔ خدانخواستہ منگنی ہو جانے کے بعد دھوکا دیتے تو زیادہ برا ہوتا۔"

برا تو اب بھی کچھ کم نہیں ہوا تھا پہلا عشق اور وہ بھی نوجوانی کا شکست عذابِ جاں تھی۔ دل جیسے چُور چُور ہو گیا تھا۔ ڈیوٹی سے آنے کے بعد وہ یا تو منہ لپیٹ کر پڑ جاتا یا اکیلا لمبی واک پر نکل جاتا۔ ساتھی اسے چھیڑتے۔

"اوئے، کیا ہو گیا ہے تجھے؟"

"کچھ نہیں یار۔" وہ ٹالنے کی کوشش کرتا۔

"کچھ تو ہے۔"

"کہہ جو دیا کچھ نہیں۔"

"کہیں کسی سے عشق تو نہیں ہو گیا جگر؟" پوچھنے والے کو کیا پتا کہ عشق میں مات ہو گئی تھی۔ اس کے کان اپنے موبائل کی میسج بیپ اور رنگ ٹون پر لگے رہتے۔ شاید عائزہ کا میسج آ جائے۔

"مس یو آفیسر...... کب آ رہے ہو لفٹین؟" یا اس کی کھنکتی ہوئی آواز سنائی دے جائے۔ "کہاں ہو لفٹین؟" مگر وہ تو جیسے بھول ہی گئی تھی۔

اس کا جی چاہتا عقیل کو فون کر کے بتائے کہ اس کی کزن نے کیا، کیا تھا اس کے ساتھ۔ اس کے ماموں اور مامی کی ابن الوقتی کا احوال اسے سنائے۔ اسے بتائے کہ عائزہ اس کے ساتھ محبت کا ناٹک رچاتی رہی، اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے والدین مہربان رہے لیکن جونہی انہیں بہتر موقع ملا انہوں نے نظریں پھیر لیں۔ اس کے موبائل میں اب بھی عائزہ کے بیسیوں میسجز محفوظ تھے جنہیں عقیل تک مشتہر کر کے وہ عائزہ کو ذلیل و رسوا کر سکتا تھا مگر نہیں...... یہ عائزہ کی نہیں محبت کی رسوائی ہوتی...... عشق کی تذلیل ہوتی۔ اس کی اپنی توہین ہوتی جو اسے کسی قیمت پر گوارا نہ تھی۔

سودائی بنا وہ آپ ہی آپ حساب کتاب کرنے بیٹھ جاتا۔ کہاں غلطی ہوئی تھی۔ کس مقام پر، کس موڑ پر جو ایسی تکلیف مقدر بنی تھی۔ اس کا حساب کتاب کوئی جواب نہ دے پاتا۔

گر اماں جانتی تھیں، ابا واقف تھے، تقدیم آگاہ تھی کہ مونس کو یہ درد کیوں ملا تھا۔ ایک عہد تھا جو اس نے توڑنا چاہا تھا...... خواب تھے اماں اور ابا کے جنہیں اس نے روندنے کی کوشش کی تھی۔ اوروں کے خوابوں سے کھیل کر وہ کیونکر جیت سکتا تھا۔ عائزہ کی بے وفائی اور اس کے والدین کا مونس سے نظریں بدلنا دراصل اس عہد کی جیت تھی جو اماں ابا نے اس کے اور خوش بخت کی بابت چھوٹی پھپھو سے کر رکھا تھا اور عائزہ سے قصۂ عاشقی چھڑنے سے قبل کیا وہ خود بھی خوش بخت میں دلچسپی نہیں لیتا رہا تھا؟

صد شکر کہ ابھی ابا نے بہن اور بہنوئی سے بات نہیں کی تھی۔ ٹوٹا رابطہ بحال کرنے کے لیے دونوں سرے جوڑ کر بس ایک گرہ لگانے کی دیر تھی۔ بہن بہنوئی سے بات کرنے کے لیے ابا کو بدین جانا پڑتا۔ مونس کے اکیڈمی جانے کے چند ہی ماہ بعد حمیرا کے میاں کا کراچی سے بدین تبادلہ ہو جانے میں بھی اللہ کی شاید یہی حکمت تھی کہ مونس اور خوش بخت کی بات ٹوٹنے میں تاخیر ہوتی چلی جائے اور شہروں کی دوری کے باعث خوش بخت اور اس کے والدین درمیانی عرصے میں آنے والے اس مد و جزر سے بے خبر رہیں۔ حمیرا کے شوہر کا بدین تبادلہ ہونے سے تسنیم کا معاملہ بھی حمیرا اور اس کے شوہر پر زیادہ آشکار نہ ہو پایا تھا۔ خدا کی ہر تدبیر میں واقعی مصلحت ہوتی ہے۔

بہن بہنوئی سے خوش بخت سے مونس کے رشتے کی بات چھیڑنے کے لیے مونس کے دل پر لگے زخم پر کھرنڈ آنے کا انتظار کرنا بھی لازم تھا۔ دل کا گھاؤ آہستہ آہستہ ہی بھرتا ہے۔

☆☆☆

عباد کو انگلستان جانے کے لیے ویزا مل گیا تھا۔ اس کے قدم زمین پر نہ تھے یوں لگتا تھا جیسے جنت میں داخل ہونے کا پروانہ مل گیا تھا۔ مادّہ پرستوں کے لیے وہ پروانۂ جنت ہی تھا جس کے سکہ رائج الوقت کے عوض پاکستان میں اس ایک سکے کے عوض سو سے زائد سکے ملتے تھے۔

عباد نے پرواز کے لیے ٹکٹ خرید لیا مگر امی بہت اداس تھیں۔ شادی کے بعد جب وہ کچھ دن کے لیے گھر سے چلا گیا تھا تو وہ کیسی بولائی بولائی پھرتی رہی تھیں۔ کبھی ایک کمرے میں...... کبھی دوسرے کمرے میں...... کبھی لاؤنج میں...... کبھی بالکونی میں...... کبھی ایک پڑوسن کے گھر تو کبھی دوسری کے ہاں۔ اب تو وہ چند دنوں کے لیے نہیں نہ جانے کب تک کے لیے اُن سے دور جا رہا تھا اور وہ بھی پردیس۔

"بیٹا تم تو چلے جاؤ گے...... تمہارے پیچھے میں مر جاؤں گی۔" امی روہانسی ہو کر کہتیں۔

"اوہو امی، اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ کو بھی وہیں بلا لیں گے ناں۔" وہ امی کو دلاسہ دیتا۔

"کون جانے کیا ہو؟"

"انشاء اللہ اچھا ہی ہوگا۔"

"تمہارے بغیر کیسے رہوں گی میں؟"

"پھر وہی بات۔" عباد زچ ہو گیا۔ "آپ کو میرا مستقبل عزیز نہیں؟"

”تھا...... عزیز تھا بیٹے...... تبھی تو دن رات مشین کا پہیا چلا کر تمہیں پڑھایا لکھایا، کیسے کیسے ارمان تھے دل میں۔“

”آپ مائیں صرف اپنے ارمان دیکھتی ہیں...... اولاد کو کبھی اپنے ارمانوں کا واسطہ دے کر کبھی دودھ نہ بخشنے کی دھمکی سے بلیک میل کرتی رہتی ہیں۔“ عباد جس کی آنکھوں پر خود غرضی کی پٹی بندھی تھی بے رخی سے بولا۔ امی صدمے کی کیفیت میں چند ثانیے ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتی رہیں پھر ان کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

”مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں۔“ انہوں نے عباد کا گال محبت سے چھوتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”تمہارا قصور نہیں، تمہارے باپ کی روح نہ شرمائے وہ بھی ایسے ہی تھے۔ اپنے آگے انہیں کوئی دوسرا دکھائی ہی نہیں دیتا تھا اور یہ بات اللہ بخشے تمہارے باپ ہی میں نہیں ان کے سارے بھائی بہنوں میں تھی۔ تایا نے تمہارے کیا کیا ہمارے ساتھ...... ان کی موت کے بعد تمہارے دادا کے گھر سے نکال دیا تھا ہمیں۔ کیا تھا اگر ان کے بال بچوں کی طرح ہم بھی اسی گھر میں رہتے رہتے۔ دیواریں چاٹ تو نہ لیتے ہم۔ افسوس کہ میری تربیت بھی تمہارے دل سے اس خاندان کی خود غرضی کو نہ نکال سکی۔ سچ کہہ گئے ہیں سیانے لوگ تخم تاثیر صحبت کا اثر۔“

”آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ میں اپنے باپ پر گیا ہوں۔“ عباد پر امی کے شرم دلانے کا مطلق اثر نہ ہوا بے شرمی سے بولا۔

”دعا ہی کر سکتی ہوں تمہارے لیے۔“ امی بولیں۔

”مجھے آپ کی دعائیں ہی چاہئیں۔“ عباد نے امی کو اپنے بازوؤں میں لیتے ہوئے کہا۔ ”دل چھوٹا نہ کریں، وہاں پہنچتے ہی پہلا کام آپ کو بلانے کی کوشش کرنا ہے۔“

”جہاں رہو خوش رہو۔“ ماں ہونے کے ناتے امی عباد کو دعا دینے اور اس کا ہر حال میں بھلا چاہنے پر مجبور تھیں۔

☆☆☆

حجاب کے لیے امی کا دل پہلے سے بھی زیادہ ڈرنے لگا تھا۔ الطاف نے طلاق تو دے دی تھی۔ سامان بھی واپس ہو گیا تھا مگر دشمن کو کبھی سویا نہیں سمجھنا چاہیے سو امی حجاب کے لیے الطاف کی دشمنی سے متفکر رہتیں۔ بدفطرت مرد، عورت سے رشتہ توڑ کر بھی اس کا بیری رہتا ہے۔ حجاب اسکول جاتی تو امی کے دل کو دغدغہ لگ جاتا۔ حفاظت کی دعائیں پڑھ پڑھ کر حجاب کا تصور باندھ کر پھونکے جاتیں بلکہ اب تو انہیں رباب کی طرف سے بھی فکر رہنے لگی تھی۔ بیری کا وہ حساب ہوتا ہے کہ دشمن کے بجن کو بھی اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ امی دونوں کو احتیاط سے جانے کی ہدایت کرتی رہتیں۔

”آپ فکر نہ کیا کریں امی...... جو قسمت میں ہونا ہو وہ تو ہو کر رہتا ہے۔“ حجاب نے امی کو سمجھانا چاہا۔

”میں تو چاہتی ہوں تم دونوں بہنوں کے مقدر ایسے نیکوں سے کھلیں کہ دنیا دیکھتی رہ جائے۔“

”کم سے کم میرے لیے تو آپ ایسی دعا نہ مانگا کریں۔“

”کیوں؟“ امی چونک کر اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

”میرے لیے بس ایک بار کا تجربہ ہی کافی ہے۔“ اس نے دل گرفتگی سے کہا۔

امی کو دکھ ہوا وہ غلط تو نہیں کہہ رہی تھی کس عذاب سے گزری تھی وہ...... بلکہ وہی کیا پورا گھرانا۔ کیا کچھ نہیں ہوا تھا اتنی تذلیل، ایسی رسوائی کا کبھی سوچا تھا......! خاندان کی کس عورت کی اس طرح کردار کشی کی گئی تھی بھلا۔

قصہ ٹھنڈا پڑ گیا تھا، معاملات نمٹ گئے تھے مگر حجاب کیا سے کیا ہو گئی تھی۔ وہ تمکنت جو اس کے حسن کا خاصہ تھی جاتی رہی تھی۔ چہرے پر شادابی کی جگہ اضمحلال جھلکنے لگا تھا۔ آنکھوں میں اداسی اور بے یقینی کے سائے نہ پہلی سی امنگ رہی تھی نہ ترنگ۔ نئے کپڑے بنانے کو جی چاہتا نہ بننے سنورنے کا شوق رہا تھا۔ اس نے خود کو ایک حصار میں مقید کر لیا تھا گویا اسکول میں اپنی ساتھیوں سے بھی بس کام کی بات کرتی صبح اسکول جانا اور واپس آ کر گھر ہی میں رہنا۔ بہت ہوتا تو کبھی تقدیم کے پاس چلی جاتی۔ تقدیم سے پہلے بھی دوستی تھی مگر اب غیر معمولی قربت کا احساس ہوتا۔ زندگی کے جس تجربے سے وہ گزری تھی اس کے بعد اس نے اپنی زندگی کی لغت سے شادی کا لفظ حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کبھی شادی نہیں کرے گی۔

☆☆☆

یونیورسٹی میں یہ تسنیم کا دوسرا روپ تھا۔ باحجاب، سنجیدہ اور پُرعزم، جونیئرز جو اَب اس کے ساتھ آ ملے تھے آپس میں اس کی اس کایا پلٹ پر اکثر رائے زنی کرتے۔

”تسنیم تو بالکل ہی بدل گئی ہے شادی کے بعد۔“

”یاد ہے مدثر کے ساتھ کیسے گھوما کرتی تھی یہ۔“

”لو برڈز کہلاتے تھے دونوں۔“

”یار ان لڑکیوں کا یہی ہوتا ہے گھومتی پھرتی کسی اور کے ساتھ ہیں شادی کسی دوسرے سے کرتی ہیں...... سنا ہے اونچا ہاتھ مارا ہے اس نے۔ ہسبینڈ باہر رہتا ہے یہ بھی چلی جائے گی۔“

”مدثر بھی تو باہر چلا گیا۔“

تسنیم نے یونیورسٹی میں کسی کو یہ بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی کہ مدثر ہی تھا جس سے اس کا مقسوم لڑا تھا۔

اس بار تسنیم کا تعلیم میں غیر معمولی انہماک بھی قابلِ توجہ تھا۔ فارغ وقت میں وہ لائبریری کا رخ کرتی۔ تقدیم کی وجہ سے گھر پر نیٹ کی سہولت موجود تھی۔ تسنیم نیٹ پر اعلیٰ تعلیم کے لیے اسکالر شپس اور اپنے سبجیکٹ سے متعلقہ فیلڈ میں ملازمت کے مواقع بھی باقاعدگی سے دیکھتی رہتی۔

دن گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے یونیورسٹی آنا جانا مشکل محسوس ہونے لگا تھا مگر اس نے بہرحال اپنی تعلیم مکمل کرنے کا تہیہ کر رکھا تھا۔

مدثر نے گھر کے پتے پر کچھ رقم اس کے نام ارسال کی تھی جو اس نے اماں کی ایما پر واپس بھجوا دی تھی۔

”ایک پیسہ لینے کی ضرورت نہیں، ہم پیسے کے نہیں عزت کے بھوکے ہیں۔“ اماں نے کہا۔

”سر! میں نے کچھ پیسے بھجوائے تھے تسنیم کے نام وہ اس نے وصول نہیں کیے۔ آپ اسے اور اس کے گھر والوں کو سمجھائیں کہ مجھے میرا فرض ادا کرنے دیں۔“ مدثر نے اویس انصاری کا سہارا لیا۔

”انہیں تم سے ایسی تکلیف پہنچی ہے مدثر کہ وہ تمہیں ساری زندگی اپنا بدترین دشمن سمجھیں گے۔“

”میں جانتا ہوں سر۔“

”جانتے ہو تو بہتر یہی ہے کہ اُن کے زخموں کو چھیڑنے کی کوشش نہ کرو۔ وہ لالچی اور حریص لوگ نہیں ہیں، تمہارے گھر تسنیم کا آ کر رہنا کسی مادّی طلب کی وجہ سے نہیں تھا۔ دنیاوی ضرورت تھی، تمہیں پتا ہے تقدیم کی تنخواہ کتنی ہے، وہ آسانی سے اپنی پوری فیملی کو سپورٹ کر سکتی ہے۔ تسنیم کو کسی مالی مشکل کا شکار نہیں ہونے دے گی وہ۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں جانتا ہوں سر...... بہت اچھی طرح جانتا ہوں لیکن میرا ابھی تو کچھ فرض ہے یا یہ سمجھ لیں کہ میں اپنے احساسِ جرم کو کچھ دھیما کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں سر میں دکھ میں نہیں ہوں؟ یقین کریں یا نہ کریں پچھتاوا یہاں تک میرے ساتھ آیا ہے...... لگتا ہے ساری زندگی پیچھا کرے گا۔" مدثر کی آواز رندھتی چلی گئی۔

"یار! تم لوگ غلطی کرنے سے پہلے یہ کیوں نہیں سوچ لیتے کہ اس غلطی کا انجام زندگی بھر کی سزا بھی ہو سکتی ہے۔" اویس انصاری کو ملال ہوا۔

"سر جی! ہم غلطی کرنے والے اگر یہ سوچ لیں تو پھر ہم اویس انصاری نہ بن جائیں۔" اویس انصاری دھیرے سے ہنس دیا۔

"تمہارا کیا خیال ہے اویس انصاری سے غلطیاں نہیں ہوئی ہوں گی؟"

"کم از کم ایسی نہیں جو زندگی بھر کی سزا بن گئی ہوں۔" اویس انصاری بے ساختہ قدرے بلند آہنگی سے ہنسا۔

"یہ تم نے اس قدر یقین سے کیسے کہا۔"

"وہ ایک مصرعہ ہے ناں سر کچھ اس طرح...... بھانپ لیتے ہیں مضموں لفافہ دیکھ کر۔"

"اچھا۔"

"جی سر۔"

"مجھ سے کیا چاہتے ہو تم؟"

"تسنیم سے کہیں مجھے معاف کر دے۔"

"اونہوں۔" اویس انصاری کے لہجے میں قطعیت تھی۔ "یہ نہ جلد بھر جانے والا زخم ہے نہ جلد معافی پانے والا جرم...... میرا نہیں خیال کہ تسنیم تمہیں معاف کرے گی۔ عورت سب کچھ معاف کر دیتی ہے بلاقصور ملنے والی طلاق کا دکھ قبر تک اس کے ساتھ جاتا ہے بلکہ میرا تو خیال ہے روزِ قیامت میدانِ حشر میں ایسی عورتوں کا ایک لشکرِ جرار ہوگا جو اپنے شوہروں کے خلاف انہیں بلاقصور طلاق پر انصاف چاہے گا۔ عورت طلاق کا دکھ کبھی نہیں بھول پاتی مدثر۔"

"تو کیا مجھے ساری زندگی صلیب پر لٹکے رہنا ہوگا سر؟" مدثر کی آواز جیسے پاتال کی گہرائیوں سے ابھری۔

"معجزے بھی ہوتے ہیں دنیا میں۔" اویس انصاری نے کہا۔

"آپ کا مطلب ہے مجھے انتظار کرنا چاہیے؟"

"مگر اس یقین کے ساتھ کہ یہ انتظار بے ثمر بھی ثابت ہو سکتا ہے۔"

"اوکے سر، میں پھر بھی انتظار کروں گا۔" مدثر نے کہا۔

☆☆☆

مونس کی بات اماں اور باقی گھر والوں کے لیے نویدِ مسرت بن گئی۔ اماں کی تو جیسے اللہ نے قبولیت کی کسی گھڑی میں سن لی تھی۔ اٹھتے بیٹھتے ان کے دل کو کوئی معجزہ ہو جانے کی جو آرزو لگی تھی وہ پوری ہوگئی۔ مونس کی جان اس بلائے ناگہانی سے چھوٹی جس کا نام عائزہ تھا۔

"اب کس بات کا انتظار کرنا...... بلاؤ مونس کو اور پڑھاؤ اس کا خوش بخت سے نکاح۔" اماں نے بے تابی دکھائی۔

"اسے تھوڑا وقت دیں اماں۔" تقدیم بولی۔

"کس بات کا وقت؟" اماں نے ابرو چڑھائی۔ "کہ کوئی اور لاسا لگا دے۔"

"مونس کے لیے یہ ایک بڑا حادثہ ہے اماں...... اسے اس حادثے کو بھولنے میں کچھ وقت لگے گا۔"

"میں تو شکر کرتی ہوں کہ میرے بچے کی جان ابھی چھوٹ گئی...... ایسے لوگ بعد میں بھی رنگ دکھاتے ہیں۔"

"یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو بس موقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔" ابا بولے۔

"ہاں جہاں دیکھی توا پرات وہاں گزاری ساری رات۔ بس اپنے مطلب کے۔"

"انہیں نہ دوسروں کی جذبات اور احساسات کی پروا ہوتی ہے نہ اپنی عزت کا خیال...... لڑکیوں کو آگے بڑھا رکھا ہوتا ہے کہ لڑکا گھیر لو آگے ہمارا کام...... درمیان میں کوئی اس سے بہتر مل گیا تو پہلے کو ہری جھنڈی۔" ابا نے ذرا کھل کر کہا۔

"بے حیا، بے شرم کہیں کے...ایسوں ہی نے تو معاشرہ بگاڑ رکھا ہے۔" اماں بھی دل کے پھپھولے پھوڑنے کے درپے تھیں۔

"بہرحال مونس کی جان بچ گئی۔"

"خدا کا شکر ہے کہ آپ نے حمیرا سے اب تک کوئی بات نہیں کی تھی، ورنہ اس وقت بات کرنے کے نہ ہوتے ہم۔"

"یہ اللہ کے بندوبست ہوتے ہیں تقدیم کی ماں۔" ابا نے کہا۔ "ورنہ انسان کی زبان تو چمڑے کی ہے بے بات، بے موقع پھسل جاتی ہے۔ یہاں تو ضرورت تھی بات کرنے کی بس اللہ ہی نے ہماری زبان پر تالے ڈالے رکھے۔"

"اللہ نے جیسی میری سنی سب کی سنے۔"

"آمین...... ثم آمین۔"

"مونس کے کان میں یہ تو ڈال دی جائے کہ ہم حمیرا سے بات کرنے جا رہے ہیں۔" اماں کے لہجے میں گونہ بے تابی تھی۔

"تھوڑا سا انتظار اماں۔" تقدیم نے دبی زبان سے کہا۔

"اس انتظار میں کچھ اور ہو جائے تو؟" اماں نے اپنا خدشہ پھر دہرایا۔

"انشاءاللہ کچھ نہیں ہوگا۔"

☆☆☆

انگلستان نے عباد کو فوراً ہی اپنے سحر میں جکڑ لیا تھا۔ کیا دیس تھا! نرالا متوالا...... زندگی کی ایسی جولانیاں عباد نے اپنے دیس میں کہاں دیکھی تھیں۔ یہاں تو زندگی آواز سے تیز تر، روشنی سے آگے دکھائی دیتی تھی۔ پیہم رواں...... ہر دم جواں کیا زمین پر کیا زیرِ زمین...... ہر سو متحرک میم صاحبان کی پنسل ہیلو کی کھٹ پٹ فضا میں ایک نغمگی سی بکھیرے رکھتی۔ مرد کیا ٹیوب اسٹیشنز پر، کیا دورانِ سفر منہ سے اخبار یا کتاب لگائے پھرتے یا پھر جھومتے جھامتے...... مزاق تھا اس قوم کو کھانے پینے کا، شاپنگ کا مطالعے کا۔ پیر سے جمعے تک جو کماتے ویک اینڈ پر ٹرالیاں بھر بھر شاپنگ یا پینے پلانے میں جھونک آتے۔ پیر کی صبح سے از سرِ نو زندگی سے نبرد آزمائی کے لیے تیار۔ عجیب لوگ تھے نہ دوسروں کے معاملات میں تاک جھانک نہ کسی اور کو اپنے معاملات میں مداخلت کی اجازت۔ کوئی کوشش کرتا بھی تو "مائنڈ یور اون بزنس" کا چپوٹا لگاتے...... مداخلت کی کوشش کرنے والا اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا۔ پلیز، تھینک یو، سوری، گریٹ ان کے میجک ورڈز تھے...... سکہ رائج الوقت کا کام دیتے۔ عباد تو

WWW.PAKSOCIETY.COM

پہلی ہی نظر میں اس دنیا کا اسیر ہو گیا۔ نورین اگر وہاں نہ ہوتی تو انگلستان اس کے لیے جنت سے کم نہ تھا۔ نورین نے تو چند ہی دن میں اس کا ناطقہ بند کر دیا۔

یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ وہاں کیوں کھڑے ہوئے؟ اسے کیوں دیکھا؟ اس سے کیوں بات کی؟ گنوار ہو! ایٹی کیٹس نہیں آتے۔ چھری کانٹا پکڑنا سیکھو۔ ٹوائلٹ استعمال کرنا نہیں آتا تو کرتے کیوں ہو۔

نورین اس کے ساتھ اہانت کا رویہ رکھتی اور دوسروں کے سامنے بھی اس کی تضحیک کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتی' بات بات پر وہ اسے یاد دلاتی کہ پاکستان میں وہ ایک دڑبے میں رہا کرتا تھا۔ وہ اس کی ذلت کرتی، اسے حقیر گردانتی، مذاق اڑاتی اور دور دیس بیٹھی اس کی ماں کا مذاق اڑانے سے بھی گریز نہ کرتی۔

''وہ کیا چیز تھی عباد جو تمہاری ماں نے میرے لیے جب ہم تمہارے گھر گئے تھے چائے پر رکھی تھی...... وہ گول، براؤن براؤن سی؟''

''اندرسے۔''

''ہاہ!'' وہ منہ اوپر کر کے ہنستی۔ ''میں نے تو چھوا بھی نہیں مم۔'' وہ اپنی ماں کو بتاتی۔ عباد کو خفت محسوس ہوتی۔

''اتنے گندے گھر میں رہ کر آئے ہو تمہیں تو یہ سب کچھ بہت غیر معمولی لگتا ہوگا۔ کبھی سوچا تھا تم نے کہ ایسے اعلیٰ گھر میں رہو گے؟''

عباد کو خاموشی سے سننا ہی تھا...... کچھ کہنے کی اجازت تھی نہ بولنے کی جا۔ نورین کے باپ کو اس نے زبان دے رکھی تھی کہ ان کی لاڈلی بیٹی کا اطاعت گزار شوہر بن کر رہے گا۔ نورین کے سامنے زبان کھولنے کی صورت میں ''جنت بدری'' کا احتمال بھی تھا اور وہ ایسا کوئی خطرہ مول نہ لینا چاہتا تھا۔ کم از کم برٹش پاسپورٹ ہاتھ میں آجانے تک۔

امی کو وزیٹر کی حیثیت سے انگلستان بلانے کی خواہش ظاہر کی تو نورین نے ناک سکوڑ کر اور منہ بنا کر کہا۔

''نو وے'' اس نے صاف کہہ دیا کہ وہ اپنے گھر میں کسی اور فرد کو برداشت نہیں کر سکتی۔

''عباد کی والدہ ہمارے ساتھ رہ لیں گے ہنی۔'' نورین کے ڈیڈی نے اس سے کہا۔

''آپ کو معلوم تو ہے ڈیڈ میں جب کسی بات کو منع کر دیتی ہوں تو منع کر دیتی ہوں بس...... ہنسیں گے یہاں کے لوگ اس عورت کو دیکھ کر کہ یہ ہنی کی ساس ہے جسے بات کرنے کی تمیز نہیں۔ بالکل جاہل، گنوار۔'' عباد کو غصہ تو بہت آیا مگر اس کی زبان پر مصلحت کے پہرے تھے۔ برطانوی شہریت کے حصول تک اسے اپنی نک چڑھی، منہ پھٹ اور خودسر بیوی کو خاموشی سے بھگتنا تھا۔

امی سے فون پر بات ہوتی تو وہ کہتیں۔

''بیٹا تمہارے بغیر میں بہت اداس ہوں۔'' وہ امی کو تسلی بھی نہ دے پاتا۔ سچ تو یہ تھا کہ اب خود اسے دلاسے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ وطن سے دور کون تھا جو اس کا حالِ دل سنتا اور اسے تسلی دیتا۔

☆☆☆

باس نے ایک اہم میٹنگ بلا رکھی تھی۔ آقاؤں کے دیس سے ملنے والے خطیر فنڈز سے آقاؤں کے مفادات کے لیے بہت کام ہو چکا۔ اب وہ اپنی جیبِ خاص سے عوامی بہبود کا کوئی پروجیکٹ شروع کرنا چاہتی تھیں اور اس سلسلے میں انہوں نے اپنی این جی او کے کلیدی عہدوں پر فائز ذمے داران سے سفارشات طلب کی تھیں۔ مذکورہ عہدہ داران کو اس ضمن میں ہفتہ بھر قبل ایک سرکلر بھجوا دیا گیا تھا۔ طلب کیے گئے اجلاس میں ان عہدہ داران

کو اپنے اپنے مجوزہ منصوبے کے خدوخال پیش کرنا تھے۔ میٹنگ میں باس نے اپنی این جی او کے قانونی مشیر اویس انصاری کو بھی بلا رکھا تھا۔

کسی نے پسماندہ بستیوں میں تعلیم کے شعبے میں خدمات کا منصوبہ پیش کیا، کسی نے صحت کے شعبے میں' کسی کا کہنا تھا دور افتادہ بستیوں میں بسنے والوں کو صاف پانی کی فراہمی بڑی خدمت ہوگی، کسی نے معاشی دوڑ میں عام خواتین کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے قرضِ حسنہ کی تجویز پیش کی۔ کوئی رعایتی نرخوں پر عوام کو سستی ٹرانسپورٹ فراہم کرنے کا منصوبہ لے کر آیا تو کسی نے گھر گھر سبزیاں اگانے کے لیے بیج، کھاد اور بہ ضرورت گملوں کی فراہمی کی تجویز پیش کی۔ جتنے عہدہ داران تھے اتنے ہی منصوبے چونکہ ہر ایک نے اپنے اپنے منصوبے کے خدوخال وضع کرنے میں رازداری برتی تھی لہٰذا بعض پروجیکٹس کی تکرار بھی سنائی دی۔

تقدیم نے اپنی باری آنے پر فائل کھولی اور انتہائی اعتماد سے تمہید باندھی۔ ''بے شمار سرکاری، نیم سرکاری اور نجی ادارے ملکی اور غیر ملکی وسائل پر بہبود عامہ کے ان گنت منصوبوں پر کام کر رہے ہیں لیکن عوامی زندگی کا ایک شعبہ ایسا ہے جس پر سنجیدگی سے کام کر کے اتنی دعائیں سمیٹی جا سکتی ہیں جس کا تصور ممکن نہیں۔''

''آپ کس شعبے کی بات کر رہی ہیں مس تقدیم؟'' باس جو تقدیم کو اپنی گڈبکس میں رکھتی تھیں چونکیں۔

''میم......'' تقدیم ہچکچائی۔ ''ہمارے معاشرے میں اکثر متوسط اور نچلے متوسط گھرانوں کا اہم ترین مسئلہ بیٹیوں کے لیے مناسب رشتے کی تلاش ہے۔ شادی بیاہ کے دفاتر جابجا کھلے ہوئے ہیں مگر ان کے بارے میں عجیب و غریب کہانیاں عام ہیں۔ یہ ادارے سادہ لوح اور ضرورت مند لوگوں سے رجسٹریشن اور دیگر بہانوں سے پیسہ بٹور لیتے ہیں لیکن بعد میں مختلف حیلے بہانوں سے لوگوں کو ٹرخاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ لوگ ان شادی دفاتر کے چکر لگا لگا کر تھک جاتے ہیں اور بالآخر اپنی ادا کردہ فیسوں پر فاتحہ پڑھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ بعض اداروں کے بارے میں تو سننے میں آیا ہے کہ صرف بڑے گھرانوں کے رشتے کروانے میں دلچسپی رکھتے ہیں عام لوگوں سے فقط پیسہ بٹورتے ہیں کام نہیں کرواتے۔ ضرورت ہے کہ اس شعبے میں عام لوگوں کے لیے سنجیدگی سے کام کیا جائے۔'' میٹنگ میں شریک بیشتر افراد کے چہروں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

''یعنی آپ میرج بیورو کھولنے کا منصوبہ لے کر آئی ہیں؟'' مسکرانے والوں میں سے ایک نے پوچھا۔ اکثریت کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ باس بھی مسکرا دیں۔ تقدیم لمحے بھر کو خفیف ہوئی لیکن اگلے ہی لمحے اس نے ہنسنے والوں کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا اور چبھتے ہوئے لہجے میں بولی۔

''ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم ہنسنے والی باتوں پر رونے بیٹھ جاتے ہیں اور جن مسائل کو سنجیدگی سے لینا چاہیے ان پر ہنسنے لگتے ہیں۔ جس گھر میں کوئی ایک لڑکی بھی مناسب بر کے انتظار میں بیٹھی ہے اس انتظار کا کرب اس لڑکی سے یا اس کے گھر والوں سے پوچھیں۔ ذرا سوچیں...... ہم میں سے کسی کی بہن یا بیٹی کو تیار ہو کر بار بار رشتے کے لیے آنے والے لوگوں کے سامنے چائے کی ٹرے اٹھا کر جانا پڑے اور بار بار مسترد ہونا پڑے تو......؟ اس پر اور ہم پر کیا گزرے گی۔ گھر آنے والے کبھی لڑکی کو اس کی عام شکل صورت کی بنا پر رد کر جاتے ہیں کبھی اس کے گھر والوں کی کمتر مالی حیثیت پر...... لڑکی بے چاری بار بار مسترد ہوتے، ہوتے نفسیاتی مریض بن جاتی ہے اور کبھی کبھی لوگوں کی خود غرضی اسے بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچا دیتی ہے۔''

''کسی شاعر نے غالباً ایسی ہی کسی لڑکی کے درد میں کہا تھا...... عمر بیتی جائے کوئی رشتہ نہ آئے۔'' تقدیم کے ایک ساتھی نے مذاقاً پھبتی کسی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''اکرم صاحب! براہِ کرم اسے لطیفہ نہ گردانیں یہ ایک سنجیدہ معاملہ ہے۔ ہر اس گھر کا مسئلہ ہے جہاں کوئی لڑکی مناسب رشتے کی تلاش میں بیٹھی ہے۔ یہ کمیونٹی کا مسئلہ ہے اور اس پر سنجیدگی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔'' تقدیم نے پھبتی کسنے والے کو گھورا اور زہر خند لہجے میں بولی۔ ''تھینک یو میم۔'' تقدیم نے باس کی جانب دیکھا اور اختتامیہ فقرہ ادا کیا۔

سرگوشیاں ابھریں۔ مسکراہٹیں دکھائی دیں۔

''اس میں شک نہیں مس تقدیم کہ یہ ایک اہم معاشرتی مسئلہ ہے مگر عام بھی ہے۔ میں کوئی منفرد سا منصوبہ چاہتی ہوں۔ کیا...... یہ میں خود بھی نہیں جانتی۔'' باس نے کہا۔

ادارے کا قانونی مشیر ایڈووکیٹ اویس انصاری کرسی پر اپنا پہلو بدلتے ہوئے ہولے سے کھنکارا اور باس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''میں کچھ عرض کر سکتا ہوں میڈم؟''

''جی...... جی وکیل صاحب، ضرور۔'' باس ہمہ تن اویس انصاری کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''مس تقدیم کا پیش کردہ منصوبہ اس میٹنگ میں موجود کسی اور فرد کے دل کو لگا ہو یا نہ لگا ہو میں بہر حال اس پروپوزل سے انتہائی متاثر ہوا ہوں۔ واقعی ہمیں اپنی معاشرتی زندگی کے اس اہم معاملے میں انتہائی سنجیدگی سے کام کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ نہ تو ہم مغربی معاشروں کی طرح اس حد تک مادر پدر آزاد ہیں کہ اپنی بہنوں، بیٹیوں کو بے لگام چھوڑ دیں اور کہیں جاؤ مغرب والوں کی طرح تمہیں جو بھی پسند آئے اس کا ہاتھ تھام لو...... نہ ہم نے نکاح جیسے مقدس فریضے کو مغرب کی طرح پامال کیا ہے۔ الحمدللہ ہم مسلمان ہیں، غیور ہیں، رشتوں کی حرمت سے آگاہ ہیں اور نکاح کے بندھن کو جائز نسلِ انسانی کی بنیاد کا پہلا پتھر سمجھتے ہیں۔ اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو باعزت طور پر ان کے گھروں کا کرنا ہمارا اہم ترین معاشرتی شعار ہے۔ افسوس کہ ہماری خود غرضیوں نے ہمیں ایک دوسرے سے دور اور ایک دوسرے کے مسائل سے ناآگاہ کر دیا ہے اور اس سے سب سے زیادہ متاثر ہم جیسے لوگ ہوئے ہیں۔ پڑھے لکھے، سفید پوش، شہری لوگ جو ہر صورت اپنا بھرم بھی قائم رکھنا چاہتے ہیں...... دیہاتوں میں رشتے ناتے طے ہونا آج بھی شاید اتنا گمبھیر مسئلہ نہیں۔ وہاں آج بھی اپنا خاندان، اپنے لوگوں کا تصور پسندیدہ ہے گو اس تصور سے طبی مسائل بھی جنم لیتے ہیں۔ شہری معاشرے میں خود غرضی اور مادہ پرستی در آئی ہے۔ ہم پڑھے لکھے لوگوں کو اس کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے۔ مس تقدیم نے جو تجویز پیش کی ہے آپ میں سے کوئی ان کا ساتھ دے یا نہ دے میں دامے، درمے، سخنے اس پروگرام کو آگے لے جانے کے لیے تیار ہوں۔''

''بسم اللہ وکیل صاحب...... تو پہلا رشتہ آپ ہی کا۔'' کسی منچلے نے کہا۔

''مسٹر حارث!'' باس نے بولنے والے کو ابرو چڑھا کر تنبیہی تیوروں سے دیکھا۔

''کوئی بات نہیں میڈم۔'' اویس انصاری نے باس کی جانب دیکھا۔ ''آزادیِ رائے ہر ایک کا حق ہے۔ ہمارے ہاں گھٹن کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ہم خود بولنا چاہتے ہیں دوسروں کو بولتے دیکھنا نہیں چاہتے۔'' اویس انصاری نے روئے سخن حارث کی طرف کیا اور مسکراتے ہوئے بولا۔ ''حارث صاحب! میرے گھر میں تین بہنیں ہیں۔ ایک بیوہ، دوسری مطلقہ اور تیسری حال میں میڈیکل کالج سے فارغ التحصیل...... اپنی شادی سے پہلے ان تینوں کو سیٹل کرنا میری پہلی ترجیح ہے۔'' شرکائے میٹنگ بشمول باس اور تقدیم چونک کر اویس انصاری کو دیکھنے لگے۔

جاری ہے

سالِ نو مبارک

غزالہ فرخ

اماں کے دل پر یک دم گھونسا سا لگا تھا۔ وہی متورم آنکھیں، زرد چہرہ اور ملگجا لباس...... ماں تھیں پل بھر میں جان گئیں کہ حالات درست نہیں تھے، مائرہ پھر ناراض ہو کر چلی آئی تھی۔ وہ تو وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئیں ایک جامد وجود کی طرح ساکت سی۔ مائرہ اندر چلی آئی تھی۔ ماں کو سامنے پایا تو دل بھر آیا اپنے دونوں بازو وا کر دیے کہ ماں کی آغوش میں گھس جائے مگر اماں کے بازو حرکت

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نہیں آئے "بے جان ان کے وجود کے دونوں طرف لٹکے ہی رہے۔ وہ بے دم ہو کر قریب پڑے صوفے پر ڈھے گئیں۔

زارا اور سارہ بھی پیچھے چلی آ رہی تھیں اور ان کے پیچھے نوکر دانش مائرہ کا بیگ اٹھائے۔ مائرہ اب برستی آنکھوں کے ساتھ ان کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"اماں...... اماں، مجھے اب وہاں نہیں جانا جہاں میری کوئی قدر نہیں اور وہ آپ کا داماد...... اپنی ماں کا غلام، آج گھر سے نکال دیا ہمیں...... صاف کہہ دیا کہ میری امی کی عزت نہ کرنے والوں کی اس گھر میں کوئی جگہ نہیں۔" وہ جلد از جلد اپنی دکھ بھری کہانی بیان کرنا چاہ رہی تھی مگر اماں نے کچھ بھی نہیں کہا۔

"اپنا گھر کیوں چھوڑا مائرہ؟ کوئی غلطی ہوگئی تھی تو معافی مانگ لیتیں، بڑوں سے معافی مانگنے سے کوئی چھوٹا نہیں ہو جاتا۔" چند لمحے اسے تکنے کے بعد اماں بہ مشکل بولیں۔ اماں کے کہنے پر سسکیاں بھرتی مائرہ یک دم خاموش ہوگئی اور پھر دونوں بچیوں کو اماں کے آگے کر دیا۔

"ان معصوموں کا بھی خیال نہیں کیا، نکال باہر کیا ہم سب کو۔" اب وہ بچیوں کی وجہ سے اماں کی ہمدردی سمیٹ لینا چاہتی تھی۔ اماں نے دونوں بچیوں کے گرد اپنے بازو حمائل کر دیے۔ سہمی ہوئی بچیاں نانی کے بازوؤں کے حصار میں خوش ہوگئیں۔

"کھانا کھایا تم نے؟" آخر ماں تھیں بیٹی کی بھوک کا خیال آیا تو وہ پھر آنسو بہانے لگی۔

"کھانا کہاں میری قسمت میں...... اسی کھانے نے یہ مسئلہ ڈالا۔ اماں اتنے پیار سے عنصر کے لیے چائنیز تیار کیا، بچیوں کو رلا کر سارا دن مصروف رہی اور پھر......" وہ سانس لینے کو رکی تو اماں نے ثوبیہ کو آنکھوں سے اشارہ کیا کہ ان کے کھانے کا انتظام کرے۔ پاس کھڑی ثوبیہ نے ٹھنڈی سانس بھری اور کچن میں چل دی۔

"اب میں نے جان بوجھ کر تو اماں ایسا نہیں کیا ناں، سوپ میں تھوڑا سا نمک تیز ہو گیا امی بلڈ پریشر کی مریضہ ہیں سوپ پیتے ہی ان کی طبیعت خراب ہوگئی اور عنصر مجھے ڈانٹنے لگے۔"

"تو بیٹا بات تو درست ہی تھی۔"

"مگر اماں......" اب مائرہ نئے سرے سے اپنی دلدوز کہانی سنانا چاہ رہی تھی کہ ثوبیہ کھانے کی ٹرے اٹھائے چلی آئی۔ وہ لوگ کھانا کھا چکے تھے۔ سالن برائے نام ہی تھا۔ آلو قیمہ بنا تھا خشک سالن تھا تھوڑا سا ہی بچا تھا۔ اسی سالن میں دو انڈے ابال کر ڈالے فریزر میں شامی کباب پڑے تھے انہیں ڈی فریز کر کے فرائی کرلائی توے پر جلدی جلدی روٹیاں ڈالیں اور نند کے آگے لا رکھا۔ بچیوں کو چھوٹے چھوٹے لقمے بنا کر خود ان کے منہ میں ڈالتی رہی۔ مائرہ پہلے حیل وحجت کرتی رہی مگر پھر کھانا کھانے لگی۔

☆☆☆

یہ منظر اس گھر کے لیے نیا نہیں تھا۔ دن اور رات کوئی بھی ایسا وقت ہوتا کہ گیلی آنکھوں اور سرخ ناک رگڑتی مائرہ بچیوں کو تھامے چلی آتی...... رونا رلانا تو خوب ہوتا مگر کوئی مسئلہ اتنا شدید یا حساس نہ ہوتا کہ جس کے لیے گھر بار چھوڑ کر یوں میکے میں چلا آیا جائے۔ یہی بات اماں اسے سمجھانے کی کوشش کرتیں مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوتی۔ اماں بھی پھر ماں ہی تھیں ناں یہی بات دل کو کچوکے لگانے لگتی کہ بیٹی خود کو میکے میں بوجھ سمجھے گی...... اب دل برداشتہ ہو کر اِدھر چلی آتی ہے پھر کس جگہ کو اپنے لیے گوشۂ عافیت سمجھے گی بھی چپکی ہورہتیں مگر بیٹے خزیم کے ساتھ مل کر عنصر سے گفتگو وشنید کر کے اس کے گھر روانہ کرنے کی کوشش کرتیں۔

☆☆☆

مائرہ ابھی تک بستر میں تھی کل رات جس جذباتی خلجان سے گزری تھی ابھی اس کے مزاج کو بحالی نہیں ملی تھی۔ خزیم صبح آفس جاتے وقت بہن سے ملنے اندر آیا تو وہ سو رہی تھی۔ سارہ اور زارا باہر ٹی وی لاؤنج میں گڈو کے ساتھ کھیل رہی تھیں وہ رات ایک دوست سے ملنے گیا ہوا تھا۔ بہن سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اب بھی بھانجیوں کو چوما چاٹا اور اماں کو گھر کے خرچے کے لیے مزید پیسے تھما دیے۔ بہن اور بھانجیاں جو آتی تھیں گھر میں زیادہ چیزوں کی ضرورت ہوتی۔

"اماں جو بھی چاہیے دانش سے منگوا لیجیے گا۔ مائرہ آپا اور بچیوں کو کسی شے کی کمی محسوس نہ ہو۔" اماں نے دلگیر سے انداز میں سر جھکا لیا۔ مہینے کے آخری دن چل رہے تھے۔ اچھی طرح باخبر تھیں گھر کا تمام خرچا انہی کے ذمے تھا۔ خزیم اپنی مکمل تنخواہ اماں کے ہاتھ پر رکھتا اور خود آزاد ہو جاتا۔ اماں اپنے تدبر سے گھر کو خوش اسلوبی سے چلاتیں۔ مائرہ کے میکے آنے اور اس کے اضافی خرچے کی مد الگ بنا چھوڑی تھی مگر یوں گھر چھوڑ چھاڑ کر اتنے اتنے دن رہ جانا سارا بجٹ اپ سیٹ ہو جاتا۔ دھیرے سے اٹھیں بہو سے سارا دن استعمال کی اشیا لکھوائیں اور دانش کو بازار بھیج دیا۔ مائرہ جاگ گئی تھی آنکھ کھلتے ہی باہر چلی آئی۔

"اماں بچیوں نے ناشتا کرلیا؟"

"ہاں بیٹا، ثوبیہ نے سارہ کو فیڈر بنا دیا تھا اور زارا کو میٹھے ٹوسٹ بنا دیے تھے۔"

"چلیں اچھا کیا اماں۔ مجھے تو سبز چائے کے ساتھ پراٹھا ہی ڈال دیں۔" سبز چائے کا قہوہ فریج میں نہ تھا۔ ثوبیہ نے نند کی فرمائش سنی تو ساس کے کہے بنا اٹھ کر چلی آئی۔

☆☆☆

"خزیم یقین کرو میں نے مائرہ کو ڈانٹا تھا۔ امی کی طبیعت ایک دم بہت خراب ہوگئی تو مجھے اتنی سرزنش تو کرنی چاہیے تھی میں نے اسے گھر سے جانے کو قطعاً نہیں کہا اور......"

"میں جانتا ہوں عنصر بھائی جان... آپ صفائی پیش کر کے مجھے شرمندہ نہ کریں اصل میں......"

"دیکھو خزیم تم میرے چھوٹے بھائیوں کی طرح ہو۔ مائرہ کو میں کہہ کہہ کر تھک گیا ہوں کہ امی جان کے لیے الگ کھانا نہ بھی بنا پائے تو کھانے میں نمک کم ڈالے اپنے استعمال کے وقت ہم خود بھی ڈال سکتے ہیں اور......" وہ ذرا رکے اور پھر آہستہ سے بولے۔

"امی جان بھی کسی وقت ناراض ہو کر کچھ کہہ دیتی ہیں۔ وہ ماں ہیں، ان کا کہا ہم لوگوں میں برداشت کرنے کی ہمت ہونی چاہیے۔"

"میں جانتا ہوں عنصر بھائی جان، اصل میں ان کے آنے سے گھر میں بہت رونق تو ہے مگر بچیاں اداس ہیں اور زارا کا اسکول بھی تو ہے۔"

"میں جانتا ہوں خزیم ہمارا گھر بھی بری طرح ڈسٹرب ہو رہا ہے۔ میں فیکٹری میں ہوتا ہوں تو خیال گھر میں اور امی جان کی طرف لگا رہتا ہے یوں بھی مائرہ اور بچیوں کے بغیر گھر سنسان ہوگیا ہے مگر وہ خود سے گئی ہے خود ہی چلی آئے۔" عنصر نے فون بند کر دیا۔ خزیم پریشان ہو گیا دفتر سے ہی بات کر رہا تھا۔ ان کا رویہ سخت لگا تھا۔ وہ بھی سچے تھے یہ ایک روز کا واقعہ تو تھا نہیں جو معافی تلافی کو پہنچتے اور بیگم کی رخصتی کروا کے لاتے۔ پریشان سا گھر میں داخل ہوا تو ایک اور مصیبت سامنے موجود تھی۔ سارہ اور زارا کے ساتھ کھیلتے ہوئے گڈو میاں گرے تھے اور سر پر گومڑا بنا تھا۔ ثوبیہ پریشان تھی اور استری لیے تولیا گرم کر کے ماتھے کی سکائی کر رہی تھی۔

"کیا ہوا...... کیسے ہوا بھئی ثوبیہ تم دھیان نہیں رکھتیں گڈو کا؟" وہ آتے ہی ثوبیہ پر برس پڑا۔

"بچے مل کر کھیل رہے تھے بس زارا نے ہی کیلے کا چھلکا فرش پر پھینکا اور گڈو......" اماں شرمساری بولیں۔ غلطی ان کی نواسی کی تھی اور کھچائی بہو کی ہوگئی۔

"ارے نہیں اماں، وہ کیلے کا چھلکا تو میں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہی بے خیالی میں وہاں پھینک دیا تھا۔ بس گڈو کی قسمت میں چوٹ لگنی تھی سو لگ گئی۔" کسی کے کچھ بھی بولنے سے پہلے ثوبیہ تیزی سے بولی تھی۔

☆☆☆

رات اماں سونے کے لیے لیٹیں تو وہ مائرہ کو کچھ سمجھانے کے موڈ میں تھیں۔ مائرہ بھی سدا کی اماں کی مزاج شناس...... نیند تو آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ یونہی دکھاوے کو آنکھوں پر کہنی جمالی۔

"تم جاگ رہی ہو مائرہ' میں جانتی ہوں۔"

"ہاں تو پھر؟" پٹ سے ہاتھ آنکھوں سے ہٹا کر تیزی سے بولی۔

"پھر یہ کہ میری بات غور سے سنو۔ یہاں تم پٹاخ سے جواب دے دیتی ہو' دھیرج اور قوتِ برداشت کی کمی ہے تم میں۔ یہ باتیں سسرال میں زیب نہیں دیتیں کتنی ننھی سی فیملی ہے تمہاری۔ ان لڑکیوں کے بارے میں سوچو جو بھرے پُرے گھر میں جاتی ہیں اور انہیں رنگا رنگ کی طبیعتوں اور عادتوں سے گزارہ کرنا پڑتا ہے اور......"

"اماں سب غلطیاں مجھ میں ہی ہیں۔" وہ گلوگیر لہجے میں بولی۔ یہاں آئے کافی دن ہو گئے تھے دل میں اداسی نے جگہ بنانی شروع کر دی تھی۔ یہاں بھابی کے چونچلے اور بھائی کی دل پذیری تو تھی مگر اپنا گھر، عنصر...... اس کا مجازی خدا۔

اس کے لہجے میں نرمی دیکھ کر اماں جان پائیں کہ اپنے گرد طیش اور غصے سے بنایا گیا خول اب ترخ رہا ہے۔ بھی اسے پیار سے اپنے سنگ لگا لیا اور اپنی زندگی کے تمام تر تجربے اور ان کے نتائج اپنی بیٹی کے ذہن میں ڈالنے لگیں۔

☆☆☆

مائرہ کافی دنوں سے اپنے گھر میں تھی۔ اس دوران دو دفعہ میکے تو آئی مگر تھوڑی دیر کو ہنسی خوشی آتی گڈو کو چمکارتی، اماں سے پیار لیتی، ثوبیہ اس کے گھر میں داخل ہوتے ہی کچن میں آ جاتی وقت اور حیثیت کے مطابق شاندار ٹرے تیار کرتی۔ اماں نے شکر کی سانس لی تھی۔ مائرہ کو ڈانٹ بھی دیتیں اور سمجھاتی بھی تھیں مگر یہ اطمینان چند روزہ ہی ثابت ہوا۔ شاید ایک ماہ ہی گزرا تھا مہینے کا آخر ہی تھا اور دن تنگی کی نذر ہو رہے تھے کہ ایک روز متورم آنکھوں سے دونوں ہاتھ پھیلائے وہ اندر چلی آئی۔ اس دفعہ یہ ہوا تھا کہ عنصر نے بڑی بیٹی کو آنے سے روک دیا تھا۔ ان کے خیال میں اس آئے روز کے تماشے سے بچی کی پڑھائی بری طرح متاثر ہو رہی تھی۔ ثوبیہ نے اسی روز اپنی امی کے گھر جانے کا پروگرام بنایا تھا۔ اماں کے اکیلے پن کی وجہ سے بے چاری کتنا کتنا عرصہ وہاں نہ جا پاتی۔ اس دفعہ اماں نے ہی اسے جانے اور دو روز وہاں رہنے کے لیے تیار کیا تھا نند کو اندر آتے دیکھا تو کپڑوں کے بیگ کو صوفے کے پیچھے کر دیا اور بڑی رسانیت سے چہرے پر مسکراہٹ لیے نند کے استقبال کے لیے بڑھ گئی۔

اس دفعہ معاملہ جلد ہی رفع دفع ہو گیا شاید زارا دادی کے پاس تھی اس لیے دل جلد نرم پڑ گیا اور عنصر نے بھی خود ہی گاڑی بھیج دی کہ مائرہ گھر آ جائے۔

☆☆☆

جاڑے کا آغاز ہو چکا تھا۔ دسمبر کا مہینہ اوائل میں تو اتنا سرد نہ تھا۔ دھوپ میں تیزی تھی گھر سے سوئٹر جرسی پہن کر نکلو تو دوپہر میں گھبراہٹ ہونے لگتی مگر دسمبر کے آخری ہفتے تک تو سردی نے آنے اور چھا جانے کی ضد ہی پکڑ لی تھی۔ خزیم کی جیکٹ اور کوٹ اور اماں کی گرم چادریں دھوپ میں ڈالی تھیں اور ثوبیہ آج سب کپڑے سمیٹ کر گڈو کے لیے کچھ کھانا بنانے کا پروگرام بنا رہی تھی کہ مائرہ چلی آئی۔

"اوہ۔" اچانک ہی اس کے منہ سے خود بہ خود ہی نکلا مگر اگلے منٹ کی ہزارویں ساعت میں اس نے خود کو نارمل کر لیا اور چہرے پر استقبالی مسکراہٹ

بھی آن ٹھہری۔ مائرہ اس سے مل کر اماں کے کمرے میں چل دی۔ سردی کی شدت تھی اماں ابھی تک کمبل میں ہی تھیں۔ مائرہ نے انہیں وہیں گرم چائے اور رس دے دیے تھے۔ ثوبیہ بھی اماں کے کمرے میں آ گئی۔ مائرہ وہاں نہیں تھی شاید خود کو فریش کرنے کے لیے باتھ روم میں گھس گئی تھی۔ وہ باہر جانے کو تھی کہ اماں نے پکار لیا۔

"جی اماں۔"

"ثوبیہ یہاں میرے پاس بیٹھو، میری بات غور سے سنو اور تم ہمیشہ میری ہر بات مانتی آئی ہو' آج بھی تمہیں یہ بات ماننی ہو گی۔"

"جی اماں۔" سعادت مند ثوبیہ نے سر جھکا لیا۔

☆☆☆

گڈو کے لیے سوجی کی کھیر بنائی تھی اماں ہی کی ہدایت تھی کہ بچوں کو یہ خوراک دینے سے وہ پھولتے ہیں۔ اماں کمبل میں ہی گھسی رہیں مگر مائرہ اس کے پاس آ گئی۔

"ناشتا کیا بنایا ہے بھابی؟ عنصر کی امی نے اتنا رونا ڈالا صبح صبح کہ میں تو بنے بنائے ناشتے کو لات مار کر آ گئی۔"

ثوبیہ شاید گڈو کو کھلانے میں اتنی منہمک تھی کہ سن ہی نہ پائی اپنی بات کا جواب نہ پایا تو پھر تھوڑا سا آگے کھسک آئی۔

"بھابی کیا بنایا ہے آج ناشتے میں؟"

"مہینے کا آخر ہے مائرہ آپا' خزیم کو تو میں نے انڈا پراٹھا بنا دیا تھا مگر اب انڈے ختم ہو گئے ہیں' میں نے تو چائے کے ساتھ روٹی کھالی آپ کو روٹی بنا دوں؟"

"نہیں رہنے دو مگر بچیاں؟"

"میں دیکھتی ہوں مائرہ آپا شاید رات کا سالن بچا ہوا ہو تو......" گڈو کو گود میں لے کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ جب کچن سے دوبارہ وارد نہیں ہوئی تو وہ اٹھ کر اماں کے پاس چل دی۔

ڈرا ہی دیا تھا

ایک صاحب جدید ترین اور بے حد قیمتی کار میں اپنی محبوبہ سے ملنے گئے۔ اسے کار میں بٹھایا اور شہر سے باہر ایک پُرفضا مقام پر پہنچ گئے۔ ایک گھنٹا گزارنے کے بعد وہ ہکلاتے ہوئے شرمندگی سے یوں بولے۔

"میں تم سے کیسے کہوں مگر...... آج نہیں تو...... کل یہ حقیقت کھلے گی کہ میں...... میں پہلے سے شادی شدہ ہوں۔" اس کی بات سن کر محبوبہ بڑے اطمینان سے ہنس کر بولی۔

"تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا' میں سمجھی کہ تم یہ کہنے والے ہو کہ یہ کار تمہاری نہیں۔"

مرسلہ: عروبہ ناز، کوٹلی

"ہاں تو پھر کیا بات ہوئی آج؟" اماں نے خود ہی قصہ چھیڑا وہ تو چاہ یہی رہی تھی کہ کوئی استفسار کرے اور وہ شروع ہو۔ بات تو واقعی غصے کی تھی۔

"عنصر کی امی نے ہمسائی کے لیے مجھ سے چائے بنوائی...... اور پھر اس کے سامنے اس میں نقص بھی نکالے تھے۔ اس روز تو میں برداشت کر گئی تھی مگر آج صبح ہی ناشتے کی میز پر جب عنصر ناشتا کرنے آئے تو انہوں نے وہی معاملہ چھیڑا اور پھر عنصر نے مجھے ڈانٹا۔"

"اوہ۔" اماں نے پریشانی ظاہر کی۔ "ویسے مائرہ تم اتنی گنوں والی بچی مگر سسرال والوں نے تمہاری قدر نہیں کی اور وہ عنصر کیا میسنا نکلا، کیسا فرمانبردار اور دھیما سا لگتا ہے اور تمہاری کیا دُرگت بناتا ہے ساتھ میں اس کی بیمار ماں کی خدمت اور......" مائرہ تھوڑی سے حیران ہوئی مگر اگلے ہی لمحے اماں پھر پکاریں۔

"وہاں طاق میں تیل کی شیشی دھری ہے ذرا اپنی ماں کے سر پر مالش تو کر دے، اس بڑھیا کی خدمت سے کیا فائدہ نہ نام نہ نیکی۔ اب یہاں رہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

سکون سے اور اپنی اماں کو سنبھال۔"

"تو اور کیا اماں آپ کی خدمت کروں گی تو جنت تو ملے گی ناں، وہاں تو ہر وقت لعنت ہے بس۔" وہ جذبات سے مغلوب اٹھی اور اماں کے سر کی مالش کرنے لگی۔

دوپہر کے کھانے پر ماش کی دال تھی اور بازار کی تندوری روٹیاں۔ جاڑا غضب کا تھا بھی تو ٹھنڈی ہو کر اکڑ گئی تھیں منہ میں ڈالنے اور چبانے میں دقت پیش آ رہی تھی۔ ننھی سارہ کو تو ایک کٹوری میں دودھ ڈال کر روٹی کے ٹکڑے ڈال دیے مگر بچی ایسے کھانے کی عادی کہاں تھی۔ وہ بھی برے برے منہ بنا رہی تھی۔ خود بھی کھانے کا مزہ نہیں آ رہا تھا مگر ابھی پہلا دن...... خیالات سرکش اور باغی ہو رہے تھے۔ وہ کھانا کھا کر سونے چل دی۔

ابھی آنکھ بھی نہیں تھی کہ بچیوں کی ہڑبونگ نے جگا دیا۔

"کیا ہوا تم دونوں کو دادی کا اثر لے آئی ہو ماں کو یہاں بھی پل بھر کا سکون میسر نہ ہو پائے۔"

"ماما ہمیں نیند نہیں آ رہی۔" زارا منمنائی۔

"جاؤ باہر برآمدے میں کھیلو جا کر۔"

"مامی نے کہا ہے کہ گڈو سو رہا ہے شور نہ مچاؤ اپنی ماما کے پاس کھیلو جا کر۔" زارا نے شکایت کی اب وہ کافی ششدر سی تھی۔ ثوبیہ تو اس وقت خود برآمدے میں کوئی کڑھائی سلائی کرتی رہتی تھی اور گڈو کو بچیوں کا دل بہلانے کو چھوڑ دیتی تھی اور مائرہ خود مزے کی نیند سوتی۔

"شاید گڈو بیمار ہو، معصوم سا بچہ ہے اور موسم بھی بہت سرد ہے۔" خود ہی اپنے دل کو سمجھایا اور بچیوں کو بھی سلانے کے لیے گھرکنے لگی۔

سہ پہر کے بعد ثوبیہ ابھی اپنے کمرے سے نہیں نکلی تھی کہ اماں نے بھوک بھوک کا شور مچا دیا۔

"ثوبیہ ابھی کمرے سے نہیں نکلی، مائرہ میرے لیے کچھ لے آؤ دوپہر کو بھی سخت روٹی تھی اچھی طرح چبا نہ پائی اب بھوک خوب زوروں سے لگ رہی ہے۔"

اماں نے فرمان جاری کیا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ میکے میں اکثر ہی پڑاؤ ڈالا تھا مگر کچن کا رخ کم ہی کیا تھا۔ کچن میں ابتری کا عالم تھا۔ دوپہر کے کھانے کے جھوٹے برتن ویسے ہی پڑے تھے جس پر مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔ دودھ پتیلی میں بہت کم تھا اور وہ بھی کھلا پڑا تھا۔ فریج میں واقعی انڈے نہ تھے۔ اب بھلا اماں کو کیا دیتی۔ ثوبیہ تو اس وقت سب کو اں کے مزاج اور عمر کے مطابق عصرانہ دیتی تھی۔ اپنے گھر کے اصول اور طریقے سب ہی جانتے ہیں۔ اس نے سوچا اپنے گھر کا تصور پہلے ہی دن ذہن میں جاگزیں ہوا جسے جھٹک کر وہ ثوبیہ کو جگانے چل دی۔

رات خزیم گھر آیا تو خالی ہاتھ تھا، مائرہ اس کے دفتر جانے کے بعد آئی تھی ویسے بھی ان دنوں وہ کسی معمولی سی عیاشی کا بھی متحمل نہیں ہو پاتا تھا۔ بہن کو دیکھا تو خوش ہوا۔ بچیوں کو اپنے اردگرد لپٹا لیا۔ بچیوں کا ماموں کے گھر آنا معمول بن گیا تھا۔ ماموں سے بہت مانوس تھیں ان سے چپک کر رہ گئیں۔ تبھی ثوبیہ ذرا تیزی سے خزیم کے پاس آئی۔

"یہ ذرا گڈو کو تو پکڑیں، اپنے بیٹے کو تو بھول ہی جاتے ہیں۔ مجھے ابھی اماں کے لیے کھانا بنانا ہے اور...... اور سب کے لیے بھی۔ آپ بھی آتے ہی چائے کا تقاضا کرتے ہیں اب میں اتنے لوگوں کی ڈیمانڈ پوری کروں کہ گڈو کو سنبھالوں۔" گڈو کو باقاعدہ خزیم کی گود میں پھینک کر وہ تنتناتی ہوئی کچن میں گھس گئی۔

ممانی کے رویے سے بچیاں ذرا ڈر کر پیچھے ہوئیں یوں بھی گڈو باپ کی گود میں گھسا رہیں رہیں کرنے لگا تھا۔ اب وہاں ان کی جگہ کہاں رہی تھی۔ وہ اٹھیں اور مائرہ کے پاس آ گئیں۔ مائرہ بھی مصروف تھی۔ اماں اس کی مدد سے اپنا پرانا سوئٹر ادھیڑ رہی تھیں اور اسے اون کا گولا بنانے پر لگایا تھا۔ عجیب سا غیر دلچسپ کام تھا مگر اماں یہی چاہ رہی تھیں اسی لیے وہ بادلِ ناخواستہ کرنے پر مجبور تھی۔

☆☆☆

مائرہ رات سونے کو لیٹی تو کمر میں اینٹھن تھی اور بازوؤں میں بھی ہلکا سا درد، وہ اپنے گھر میں اتنا کام نہ کرتی، عنصر کی امی اور کام والی پر گھر کو چھوڑ کر زیادہ آرام کرتی اور اماں کے گھر آ کر تو بالکل پاؤں زمین پر نہ دھرتی، ثوبیہ چراغ کے جن کی طرح اس کی ہر احتیاج پوری کرنے کو ہمہ وقت مستعد رہتی مگر آج جانے کیسا دن چڑھا تھا۔ بے عزتی اپنے گھر میں ہوئی تھی، عنصر کا موڈ خراب تھا اور انداز بہت غصیلا مگر آرام تو یہاں بھی نہ پایا تھا۔ ہاں البتہ اگر بچی رہی تھی تو اماں کے پند و نصائح سے بھرے لیکچر سے۔

"چلو ابھی تو سوئیں، آج عنصر بھی اکیلے سوئیں گے تو قدر ہوگی میری۔" یہی خیال ذہن میں آیا تو سارے خیالات یکسر مٹ گئے اور وہ سونے کی کوشش کرنے لگی۔

اگلی صبح عجیب سی تھی۔ رات دیر سے سوئی تھی۔ جب نیند آنے لگی تو اماں نے جگا دیا۔

"اٹھ مائرہ اذان ہو رہی ہے نماز پڑھ۔" ابھی آنکھیں کھل کے نہیں دے رہی تھیں کہ پھر پکارا۔ "اس وقت تو نلکے میں برف کی طرح پانی آ رہا ہے ذرا چولھے پر پتیلی کو چڑھا، پانی گرم کر کے وضو کریں گے ماں بیٹی۔"

اپنے گھر تو گیزر کی سہولت تھی اور فجر کی نماز کو کہاں اٹھتی تھی۔ ہاں البتہ ساس کسی وقت بے نمازی ہونے کا ذکر کرتیں تو برا سا منہ بناتی کہ اسے ذلیل کرنا چاہتی ہیں۔ عنصر کی نظروں سے گرانا چاہتی ہیں اور یہاں کیسے اماں نے بے دھڑک ہی جگا ڈالا اور پانی بھی گرم کرنے کا کہہ دیا۔ اپنے گھر تو...... وہ سوچ کر رہ گئی۔ دودھ والا دودھ دے گیا تھا۔ ثوبیہ نے دودھ لیا اور اپنے کمرے میں چل دی۔ گڈو تو ابھی ماں کا ہی پیتا تھا ہاں البتہ جب مائرہ آ جاتی تھی وہ دودھ کو جوش دے کر سارہ کو فیڈر بھی بنا دیتی تھی مگر آج تو زارا کی چیخ و پکار پر اٹھ کر دودھ بھی خود ہی بنانا پڑا تھا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے، یک دم ثوبیہ کا مزاج کیسے بدل گیا اور اماں بھی محبت میں لپٹا کر اور پیار کی شیرینی میں گھول کر کوئی نہ کوئی حکم صادر کر رہی ہیں۔ خیر ہے اُن کی چاکری سے تو اچھا ہے ناں کہ یہاں رہوں اپنی مرضی سے۔" اپنے بھٹکتے دل کو خود ہی تسلی دی اور خود ہی مطمئن ہونے کی کوشش کرنے لگی۔ ناشتا خزیم بازار سے لے آیا تھا۔ ناشتے میں پوریاں اور چنے تھے۔ گھی سے لتھڑی بازار کی پوریاں اسے کبھی پسند نہیں تھیں مگر کل سے اتنا روکھا سوکھا کھانے کو ملا تھا کہ اب یہی غنیمت لگ رہی تھیں۔ بچیوں نے البتہ شوق سے کھائیں۔ مائرہ اس پر ہی خوش ہو گئی۔ ہاں البتہ اماں کی صحت ایسے ناشتے کی متحمل نہ ہو پائی۔ ثوبیہ اماں کے لیے الگ سے ناشتا بنانے لگی تو گڈو رونے لگا۔ وہ اندر کو لپکی تو مائرہ کو ہی اماں کے لیے ناشتا بنانا پڑا۔

زارا اپنا بیگ کھولے بیٹھی تھی کلرنگ بک نکالے، رنگین پنسل سے تصویر میں رنگ بھرنے لگی۔ جانے کہاں سے گڈو اچانک وہاں آ لپکا اور زارا کی کلرنگ بک کا ایک صفحہ پھٹ کر اس کے ہاتھ میں آن رہا۔

"اماں، گڈو نے زارا کی بک پھاڑ دی۔ اس کے پاپا نے اتنے شوق سے اسے لے کر دی تھی۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"مائرہ گھبراتے نہیں بیٹا، بچے تو ایسے ہی کرتے ہیں اصل میں تمہارے گھر میں کوئی نند، دیور، دیورانی کا بکھیڑا نہیں ہے ناں تو تمہیں عادت نہیں ہے بچوں کی۔"

"ہاں اور کیا میرے گھر تو اتنا سکون ہے کہ......"

WWW.PAKSOCIETY.COM

یک دم منہ سے نکلا اور وہ خود ہی گڑبڑا گئی۔

دوپہر کا کھانا بھی جیسے تیسے کھا ہی لیا اور چائے کے وقت اماں نے پڑوسن کے بیٹے کے ہاتھ سموسے منگوا لیے۔ بازاری گندے تیل کے سموسے اس وقت تو ثوبیہ کوئی کباب فرائی کر لیتی۔ اگر کباب وغیرہ نہ ہوتے تو سوکھا دھنیا پیاز آلو ڈال کر مزے کے گرما گرم پکوڑے کھلاتی۔ صبح کی بازار کی پوریاں کھائی تھیں اور اس وقت بھی سموسے آگے آئے تو معدے میں چبھن سی ہوئی۔ عنصر کو اللہ نے دونوں بچیاں ہی دی تھیں مگر وہ ان کی فرمائشوں کو بڑی خوشی سے پوری کرتا۔ امی کئی دفعہ اسے اس جنک فوڈ کی فضول خرچی سے منع کرتیں مگر وہ کمالِ محبت سے ماں کو بھی مطمئن کر دیتا اور اب یہاں...... اگلے روز سونے کے وقت تک ذہن اور پراگندہ سا ہو گیا اور اس سے اگلا روز تو عجیب سی خبر لے کر آیا۔ ثوبیہ اس کے جاگنے سے پہلے خزیم کے ساتھ میکے جا چکی تھی۔

”مگر اماں آپ نے تو بتایا تھا کہ بھابی چند روز پہلے ہی میکے سے ہو آئی ہے۔“

”اصل میں بیٹا اس کی کراچی والی بہن آگئی تھی ہفتہ بھر رہنے کو خزیم تو نہیں مان رہا تھا مگر میں نے کہا کہ جانے دو عرصے کے بعد دونوں بہنیں مل لیں اور اب تو اتفاق سے تم بھی اِدھر ہی ہو اور تمہیں میں اس دفعہ جانے نہ دوں گی، کیا سمجھ رکھا ہے اس بڑھیا نے، کیا ہم تمہیں یہاں رکھ کر کھلا نہیں سکتے۔“

”مگر اماں ثوبیہ کے بنا یہ گھر ایک ہفتے کے لیے......“

”تو کیا ہوا بیٹا، یہاں تو تم بھی ہو ماشاء اللہ سے سارا کچھ سنبھال لو گی۔ اب تمہارے بِنا تمہاری ساس سب کچھ کر لیتی ہیں ناں۔“ اماں نے پیار سے اسے لپٹاتے ہوئے کہا۔ مائرہ نے ایک لمبی سانس بھری ثوبیہ کا ایپرن اپنے آگے باندھا اور کام میں جُت گئی۔

☆☆☆

اماں نے ثوبیہ کو بظاہر ایک ہفتے کے لیے میکے بھیج دیا تھا مگر ساتھ ہی ہدایت کی تھی کہ تین روز کے بعد طلوع ہوتے نئے سال کے سورج کے ساتھ وہ اپنے گھر واپس چلی آئے کیونکہ اُن کے تجربے کے مطابق زیادہ سے زیادہ دو تین روز میں ہی مائرہ اپنے گھر اپنے گوشۂ عافیت میں واپس لوٹ چکی ہوگی۔ ثوبیہ نے شفیق ساس کی ہدایت کے مطابق اس نئے سال کے پہلے دن اپنے گھر آنگن میں قدم رکھا۔ خزیم اپنی اصولی طبیعت کے مطابق گھر میں نئے سال کا نیا کیلنڈر لا کر سامنے برآمدے میں آویزاں کر چکا تھا۔ جہاں نئی روشنیوں اور جگمگاہٹوں میں یکم جنوری کا ہندسہ مسکرا رہا تھا۔ مائرہ اپنے گھر جا چکی تھی۔ اماں کی حکمتِ عملی کام آئی ثوبیہ جو اپنے حسنِ اخلاق اور محبت کے ساتھ اس رشتے کو نبھا رہی تھی۔ اماں کے ہی کہنے پر اسے اپنا رویہ بدلنا پڑا تھا۔ اماں اب اس طریقے سے اپنی بیٹی کے گھر کو بچانے کی کوشش کر رہی تھیں کیونکہ عنصر نے یہ دھمکی دی تھی کہ یہ آخری موقع ہے اس کے بعد وہ مائرہ کی یہ بچکانہ حرکتیں برداشت نہیں کریں گے اور انہیں کوئی انتہائی قدم اٹھانا پڑ جائے گا۔ تبھی اماں کے ممتا بھرے ذہن نے بہو کے ساتھ مل کر یہ ننھی سی سازش تیار کی تھی کہ اس طرح وہ اپنی بیٹی کی بکھرتی ہوئی گرہستی کو سمیٹ سکیں گی مگر بھولی سی اماں یہ نہیں جان پائیں کہ اس قدم سے انہوں نے دو گھر بچائے تھے مائرہ کا بھی اور ثوبیہ کا بھی۔

اماں یہ سمجھتی رہیں کہ ثوبیہ یہ منفی اقدام ان کے کہنے سے اٹھاتی رہی حالانکہ یہ اس کے اپنے دل کی آواز تھی۔ روز روز کے اس بکھیڑے کے بعد اس کا دل ایسا ہی کوئی قدم اٹھانے کو چاہ رہا تھا۔ اس نے جو کیا وہ اس کے اپنے دل کی خواہش تھی۔ مائرہ کی روز روز کی آمد اور اتنے تنگ حالات میں گزارہ...... اور سب سے بڑھ کر خزیم کی بٹی ہوئی توجہ...... جو بھی ہوا شاید اچھا ہی ہوا تھا۔

محبت کے سوا

میمونہ خورشید

میری زندگی ہمیشہ حقوق و فرائض نبھاتے گزری کبھی اس بات کا احساس ہی نہیں ہوا کہ کوئی مجھ سے ایسی محبت کرے کہ مجھے اپنی زندگی پر رشک آئے...... اگر کبھی یہ احساس جاگا بھی تو چاروں طرف مسائل اور پریشانیاں ہی تھیں۔ صہیب کو اتنی فرصت ہی نہیں تھی کہ وہ مجھ سے محبت جتانے میں وقت ضائع کرتے...... مجھ سے زیادہ صہیب پر ذمے داریوں کا بوجھ تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ بھی کوئی اتفاق ہی تھا، میں اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی تھی اور صہیب سب سے بڑے تھے۔ ابو، امی کا انتقال ہو چکا تھا۔ بڑے بہن بھائیوں نے جیسے بھی میری پرورش کی میں نے احسان مانا۔ ہمیشہ تابعدار رہی اور اس احسان کو ہمیشہ ان لوگوں کی نوکری کے عوض نبھاتی رہی۔ بھائیوں نے جلد ہی میرے فرض کی ادائیگی کر کے مجھ سے جان چھڑائی اور صہیب کے ساتھ رخصت کر دیا۔ صہیب کوئی اجنبی نہیں تھے میری خالہ کے بیٹے تھے مگر بہت کم آنا جانا ہوتا تھا صہیب کا ہماری طرف...... ہمیشہ لیے دیے رہنے والے اس شخص کو میں جب بھی دیکھتی تو میرے من میں کوئی چھوٹی سی شرارت گدگداتی...... میرا بھی جی کرتا کہ صہیب میرے منگیتر ہیں...... زیادہ نہ سہی پسندیدگی کا کم از کم نظروں ہی نظروں میں اظہار تو کریں لیکن صہیب کی طرف سے کبھی مجھے ایسا کوئی رسپانس نہیں ملا اور میں ہمیشہ مایوس ہو جاتی۔ میں کافی رومنٹک اپنے خیالوں میں رہنے والی لڑکی تھی۔ جب بھی میرے اندر یہ خواہش گدگدی لیتی تو میں یہ سوچ کر خود کو بہلاتی...... صہیب مجھ سے چھ سات برس بڑے ہیں اس لیے خود کو میچور ظاہر کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

پھر میں صہیب کی بیوی بن کر اُن کے گھر میں آ گئی۔ ظاہر ہے میرے بھی ہر لڑکی کی طرح دل میں دبے دبے ارمان تھے...... لیکن کون نکالتا وہ ارمان...... ماں، باپ بچپن میں ہی چل بسے تھے اور جس شوہر کے پاس میں بیوی بن کر آئی اس پر ذمے داریوں کا لامتناہی بوجھ تھا۔

صہیب چار بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے اور سب سے بڑے تھے۔ خالو اس دنیا میں نہیں تھے اور خالہ اکثر ہی بیمار رہا کرتی تھیں۔ خالہ کے گھر کا خرچہ صہیب کی آمدنی سے چل رہا تھا۔ یہ مانتی ہوں خالہ روایتی ساسوں کی طرح نہیں تھیں۔ مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں۔ ایسا ہی پیار جیسا اپنی چار بیٹیوں سے کرتیں۔ میری ہر ضرورت کا بھی خیال رکھتیں۔ صہیب اپنی زمینداری میں مجھے بھول چکے تھے یا شاید مطمئن ہو گئے تھے کہ میں اس رشتے سے خوش ہوں۔ گھر میں سب میرا خیال رکھتے ہیں اور میں خوب اچھی طرح گھل مل گئی ہوں۔ صہیب شاید اس لیے بھی محتاط رہتے تھے کہ چار جوان بہنیں گھر میں تھیں اور گھر دو کمروں پر مشتمل تھا۔ چاروں بہنیں تعلیمی مراحل سے فارغ ہوتی گئیں اور اپنے اپنے گھروں کو سدھارتی گئیں۔ چاروں نندوں کے رخصت ہونے کے بعد کچھ ہی عرصہ خالہ حیات رہیں اور پھر وہ بھی چل بسیں۔ اس دوران میرے بھی تین بچے ہو گئے تھے۔ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں...... دانیال، نازش اور نیہاں میرے تینوں بچوں میں میری جان تھی۔ صہیب بھی بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ میں بچوں کو پا کر خود کو یکسر بھول چکی تھی۔ میرے اندر کی سب ننھی خواہشیں دم توڑ چکی تھیں۔ بس اب مجھے اور صہیب کو بچوں کے بہتر مستقبل اور اچھی پرورش کی دن رات لگن تھی۔

میں شوہر کی معقول آمدنی سے گھر کو ہر طرح سے مینج کر لیا کرتی لیکن روز بروز بڑھتی مہنگائی، بچوں کے مہنگے اسکولوں کی فیس اور ٹیوشن کی فیس، وین کا خرچہ بچوں کی دیگر ضروریات وغیرہ ان سب میں ان کی ٹکی بندھی آمدنی... بیس دن میں ہی ختم ہو جاتی۔ زمینوں سے بھی اب پہلی جیسی آمدنی نہیں آ رہی تھی۔ نندوں کی شادیاں کرنے کے لیے زمین بیچنی بھی پڑی تھی۔ صہیب کو معلوم تھا میں فضول خرچ عورت نہیں ہوں اور مجھے بھی معلوم تھا صہیب ایک ایک پائی گھر میں لے کر آتے ہیں۔ ان کے نہ یار دوست ہیں اور نہ ہی سگریٹ، پان کے مشاغل...... اس لیے ہمارے گھر میں وہ روایتی جھگڑا کبھی نہیں ہوا جو عموماً

اس دور کی روایت بن چکا ہے۔ صہیب پارٹ ٹائم بھی جاب کرنے لگے تھے۔ میں نے بھی سلائی وغیرہ شروع کر دی تھی۔ کم سے کم میں اپنے اور بچوں کے کپڑے خود سی لیا کرتی تھی۔ زندگی کی گزر بسر چل ہی رہی تھی۔ روشن مستقبل کے خواب ہم دونوں کی آنکھوں میں تھے ہمارا خیال تھا دانیال جب پڑھ لکھ جائے گا تو ہمارے سارے ادھورے خواب مکمل ہو جائیں گے۔ دو کمروں کا چھوٹا سا گھر جس کے بارے میں ہم سوچتے تھے کہ ہم اسے بڑا کر لیں گے...... فرنیچر ہوگا، گاڑی ہوگی اور نہ جانے کیا کچھ...... پھر میں اور صہیب اپنے خوابوں پر ہنستے اور ذرات کو مٹی کے گھروندوں کی طرح خواب بناتے اور توڑتے...... ہم دونوں کی زندگی اور اس سے وابستہ ہر خوشی بچوں سے مربوط تھی۔

ہم دونوں اپنی طرف سے بچوں کو ہر خوشی دینے کی ہر وقت کوشش کرتے لیکن کبھی کوئی خواہش بچوں کی پوری نہیں کر پاتے تو میں گھنٹوں اداس رہتی جبکہ وہ بچوں کو صبر کرنے کی تلقین کرتے۔ وقت یونہی گزر رہا تھا اور مجھے معلوم ہی نہیں ہوا کہ کب میرا دانیال اتنا حساس اور اتنا سمجھدار بچہ بن گیا۔ مجھے اس بات کا احساس اس روز ہوا جب دانیال اپنے بابا کے ساتھ عید کی نماز پڑھ کر آیا۔ میں نازش اور نیہاں کو تیار کر چکی تھی۔

''ماما آپ تیار نہیں ہوئیں ابھی تک؟'' دانیال نے آتے ہی پوچھا۔

اس عید پر بھی ہمیشہ کی طرح چاروں نندوں کی دعوت تھی۔ ظاہر ہے صہیب ہی ان لوگوں کے اکلوتے بھائی تھے۔ ہم دونوں کے علاوہ ان کا میکہ تھا ہی کون...... ہر عید تہوار پر صہیب اچھی سی دعوت کا انتظام کرتے تھے اور سچی بات تو یہ تھی کہ مجھے بھی یہ سب کر کے خوشی اور دلی سکون ملتا تھا۔ عید کا سارا دن کچن اور گھر کے کاموں میں ہی گزر جاتا۔ کبھی صہیب نے اس بات کا احساس ہی نہیں دلایا تھا کہ مجھے بھی تیار ہونا چاہیے۔ خود صہیب بھی عید کی نماز پڑھ کر کپڑے تبدیل کر لیا کرتے تھے۔

''ماما! آپ نے عید پر کپڑے سیے ہیں تو پہنے کیوں نہیں، جائیں اور جا کر تیار ہو جائیں۔'' دانیال بضد ہی ہو گیا۔

میں نے اسے ٹالنا چاہا کہ گھر کے سو بکھیڑے پڑے ہیں اور سب مجھے ہی کرنا ہے مگر وہ نہ مانا اور زبردستی مجھے کھینچ کھانچ کر کمرے میں لے گیا۔

''فوراً ماما کے کپڑے نکالو۔'' نازش اور نیہاں سے کہا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''ماما کام تو روز ہی ہوتے ہیں لیکن عید سال میں ایک بار ہی آتی ہے، انسان کو کبھی اپنے لیے بھی وقت نکالنا چاہیے۔'' میں دانیال کی باتیں سن کر حیران رہ گئی۔ میرا چھوٹا سا بیٹا اور کتنی بڑی بڑی باتیں کر رہا تھا۔

اس وقت زیادہ بحث کرنا وقت ضائع کرنے کے مترادف سمجھتے ہوئے میں واش روم چلی گئی جب میں نہا کر کپڑے تبدیل کر کے باہر نکلی تو گھر میں میری نندیں ان کے بچے اور شوہر سبھی آ چکے تھے۔ صہیب ان لوگوں کی آؤ بھگت اور خاطر مدارات میں مصروف ہو چکے تھے۔ مجھے دل ہی دل میں شرمندگی سی ہوئی اور میں نے سوچا کتنا برا لگے گا سب کیا سوچیں گے کہ میں اپنی تیاریوں میں لگی ہوئی ہوں مہمانوں کو صہیب اٹینڈ کر رہے ہیں۔ میں نے جلدی جلدی بالوں میں برش مارا۔

''ٹھہریں ماما...... آپ ایسے باہر نہیں جائیں گی۔'' اسی وقت دانیال کمرے میں آ گیا۔ اس کے کہنے پر مجھے غصہ آنے لگا۔

''اب کیا مسئلہ ہے تمہیں؟'' دانیال نے پرفیوم اٹھایا اور میرے اوپر اسپرے کر دیا۔

''ماما تھوڑی سی لپ اسٹک بھی لگا لیں۔'' میں نے مصنوعی خفگی سے مسکرا کر دانیال کے سر پر ہلکی سی تھپکی دی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جب سے تم نئے اسکول میں گئے ہو کافی تبدیلیاں آ گئی ہیں تم میں۔" میں نے کہا۔

"ماما آپ کو نہیں معلوم سب کی مدرز اور ہماری ٹیچرز لپ اسٹک، نیل پالش لگاتی ہیں، ایک میں نے آپ ہی کو دیکھا ہے جو کچھ نہیں کرتیں۔ بالکل سادہ رہتی ہیں۔" اس کی بات پر مجھے ہنسی آ گئی۔

"یہ صرف چونچلے ہوتے ہیں امیروں کے چونچلے...... سنا تم نے اور ویسے بھی اب میں بوڑھی ہو چکی ہوں۔ بوڑھی گھوڑی لال لگام ہی لگوں گی۔"

"خبردار...... اگر آپ نے کبھی اپنے لیے یہ لفظ استعمال کیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا آپ بوڑھی نہیں ہیں۔ پاپا نے آپ کو بوڑھا کر کے رکھا ہوا ہے۔" دانیال تو چیخ ہی پڑا۔ وہ یہ کہہ کر باہر چلا گیا اور میں بہت دیر تک اسی جملے کی بازگشت میں کھوئی رہی۔ پھر سر جھٹک کر باہر نکل آئی۔

☆☆☆

میں جانتا ہوں میری ماما بوڑھی نہیں تھیں وہ بلکہ وہ میری فرینڈز کی مدرسے لاکھ درجہ خوب صورت اور ینگ تھیں اور یہ بھی سچ ہے کہ بابا نے انہیں بالکل ہی بوڑھی اماں بنا دیا تھا۔ بابا کی زندگی میں کوئی گلیمر ہی نہیں تھا۔ ہر وقت پیسہ کمانا اور جمع خرچ کے حساب میں ہی انہوں نے زندگی گزاری تھی اور اب بھی اسی جوڑ توڑ میں ان کے شب و روز گزر رہے تھے۔ مجھے یاد ہے اس روز بھی جب ماما تیار ہو کر سب کے درمیان آئیں تو بابا پر سب سے پہلے اُن کی نظر پڑی سب نے ماما کی بہت تعریف کی لیکن میں نوٹ کر رہا تھا بابا نے ماما کی بالکل تعریف نہیں کی۔ ان کے لیے جیسے یہ کوئی عام سی بات تھی وہ بدستور سب سے باتوں میں مشغول رہے۔ مجھے نہ جانے کیوں ایسا لگا ماما اس چیز کو بہت مِس کر رہی تھیں کہ بابا نے ماما کی تعریف خاص طور پر نہیں کی۔ سب کے چلے جانے کے بعد ماما برتن دھو رہی تھیں۔ میں ان کے پاس ہی آ گیا۔ ان کی ہیلپ کراتا رہا۔ میں نے ان سے بہت باتیں کی پھر میں نے ماما کو چائے بنا کر دی اور ہم دونوں نے صحن میں بیٹھ کر چائے پی۔

نبہان، نازش اور بابا سو چکے تھے پھر ماما نے مجھ سے سونے کے لیے کہا۔ ان کی آنکھوں میں ایک اداسی تھی۔

"آج کی عید سب سے اچھی تھی۔" میں ان سے لپٹ گیا اور کہا۔

"وہ کیوں......؟" ماما مسکرائیں اور پوچھا۔

"آج آپ سب سے اچھی جو لگ رہی تھیں۔" میں نے کہا۔

"کہاں سے سیکھ لیں تم نے یہ باتیں، تمہارے بابا تو بالکل بھی ایسے نہیں ہیں۔ بالکل سیدھے سادے سے آدمی ہیں۔" ماما نے میرے سر پر پیار کیا اور کہنے لگیں۔

"مجھے بابا جیسا بالکل نہیں بننا۔" پتا نہیں کیوں مجھے بابا پر غصہ آ رہا تھا۔ بس میں اتنا ہی کہہ سکا اور اندر سونے چلا گیا۔ پتا نہیں ماما کے چہرے پر کیا تاثر ہوگا۔ ضرور انہیں برا لگا ہوگا مجھے اس بات کا پکا یقین تھا کیونکہ ماما اور بابا میں کبھی کوئی لڑائی نہیں ہوتی تھی تو پھر ایک دوسرے کو برا کہنے کی نوبت ہی کیوں آتی۔

☆☆☆

دانیال کی باتیں مجھے بالکل بری نہیں لگیں...... میں سمجھتی ہوں کہ بچے ماں سے زیادہ اٹیچڈ ہوتے ہیں حالانکہ صہیب بھی کوئی برے باپ نہیں تھے، وہ اپنے بچوں کی ہر ضرورت اور خواہش کا خیال رکھتے تھے پھر نہ جانے کیوں دانیال یہ کہنے لگا تھا کہ مجھے بابا جیسا نہیں بننا...... میرے لیے تو دانیال بچہ ہی تھا، میرا چھوٹا سا بچہ...... لیکن دانیال بیٹیوں سے زیادہ حساس تھا۔ بہت چھوٹا سا تھا تب سے رویوں کو سمجھنے لگا تھا اور پھر ایسا ہوا کہ دانیال میرا بہت خیال رکھنے لگا۔ مجھے یاد ہے وہ بدلتے موسموں کی صبح تھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے تیز بخار تھا میں صبح بستر سے نہیں اٹھ پائی۔ صہیب کو بھی معلوم نہیں تھا کہ مجھے بخار ہے لیکن مجھے اٹھنا تھا بچوں کو اسکول بھیجنا تھا میں نے بہ مشکل بچوں کو ناشتا کرا کے اسکول بھیجا پھر صہیب کو بھی دفتر جانا تھا۔ مجھے ناشتا کرا کر اور آرام کرنے کی تلقین کر کے وہ دفتر چلے گئے۔ میں نے سوچا...... کیا تھا اگر آج وہ چھٹی کر لیتے...... پھر میں نے خود کو ڈپٹا...... اور ظاہر ہے اب وہ میری پٹی سے لگ کر تو نہیں بیٹھے رہ سکتے۔ میں ایسے ہی بستر میں لیٹی تھی کہ اچانک دانیال اسکول بیگ کمر پر لٹکائے گھر آ گیا۔ میں اسے دیکھ کر حیران ہوئی وہ رو رہا تھا۔ مجھے پریشانی ہونے لگی۔

"دانیال کیا بات ہے۔ تم رو کیوں رہے ہو بیٹا؟" دانیال تھا کہ مجھ سے لپٹ کر روئے چلا جا رہا تھا۔ پھر دانیال نے مجھ سے جو کہا تو میں گنگ رہ گئی۔

"ماما...... سڑک پر میں نے ایک جنازہ جاتے دیکھا مجھے لگا میری ماما مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہیں۔ میں سڑک سے واپس بھاگتا ہوا گھر آ گیا۔ ماما میں آپ کو کہیں نہیں جانے دوں گا۔ میں آپ کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ آئی لو یو ماما...... آئی لو یو......" دانیال میرے ہاتھ چوم رہا تھا اور مجھے نہیں معلوم میری آنکھوں سے آنسو کیوں گر رہے تھے۔ پھر سارا وقت دانیال میرے پاس رہا...... میرا خیال کرتا رہا...... دانیال میرے لیے کس قدر حساس تھا۔ دنیا میں مجھے ایسی محبت کسی سے نہیں ملی تھی جیسی میرا بیٹا مجھے دے رہا تھا۔ اس وقت جس حالت میں وہ گھر آیا تھا اور جو بے کلی اس کی آنکھوں میں تھی اس نے مجھے سہما کر رکھ دیا تھا۔ میرا بیٹا مجھے پاگلوں کی طرح چاہتا تھا۔ حالانکہ بچے تو میرے دو اور بھی تھے لیکن نازش اور نیہاں میں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ دانیال کی معصوم محبت نے میرے اندر کی اس حساس عورت کو جگا دیا جو محبت کی بھوکی ہوتی ہے جو تعریف کی بھوکی ہوتی ہے...... جو ناز برداریوں کی بھوکی ہوتی ہے اور ہر عورت ایسا چاہتی ہے۔ میں نے اپنے اندر کی اس عورت کو کب کا مار دیا تھا لیکن دانیال کی محبت نے اسے میرے اندر زندہ کر دیا تھا اور یہ مجھے اچھا لگ رہا تھا۔

☆☆☆

جب میرا انٹر کا رزلٹ آیا تو میں نے سوچا...... میں اچھے رزلٹ کے ساتھ ماما کو ایک سرپرائز گفٹ بھی دوں گا کیونکہ میں نے پورے کالج میں ٹاپ کیا تھا۔ ماما اور بابا کو میرے رزلٹ کی بہت خوشی ہوئی تھی۔ دونوں نے اپنی اپنی جگہ پر مجھے ڈھیروں دعائیں اور پیار دیا تھا۔ ہمارے کالج نے ٹاپ پوزیشن حاصل کرنے پر ایک فنکشن رکھا تھا جس میں اسٹوڈنٹس کے علاوہ پیرنٹس کو بھی انوائٹ کیا گیا تھا۔

میں نے ماما سے کہا تھا آج وہ بہت اچھا سا تیار ہو کر آئیں تاکہ سب کو پتا چلے کہ آپ دانیال کی ماما ہیں اور پھر جب ماما اور بابا میرے کالج آئے تو مجھے دونوں کو ہی دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ پیارے لگ رہے تھے۔ پرنسپل نے مجھے اسٹیج پر بلایا اور میری بہت تعریفیں کیں۔ میں خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ میری نگاہیں اپنے پیرنٹس پر تھیں۔ دونوں بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔ میری تعریفیں کرنے کے بعد پرنسپل نے مجھے مائیک دیا اور مجھ سے پوچھا کہ میں اس اچیومنٹ پر کیا محسوس کر رہا ہوں...... میں نے بس ایک ہی جملہ کہا۔

"میری کامیابی اور میری ترقی صرف میری ماما کی وجہ سے ہے۔ آج میں اس جگہ پر اپنی ماما کی وجہ سے کھڑا ہوں۔ آئی لو یو ماما...... آئی لو یو۔" میں نے دیکھا ماما اور بابا کے چہروں پر خوشی تھی۔ ماما کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ وہ بہت جذباتی ہو رہی تھیں۔ انہوں نے بہ مشکل خود کو سنبھالا ہوا تھا۔ یہ وہ سرپرائز تھا جو میں ماما کو دینا چاہتا تھا...... سب کے سامنے چلا چلا کر اپنی محبت کا اظہار اپنی ماں سے کرنا چاہتا تھا اور یہ سب

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر کے مجھے دلی تسکین مل رہی تھی۔

☆☆☆

دانیال کا صرف یہ کہہ دینا کہ آج میں جو کچھ بھی ہوں ماما کی وجہ سے ہوں۔ مجھے بالکل اچھا نہیں لگا...... آخر صہیب اس کے باپ تھے کیا وہ اس بات سے ہرٹ نہیں ہوئے ہوں گے۔ صہیب ہی تو پیسہ خرچ کر رہے تھے تینوں کی تعلیم پر...... اچھے سے اچھا اسکول اچھی سے اچھی ٹیوشن...... سب ان کی وجہ سے تھیں...... پھر سارا کریڈٹ دانیال نے مجھے کیوں دیا۔ دانیال کو بالکل ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا میں بے حد گلٹی فیل کر رہی تھی اور آخر کار مجھ سے رہا نہیں گیا...... میں نے صہیب سے کہہ ہی دیا۔

"صہیب، دانیال کو صرف مجھے کریڈٹ نہیں دینا چاہیے تھا۔ دانیال کو چاہیے تھا کہ وہ ہم دونوں کا نام لیتا...... کیا اس نے یہ زیادتی نہیں کی۔" صہیب نے جو کچھ کہا تھا وہ مجھے یکسر حیران کر گیا۔

"یہ تو ماں کی تربیت ہوتی ہے اس کا فرض ہوتا ہے اولاد کو سکھائے کہ ماں، باپ کا حق ادا کرنا کیا ہوتا ہے...... میں اپنے حقوق کی ادائیگی سے غافل نہیں ہوں لیکن تم اپنے فرائض سے غافل ہو اور غافل ہی رہو گی۔"

صہیب کی بات میرے دل میں پھانس کی طرح چبھ گئی۔ اس سے تو اچھا ہوتا میں ان سے اپنے احساسات شیئر ہی نہیں کرتی۔ یہ کیسی بات کی انہوں نے...... بالکل عجیب اور انوکھی...... کیا میں نے نہیں سکھایا اولاد کو باپ سے محبت کرنا...... کیا یہ میرا ہی فرض تھا۔ ساری زندگی میری حقوق و فرائض کی ادائیگی میں گزری، صہیب نے کبھی شکوہ نہیں کیا اور اب کیا بھی تو کس بات پر...... میں تو الجھ سی گئی۔

☆☆☆

ماما نے مجھ سے جب بابا کی اور اپنی بات شیئر کی تو تلخ ہنسی میرے ہونٹوں پر بکھر گئی۔ جس سوال کا جواب ماما کو نہیں مل رہا تھا میں نے ماما کو...

"بابا ہمارے لیے کماتے ہیں اور ... پر کرتے ہیں...... لیکن ان کے پاس ... ہے ہمارے لیے...... مجھے کبھی کبھی ایسا ... صرف ہم پر انویسٹ منٹ کر رہے ہیں او... اپنی اس انویسٹ منٹ کا پورا فائدہ اٹھانے ... ہیں۔ زندگی میں ترقی اور آگے بڑھنے ... بہت سی چیزیں ہوتی ہیں ماما...... ایک... خیال رکھنا، ایک دوسرے کو اپنی محبت کا... دلانا...... چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو سیلیبریٹ... سے...... محض دکھاوے کے لیے نہیں۔

یہ سب کچھ نہیں ہے بابا میں... صرف ایک روبوٹ لگتے ہیں...... جوا... جا رہا ہے...... صرف اپنے ذمے کے کام... احساس سے عاری ایک روبوٹ مشین جو... حقوق اور فرائض کے پلڑے میں تولتے ہیں... سال ہو گئے آپ کو بابا کی زندگی میں آئے ہو... بابا آپ کو گھمانے پھرانے نہیں لے گئے... کمرے اور اس چھوٹے سے صحن میں آپ... سال گزر گئے اور آپ خوش ہیں ماما... کے ساتھ...... انسان اپنے لیے بھی جیتا ہے... کبھی کبھی دل کرتا ہے وہ ہمارے ناز اٹھا... سے بہت قریب ہیں، ہمارا خیال کریں... کریں، ہم سے اظہار کریں، بابا میں... ہے۔ وہ خود تو روبوٹ ہیں ہی انہوں نے آ... روبوٹ بنا دیا ہے۔"

☆☆☆

مجھے دانیال کی باتیں بالکل اچھی ن... ، میں ساری رات روتی رہی...... مجھے ... محبت تھی اور صہیب کو مجھ سے...... کیا ... نے کبھی اظہار نہیں کیا...... ہمیشہ سے صہیب ... داریوں کا بوجھ تھا، مانتی ہوں میرے ...

...سی لڑکی ہوا کرتی تھی جسے ان چھوٹی چھوٹی ...کی بڑی خواہش تھی لیکن وقت کے ساتھ بہت ...یں بدل جاتی ہیں۔ انسان کو اپنی سوچ بھی ...رتی ہے اور پھر صہیب بھی تو انسان تھے۔ انہیں ...کس نے بنایا ان ذمے داریوں نے...... ان ...ل کرتا ہو گا کوئی ان سے پیار کرے، اظہار ... اور اس بات کا احساس دلائے کہ وہ کسی ...ے زندگی میں کتنے اہم ہیں۔ تو کیا ہوا صہیب ...مجھے ایسی محبت نہیں دی، میں تو صہیب کو ایسی ...دے سکتی تھی۔

☆☆☆

...آج ماما نے اپنے ہاتھ سے کیک بنایا تھا اور ...ے کھانے میں بھی مختلف چیزیں بنائی تھیں ...قورمہ اور کسٹرڈ...... ماما خود بھی تیار ہوئی تھیں، ...نہاں اور نازش بھی خوش تھے۔ ماما، بابا کی اینورسری ... جو تھی...... سب سے زیادہ مجھے اچھا لگ رہا ...دو روبوٹ آج انسان دکھائی دے رہے تھے۔ ...م کو گھر آئے تو ماما نے اور ہم نے انہیں وش کیا ...ران ہوئے پھر کیک وغیرہ کاٹا گیا۔ بابا نے ماما ...پنے ہاتھ سے کیک کھلایا۔ ماما کے چہرے پر خوشی ...لیکن مجھے ایسے لگ رہا تھا کہ بابا اب بھی اپنا ...فرض ہی ادا کر رہے ہیں۔

☆☆☆

میرے گھر میں چند برسوں تک صرف نہاں کی ہی ...منائی گئی تھی۔ تب خالہ بھی زندہ تھیں۔ میری ...ان کے بچے میاں، ایسا لگتا تھا کہ سالگرہ ...انہی لوگوں کے لیے کی گئی ہو۔ کیک کٹتے ہی ...بہنوں اور بچوں کو کیک تقسیم کرنے میں لگ ...بارہا میرے دل میں خواہش جاگتی تھی کہ ...ہم ایک دوسرے کو اپنے ہاتھ سے...... کھلائیں ...بھی موقع ہی نہیں آتا تھا۔ آج بیس برس کے ...موقع میں نے خود بنایا...... شاید دانیال صحیح کہتا

ہے ہم دونوں روبوٹ مشین بن چکے ہیں۔ مجھے ایسے ایونٹ کرنے چاہئیں جس سے بچے بھی خوش ہوں اور صہیب بھی۔ میں کمرے میں آئی تو صہیب لیٹے ہوئے کتاب پڑھ رہے تھے۔

"کیسا لگا آپ کو یہ سرپرائز......؟" میں نے پوچھا۔

"جب ہماری عمر تھی جب تو یہ سب چونچلے تمہیں یاد نہیں آئے اور اب بڑھاپے میں تمہیں یہ ساری باتیں یاد آ رہی ہیں۔" صہیب عجیب سے انداز میں بولے۔

"تب تو ذمے داریوں کا بوجھ بہت زیادہ تھا آپ پر۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"تو کیا اب ختم ہو گئیں ذمے داریاں ہم پر سے۔" صہیب نے کتاب بند کر دی اور بولے۔

"یہ ذمے داریاں تو ساری عمر نبھانی ہیں صہیب...... کبھی کبھی انسان کو اپنا دل بھی خوش کر لینا چاہیے۔" میں چیخ گئی۔

"نازش انٹر میں ہے اور دانیال بی ایس سی کر رہا ہے۔ اب ہماری عمر اپنی شادی کی سالگرہ منانے کی نہیں، بچوں کی شادیوں کے بارے میں سوچنے کی ہے۔"

مجھے غصہ آ گیا اور میں پھٹ ہی پڑی۔ صہیب کو احساس ہی نہیں تھا کہ وہ مجھے کس طرح ہرٹ کر رہے تھے۔

"جس وقت عمر تھی اس وقت آپ پر بہنوں کی شادیوں کا بوجھ تھا، آج بچوں کا بوجھ ہے آخر آپ کی زندگی میں، میں کہا ہوں صہیب؟" وہ مجھے دیکھتے رہے...... یہاں تک کہ میں رو پڑی اور کمرے سے باہر نکل گئی...... زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ میں نازش اور نہاں کے کمرے میں سوئی۔ سوئی کیا ساری رات کڑھتی رہی...... دانیال صحیح کہتا ہے صہیب انسان نہیں صرف روبوٹ مشین ہیں۔ ہر چیز کو پیسے کے تناظر میں دیکھتے ہیں، ان کے لیے سب سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

بڑی خوشی پیسہ کمانا ہی ہے اور کون سا ڈھیر لگا دیا تھا انہوں نے کما کما کر یا میرے لیے تاج محل بنا دیا...... وہی لگی بندھی زندگی...... وہی مہینے کے آخر میں تنگی...... کیا ان سب چیزوں نے صہیب سے احساسات ہی چھین لیے ہیں...... میں کمرے سے نکل تو آئی تھی لیکن مجھے یہ بات مارے ڈال رہی تھی کہ کن قدموں سے واپس جاؤں وہ تو اتنے سنگدل تھے کہ مجھے منانے بھی نہیں آئے...... یہاں تک کہ دن نکل گیا، نہ جانے کب وہ دفتر چلے گئے۔ میں سو کر اٹھی تو دن بھر کڑھتی رہی...... کیا ضرورت تھی مجھے یہ سب کرنے کی...... اور صہیب پر تو مجھے رہ رہ کر غصہ بھی آ رہا تھا اور رونا بھی۔

☆☆☆

رات ماما اور بابا کی سرد جنگ ہوئی ہوگی...... تبھی ماما کے چہرے پر اداسی تھی۔ ماما کو احساس ہو گیا تھا بابا واقعی روبوٹ مشین ہیں اور وہ کسی انسان کے ساتھ نہیں روبوٹ کے ساتھ ہی خوش رہ سکتے ہیں۔ ایسے حالات میں، میں ماما کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ بابا کو میں کیسے احساس دلاتا اس بات کا کہ وہ غلط کر رہے ہیں یہ چھوٹے چھوٹے لمحے ہی ہمیں زندگی کا احساس دلاتے ہیں اگر ہم اپنی زندگی میں سے ان لمحوں کو نکال دیں تو واقعی ہماری زندگی کسی مشین جیسی ہی ہو جائے۔

میں ماما کو اپنی بائک پر بٹھا کر گھمانے پھرانے لے گیا۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کر سکتا تھا کہ ان کا ڈپریشن دور ہوتا۔ ماما واقعی تھوڑا ریلکس ہو گئی تھیں۔

☆☆☆

صہیب رات کو گھر آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک شاپر تھا جس میں میرے لیے ایک قیمتی ساڑی تھی۔

”یہ تمہاری ویڈنگ اینی ورسری کا گفٹ ہے۔“ انہوں نے کہا۔ پہلے تو میں حیران ہوئی اور پھر یکدم شرمندہ ہو گئی۔ ساڑی دیکھی تو بہت مہنگی تھی۔

”کیا ضرورت تھی صہیب آپ کو اتنا ... لینے کی اور میں نے تحفہ مانگا ہی کب تھا آپ ... اتنا ہی کہہ سکی۔

”تحفے مانگے نہیں خود دیے جاتے ہیں ... میں جانتا ہوں میں نے زندگی میں تمہارے ... بہت زیادتیاں کیں...... حق تلفی نہیں کی ... ہرٹ ضرور کیا ہوگا...... میں ان سب کی تلافی تو ... کر سکتا لیکن یہ سچ ہے اپنی مصروفیات میں، میں ... جیسے بھول ہی گیا تھا اور تم نے بھی تو بہت دیر ... احساس دلایا ہے...۔ اگر تم مجھے میری اس کوتاہی ... بہت پہلے احساس دلا دیتیں تو شاید...... اتنا ہرٹ ... ہوتیں۔“ میں صہیب کے سینے سے لگ کر رو دی ...

”میں نے ہمیشہ آنے والے اچھے دنوں ... لیے خواب دیکھے ہیں لیکن میں نے کبھی یہ نہیں ... دن ہم گزار رہے ہیں انہیں بھی تو اچھی طرح ... گزارہ جا سکتا ہے۔ بہت زیادہ نہ سہی لیکن سب ... ہے ہمارے پاس...... لیکن زندگی میں مہلت ہی ... یہ سب سوچنے کی، ساری عمر حقوق اور فرائض ... ادائیگی میں ہی گزر گئی۔“

”کیا محبت ان دونوں چیزوں کے ساتھ ... کیا جا سکتی؟“ صہیب کے اتنا کچھ کہنے پر میں ... صرف یہی کہا۔

”حقوق و فرائض بھی وہاں ہی ادا کیے جا ... ہیں جہاں محبت سانس لیتی ہو...... اگر مجھے تم ... محبت نہ ہوتی تو میں ہر قدم تم سے ملا کر نہ چلتا ... اپنے فرائض کو ایمانداری سے نہ نبھاتا...... اور ... ترساتا رہتا۔ یہ اور بات ہے کہ میں نے محبت ... اظہار نہیں کیا...... اور شاید یہی عمر بھر میرا ... تھا۔“ صہیب نے جو کچھ کہا میں لاجواب ... حیران ہی تو رہ گئی۔

☆☆☆

مجھے اتنا اچھا لگا تھا کہ میں نے دو ...

لوگوں کو انسان ہونے کا احساس دلایا تھا۔ میرا یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہو گیا تھا اور میں شہر دہ باڑی سے اسلام آباد چلا گیا۔

یونیورسٹی میں میری ملاقات تانیہ سے ہوئی۔ تانیہ بہت پیاری اور معصوم سی لڑکی تھی، وہ مجھے اچھی لگنے لگی تھی۔ پہلے ہماری دوستی اور پھر یہ محبت میں بدل گئی۔ تانیہ بھی مجھے پسند کرنے لگی تھی۔ میں نے ماما کو اپنی محبت کے بارے میں بتایا...... پھر ماما کو تانیہ کی تصویریں بھی بھیجیں۔ ماما اور بابا میری پسند پر متفق تھے کیونکہ تانیہ اچھی فیملی سے تعلق رکھتی تھی...... اور تانیہ کے گھر والے مجھے پسند کرتے تھے۔ یونیورسٹی میں دو سال پر لگا کر اُڑ گئے اور ابھی میرا رزلٹ بھی نہیں آیا تھا کہ مجھے جاب کی آفرز آنے لگیں اس کے بعد میں نے سی ایس ایس کی بھی تیاری کی اور سی ایس ایس میں بھی نمایاں پوزیشن حاصل کی تھی، اس لیے مجھے فوراً جاب بھی مل گئی تھی۔ میرے خواب پورے ہونے لگے تھے سرکاری نوکری، گاڑی، بنگلا نوکر چاکر...... سب کچھ مجھے مل گیا تھا۔ اِدھر ماما، بابا کی رضامندی کے ساتھ تانیہ کے گھر والوں نے منگنی اور پھر شادی کی جلدی مچا دی لیکن میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ نازش اور نیہاں کی شادی تک تو بالکل نہیں...... پھر مجھے ماما، بابا کے خواب بھی پورے کرنے تھے۔ میں نے انہیں بہت کہا تھا کہ میرے ساتھ اسلام آباد آ جائیں لیکن انہیں اپنے شہر سے اتنی ہی محبت تھی جتنی کسی اولاد کو ماں کی گود سے ہوتی ہے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ وہیں کسی اچھے علاقے میں ایک اچھا سا گھر ماما، بابا کو لے کر دوں لیکن وہ لوگ نئے گھر سے پہلے نازش اور نیہاں کی شادی کے لیے فکر مند تھے۔ ویسے بھی اپنا گھر تو تھا ہی کچھ ماہ ہی میں ماما نے دونوں کے رشتے طے کر دیے ابھی شادی کی تاریخیں رکھی جانی تھیں کہ اچانک تانیہ کے ڈیڈی کی طبیعت خراب ہو گئی

خدارا ◉ خدارا

شوگر کے مریض

ذرا عقلمندی سے کام لیں

کیونکہ ساری زندگی عارضی وقتی گولیاں ہی کھاتے رہنا آخر کہاں کی عقلمندی ہے؟ آج کل تو ہر انسان صرف شوگر کی وجہ سے بے حد پریشان ہے۔ شوگر موذی مرض انسان کو اندر ہی اندر سے کھوکھلا، بے جان اور ناکارہ بنا کر اعصابی طور پر کمزور کر دیتی ہے۔ حتیٰ کہ شوگر کی مرض تو انسانی زندگی ضائع کر دیتی ہے۔ شفاء منجانب اللہ پر ایمان رکھیں۔ ہم نے جذبۂ خدمت انسانیت سے سرشار ہو کر ایک طویل عرصہ ریسرچ، تحقیق کے بعد دیسی طبی یونانی قدرتی جڑی بوٹیوں سے ایک ایسا خاص قسم کا ہربل شوگر نجات کورس ایجاد کر لیا ہے۔ جسکے استعمال سے آپ شوگر سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر آپ شوگر کی مرض سے پریشان ہیں اور نجات چاہتے ہیں تو خدارا آج ہی گھر بیٹھے فون کر کے بذریعہ ڈاک VP وی پی شوگر نجات کورس منگوا لیں۔ اور ہماری سچائی کو آزمائیں۔

المسلم دارالحکمت (رجسٹرڈ)

(دیسی طبی یونانی دواخانہ)

ضلع و شہر حافظ آباد پاکستان

0300-6526061
0308-6627979
0547-521787

آپ ہمیں صرف فون کریں
شوگر کورس آپ تک ہم پہنچائیں گے

WWW.PAKSOCIETY.COM

انہیں شدید ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ وہ اپنی زندگی سے یکدم ناامید ہو چلے تھے اور تانیہ کو رخصت کرنے کی جلدی کرنے لگے۔ ماما، بابا نے ان کی اس خواہش کا مان رکھا اور تانیہ سے میری شادی بہ عجلت نہایت سادگی سے ہوگئی۔ تانیہ میری زندگی میں آکر بہت خوش تھی لیکن میں بکھرا ہوا تھا۔ میری ساری پلاننگ ادھوری رہ گئی تھی۔ ماما، بابا کے گھر سے لے کر نازش اور نیہاں کی شادیوں تک...... پھر ماما، بابا کو جلد از جلد حج کرانا بھی میرا خواب تھا۔ میری زندگی دو حصوں میں بٹ گئی۔ میرا وجود اسلام آباد میں تھا اور میرا دل وہاڑی میں۔

☆☆☆

ایسا لگتا تھا کہ میں نے نیا جنم لیا ہے یا پھر صہیب کا اور میرا رشتہ ابھی وجود میں آیا ہے...... جب سے دانیال کی نوکری لگی تھی صہیب بالکل ریلیکس ہو گئے تھے۔ اب ہمیں نیہاں اور نازش کی شادی کی فکر تھی لیکن یہ فکر ایسی بھی نہیں تھی جو ہمیں دن رات کھائے رکھتی۔ اب صہیب کو بھی پتا تھا اور مجھے بھی کہ دانیال نے ساری ذمے داری اٹھالی ہے۔ جس مقام پر صہیب برسوں میں نہیں پہنچ سکے تھے دانیال کچھ ہی عرصے میں پہنچ گیا تھا۔ اس بات کا اظہار جب صہیب کرتے تو ان کی آنکھوں میں الگ ہی چمک ہوتی۔

میں بھی اب تھک سی گئی تھی۔ بچیاں بڑی ہوگئی تھیں سارا گھر انہوں نے سنبھال لیا تھا۔ دو دو ملازم بھی گھر میں موجود تھے۔ صہیب ریٹائرمنٹ کے بعد زیادہ تر گھر میں رہنے لگے تھے۔ میں نے سن رکھا تھا کہ ریٹائرمنٹ کے بعد بوڑھے لوگ صرف آپس میں لڑائی جھگڑا کرتے ہیں...... یا پھر اپنے ماضی کے قصوں کو دُہراتے رہتے ہیں لیکن میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں تھا۔ صہیب میرا بہت خیال رکھنے لگے تھے۔ ہم دونوں اکثر باہر گھومنے چلے جاتے، زیادہ وقت بچیوں کے جہیز کی شاپنگ میں ہی گزر رہا تھا۔ مجھے ایسا لگتا جیسے صہیب کی زندگی کا محور میں ہی ہوں۔ مجھ سے بڑھ کر صہیب کے لیے کچھ نہیں ہے۔ ایسی محبت جوانی میں دیکھنا چاہتی تھی میں [illegible] کی۔ صہیب کی اتنی چاہت دیکھ کر میں نے اس بات کا شکوہ انہی سے کیا۔

”محبت تو خیر مجھے تم سے ہمیشہ سے تھی...... یہ اور بات ہے کہ میں...... اس کا اظہار کرنے میں ناکام رہا۔“ وہ مسکرائے۔

”اس کا مطلب تو یہ ہوا صہیب صاحب اگر ہمارا بیٹا پڑھ لکھ نہ جاتا، اعلیٰ پوسٹ پر نہ ہوتا تو میں کبھی یہ دن نہ دیکھ پاتی یعنی آپ کی ایسی محبت مجھے کبھی نصیب نہ ہوتی۔“

”اب چاہے تم اسے کچھ بھی سمجھو۔“ صہیب اتنا ہی بولے اور مسکرانے لگے۔ میں چپ سی ہوگئی اور سوچنے لگی۔

دانیال ٹھیک ہی تو کہتا تھا۔ آپ انویسٹ منٹ کر رہے ہیں اور ایک دن آئے گا انویسٹ منٹ سے آپ پورا فائدہ اٹھائیں گے لیکن وہ دن واپس لوٹ کر نہیں آسکتے...... صہیب صاحب جو بیت گئے۔ میں نے خالی نظروں سے ان کی طرف دیکھا جو پُرسکون مسکراہٹ سجائے چائے پی رہے تھے۔

☆☆☆

نازش اور نیہاں کی شادیوں کا مجھ پر اتنا بوجھ تھا کہ میں بتا نہیں سکتا...... لیکن یہ بات تانیہ سمجھنے کو تیار ہی نہیں تھی...... اس کی تو اپنی نئی نئی شادی ہوئی تھی اور اسے ہنی مون کی پڑی تھی اور میرے پاس بالکل وقت نہیں تھا...... ماما نے مجھے بتایا تھا کہ نازش کے سسرال والے ڈیٹ مانگ رہے ہیں، مجھے وہاڑی آنا ہوگا۔ میں نے تانیہ کو ساتھ چلنے کو کہا تو اس نے بڑی ناگواری سے انکار کر دیا۔ اس کے نزدیک وہاڑی کوئی شہر نہیں بلکہ ایک پسماندہ دیہات تھا۔ اس کی ناگواری مجھے بہت گراں گزری۔ وہ جگہ کو دیکھ رہی تھی، ایک پل کو بھی اس نے یہ نہیں سوچا کہ وہاں میرے ماما، بابا رہتے ہیں۔ کم سے کم ان سے ملنے ہی چلی چلتی۔ میں اسے اکیلا چھوڑ کر خود ہی چلا گیا۔ وہ نندوں کی شادی میں شریک تو ہوئی لیکن صرف ایک دن کے لیے...... دُو پُر آسائش گاڑی میں آئی اور فوراً ہی واپس چلی گئی۔

مجھے تانیہ کی یہ حرکتیں سخت زہر لگ رہی تھیں۔ اس کی ہنی مون کی خواہش میں نے کیا پوری نہیں کی اس کے تو ماتھے پر سو بل آگئے۔ آہستہ آہستہ اس کی حرکتیں سامنے آنے لگیں۔ اس کی آئے روز کی نت نئی فرمائشیں...... میں جیسے اس سے زچ سا ہونے لگا تھا۔

آئے دن ہمارے درمیان جھگڑے ہوتے۔ تانیہ اپنے میکے جا کر بیٹھ جاتی۔ آنٹی اور انکل مجھ پر ہی پریشر ڈالتے تو مجھے اور بھی برا لگتا اور آخر کار میں اس روز روز کی چخ چخ سے کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ ہم دونوں زیادہ دیر ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ تانیہ کی اور میری سوچ میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ تانیہ زندگی کو کسی فلم کی طرح سمجھتی ہے کسی رومینٹک فلم کی طرح...... جس میں ہر چار سین کے بعد ایک رومینٹک سونگ آتا ہے اور ہیرو، ہیروئن کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار رہتا ہے۔ حقیقی زندگی میں ایسا نہیں ہوتا۔ ہر وقت لیلیٰ مجنوں بن کر نہیں رہا جا سکتا۔ میں یہ باتیں تانیہ کو سمجھا سمجھا کر تنگ آچکا تھا کہ وہ بھول جائے کہ ہم اسٹوڈنٹ لائف گزار رہے ہیں۔ تانیہ پر نہ سہی مجھ پر تو ذمے داریوں کا بوجھ تھا۔ شادی ہو جانے کے باوجود نازش کی طرف سے بے فکری نہیں ہو سکی تھی۔ اس کی سسرال والوں کی آئے روز کی نت نئی فرمائشوں نے ماما، بابا کو بہت ہلکان کر دیا تھا۔ اس صورتِ حال سے سب ہی متاثر تھے...... مگر تانیہ کو یہ سب کہاں نظر آنے والا تھا۔ اسے تو جیسے اپنے ہی چونچلوں سے فرصت نہیں تھی۔ اس کا یہی حل تھا کہ میں اسے طلاق دے دوں۔

☆☆☆

نسخہ سپرپاور ہیرے والا

مایوس لاعلاج اور خوف زدہ حضرات کیلئے عظیم سرمایہ

جسمانی اعصابی اور خاص کمزوری شوگر، بلڈ پریشر کی وجہ سے پریشان مریض زندگی میں ایک بار اسے ضرور استعمال کریں اور تمام عمر فٹ رہیں

ایسی خواتین کیلئے بھی مفید ہے جو شوگر کی وجہ سے دماغی جسمانی اور اعصابی کمزوری محسوس کرتی ہیں۔ پنڈلیوں جوڑوں اور پٹھوں کے درد سے مکمل نجات دلاتا ہے

کورس 15 دن صرف 2500 روپے

نوٹ نسخہ سپرپاور ہیرے والا

سونے، چاندی یاقوت، زمرد، عقیق، مرجان اور ہیرے جواہرات کا مرکب ہے جو کہ بہت قلیل مقدار میں تیار ہوتا ہے لہٰذا یہ بازار سے نہیں ملتا صرف ہمارے ہاں ہی دستیاب ہے۔ آپ خود لیں یا گھر بیٹھے فون کر کے وی پی پارسل منگوالیں No Side Effect

پتھری: گردہ مثانہ یا پتہ میں ہو انشاء اللہ تعالیٰ ریت بن کر نکل جائے۔ کورس 20 دن صرف 1500 روپے

موٹاپا: بڑھا ہوا پیٹ ڈھلکا ہوا پیٹ قد سے زائد وزن جسم کی فالتو چربی پسینہ بن کر خارج ہو جائے گی
کورس ایک ماہ صرف 2000 روپے

گیس ٹربل: سینے کی جلن تیزابیت، دائمی قبض، پیٹ سخت ہونا معدے کے زخم اور انتڑیوں کے زخم کا کامیاب علاج
کورس ایک ماہ صرف 1200 روپے

طب یونانی کے مایہ ناز
دواخانہ حکیم عالم شیر کھرل
بلھے شاہ روڈ نزد اڈا اللیانی قصور شہر
0345-6397367
0300-4280816

WWW.PAKSOCIETY.COM

میرے اور صہیب کے قدموں تلے سے زمین سرک گئی اور سر پر جیسے آسمان آگرا۔ نازش کی پریشانی کیا کم تھی جو دانیال کی طرف سے یہ خبر سننے کو ملی کہ وہ تانیہ کو طلاق دینا چاہتا ہے۔ میں اور صہیب پہلی ہی فلائٹ سے اسلام آباد پہنچے۔ دانیال گھر پر اکیلا تھا۔ بہت بکھرا ہوا، بہت ڈسٹرب اور اداس لگ رہا تھا۔ میں نے اسے گلے سے لگایا تو وہ رو پڑا۔ شاید وہ خود بھی اس فیصلے پر دل سے راضی نہیں تھا لیکن تانیہ کی ناسمجھیوں کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا پھر صہیب نے دانیال کو گلے سے لگایا تو وہ بولا۔

''بابا آپ بہت گریٹ ہیں۔ بہت ہی گریٹ۔ آپ نے اپنی دیگر ذمے داریوں کے ساتھ ساتھ اپنی ازدواجی زندگی کو بھی بیلنس میں رکھا کبھی ماما اور آپ کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں دیکھا میں نے لیکن میں...... میں کس قدر ناکام انسان نکلا اس رشتے کو چند ماہ بھی نہیں نبھا سکا اور نہ ہی اپنے والدین کی پریشانیاں کم کر سکا۔''

''گریٹ میں نہیں تمہاری ماما ہیں جنہوں نے ہر دم خود کو مارا اور مجھ سے کبھی شکوہ تک نہیں کیا۔'' صہیب نے اس کے آنسو صاف کیے اور مسکرا کر کہنے لگے۔

''لیکن ایسا ہر بار نہیں ہوتا دانیال۔ ہر عورت خود کو نہیں مارتی۔ بیس سال تک انتظار نہیں کرتی۔ وہ شوہر کی توجہ اور محبت کی پہلے دن سے ہی حقدار ہوتی ہے اور نہ ملنے پر بے صبری بن جاتی ہے۔''

میں نے حیرانی سے صہیب کو دیکھا۔ جو بیٹے کو سمجھا رہے تھے کہ وہ ہمارے فرائض نبھانے کے ساتھ ساتھ تانیہ کے حقوق کا بھی خیال رکھے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس محبت کو کھو دے اور جب فرصت ملنے پر اپنی محبت تلاش کرے تو کہیں نہ مل پائے۔

مجھے اب لگا جیسے صہیب بیٹے کو سمجھا نہیں رہے اپنے جرم کا اعتراف کر رہے تھے۔ ایسا جرم جو انہوں نے مسلسل بیس سال کیا اور جس کی تلافی وہ چند ماہ سے کرنے کی کوشش کر رہے تھے...... یعنی صہیب مجھ سے کبھی غافل نہیں رہے تھے۔ ان کے احساس کو جان کر میں اپنی نظر میں اور بھی معتبر ہو گئی۔

''تمہیں تانیہ کا خیال رکھنا چاہیے...... اس کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا خیال رکھنا چاہیے دانیال۔''

''بابا، اس کی زندگی میں کس چیز کی کمی ہے میں نے تانیہ کو سب کچھ دے رکھا ہے۔ ماما نے آپ کے ساتھ مشکل وقت میں بھی سمجھوتا کیے رکھا اور تانیہ اتنی آسائشوں میں بھی خوش نہیں ہے۔ اس کا مطلب تو یہی ہوا ناں کہ ہم ایک ساتھ زندگی نہیں گزار سکتے۔ ذرا اس سے کوئی جا کر تو پوچھے اسے مجھ سے شکایت کیا ہے...... یہی کہ میں اسے ہنی مون پر نہیں لے گیا۔ مجھے اس کی برتھ ڈے یاد نہیں رہی۔ وہ جو کچھ بھی پہنتی ہے میں اس کی تعریف نہیں کرتا۔ اسے گھمانے پھرانے کا میرا پاس ٹائم نہیں ہے وغیرہ وغیرہ...... بھلا یہ بھی کوئی شکایات ہیں بابا؟'' میں اور صہیب دونوں اس کی بات پر ہنس دیے۔

''یاد ہے تمہیں دانیال، تم نے ایک روز کہا تھا یہ چھوٹے چھوٹے لمحے ہی ہمیں زندگی کا احساس دلاتے ہیں اگر ہم اپنی زندگی سے ایسے لمحوں کو نکال دیں تو واقعی ہماری زندگی کسی مشین کی طرح ہو جائے۔''

میرے کچھ یاد دلانے پر اس نے حیرت اور شرمندگی سے ہمیں دیکھا۔

''ہم چلیں گے تمہارے ساتھ تانیہ کو لینے کے لیے لیکن تم وعدہ کرو خود کو مشین نہیں بننے دو گے۔ اسے یہی چھوٹی چھوٹی مگر زندگی سے بھرپور خوشیاں دو گے۔'' صہیب نے کہا تو دانیال شرمندگی سے مسکرا دیا۔

صہیب کے اور میرے چہرے پر بھی مسکراہٹ تھی مگر یہ مسکراہٹ زندگی سے بھرپور تھی۔

خوشبو محبت کی

شمیم فضلِ خالق

زینب پھپھو کی آواز ہمیشہ کی طرح اتنی تیز تھی جو بہ آسانی نیچے تک آ رہی تھی شاید وہ کام کرنے والی ماسی پر برس رہی تھیں۔ انعم نے ناگواری سے اوپر کی طرف دیکھا اور اس خیال سے اندر کمرے میں چلی گئی کہ وہ زینب پھپھو کی آواز نہ سن سکے۔ کمرے کے اندر ان کی آواز نہیں آ رہی تھی...... اس نے اطمینان کی سانس لی اور کئی بار کا پڑھا ہوا میگزین اٹھا کر دوبارہ پڑھنے لگی...... اسے پتا بھی نہیں چلا کہ کب

WWW.PAKSOCIETY.COM

نوین اندر آ گیا جب وہ اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا تو اسے احساس ہوا...... میگزین بند کر کے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"کیا بات ہے......؟ اندر کیوں بیٹھی ہو اتنی گرمی میں......؟"

"ویسے ہی...... کوئی خاص بات نہیں۔" اس نے نظریں چُراتے ہوئے کہا۔

"جانتا ہوں......" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "اماں کی وجہ سے ڈسٹرب ہوئی ہو...... ہمیشہ کی طرح۔" اس نے کچھ نہ کہا...... بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"انعم!" وہ محبت سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ "اماں کی عادت سے تم واقف ہو تو پھر سمجھوتا کیوں نہیں کر لیتیں، کتنی بار کہا ہے اوپر چلی جایا کرو تو اماں اور تم ایک دوسرے کے مزاج آشنا ہو جاؤ گے۔"

"یہ تمہاری خام خیالی ہے نوین...... میں ان کی اور وہ میری مزاج آشنا نہیں ہو سکتیں...... قیامت تک بھی نہیں...... اور مجھے اسی بات کی فکر ہے۔"

"فکر تو ہونی چاہیے تمہیں...... کیونکہ تم ان کی ہونے والی بہو جو ہو۔" نوین نے اس کے ماتھے پر لٹکی ہوئی لٹ کو کھینچا اور ہنستے ہوئے کہا۔

"پلیز نوین...... کبھی سیریس بھی ہوا کرو۔ ہمیشہ تمہیں مذاق ہی سوجھتا ہے۔" انعم کو غصہ آ گیا۔

"چلو ہو گیا سیریس، اب بولو، کیا کہنا چاہتی ہو؟" نوین اسی موڈ میں بولا۔

"نوین! مجھے سچ مچ بہت فکر ہے اس بات کی کہ پھپھو اور میرا ایک گھر میں گزارہ کیسے ہوگا؟" انعم نے سامنے کی دیوار پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"دیکھو انعم...... اسی لیے تو میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم اوپر اماں کے پاس چلی جایا کرو...... ان کے چھوٹے موٹے کام کر دیا کرو، اس طرح ان کے ساتھ تمہاری بے تکلفی بڑھے گی تو تم دونوں کے درمیان فاصلے سمٹتے چلے جائیں گے۔" نوین نے غور سے اس کی اتری صورت دیکھی اور قدرے سنجیدگی سے کہا۔

"میں نے کوشش کی تھی نوین۔" وہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں پھنساتے ہوئے بولی۔

"لیکن پھپھو کا مزاج کچھ اور طرح کا ہے وہ تو یہ سمجھنے لگیں کہ شاید میں وقت سے پہلے ان کے گھر میں دخل اندازی کرنے لگی ہوں...... سو ان کا رویہ مجھ سے اتنا زیادہ سخت ہو گیا کہ مجھے اپنی انسلٹ فیل ہونے لگی۔"

"شامت تو میری آئی ہے ناں کہ ماں سیر تو بیوی سوا سیر...... خیر، چلو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اب اماں اپنی مدتوں کی عادتیں ظاہر ہے میرے یا تمہارے کہنے پر چھوڑ تو نہیں سکتیں ناں۔ ہمیں ہی گزارہ کرنا پڑے گا...... خیر...... تم یہ سب چھوڑو...... یہ بتاؤ پکایا کیا ہے؟" نوین سر کھجاتا ہوا اپنے باغ و بہار لہجے میں بولا۔

"کیوں...... کیا پھپھو نے تمہاری بھی خبر لی ہے اس لیے بھوکے یہاں آئے ہو؟" انعم نے اپنا بگڑا موڈ ٹھیک کیا اور مسکرا کر پوچھا۔

"یار! اماں نے توریوں کا سالن بنایا ہے لیکن اتنا پرہیزی ٹائپ ہے کہ بس...... اسے مریض ہی کھا سکتے ہیں...... کم سے کم میں نہیں کھا سکتا...... اچھا اب چھوڑو یہ باتیں...... بھوک سے مرا جا رہا ہوں، بتاؤ ناں...... پکایا کیا ہے؟"

"آلو گوشت......"

"شوربا تو زیادہ نہیں رکھا ناں؟ چڑ ہے مجھے ان شوربوں وغیرہ سے...... بُھنا ہوا یا تلا ہوا سالن کھلاؤ گی تو ٹھیک ہے...... ورنہ میں کسی ریسٹورنٹ میں جا کر کھا لوں گا۔" وہ اس کی بات سن کر کہنے لگی۔

"اچھا آئیڈیا ہے...... چلو دونوں مل کر کسی ریسٹورنٹ میں کھا کر آتے ہیں...... اسی بہانے تمہاری جیب بھی ہلکی ہو جائے گی اور......"

"اور اماں جو تمہاری اور میری شامت لائیں گی اس کا کیا حل سوچا ہے، بتاؤ؟" وہ اس کی بات کاٹ کر بولا۔ انعم ہنستے ہنستے چپ ہو گئی جیسے سچ مچ پھپھو سامنے کھڑی ان کی ساری پلاننگ سے باخبر ہو چکی ہوں تہمینہ کے آواز دینے پر وہ نوین سے یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم بیٹھو...... میں تمہارے لیے کھانا لاتی ہوں۔"

☆☆☆

زینب بی بی، انعم کے والد امجد زمان کی اکلوتی اور لاڈلی بہن تھیں...... امجد زمان اور فرمان زمان دونوں بھائی تھے اور زینب ان دو بھائیوں کی اکلوتی بہن تھیں، وہ ان دونوں سے چھوٹی تھیں، ماں باپ کی بے انتہا محبتیں اور بھائیوں کے لاڈ پیار نے ان کا دماغ عرش پر پہنچا دیا تھا...... ان کی عادتیں حد سے زیادہ ناپسندیدہ تھیں...... لڑنا جھگڑنا...... کسی کو خاطر میں نہ لانا...... اپنی انہی ناپسندیدہ عادتوں کی وجہ سے وہ کسی کی بھی پسندیدہ ہستی نہیں تھیں۔ اس لیے ان کی ان عادتوں سے ڈر کر ان کے والدین نے چھوٹی ہونے کے باوجود ان کی شادی ان کے بھائیوں سے پہلے کر دی۔ ایسا نہ ہو کہ بھاوجیں گھر میں آ جائیں اور گھر ہر وقت میدانِ کارزار بنا رہے...... فیاض، زینب کے لیے اچھے شوہر تو ثابت ہوئے لیکن زینب کی بری عادتوں کو ہر وقت برداشت کرنا ان کی مجبوری ہرگز نہیں تھی...... سو گھر میں ہر وقت لڑائی جھگڑا ہوتا...... انہی حالات میں ان کے دو بچے پیدا ہوئے...... نوین اور ساحرہ...... یہ بھی زینب کی خوش قسمتی تھی کہ گھر میں کوئی نند تھی نہ ساس نہ دیور...... فیاض تنہا تھے...... بچوں کے لیے فیاض نے زینب سے نباہ کیا لیکن زندگی نے ان سے وفا نہیں کی...... اور ابھی بچے پڑھ ہی رہے تھے کہ ایک کار ایکسیڈنٹ میں فیاض کی موت واقع ہو گئی...... فیاض کوئی بہت مالدار شخص نہیں تھے۔

پرائیوٹ نوکری کے علاوہ ان کی چند دکانیں تھیں جن سے کرایہ آ جاتا تھا جب تک فیاض زندہ تھے مالی طور پر کوئی پریشانی نہیں تھی لیکن جب ان کا انتقال ہو گیا تو زینب کے لیے صرف دکانوں سے آئے کرایوں میں گزارہ کرنا مشکل ہو گیا...... اوپر سے گھر بھی کرایے کا تھا۔ اب انہیں ہر ماہ کرایہ دینا بہت مشکل لگ رہا تھا...... اس مشکل وقت میں انعم کے والد امجد زمان ہی کام آئے...... دونوں بھائیوں کے گھر آمنے سامنے تھے اور دونوں کے مکانوں کے اوپر والے پورشنز کرایے پر تھے۔ امجد نے اوپر کا پورشن کرایے داروں سے خالی کرایا اور بہن کی فیملی کو وہیں بسا دیا...... اس بات پر امجد کی بیوی تہمینہ کافی جز بز ہوئیں۔ کرایے کی مد میں جو پیسہ ہاتھ آ رہا تھا اس سے بھی ہاتھ دھونے پڑ گئے دوسرے زینب نے بطور نند تہمینہ سے کوئی اچھا سلوک نہیں رکھا تھا اس لیے وہ نند سے خائف تھیں لیکن امجد نے سمجھایا۔

"دیکھو تہمینہ! ہاتھ ٹوٹ جائے تو گلے میں لٹکانا پڑتا ہے۔ زینب ہماری بہن ہے، ابھی اس کے بچے کسی قابل نہیں ہوئے تو میں بھائی ہو کر کیسے چپ رہ سکتا ہوں...... آخر ہمیں ہی اس کا بوجھ اٹھانا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن آپ زینب کی عادتوں کو اچھی طرح جانتے ہیں...... کیسے گزارہ ہوگا ہم دونوں فیملیوں کا......" تہمینہ نے منہ پُھلا کر کہا۔

"زینب کا کھانا پینا الگ ہوگا۔ فیاض نے اچھی خاصی انویسٹمنٹ کی ہے۔ بس مکان کا کرایہ دینا اسے مشکل لگ رہا تھا۔ وہ مشکل میں نے اس کی آسان کر دی ہے۔ سمجھو وہ اپنے گھر رہے گی اور تم اپنے گھر۔" امجد نے رسان بھرے لہجے میں بیوی کو سمجھایا۔

"لیکن...... فرمان بھائی بھی تو ہیں...... انہوں نے تو ایک بار بھی آفر نہیں کی بہن کو، آخر ان کا اوپر کا پورشن بھی تو خالی کیا جا سکتا تھا۔" دل کی شکایت وہ زبان پر لے آئی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بھئی، زینب کا گھرانا کسی ایک پورشن میں رہتا ناں...... دونوں میں تو نہیں رہ سکتا تھا، میں بڑا بھائی ہوں، مجھ پر بہن کا حق زیادہ تھا اور ویسے بھی تم سوچو تو زینب کے ساتھ جو رشتہ ہمارا ہے وہ فرمان کا تو نہیں ناں......" امجد نے ہنس کر کہا تو تہمینہ خاموش ہوگئیں۔

فیاض کی زندگی میں نوین اور انعم کا رشتہ طے پا گیا تھا، دونوں نے بڑی محبت سے آکر نوین کے لیے انعم کو مانگ لیا تھا...... ان دنوں انعم کے بہت رشتے آرہے تھے جبکہ انعم اور نوین ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔ نوین انگریزی میں ایم اے کررہا تھا اور نوین بی ایس سی کے فائنل ائیر میں تھی۔ انعم کا رجحان بھی نوین کی طرف تھا۔ انعم، امجد اور تہمینہ کی بہت لاڈلی بیٹی تھی۔ ان کی چار اولادوں میں یہی ایک بیٹی زندہ بچی تھی اس لیے انہیں اس کی خوشی عزیز تھی اور زینب کی عادتوں کو جانتے ہوئے بھی تہمینہ کو بیٹی کی خوشی کی خاطر نوین کے لیے اقرار کرنا پڑ گیا...... اس کے فوراً بعد فیاض کی موت ہوگئی انہوں نے اپنی زندگی میں دونوں بچوں کی قسمت کے فیصلے کردیے تھے، اپنی بیٹی ساحرہ کا رشتہ انہوں نے اپنے دوست کے بیٹے کے ساتھ کردیا تھا۔ اس کی شادی کی تیاریاں زوروں پر تھیں کہ فیاض چل بسے...... ان کے بعد امجد نے ساحرہ کو باپ بن کر وداع کیا...... آج کل وہ دبئی میں اپنے میاں کے ساتھ خوش و خرم زندگی گزار رہی تھی۔ چھوٹے بھائی فرمان کی تین بیٹیاں تھیں، شینا، حمیرا اور ربیعہ...... بڑی شینا کی اپنے خالہ زاد کے ساتھ منگنی ہوگئی تھی جو انجینئر تھا اور امریکا میں جاب کررہا تھا، حمیرا اور ربیعہ ابھی پڑھ رہی تھیں۔ فرمان کی عادتیں اپنے بڑے بھائی سے بہت مختلف تھیں...... وہ رشتوں کا زیادہ لحاظ کرنے والے انسان نہیں تھے... ان کے نزدیک ان کی ذمے داری صرف ان کی بیوی بچے تھے۔ بیوہ بہن اور اس کے یتیم بچوں سے انہیں کوئی واسطہ نہیں تھا...... اور نہ ہی کوئی ہمدردی تھی...... ان کی بیوی ناصرہ بھی ان کی ہم مزاج تھیں۔ وہ صرف اپنی زندگی جیتے تھے۔ جب امجد نے زینب کو اپنے مکان کا اوپر کا پورشن دینے کا فیصلہ کیا تو فرمان ہی مخالفت کرنے میں سب سے آگے تھے۔ تہمینہ کے پاس آکر بولے۔

"بھابی! یہ بھائی کیا کررہے ہیں، مجھے ان سے کم از کم اتنی بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔"

"کیا، کیا ہے امجد نے فرمان بھائی؟" تہمینہ حیرانی سے بولیں۔

"ارے...... زینب کو اپنے گھر پر اوپر کا پورشن دے رہے ہیں، اس سے بڑی بے وقوفی کیا ہوگی...... جو دو پیسے اضافی ہاتھ آرہے ہیں...... اس سے بھی گئے۔"

"پھر کیا کرتے بھائی...... زینب ان کی چھوٹی بہن بھی ہے اور پھر وہ انعم کی ہونے والی سسرال بھی تو ہے۔" تہمینہ نے سر جھکا کر کہا۔

"ہاں...... بے وقوفی تو ان کی پہلے یہی تھی کہ چاند جیسی بچی کو اٹھا کر بہن کو دے دیا...... لڑکا ابھی پڑھ رہا ہے...... جاب نہ کوئی کاروبار...... نہ دولت نہ جائیداد...... آخر کیا دیکھ کر بیٹی کو اس لفنگے کے حوالے کردیا...... کوئی دس بیٹیاں تھیں بھائی کی...... جو اتنی جلدی پیچھا چھڑانا چاہتے تھے۔" تہمینہ کو ان کی بات بالکل اچھی نہ لگی۔

"بچیاں ایک ہوں یا بہت ساری...... محبت سب سے ایک سی ہوتی ہیں۔ بس قسمت میں انعم کے نوین ہی لکھا تھا سو اسے مل گیا...... اور پھر زینب کی عادتیں اپنی جگہ...... لیکن نوین بہت اچھا لڑکا ہے۔" تہمینہ دھیمے سے بولیں۔

"چھوڑیں بھابی...... میں نوین کے بارے میں کوئی بحث مباحثہ کرنے نہیں آیا...... ویسے بھی وہ بات پرانی ہوچکی ہے۔ امجد بھائی کی اس نئی بے وقوفی کی بات کیجیے...... میں چونکہ بھائی ہوں ان کا...... اس لیے مجھے ان کی ایسی بے وقوفیوں پر بڑا دل کڑھتا ہے اور مجھے تعجب ہے کہ آپ بھی انہیں نہیں سمجھاتیں۔ یقین

کریں، ناصرہ تو ایسے معاملوں میں میرا داہنا ہاتھ بن جاتی ہے۔ ایسے ایسے مشورے دیتی ہے کہ میری تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔"

تہمینہ خود بھی امجد کی اس حرکت سے زیادہ خوش نہیں تھیں لیکن اپنے میاں کو کسی اور کے سامنے نیچا نہیں کرنا چاہتی تھیں چاہے وہ ان کا بھائی ہی کیوں نہ ہو...... سو بات سمیٹتے ہوئے بولیں۔

"اب چھوڑ دو بھی فرمان...... کل کو نوین کی نوکری لگے گی تو وہ خود بھی یہاں رہنا پسند نہیں کرے گا۔ تھوڑے وقت کی بات ہے، میں تمہارے لیے چائے لاتی ہوں۔" وہ اٹھنے لگیں تو فرمان نے انہیں روک دیا۔

"نہیں رہنے دیں...... میں چائے پی کر آیا ہوں۔" شاید انہیں اپنی بات رد ہوتے دیکھ کر اچھا نہیں لگا تھا۔

زینب نیچے نہ آتیں اور تہمینہ اوپر نہ جاتیں...... دونوں کے درمیان کوئی ربط ضبط نہیں تھا۔ تہمینہ کبھی کبھار سوچتیں زینب سے اچھے تو وہ غیر کرایہ دار تھے جن کے دم سے ہر وقت رونق رہتی تھی۔ کبھی وہ لوگ نیچے آتے تو کبھی تہمینہ لوگ اوپر چلے جاتے...... نہ دن کی قید تھی نہ رات کی...... جب مرضی ہوتی ایک دوسرے کے گھر چلے جاتے...... گھر میں روزانہ جو ڈش پکتی ایک دوسرے سے تبادلہ کیا جاتا...... لیکن اب تو تہمینہ کچھ پکا کر انعم کے ہاتھ بھیجتیں تو انعم اوپر چیز دے کر فٹ ایک منٹ کی دیر کیے بنا نیچے اتر آتی۔

"تم وہاں ٹھہری نہیں...... پھپھو نے روکا نہیں......؟" تہمینہ کو تعجب ہوتا...... حیرت سے پوچھتیں۔

"نہیں...... بلکہ پھپھو تو مجھے ایسے دیکھ رہی تھیں جیسے میں کوئی عجوبہ ہوں۔" وہ دھیمی آواز میں جواب دیتی۔

"انعم! تم اپنی پھپھو سے اس طرح ڈرتی رہو گی۔ ان کے قریب نہیں جاؤ گی تو کیسے چلے گا...... تم نے مستقبل میں اسی گھر میں جانا ہے، ان کے ساتھ زندگی بسر کرنی ہے پھر بتاؤ کیسے ہوگا یہ سب...... تمہیں خود میں ہمت پیدا کرنی ہوگی...... وہ سخت مزاج ضرور ہیں لیکن تم تھوڑا سا آگے بڑھو گی تو وہ تمہیں مایوس نہیں کریں گی...... آخر تم ان کی ہونے والی بہو ہو۔" ماں کی بات پر انعم کو رونا آگیا۔

"نوین بھی یہ چاہتے ہیں کہ میں پھپھو کے پاس جایا کروں، ان کے اور اپنے درمیان کے فاصلوں کو کم کرنے کی کوشش کروں پر ممی! یہ کوشش انہیں بھی تو کرنی چاہیے۔ فاصلے تب ہی سمٹتے ہیں جب کوشش دونوں طرف سے ہو۔ ایک بندہ کتنی ہی کوشش کرے...... وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔" وہ رُندھی ہوئی آواز میں بولی۔

تہمینہ کو اس کی بات سے سو فیصد اتفاق تھا لیکن زینب کو یہ بات کون سمجھاتا...... انہیں نہ تو بھائی کا کوئی احسان یاد رہا نہ ہی یہ بات کہ انعم ان کی بہو ہے۔ وہ اپنے رویے میں ذرا بھر لچک نہیں لا رہی تھیں۔ تہمینہ کو اپنی بیٹی کی فکر لگ گئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھیں کہ اس بارے میں نوین سے بات کریں لیکن انہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ نوین سے بات کرنی مناسب بھی رہے گی یا نہیں...... امجد سے بات کرنی بیکار تھی وہ ان باتوں کو کوئی اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔

☆☆☆

اس دن فرمان کی بیٹی شینا بڑے دن بعد آئی تھی...... وہ آتے ہی انعم کے پلنگ پر ڈھیر ہوتے ہوئے بولی۔

"میں تھک گئی ہوں، صبح سے شاپنگ کرنے گئی ہوئی تھی۔"

"کیوں...... اتنی ڈھیر شاپنگ کس لیے؟ جبکہ نہ تو عید قریب آرہی ہے، نہ ہی کوئی تقریب ہو رہی ہے۔" انعم نے اس سے پوچھا۔

"لو......" شینا اس کی بات پر استہزائیہ انداز میں ہنس دی۔ "کیا شاپنگ صرف خاص مواقع پر کی جاتی ہے، ارے یار میں تو ساری شاپنگ عام حالات میں ہی کرتی ہوں۔" اس نے فخریہ انداز میں انعم کی طرف دیکھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"شینا ...... چچی تمہارے معاملے میں بڑی فراخدل ہیں، فضول کی شاپنگ کے لیے تمہیں اتنے ڈھیروں پیسے دے دیتی ہیں۔" انعم اس کے انداز پر ہنس کر کہنے لگی۔

"مما! اتنی بھی فراخدل نہیں ہیں، یہ سارے پیسے تو جمال مجھے بھیجتے ہیں اور اس ہدایت کے ساتھ کہ آج ہی جا کر شاپنگ پر یہ سارے پیسے ختم کرلوں۔" اس نے ہنستے ہوئے بتایا۔

"چلو اچھا ہے جمال تمہارا اتنا خیال رکھتا ہے، اب خدا کرے وہ جلدی آجائے اور ہم تمہیں اس کے ساتھ رخصت کر کے چین کی سانس لیں، ویسے بھی حمیرا اور ربیعہ بھی بڑی ہوگئی ہیں۔ فرمان اور بھابی تمہیں رخصت کردیں تو پھر ان کی فکر کریں گے۔" شربت کے گلاس ٹرے میں لاتے ہوئے تہمینہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس کی بات سن کر کہا۔

"جمال تو جلد آجائے گا لیکن حمیرا اور ربیعہ کی ذمے داری تو مما نے میرے کندھوں پر ڈال دی ہے۔"

اس کی بات پر دونوں ماں بیٹی نے چونک کر حیرت سے شینا کی طرف دیکھا۔

"مما کہتی ہیں کہ میں امریکا چلی جاؤں تو وہاں حمیرا اور ربیعہ کے لیے اچھے رشتے دیکھوں۔"

"لیکن میں نے تو سنا تھا کہ حمیرا اور ربیعہ کے لیے یہاں بھی اچھے رشتے آرہے ہیں۔" تہمینہ حیران ہوکر بولیں۔

"یہاں کیا ہے تائی ...... جیسے یہ ملک کسی کام کا نہیں، ویسے ہی یہاں کے لوگ ...... یہاں کے رشتے ...... سب بیکار ہیں۔" وہ ناک بھوں چڑھا کر بولی۔

تہمینہ کو اس کی بات اچھی نہیں لگی لیکن رواداری میں چپ رہیں لیکن انعم چپ نہ رہ سکی۔

"شینا! اس ملک میں ہم رہتے ہیں، یہاں سے فائدے حاصل کرتے ہیں اور جی بھر کر اسی ملک کو برا بھلا بھی کہتے ہیں، دیکھو یہ اچھا تو نہیں لگتا ناں ......" وہ آواز میں زبردستی کی نرمی لاتے ہوئے بولی۔

"تم تو کچھ بولو ہی نہیں انعم ...... تمہیں تو تایا اور تائی نے اچھا پھنسایا ...... لے کے اس بیکار سے لڑکے کے ہاتھ میں تمہارا ہاتھ تھما دیا ...... جو خود اپنا بوجھ نہیں اٹھا سکتا تو تمہارا بوجھ کیسے اٹھائے گا اور وہ اس کی اماں ...... توبہ ...... ایسی عورت کے ساتھ تو میں ایک سیکنڈ نہیں گزار سکتی ...... اور تم ...... تم ان کے ساتھ ساری زندگی گزاروگی ...... بھئی ...... بڑا جگرا ہے تمہارا۔" وہ کندھے اچکا کر بولی تو انعم پر جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا۔ تہمینہ کو بھی اس کی یہ بات بہت بری لگی لیکن شینا ہمیشہ سے بہت منہ پھٹ تھی۔ رشتے میں تائی ہونے کے باوجود تہمینہ کبھی اس سے بحث نہیں کرتی تھیں کہ انہیں اپنی عزت عزیز تھی ...... لیکن پھر بھی وہ رہ نہ سکیں۔

"شینا بیٹا ...... زینب تمہاری پھپو ہیں ...... ان کے متعلق اس لہجے میں بات نہ کرو، تمہارے ابو کی بہن ہیں وہ۔"

"تائی! آپ یہ باتیں رہنے دیں اور مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے کیا سوچ کر نوین جیسے بیکار بندے سے انعم کی قسمت پھوڑ دی۔ آپ اتنی جلدی نہ کرتیں تو میں امریکا جا کر حمیرا اور ربیعہ کے ساتھ ساتھ اس کے لیے بھی رشتہ تلاش کرلیتی۔" وہ منہ بنا کر تائی کو لتاڑ رہی تھی۔

"مجھے باہر کے رشتے پسند بھی نہیں ہیں اور پھر انعم ہماری ایک ہی بیٹی ہے ...... اسے ہم اتنی دور کیسے بھیج سکتے ہیں۔" تہمینہ نے اسے جواب دیا۔ انہوں نے بھی کسی کو یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ رشتہ خالصتاً انعم کی اپنی خوشی اور مرضی سے طے ہوا ہے ...... ورنہ اگر وہ اپنی بیٹی کے مستقبل کو دیکھتیں تو شاید یہ فیصلہ نہ کرتیں لیکن انہیں بیٹی کا پردہ رکھنا منظور تھا۔ وہ فرمان کے گھرانے سے ڈرتی تھیں کہ وہ رائی کا پہاڑ بنا دیں گے سو انہیں خود پر یہ

الزام لینا منظور تھا لیکن بیٹی کو بدنام کرنا منظور نہیں تھا ...... شینا کچھ دیر بیٹھ کر چلی گئی جبکہ تہمینہ گہری سوچ میں بیٹھی رہیں۔

☆☆☆

نوین نے ایم اے کرلیا تھا آج کل وہ سی ایس ایس کے امتحان کی تیاری کر رہا تھا ...... پڑھائی کے لیے آج کل وہ بہت سیریس تھا ...... اس نے جاب کے کئی سنہری مواقع ٹھکرا دیے تھے۔ وہ مقابلے کے امتحان کی تیاری کر رہا تھا وہ بھی بڑی شدّومد کے ساتھ اس لیے اس نے نیچے آنا بھی چھوڑ دیا تھا ...... انعم جانتی تھی اسے پھپو کے ہاتھ کے پھیکے سیٹھے کھانے بالکل پسند نہیں ...... اس لیے تو وہ اکثر نیچے آکر کچھ نہ کچھ کھا لیا کرتا ...... اب تو وہ پڑھ بھی رہا تھا ...... اسے اچھی خوراک کی ضرورت تھی لیکن وہ پھپو کے ڈر سے کچھ لے جا بھی نہیں سکتی تھی اس کے لیے ...... اس دن تہمینہ نے چکن بریانی بنائی تھی۔ یہ نوین کی پسندیدہ ڈش تھی۔ وہ جب یہ ڈش بناتیں تو انعم، نوین کو ضرور انوائٹ کرتی ...... لیکن آج وہ جلے پیر کی بلی کی طرح صحن میں یہاں سے وہاں چکراتی پھر رہی تھی کہ کس طرح یہ نوین تک پہنچا دے لیکن اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کرے شاید خدا نے اس کی سن لی تھی کہ پھپو سیڑھیوں سے نیچے آرہی تھیں ...... پھپو کو دیکھ کر خوف سے اس کی روح فنا ہونے لگتی ...... آج بھی ایسا ہی ہوا ان کی تیز نظریں اس پر جمی تھیں لیکن وہ سلام کر کے نو دو گیارہ ہوگئی جبکہ تہمینہ نے نند کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔

"آؤ بیٹھو ناں ......" تہمینہ نند کے سامنے بچھی جارہی تھیں جبکہ وہ سر اونچا کیے رعونت سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولیں۔

"نہیں، میں فرمان بھائی کے گھر جارہی ہوں ان سے کام ہے مجھے۔" وہ اتنا کہہ کر گیٹ کی طرف بڑھ گئیں اور تہمینہ ہکا بکا کھڑی کی کھڑی رہ گئیں ......

ایک بار پھر یہ احساس ان کے دل کو نوچنے لگا کہ آخر ان کی سادہ اور معصوم سی بیٹی کا گزارہ اتنی سخت دل ساس سے کیسے ہوگا ...... انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کچن میں چلی گئیں ...... اس دوران انعم نے جلدی سے بریانی ہاٹ پاٹ میں ڈالی اور تقریباً بھاگتے ہوئے سیڑھیاں چڑھنے لگی ...... تہمینہ نے پہلے تو حیرت سے انعم کی طرف دیکھا ...... پھر کچھ سوچ کر مسکرا دیں۔ انعم اوپر چڑھی تو سامنے ہی نوین کا کمرا تھا۔ کمرے کا دروازہ نیم وا تھا۔ وہ بیڈ پر بیٹھا تکیے سے ٹیک لگا کر پڑھائی کر رہا تھا۔ آہٹ پر نظریں اٹھا کر دیکھا اور انعم کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا ...... کتاب بند کر کے اس نے خوشی سے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"انعم ...... تم ......؟"

"ہاں نوین ......" وہ پھولی سانسوں کے ساتھ بولی۔ "میں تمہارے لیے چکن بریانی لائی ہوں، تم نے کئی دن سے صحیح خوراک نہیں لی ہوگی ناں ...... پھپو کا پکایا ہوا پرہیزی کھانا تمہیں پسند نہیں ہے اور ......"

"اچھا ...... اچھا۔" وہ ہنس دیا۔ "بھئی ...... میں تمہارا نہیں ...... اس بریانی کا شکریہ ادا کروں گا ...... جس کے طفیل مجھے تمہاری شکل دیکھنے کو ملی۔" وہ پُرشوق نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے اس طرح اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ بلش ہوگئی ...... گلابی رنگ سرخ پڑ گیا ...... وہ اٹھ کر جانے لگی ...... پھپو کے آجانے کا ڈر دل میں سما رہا تھا۔

"کہاں جارہی ہو ......؟" وہ اسے اٹھتا دیکھ کر حیران ہوکر پوچھنے لگا۔

"نوین! پھپو فرمان چچا کی طرف گئی ہیں، وہ آگئیں تو میری خیر نہیں، اگر انہیں پتا چل گیا کہ میں ان کی غیر موجودگی میں یہاں آئی تھی تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گی ......" وہ خوف کی شدت سے سہم کر بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"لیکن...... ان کو یہ تو ضرور پتا چل جائے گا کہ تم میرے لیے بریانی لائی تھیں۔" وہ اس کی حالت سے مزہ لیتے ہوئے شرارت سے بولا۔

"کک...... کیسے؟" اس نے خوفزدہ ہو کر نوین کی طرف دیکھا۔

"بھئی...... تمہارا یہ ہاٹ پاٹ انہیں بتادے گا کہ کچھ تو گڑ بڑ ہوئی ہے۔ ان کے جانے کے بعد۔"

"ارے ہاں۔" وہ پیلی پڑ گئی۔

"تم مجھے پکڑاؤ یہ ہاٹ پاٹ...... میں اسے خالی کر کے لے جاتی ہوں اور پلیز تم یہ بریانی جلدی جلدی کھالو...... ایک دانہ بھی نہ چھوڑنا......" وہ اسے ہنستا چھوڑ کر جلدی سے ہاٹ پاٹ لے کر کچن میں گھس گئی اور اسے جلدی جلدی پلیٹ میں ڈال کر اس میں چمچ رکھا اور جلدی سے واپس مڑ گئی لیکن دروازے میں آنے والے سے ٹکرا گئی...... پلیٹ تو بچ گئی چمچ گر گیا...... آنے والی زینب پھپھو تھیں بڑی حیرت سے انہوں نے انعم کو دیکھا، ان کی آنکھوں میں شک کی پرچھائیاں بڑی واضح تھیں۔ انعم کی روح فنا ہونے لگی۔

"وہ...... وہ میں نوین کے لیے بریانی لائی تھی۔" وہ ہکلاتے ہوئے بولی۔

"ہاں تو بہانہ تو کوئی چاہیے تھا ناں...... تمہیں یہاں آنے کا اور نوین سے ملنے کا۔ وہ تو ویسے بھی تمہارے ہاں ہی کھاتا پیتا رہتا ہے پھر اس بہانے کی کیا ضرورت تھی۔" طنز کی ایک تیز نگاہ اس کے بدن کو چیرنے کے انداز میں ڈالتے ہوئے زینب پھپھو بولیں۔

انعم کو لگا جیسے طنز کا یہ نوکیلا تیر سیدھا اس کے دل میں چُبھ گیا ہو...... تحقیر کا احساس اس کی روح کو زخمی کرنے لگا...... آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔ قدم جیسے زمین پر جم سے گئے تھے۔

"کبھی توفیق نہیں ہوئی کہ پھپھو کے پاس آجاؤ، دو گھڑی بیٹھ لو، کوئی خدمت ودمت کرو کہ اس گھر کی ہونے والی بہو ہو اور جب میں گھر سے نکلی تو گویا تم انتظار کر رہی تھیں کہ کب میں گھر سے نکلوں...... اور کب تم بندوق کی گولی کی طرح میرے گھر میں گھس جاؤ۔ کوئی انسانیت ہے یہ...... ماں ناپسند اور بیٹا پسند......" وہ اسے گھورتے ہوئے الفاظ کے نشتر برسا رہی تھیں۔ اب اس کے لیے برداشت کرنا آسان تھا نہ ہی یہاں کھڑے رہنا...... اپنے من من بھر کے قدم بہ مشکل اٹھاتے آنسوؤں کو پیتے ہوئے وہ دوڑتے ہوئے وہاں سے نکلی اور سیڑھیاں اترنے کے ساتھ ساتھ آنسو بھی بہاتی رہی۔ اتنی چھوٹی سی بات پر پھپھو اپنے ہی گھر میں اس کی اتنی بے عزتی کر دیں گی، اسے یقین نہیں آرہا تھا۔

"یقیناً نوین نے اس رشتے کے لیے پھپھو کو مجبور کیا ہے ورنہ وہ ایسا بالکل نہیں چاہتی ہوں گی۔ تبھی تو ان کا رویہ اتنا برا ہے ورنہ......" جانے کیا کیا سوچتے وہ اپنے بیڈ روم میں گھس گئی...... اور شام تک کنڈی بند کیے مسلسل روتی رہی۔ دو چار دن اسی اداسی میں گزر گئے پھر خود ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور روزمرہ کے کاموں میں لگ گئی۔ اسے کچھ کتابوں کی ضرورت تھی...... وہ ممی سے کہہ کر بک اسٹور پر چلی گئی۔ اپنی مطلوبہ کتابوں کے ریک کے پاس کھڑی وہ بکس نکال رہی تھی کہ پیچھے سے اس نے شینا کی آواز سنی...... اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

"شینا...... تم اور بک اسٹور میں......" ہیلو ہائے کے بعد وہ اس سے پوچھنے لگی۔

"ہاں...... اکتا گئی میں کپڑوں، جوتوں اور جیولری کی شاپنگ سے...... آج سوچا کتابوں سے دو دو ہاتھ کرلوں...... جاؤ۔ کاؤنٹر پر جا کر دیکھو...... کتنی کتابیں لی ہیں، بل چکا رہی تھی لیکن تمہیں دیکھا تو اس طرف آگئی۔" وہ ہنس کر بولی۔

"کتابوں کے لیے بھی پیسے جمال بھائی نے

بھیجے ہیں۔" انعم نے شرارت سے کہا۔

"ہاں، تو اور کیا...... مما اب اتنی بھی فراخدل نہیں کہ میری فضول شاپنگ پر اپنا پیسہ لٹاتی پھریں۔" انعم نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بس مسکرا دی اور ایک کتاب کی ورق گردانی کرتی رہی۔

"مجھے تم سے ایک بات کرنی تھی...... اگر آج تم مجھے نہ ملتیں تو میں تمہارے گھر آجاتی۔" قدرے حیرت سے آنکھیں اٹھا کر انعم نے اسے دیکھا۔

"تمہیں تو کبھی توفیق نہیں ہوئی ہمارے گھر آنے کی۔" شینا ناراضی سے کہہ رہی تھی تو انعم شرمندہ سی ہوگئی۔ یہ سچ تھا کہ وہ کافی عرصے سے چچا کے گھر نہیں گئی تھی۔ جانے کیا بات تھی لیکن چچا کے گھر والوں کا مزاج اس کے مزاج سے میل نہیں کھاتا تھا۔ وہاں جا کر وہ خود کو ان ایزی محسوس کرتی...... اسے وہاں اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا...... وہاں صرف فیشن کی باتیں ہوتیں...... کپڑوں اور جیولری کی...... اور امریکا کی باتیں ہوتیں...... اور غضب تو یہ تھا کہ ان باتوں میں چچا اور چچی بھی شریک ہوتے۔ کبھی کبھی تو انعم کو شک ہونے لگتا کہ ابو اور فرمان چچا واقعی سگے بھائی ہیں۔ شینا بھی اپنے گھر والوں کی ہی ہم مزاج تھی۔ تبھی اس کے کتابیں خریدنے پر انعم کو حیرت ہوئی۔

"میں نے سنا ہے کہ نوین سی ایس ایس کے امتحان کی تیاری میں لگا ہے......" شینا بڑی رازداری سے انعم سے پوچھ رہی تھی۔ انعم نے حیرت سے اسے دیکھا...... یہ تو کوئی ایسی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ جس کے لیے وہ اتنی کرید کر رہی تھی۔

"ہاں......" اس نے مختصر سا جواب دیا اور ریک سے دوسری کتابیں نکالنے لگی۔

"سنو...... اسے مشورہ دو کہ باز آجائے امتحان دینا تو آسان ہے لیکن اس امتحان میں کامیابی آسان نہیں ہے...... خواہ مخواہ خود کو importance دے رہا ہے۔ منہ کے بل گرے گا۔ کہہ دینا کسی پرائیوٹ کمپنی میں جاب کرلے۔ یہی اس کے لیے اچھا ہے۔"

انعم کو اس کی بات بری لگی اور حیرت بھی ہوئی۔ بھلا شینا کو کیا تکلیف ہے اس کے امتحان دینے یا نہ دینے سے...... خواہ مخواہ دوسروں کی کھوج میں رہتی ہیں یہ ماں بیٹیاں...... بلکہ ان کا باپ بھی...... بھلا جس راستے پر جانا نہیں اس کے کوس کیا گننے...... نوین سے اس کا تعلق ہی کیا ہے جو اسے مشورے دے رہی ہے۔ وہ جُز بز ہو کر سوچتی رہی کتابیں دیکھنے میں بھی اس کی دلچسپی ختم ہوگئی تھی۔ مارے باندھے کچھ بکس خریدیں اور گھر آگئی۔

☆☆☆

وقت جیسے رینگ رہا تھا، پہلے تو نوین وقت بے وقت نیچے آجایا کرتا لیکن اب تو وہ بھی نہیں آرہا تھا۔ انعم بور ہو رہی تھی اس کے بی ایس سی کے ایگزام ہوگئے تھے، اب وہ فارغ تھی...... اس دن وہ اپنی فرینڈ انیلا کے گھر چلی گئی...... انیلا اور اس نے کافی گپ شپ لگائی اس کی کئی دنوں کی بوریت ختم ہوگئی اس نے انعم کو بصد اصرار اپنے گھر بلایا تھا۔ ایک اچھا دن گزار کر فریش سی ہو کر وہ گھر واپس آگئی۔ لنچ کا ٹائم تھا امجد لنچ کرنے گھر ہی آتے تھے اس کے بعد وہ واپس آفس چلے جاتے، پہلے دونوں بھائیوں کا مشترکہ قالینوں کا بزنس تھا بعد میں دونوں الگ ہوگئے تھے۔ اب امجد کا بزنس کچھ زیادہ اچھا نہیں چل رہا تھا جبکہ فرمان کا بزنس خوب پھل پھول رہا تھا...... امجد ایک قناعت پسند انسان تھے۔ ان کے لیے یہی کافی تھا کہ کچھ نہ ہونے سے تھوڑا بھی بہت ہے...... سو وہ بڑی مطمئن زندگی گزار رہے تھے۔

انعم گھر میں داخل ہوئی تو کمرے میں کھانے کی میز پر ماں باپ کو بیٹھے پایا۔ کھانے کے برتن تو میز پر تھے لیکن کھانے کے ڈونگے نظر نہیں آرہے تھے،

WWW.PAKSOCIETY.COM

دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے بالکل خاموش بیٹھے تھے...... انعم نے دونوں کو سلام کیا اور میز پر رکھی پلیٹوں اور چمچوں کو دیکھتے ہوئے ہنس کر بولی۔

"ممی! کیا آج پلیٹوں اور چمچوں کا لنچ کریں گے؟"

"کچن میں سالن نکلا رکھا ہے...... روٹیاں بھی ہاٹ پاٹ میں رکھی ہیں...... جا کر لے آؤ......" تہمینہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور بولیں۔

بابا اب بھی خاموش تھے...... انعم کو کسی انہونی کا احساس ہوا۔ بابا کبھی اتنے خاموش نہیں رہتے تھے بلکہ اس سے تو خوب ہنسی مذاق کرتے تھے لیکن آج کسی گہری سوچ میں گم تھے۔

"بابا...... ممی...... کیا بات ہے؟" اس کا ماتھا ٹھنکا۔

"شینا کی منگنی ٹوٹ گئی ہے۔" ممی ٹھنڈی سانس بھر کر بولیں۔ ایک سنسناتا ہوا تیر تھا جو سیدھا اس کے دل میں کھُب کر رہ گیا وہ حواس باختہ ہوگئی۔

"کیا کہہ رہی ہیں آپ...... وہ تو شینا کو...... میرا مطلب ہے......" اس نے باپ کے سامنے پیسوں کی بات کرنا مناسب نہیں سمجھی...... ممی نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں تنبیہہ کی کہ باپ کے سامنے شینا کی باتیں نہ دُہرائے۔ تبھی وہ صدمے کی کیفیت سے ڈوبتے ابھرتے ہوئے صرف یہی بول سکی۔

"کیسے ہوگیا یہ سب...... سب کچھ تو ٹھیک چل رہا تھا۔ کسی نے غلط انفارمیشن نہ دی ہو...... بابا...... ممی آپ نے اچھی طرح تصدیق کرلی کہ بات سچ ہے یا......؟"

"فرمان بھائی نے تمہارے بابا کے آفس میں آکر انہیں خود بتایا ہے...... جمال نے تمہارے چچا کو فون کر کے کہا ہے کہ وہ وہیں کسی پاکستانی لڑکی سے شادی کررہا ہے اس لیے اس منگنی کو توڑ رہا ہے۔" تہمینہ نے اسے دیکھتے ہوئے دھیمی آواز سے کہا۔

"چلیں اب...... ناصرہ بھابی اور فرمان بھائی سے جا کر ان کا غم ہلکا کرلیں...... یہاں بیٹھے بیٹھے ماتم کرنے سے کیا فائدہ......" وہ شوہر کی طرف دیکھ کر بولیں۔ انعم کو چند ہدایات دیتے ہوئے وہ دونوں فرمان بھائی کی طرف چلے گئے۔ وہ اپنی جگہ سراسیمہ سی کھڑی کی کھڑی رہ گئی...... کسی طور اس بات کا یقین نہیں آرہا تھا اسے...... ابھی دو دن پہلے تو وہ شینا سے بک شاپ میں ملی تھی اور اس نے یہی بتایا تھا کہ پیسے اسے جمال نے بھیجے ہیں۔ پھر اتنی جلدی جمال کو شادی کے لیے دوسری لڑکی بھی مل گئی...... اور...... تو کیا شینا اس سے جھوٹ بول رہی تھی لیکن اسے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ اسے یہ معمّا سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ شینا اچھی تھی یا بری لیکن اس کی کزن تھی اور جو اس کے ساتھ ہوا وہ ایک تکلیف دہ بات تھی...... انعم کے دل کو جیسے کوئی نوچنے لگا تھا۔ شینا بے چاری پر کیا گزر رہی ہوگی...... وہ بے قراری سے یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں چکراتی پھر رہی تھی۔

بابا اور ممی بہت دیر سے گھر لوٹے...... بابا تو آتے ہی سیدھے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ ممی تھکی تھکی سی وہیں برآمدے میں کرسی پر ڈھے گئیں۔ وہ بے قراری سے ان کے پاس آگئی۔

"ممی! بتائیں ناں...... کیا ہوا تھا، کیسے ہوا یہ سب، کیا بتایا چچا اور چچی نے، شینا سے آپ ملیں...... بتائیے ناں؟"

"کیا ہونا تھا وہاں، بیٹی کا دکھ کوئی معمولی دکھ نہیں ہوتا...... تمہارے چچا اور چچی تو بالکل ٹوٹ گئے ہیں، ناصرہ بھابی سے تو بات نہیں ہو پا رہی تھی...... کم بخت کو منگنی توڑنی تھی تو پہلے توڑ دیتا...... اب تک شینا کی کہیں اور شادی ہو جاتی......" تہمینہ دُکھے دل سے بتا رہی تھیں۔

"شینا...... کیا کہتی ہے......؟" مارے غم کے انعم کا گلا بند ہونے لگا تھا۔

"کمرا بند کر رکھا ہے اس نے...... کسی سے ملتی نہیں۔ نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے...... تم چلی جاؤ...... تم سے تو اس کی دوستی ہے۔ اسے سمجھا بجھا کر غم کے اس حصار سے باہر نکالنے کی کوشش کرو۔ آخر تمہاری فرسٹ کزن ہے وہ۔"

"اچھا......" وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی...... جاتے جاتے پلٹ کر ماں سے بولی۔ "ممی! میں نے کوئی کام نہیں کیا...... میں کچن میں گئی بھی نہیں ہوں...... آپ پلیز سب سنبھال لیجیے گا۔" ممی کا جواب سنے بغیر وہ داخلی گیٹ عبور کر کے چچا کے گھر کی طرف چل دی۔

چچا کے گھر میں ٹی وی لاؤنج میں ایک گول میز پڑی رہتی تھی جس پر سارے گھر والے بیٹھ کر ناشتا کھانا کھایا کرتے...... ڈائننگ روم میں شیشے کا بڑا نازک اور نفیس سا ڈائننگ سیٹ رکھا ہوا تھا جو مہمانوں کے استعمال میں آتا تھا...... اس وقت بھی ناصرہ چچی اور حمیرا اور ربیعہ تینوں اسی گول میز کے اردگرد بچھی کرسیوں پر بیٹھی تھیں۔ حمیرا بیٹھی کچھ کھا رہی تھی جبکہ ربیعہ اور ناصرہ چچی خاموش بیٹھی تھیں۔ اس نے نزدیک جا کر سلام کیا تو اسے بڑا سرد سا جواب ملا۔ وہ وہیں ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی لیکن ان کے رویے دیکھ کر اسے عجیب سی سُبکی محسوس ہوئی لیکن پھر خود ہی سوچا...... بات ہی اتنی بڑی ہے صرف شینا کو ہی نہیں گھر کے سب افراد کو شاک لگا ہوگا...... شینا نے بتایا بھی تھا کہ ناصرہ چچی نے اس کے ذمے حمیرا اور ربیعہ کے رشتوں کی آس بھی لگائی تھی...... گویا صرف شینا کی منگنی نہیں ٹوٹی...... ان تینوں کی آس بھی ٹوٹ گئی تھی...... اب مجھے کیا ان حالات میں سر پر بٹھائیں گے...... اسے اپنی حساس طبیعت پر غصہ آنے لگا...... اس نے اِدھر اُدھر دیکھا...... چچا تو موجود نہیں تھے...... چچی بھی اٹھ کر اندر کمرے میں چلی گئیں۔

"کیسے ہوا یہ سب......؟" اس نے حمیرا اور ربیعہ کو باری باری دیکھتے ہوئے دھیمی آواز میں پوچھا۔

"کیسے ہوتا ہے......؟" ربیعہ منہ بنا کر بولی۔ "جیسے دنیا میں لاکھوں لڑکیوں کی منگنیاں ٹوٹتی ہیں...... ویسے ہی شینا کی بھی ٹوٹی ہے۔"

"لیکن...... شینا اور جمال کے بیچ تو سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا پھر یہ انہونی کیسے ہوگئی؟" گوکہ ان کی بات پر وہ خجل سی ہوگئی تھی مگر پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"خاک ٹھیک چل رہا تھا...... چار سالوں میں ایک دو بار سے زیادہ بات نہیں کی ہوگی جمال بھائی نے...... یہ منگنی شنگنی کچھ نہیں تھی...... بس ڈھکوسلا تھا ہماری خالہ کا...... کہ مما کی سمدھن بن کر یہاں آکر دعوتیں اُڑائیں اور بس......" ربیعہ کی آواز میں حد درجہ کڑواہٹ شامل تھی۔

"لل...... لیکن......" انعم ہکلا کر بولی۔ "وہ جمال اتنے پیسے بھیجتا تھا شینا کے لیے...... وہ سب کیا تھا؟"

"پیسے......" حمیرا آنکھیں پھاڑ کر حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ "پیسے تو اسے مما دیتی تھیں...... فضول شاپنگ پر اڑانے کے لیے...... ورنہ ہمیں تو کبھی جیب خرچ بھی پورا نہیں دیا...... لیکن شینا دس مانگتی تو اسے سو ملتے۔" ربیعہ نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"ہاں...... لیکن مما کا پلان بھی چوپٹ ہوگیا وہ کہتی تھیں کہ شینا امریکا جائے گی تو ہمیں وہاں سے ڈالر بھیجا کرے گی اس لیے اسے یہاں پیسوں کی تنگی نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن مما کے پیسے بھی ڈوب گئے...... امریکا بھی ہاتھ سے گیا اور وہاں کے ڈالر بھی......" انعم نے حیرت سے باری باری دونوں کو دیکھا...... توبہ توبہ کیا رشتوں میں بھی آج کل اپنا فائدہ دیکھا جانے لگا ہے۔ اپنا دھیان ان باتوں کی طرف سے ہٹاتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور شینا کے کمرے کی طرف جانے لگی۔

"میں شینا سے مل لیتی ہوں......" وہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔ دونوں بہنوں نے کوئی جواب

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں دیا...... وہ شینا کے کمرے کا دروازہ دھکیل کر اندر چلی گئی...... کمرے میں اندھیرا تھا...... شینا اپنے بیڈ پر اوندھی لیٹی تھی...... اس نے آہستہ سے اسے آواز دی تو اس کے ساکت جسم میں تھوڑی سی حرکت پیدا ہوئی۔ اس کے قریب جا کر وہ اس کے بیڈ کے ساتھ رکھی ایک چیئر پر بیٹھ گئی۔

''شینا! پلیز اس بات کو اتنا سیریس مت لو، دیکھو ناں کچھ باتیں ہمارے اچھے کے لیے ہوتی ہیں...... ہمیں پہلے سے پتا نہیں چلتا لیکن......'' اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر نرم اور دھیمی آواز میں کہنے لگی۔

''مجھے نفرت ہے نصیحتوں سے...... اب پلیز تم اپنی نصیحتوں کی پٹاری کھول کر مت بیٹھ جانا۔'' وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر تلخی سے بولی۔

انعم کو بڑی خفت ہوئی لیکن پھر سوچا...... اس کے ساتھ برا ہوا ہے تبھی اس کا رویہ اتنا کڑوا ہو گیا ہے ورنہ پہلے تو وہ ایسی نہیں تھیں...... مجھے فیل نہیں کرنا چاہیے۔ وہ قدرے رک کر اور جھجک کر بولی۔

''نصیحتوں کی بات نہیں ہے شینا...... میں تو تمہیں سمجھا رہی ہوں...... دیکھو اگر شادی کے بعد کوئی پرابلم پیش آجاتی تو وہ یقیناً سیریس بات ہوتی۔ منگنی کا ٹوٹنا اتنی بڑی بات نہیں، تم یہ بات دل پر مت لو...... سب ٹھیک ہو جائے گا......''

''فار گاڈ سیک انعم......'' وہ دھاڑ کر بولی......

......''میرے زخموں پر نمک نہ چھڑکو...... پلیز اپنے گھر کی راہ لو اور مجھے اکیلا چھوڑ دو...... میرا درد تمہاری ان باتوں سے ختم نہیں ہوگا...... بلکہ اور زیادہ بڑھے گا...... اصل میں تم نے یہ درد سہا نہیں ہے تو تمہیں اس کا اندازہ ہو بھی نہیں سکتا۔'' وہ اس کی دہاڑ سے سہم گئی...... پھر بھی اسے شینا پر غصہ نہیں آیا...... اس کے دل نے توجیہ پیش کی...... آخر بے چاری کو اتنا بڑا صدمہ سہنا پڑا ہے تو اس کا کچھ ردِعمل تو ہوگا ناں...... خیر شاید ایک دو دن بعد وہ سنبھل جائے تو میں پھر آجاؤں گی اسے سمجھانے...... اس نے خود کو سمجھایا اور خاموشی سے اس کے پاس سے اٹھ کر گھر واپس آگئی۔

☆☆☆

پھپھو کا رویہ کچھ عجیب سا ہو گیا تھا...... پہلے تو وہ دونوں بھائیوں اور ان کے گھرانوں کو خاطر میں نہیں لاتی تھیں لیکن اب...... انعم کے گھرانے کے ساتھ تو ان کا وہی سلوک تھا...... ہتک آمیز سا...... سرد مہری اور دل دکھانے والی طنزیہ گفتگو...... لیکن فرمان چچا کے گھر وہ ہر دوسرے روز جاتیں...... امجد نے اوپر والے پورشن کے باہر کی طرف والا دروازہ بند کر دیا تھا۔ پھپھو کو مجبوراً امجد کی طرف والی سیڑھیاں استعمال کرنی پڑ رہی تھیں...... اکثر وہ چپ چپاتے چلی جایا کرتیں...... اور اتنی خاموشی سے کہ نیچے کسی کو پتا ہی نہیں چلتا...... انعم کو شینا کی فکر لگی ہوئی تھی، اس دن کے تلخ تجربے کے بعد اس کی ان کے گھر جانے کی ہمت ہی نہیں پڑ رہی تھی لیکن دل ایک لمحے کے لیے شینا کی طرف سے غافل نہیں تھا...... لیکن اس دن جب وہ یونیورسٹی سے واپس آکر ابھی بیٹھی ہی تھی کہ شینا خود آگئی...... اسے دیکھ کر انعم حیرت سے دم بخود رہ گئی...... شینا نے شوخ کلر کی لمبی قمیص کے ساتھ کالے رنگ کا ٹراؤزر پہنا ہوا تھا اور کالے رنگ کا ہی دھجی نما دوپٹا گلے میں لٹکائے وہ اتنی فریش لگ رہی تھی کہ کوئی یہ تصور تک نہیں کر سکتا تھا کہ ابھی چند دن پیشتر اس کے ساتھ اتنا بڑا المیہ پیش آیا ہے...... اپنی عادت کے مطابق وہ پلنگ پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھتے ہوئے انعم سے مخاطب ہوئی۔

''کیا ہو رہا ہے انعم؟'' انعم کو اسے دیکھ کر حیرت تو ہوئی لیکن خوشی بھی ہوئی کہ وہ جلد ہی سنبھل گئی ہے۔

''کچھ نہیں...... بس ابھی ابھی یونیورسٹی سے آئی ہوں۔'' وہ ہنس کر بولی۔

''جاب تو کرو گی ناں؟'' شینا نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے عجیب سے سوالات ہوتے تھے۔ جن کا نہ سر ہوتا تھا نہ پیر...... نہ ہی وہ موقع محل کے مطابق ہوتے...... وہ قدرے حیرت زدہ ہوئی۔

''معلوم نہیں...... ابھی تو پڑھائی ہو رہی ہے۔'' اس نے شینا کی بات کا جواب دیا۔

''شادی کا انتظار مت کرنا...... پڑھائی ختم ہو جائے تو اپنے لیے اچھی سی جاب ڈھونڈ لینا...... یا پھر میں تمہارے لیے کوشش کروں۔'' وہ ایک قہقہہ لگا کر بولی۔

انعم کو ایک بار پھر حیرت کا زبردست دھچکا لگا...... شینا کو اس کی جاب کی اس قدر فکر کیوں ہو گئی اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی...... انعم نے اس کے چہرے پر کچھ کھوجنا چاہا لیکن وہاں ایک مطمئن مسکراہٹ تھی۔

''مجھے جاب کرنے کی کیا ضرورت ہے...... مجھے تو بس اپنی پڑھائی ختم کرنی ہے۔'' ایک لمبے وقفے کے بعد انعم نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولی۔

''اگر تم سمجھتی ہو کہ تمہاری شادی نوین سے ہونے جا رہی ہے تو......'' وہ عجیب سے انداز میں سوچتے ہوئے بولی۔ ''تو شاید ایسا نہ ہو۔'' انعم کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا...... اس نے برافروختہ ہو کر شینا کی طرف دیکھا...... اس سے پہلے کہ وہ شینا سے کچھ پوچھتی...... کچھ کہتی...... شینا ہنستے ہوئے اٹھ کر وہاں سے چلی گئی...... جبکہ اس کے لیے سوچوں کے کئی در وا کر گئی۔

شینا نے ایسا کیوں کہا...... کیا پھپھو نے ان سے کوئی بات کی ہے؟ وہ گم صم سی کسی گہری سوچ میں بیٹھی تھی...... دل کسی خزاں رسیدہ پتے کی طرح کانپ رہا تھا...... ابھی کچھ دن پہلے تو نوین آیا تھا...... ہنستا مسکراتا ہوا...... وہ مستقبل کے سپنے بُن رہا تھا، وہ کھو رہا تھا۔

سچی کہانیوں آپ بیتیوں جگ بیتیوں کا بے مثال مجموعہ

ماہنامہ سرگزشت

فروری 2013ء کی جھلکیاں

وحید عصر

اردو ادب کے ایک اہم معمار کی سرگزشت

محنتی

ہوٹل ہوٹل جا کر کھانا پکانے والا دنیا کا امیر ترین شخص کیسے بنا

پلے بوائے

قرض لے کر رسالہ شروع کیا جو دنیا کا ایک اہم رسالہ کہلانے لگا

انگارا

ایک ایسی آپ بیتی جو دل پر نقش ہو جائے

اس کے علاوہ

''سراب''، جیسی مقبول طویل سرگزشت، فلمی دنیا کے شب و روز کی کہی ان کہی داستان فلمی الف لیلہ۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ جسے آپ پڑھنا چاہتے ہیں

ہر شمارہ خاص شمارہ جسے آپ محفوظ رکھنا ضروری سمجھیں گے

آج ہی نزدیکی بک اسٹال پر اپنا شمارہ مختص کرالیں

خاص شمارہ...... ہر شمارہ، خاص شمارہ...... ہر شمارہ، خاص شمارہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مجھے اب تمہاری بہت ضرورت ہے...... میں جلد ہی یہاں سے چلا جاؤں گا...... دراصل میں تمہیں تمہارے گھر میں دلہن بنا کر نہیں لانا چاہتا...... میں تمہیں اپنے گھر میں...... میرا مطلب ہے کہ وہ گھر جو مجھے میری محنت سے ملا ہو، اس میں دلہن بنا کر لے جاؤں گا۔"

اس قسم کی بہت ساری میٹھی میٹھی باتیں کرنے کے بعد وہ چلا گیا تھا۔ آج کل وہ عجلت میں ہوتا تھا۔ اس نے ماموں کے گھر کھانا پینا چھوڑ رکھا تھا۔ وہ اپنے گھر میں بھی نہیں ہوتا تھا۔ سی ایس ایس میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد وہ یک بیک بہت مصروف ہوگیا تھا...... انعم کے دل کو پنکھے لگ گئے تھے...... اس سے آج سارے کام غلط ہوگئے تھے...... شینا نے ایسی بات کیوں کی تھی؟ شینا ہمیشہ ادھوری بات کہہ کر بندے کو الجھن میں ڈال کر چلی جاتی تھی۔

رات کو پھپھو آئی تھیں۔ جانے کیوں انعم کا ماتھا ٹھنک گیا۔ پھپھو نے ان کا گھر گزرگاہ بنا رکھا تھا...... وہ ان کے گھر سے ہو کر چچا کے گھر جایا کرتی تھیں لیکن آج وہ اندر کمرے میں آگئی تھیں...... بابا ابھی تک گھر نہیں لوٹے تھے...... ان کے کسی دوست کے گھر ڈنر تھا سو انہوں نے دیر سے گھر آنے کا کہہ دیا تھا...... تہمینہ نے نند کو ہمیشہ کی طرح ہاتھوں ہاتھ لیا اور انعم سے بولیں۔

"جاؤ انعم...... اپنی پھپھو کے لیے گرین ٹی بنا کر لے آؤ۔" آج پھپھو نے کچھ کھانے پینے سے انکار نہیں کیا...... ان کا رویہ خلافِ توقع نرم تھا...... وہ کچن میں ان کی باتیں سن رہی تھی جو عام سے موضوع پر تھیں...... لیکن جانے کیوں اسے یقین تھا کہ وہ بغیر کسی مقصد کے نہیں آئیں اور جلد ہی یہ بات بھی ظاہر ہوگئی۔

"شینا بے چاری کے ساتھ بہت برا ہوا ہے...... ابھی تک وہ اس سانحے سے نکل نہیں پارہی......" پھپھو ممی سے کہہ رہی تھیں۔

"ہاں...... خدا اس کی قسمت کھول دے بے چاری بچی کو بہت دکھ اٹھانے پڑے ہیں۔" ممی نے ٹھنڈی سانس بھری اور غمزدہ لہجے میں بولیں۔

انعم کے سامنے شینا کا ہنستا مسکراتا چہرہ آگیا۔

"فرمان بھائی، شینا کے ساتھ ہونے والے واقعے سے ٹوٹ سے گئے ہیں۔ آپ جانتی ہیں اولاد کا دکھ کیا ہوتا ہے۔" وہ قدرے توقف کے بعد بولیں۔

"ہاں...... خدا کسی کے بچوں کے ساتھ کچھ برا نہ کرے...... بس بچی کی قسمت میں یہ دکھ لکھا تھا۔" ممی گلوگیر آواز میں بولیں۔

"اپنے ہی اپنوں کے کام آتے ہیں...... اگر اپنے اپنوں کے دکھ کا مداوا نہیں کریں تو غیر کب آگے آئیں گے۔" ممی پھپھو کی یہ بات نہ سمجھ سکیں تو حیرت سے بولیں۔

"میں سمجھ نہیں سکی...... تم کیا کہہ رہی ہو۔"

"میں چاہتی ہوں بلکہ فرمان بھائی بھی یہ چاہتے ہیں کہ شینا کی شادی نوین سے طے ہوجائے۔" وہ عام سے لہجے میں اتنی بڑی بات بڑے آرام سے کہہ گئیں۔ ایک بم تھا جو انعم کے سر پر پھٹا تھا۔ وہ قہوہ بناتے ہوئے لڑکھڑا کر گرنے لگی تھی...... اسے لگا جیسے کچن کی چھت اور دیواریں اس پر گر پڑی ہوں اور اس کا وجود ملبے کا ڈھیر بنا گیا ہو۔ اب اسے شینا کی بات کی سمجھ آگئی تھی...... اور شاید اندر ممی کا بھی یہی حال ہورہا تھا کیونکہ اندر بالکل خاموشی چھا گئی تھی۔

جانے کب پھپھو چلی گئیں...... اس کے بعد پھپھو اور ممی کے بیچ کیا کیا باتیں ہوئیں...... اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا...... اس کے اندر اور باہر اتنا زیادہ شور تھا کہ وہ اس شور میں گم صم بیٹھی تھی...... قہوے کا پانی ابل ابل کر سوکھ گیا تھا لیکن اسے کوئی ہوش نہیں تھا۔

"انعم بیٹا...... میں سونے جارہی ہوں تم

بھی جا کر سوجاؤ۔" ممی نے اسے وہیں سے آواز دی۔ ممی کی عادت تھی کہ جب کچھ برا ہوتا...... وہ انعم سے نظریں نہ ملا پاتیں...... اکثر وہ قصوروار نہ ہوتے ہوئے بھی خود کو قصوروار سمجھ لیتیں اور تب وہ منہ لپیٹ کر پڑ جاتیں...... آج بھی ایسا ہی ہوا...... وہ اس سے کوئی بات کہے بغیر اپنے کمرے میں چلی گئیں...... انعم کے اندر بڑے زور کے جھکڑ چل رہے تھے لیکن جانے کیوں اسے نوین پر بھروسا تھا اور اسی بھروسے کی آس پر وہ اٹھی اور کچن کے چھوٹے موٹے کام ختم کرنے کے بعد اپنے کمرے میں جا کر بیڈ پر ڈھے گئی۔ آنسو خود بخود آنکھوں سے نکلنے لگے۔ پھپھو نے اس پر شینا کو ترجیح دی تھی...... کیوں؟ کیا کمی تھی اس میں؟ اس قسم کے خیالات اس کے دل کو کچوکے لگا رہے تھے...... جانے کب وہ روتے روتے اور سوچتے سوچتے سوگئی تھی۔

اگلے چند دن بڑی خاموشی سے گزر گئے......

اُڑتے اُڑتے یہ خبر اس کے کانوں تک پہنچی کہ نوین پولیس ڈیپارٹمنٹ میں سلیکٹ ہوگیا ہے اور اسے پولیس کالونی میں ایک چھوٹا سا مکان بھی مل گیا ہے۔ اس بات کے بعد سے وہ نوین سے نہیں مل پائی تھی۔ کبھی کبھی نوین کی خاموشی اس کے دل میں شکوک پیدا کردیتی...... کیا خبر کہ نوین بھی اپنی ماں ہی کا ہم خیال ہو...... منفی سوچیں اسے پاگل بنا رہی تھیں۔ ممی بالکل خاموش تھیں اور بابا ہمیشہ کی طرح اپنے کام میں مصروف، لگتا تھا کہ ممی نے انہیں کسی انہونی کی خبر ہونے نہیں دی تھی...... اس دن اچانک شینا آگئی۔ جدید فیشن کے کپڑے پہنے اسمارٹ سی ہیل کی چپلوں کی کھٹ کھٹ کرتی وہ چلی آئی۔ وہ بڑی فریش اور خوش نظر آرہی تھی...... چہرے پر فل میک اپ کیے وہ ہمیشہ سے زیادہ اچھی لگ رہی تھی...... وہ کچن میں ہی آگئی تھی...... اِدھر اُدھر کی چند باتوں کے بعد وہ اصل بات کی طرف آگئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"انعم...... تمہیں پھپھو یا نوین نے تو بتا دیا ہوگا کہ۔"

"کس بارے میں؟" انعم نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اور سنجیدگی سے بولی۔

"میرے اور نوین کے رشتے کے بارے... میں۔" وہ بڑے ناز سے اٹھلا کر بولی۔ انعم کا دل پہلو میں بڑے زور سے دھڑکا...... لیکن وہ شینا کے سامنے کوئی کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ سو کچھ نہ بولی...... کیبنیٹ میں مسالوں کے ڈبے اِدھر اُدھر کر کے خود کو مصروف ظاہر کرنے لگی۔ وہ کچھ دیر کھڑی اس کے چہرے پر کچھ ٹٹولنے کی کوشش کرنے لگی۔

"انعم! میں ٹی وی لاؤنج میں جا کر ٹی وی دیکھتی ہوں۔ تم پلیز...... میرے لیے ایک کپ کافی بنا کر لے آؤ...... پھر گپ شپ لگائیں گے......" وہ اسے کام میں مصروف پا کر بولی اور وہاں سے چلی گئی۔

انعم کو معلوم تھا کہ وہ کیا گپ شپ لگانے آئی ہے۔ یقیناً وہ اسے جتانا چاہتی تھی کہ نوین اور پھپھو نے اسے ریجیکٹ کر کے شینا کو سلیکٹ کر لیا ہے...... اسے ہارتا ہوا دیکھنا شینا کی بہت بڑی آرزو تھی...... وہ اس کے چہرے پر شکست کی پرچھائیاں دیکھنا چاہتی تھی۔ انعم کے اندر جوار بھاٹا اٹھ رہا تھا۔ شکست کا ایک تکلیف دہ احساس اس کے تن من کو سُلگا رہا تھا...... لیکن اس کے باوجود دل کے اندر نوین کی محبت کی جو چنگاری سلگ رہی تھی وہ اسے یقین دلا رہی تھی کہ نوین اس کے ساتھ بے وفائی نہیں کرے گا۔ اندر سے اسے شینا کی آواز آ رہی تھی وہ ممی سے باتیں کر رہی تھی۔

"مجھے تو نوین کا رشتہ قبول نہیں تھا لیکن پھپھو نے ممی اور پاپا کی بہت منت سماجت کی خود نوین کا کہنا تھا کہ وہ اب افسر بن گیا ہے اس کا اٹھنا بیٹھنا اب بڑے لوگوں میں ہوگا تو اسے ایک خوب صورت اور فیشن ایبل بیوی چاہیے جو سوسائٹی میں اس کے ساتھ موو کر سکے...... انعم کی سادگی اور مُلّانی ٹائپ حُلیے نے اسے بیزار کر دیا تھا۔ نوین نے تو اسے چھوڑ دیا لیکن اسے کوئی بھی ڈھنگ کا رشتہ نہیں ملے گا۔ آپ اسے مجبور کریں کہ وہ اس سادگی کے خول سے باہر نکل آئے۔ آج کل زمانہ بدل گیا ہے۔ ماڈرن ازم کا دور ہے تائی۔ لڑکے اب شمیم آرا اور صبیحہ خانم ٹائپ لڑکیوں کو پسند نہیں کرتے...... کرینہ کپور اور ودیا بالن ٹائپ لڑکیاں پسند کی جاتی ہیں۔" وہ نان اسٹاپ بول رہی تھی۔ تہمینہ ہوں، ہاں میں جواب دے رہی تھیں...... وہ کبھی بھی شینا کے ساتھ لمبی بات نہیں کرتی تھیں کہ بقول ان کے...... اس لڑکی میں نہ بڑوں کا لحاظ ہے نہ مروت ہے۔ انعم کے قدموں میں جان نہیں رہی تھی۔ وہ مُرے مُرے ہاتھوں سے شینا کے لیے کافی بنا رہی تھی۔ تہمینہ اندر کچن میں آ گئیں...... انعم کے چہرے کو غور سے دیکھا اور سمجھ لیا کہ وہ شینا کی ساری گفتگو سن چکی ہے۔ وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئیں۔

"انعم! تم دل برا نہ کرو...... نوین ایسا لڑکا نہیں ہے شینا کی تو عادت ہے جھوٹی باتیں کرنے کی......" ماں نے اسے دھیمے لفظوں میں تسلی دیتے ہوئے کہا۔ وہ کچھ نہ بولی...... سر جھکائے اپنے کام میں مگن رہی...... وہ کپ میں کافی ڈال کر شینا کے لیے جانے لگی تھی کہ تہمینہ نے کپ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور بولیں۔

"کوئی ضرورت نہیں اس کے پاس جانے کی...... اب جانے کیا کیا بکواس کر کے تمہارا دماغ خراب کرے گی۔ میں دے آتی ہوں۔" تہمینہ کافی کا کپ لے کر کچن سے باہر نکل گئیں کہ اچانک آندھی طوفان کی طرح نوین کچن کا دروازہ دھڑ دھڑا کر اندر داخل ہوگیا کہ وہ اچھل ہی پڑی...... اس کا اس طرح اچانک آنا خالی از علت نہیں تھا۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں انعم...... یہ جو مجھے اماں نے بتایا...... کیا یہ سچ ہے؟" وہ اس کا بازو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے غصے سے بولا۔

"مجھے نہیں پتا کہ کیا سچ ہے کیا جھوٹ ہے۔ یہ تو آپ پھپھو سے ہی پوچھیں۔" انعم کی ساری اداسی جیسے ناراضی میں ڈھل گئی۔ اپنا بازو اس سے چھڑاتے ہوئے بولی۔

"میں بہت مصروف تھا پچھلے دنوں...... نئی نئی جاب تھی...... اوپر سے میں سرکاری گھر کے لیے کوشش میں مصروف تھا...... لیکن اس طرح ہوگا...... مجھے کچھ اندازہ نہیں تھا...... اماں کہہ رہی ہیں کہ مجھے شینا سے شادی کرنی ہوگی...... اور یہ بھی کہا کہ یہ صرف ان کا فیصلہ نہیں بلکہ یہ دونوں ماموؤں کا...... اور دونوں ممانیوں کا اور خود تمہارا بھی فیصلہ ہے۔" کچھ پریشانی سے نوین نے اس کا ناراض سا چہرہ دیکھا پھر وہ جیسے خود کلامی کے انداز میں بولا۔

"تم سن لو انعم......! میں اس بات کو قیامت تک نہیں مان سکتا۔ یہ چاہے کسی کا بھی فیصلہ ہو...... لیکن تمہارا فیصلہ نہیں ہو سکتا...... کبھی نہیں ہو سکتا۔" پھر وہ اس کے قریب ہو کر بڑے غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بڑے جذب سے بولا۔

انعم کو لگا جیسے اسے ایک گونہ اطمینان سا ہو گیا ہو کہ اس کی دل کی گواہی غلط نہیں تھی لیکن پھپھو کی غلط بیانی پر اسے اپنا دل ڈوبتا ہوا... محسوس ہونے لگا۔ آج تو یہ بات کنفرم ہو گئی تھی کہ وہ پھپھو کو بالکل پسند نہیں تھی...... لیکن وہ اس طرح نوین سے غلط بیانی کریں گی...... اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

"میں...... اور شینا سے شادی کروں گا...... مجھے کیا کسی پاگل کتے نے کاٹا ہے...... اور میں نے اماں کو صاف کہہ دیا کہ یہ زندگی میری ہے، میں اسے ماموؤں اور ممانیوں کے فیصلے کی بھینٹ نہیں چڑھنے دوں گا...... اور پھر...... انعم سے میری منگنی ہو چکی

پیانو

ایک شادی شدہ جوڑا ہنی مون کے لیے ہوائی جہاز پر سفر کرنے کے لیے ائیرپورٹ پر پہنچا تو دلہن نے اپنے شوہر سے کہا۔ "کاش ہم اپنا پیانو بھی ساتھ لے آتے۔"

"پیانو؟" شوہر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ "بھلا پیانو ساتھ لانے کی کیا تُک ہے؟"

"جہاز کے ٹکٹ پیانو پر رکھے ہوئے تھے۔" دلہن نے جواب دیا۔

مرسلہ: سعدیہ سرفراز، منڈی بہاء الدین

☆☆☆

مزاحمت

وکیل نے کیس لینے سے پہلے مؤکل سے پوچھا۔ "تمہیں کس سلسلے میں گرفتار کیا گیا ہے؟"

"سرکاری کام میں مداخلت کرنے کے جرم میں۔" مؤکل نے بتایا۔

"تم نے کس کام میں مداخلت کی تھی؟"

"انسپکٹر صاحب مجھے بلاوجہ گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ میں نے مزاحمت کی تھی۔"

"کس طرح مزاحمت کی تھی؟ مار پیٹ کی تھی یا بحث ومباحثہ؟"

"نہ مار پیٹ اور نہ ہی بحث ومباحثہ بس وہ بیس ہزار مانگ رہے تھے۔ میں نے پانچ ہزار دینے کی کوشش کی تھی۔"

مرسلہ: عائشہ اقبال، کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے۔۔۔۔۔ منگنی کسی اور سے اور شادی کسی اور سے۔۔۔۔۔ یہ کوئی مذاق ہے کیا۔۔۔۔۔'' وہ سخت لہجے میں کہہ رہا تھا۔ تہمینہ اور شینا دونوں ڈائنگ روم کی طرف سے کچن میں آگئی تھیں۔۔۔۔۔ شاید نوین کے زور زور سے بولنے کی آواز سن کر وہ دونوں وہیں آگئی تھیں۔

''اوہ۔۔۔۔۔ تو شینا صاحبہ بھی یہاں تشریف رکھتی ہیں۔'' شینا کو دیکھ کر وہ استہزائیہ انداز میں اس سے مخاطب ہوا۔

''مامی! یہ بتائیں کہ میری شادی شینا سے ہوجائے۔۔۔۔۔ یہ کس کا فیصلہ تھا؟''

''کیوں۔۔۔۔۔ آپ کو اس فیصلے پر کوئی اعتراض ہے کیا۔۔۔۔۔؟'' تہمینہ نے تو کوئی جواب نہیں دیا جبکہ شینا اٹھلا کر بڑے ناز سے کہنے لگی۔

نوین نے ایک گہری نظر گم صم کھڑی انعم پر ڈالی اور دوسری نظر اٹھلاتی اور ادائیں دکھاتی ہوئی شینا پر۔

''اعتراض۔۔۔۔۔ ارے اعتراض بلکہ سراسر اعتراض ہے میرے جیسا مسکین بندہ بھلا تم جیسی خرچیلی بیوی کا متحمل ہوسکتا ہے۔۔۔۔۔؟''

''فکر نہ کرو نوین۔۔۔۔۔ میں اپنے خرچے کم کردوں گی تمہارے لیے۔۔۔۔۔ صرف تمہارے لیے۔'' شینا پر اس کی بات کا زیادہ اثر نہیں ہوا اور بڑا لہرا کر بولی۔

''اگر کرم کرنا ہے مجھ پر تو مجھ سے شادی مت کرو۔۔۔۔۔ بس یہ ہی ایک احسان کردو مجھ پر۔۔۔۔۔ ویسے مجھے تم سے یا تمہارے خرچوں سے کوئی پرابلم نہیں۔۔۔۔۔ جی بھر کر شاپنگ کرو۔۔۔۔۔ ماموں کے پیسوں سے یا پھر اپنے ہونے والے شوہر کے پیسوں سے۔۔۔۔۔ جو کم از کم میں کبھی نہیں ہوں گا۔'' اس نے دوٹوک انداز میں کہا۔ نوین کا انداز ایسا تھا کہ ایک بچہ بھی محسوس کرسکتا تھا کہ وہ کتنے کھلے عام شینا کا مذاق اڑا رہا ہے۔ شینا کے چہرے کا رنگ بھی پل بھر میں بدل گیا۔۔۔۔۔ اس کے چہرے کے نقوش تن سے گئے۔۔۔۔۔ چہرے کی مسکراہٹ پل بھر میں غائب ہوگئی، چہرے کا نرم تاثر کرختگی میں تبدیل ہوگیا تھا۔ لمحوں میں اس کا اصل روپ سامنے آگیا۔

''تم سمجھتے کیا ہو خود کو۔۔۔۔۔ ایک پولیس کے محکمے کے چھوٹے سے افسر کیا بن گئے ہو سمجھتے ہو تم نے کوئی تیر مار لیا ہے۔۔۔۔۔ ارے جاؤ، جاؤ شینا کے سامنے تو ایسے کتنے لوگ قطار میں کھڑے ہیں لیکن شینا خود کسی کو منہ نہیں لگاتی۔۔۔۔۔'' اپنی ہتک پر وہ چیخنے لگی تھی۔

''اسی پولیس کی وردی نے تو تمہیں مجھ سے شادی کے لیے خود سے کہلوایا ہے۔۔۔۔۔ ورنہ نوین تو پہلے بھی نوین تھا۔۔۔۔۔ اب تم اسی وردی کا مذاق اڑا رہی ہو۔'' وہ بھی تیز آواز میں بولا۔

''جی نہیں۔۔۔۔۔ میں اس وردی کا نہیں تمہارا مذاق اڑا رہی ہوں، اس پولیس وردی کے بغیر تم ہو کیا چیز۔۔۔۔۔ کنگلے کہیں کے۔۔۔۔۔ میں نے تو یہ سوچ کر شادی کے لیے حامی بھرلی تھی کہ پولیس کی گاڑی میں گھوموں گی۔۔۔۔۔ پھروں گی تو ساری دوستوں میں میری واہ واہ ہوگی۔۔۔۔۔ بس اتنی سی بات تھی۔''

''صرف اپنی واہ واہ کرنے کی خاطر تم کسی اور کے حق پر ڈاکا ڈال رہی تھیں۔۔۔۔۔ کچھ تو شرم کرو شینا۔۔۔۔۔ جب تمہاری منگنی ٹوٹی تھی تو یہ انعم ہی تھی جس نے دل سے تمہارے دکھ کو محسوس کیا تھا۔۔۔۔۔ اور تم۔۔۔۔۔ اتنی خودغرض ہو کہ۔۔۔۔۔'' وہ منہ بنا کر بولی تو نوین بھی اسے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے بولا۔

''مجھے پرانی فلموں کی شمیم آرا یا بابرہ شریف بننے کا کوئی شوق نہیں۔۔۔۔۔ یہ شوق انعم کو ہی مبارک ہو۔۔۔۔۔ اور میری منگنی ختم ہونے کا سوگ انعم منائے تو منائے۔۔۔۔۔ مجھے تو سرے سے یہ دکھ لگتا ہی نہیں ہے۔۔۔۔۔ اور مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں منگنی ختم ہونے کا سوگ مناؤں۔ میرے لیے رشتوں کی کوئی کمی ہے کیا؟'' تینوں نے افسوس کے عالم میں اس

پھر اس لڑکی کو دیکھا جو بڑھ بڑھ کر نوین سے جھگڑ رہی تھی۔ نوین بھی اپنے اگلے پچھلے سارے بدلے اتار رہا تھا۔ دونوں کی لڑائی زور شور سے جاری تھی کہ انعم کو لگا جیسے دیوار کے ساتھ ایک سایہ سا لگا ہو۔۔۔۔۔ جانے کیوں اسے پھپو کا خیال آیا لیکن پھر یہ خیال ذہن سے جھٹک دیا۔ تھوڑی دیر بعد نوین اوپر اپنے پورشن میں چلا گیا اور شینا بھی اپنے گھر کی طرف چل دی۔ ماں بیٹی کچھ دیر تو خاموشی سے کھڑی رہیں پھر تہمینہ نے آگے بڑھ کر انعم کو گلے سے لگا کر پیار کیا۔

''میں نے کہا تھا کہ نوین ایسا ویسا لڑکا نہیں، وہ بے حد نائس بندہ ہے۔ کھرا اور سچا۔۔۔۔۔'' وہ بیٹی سے کہہ رہی تھیں۔

''اچھا چلو۔۔۔۔۔ اب اپنے کمرے میں جاؤ اور سنو۔۔۔۔۔ اس مسئلے کے بارے میں نہیں سوچو۔۔۔۔۔ خدا سب اچھا کرے گا۔''

اس مسئلے پر نہ سوچنا اس کے بس میں نہیں تھا۔ یہ مسئلہ آج کا مسئلہ نہیں تھا۔۔۔۔۔ یہ بہت پہلے کا تھا۔۔۔۔۔ پھپو اسے پسند نہیں کرتی تھیں اور جانے کیوں وہ خود بھی اس حق میں نہ تھی کہ پھپو کا اکلوتا بیٹا ہو اور اس کی شادی پھپو کی مرضی کے خلاف ہو۔۔۔۔۔ آخر پھپو کا بھی تو اپنے بیٹے پر کوئی حق بنتا ہے۔۔۔۔۔ انہوں نے اسے پالا پوسا بڑا کیا۔۔۔۔۔ اور اب وہ ان کی مرضی سے بیوی نہ لائے۔۔۔۔۔ اپنی مرضی سے لائے۔۔۔۔۔ یہ انعم کو پسند نہیں تھا۔۔۔۔۔ وہ ان ہی سوچوں میں گم بیٹھی تھی کہ اچانک باہر سے سلام دعا کی آواز آئی ایک آواز ممی کی تھی جبکہ دوسری آواز پھپو کی تھی۔۔۔۔۔ اس کا سارا جسم کان بن گیا۔۔۔۔۔ خلاف توقع پھپو کی آواز شرمندگی کے بوجھ تلے دبی ہوئی لگ رہی تھی۔

''بھابی۔۔۔۔۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔۔۔۔۔ میں نے آپ سے انعم کے سلسلے میں غلط سلط بول دیا۔۔۔۔۔''

''نہیں۔۔۔۔۔ کوئی بات نہیں بعض اوقات غلط فہمیاں پیدا ہوجاتی ہیں مگر وہ رفع بھی ہوسکتی ہیں۔'' تہمینہ نے ہمیشہ کی طرح فراخدلانہ انداز میں کہا۔

''غلط فہمیاں خود سے پیدا نہیں ہوتیں بھابی۔۔۔۔۔ بلکہ پیدا کردی جاتی ہیں۔۔۔۔۔ میرا رویہ آپ سے اور انعم سے ہمیشہ بہت برا رہا ہے لیکن مجھے ہمیشہ ناصرہ بھابی نے آپ کے اور انعم کے بارے میں بھڑکایا ہے۔۔۔۔۔ انہوں نے میرے سامنے آپ لوگوں کی اتنی برائیاں کی تھیں کہ انعم کو بہو بنا کر لانے سے سخت گھبرا رہی تھی میں پھر ناصرہ بھابی نے شینا کو مظلوم اور دکھی ثابت کر کے مجھے کہا کہ میں انعم کے بجائے شینا کو بہو بنالوں۔۔۔۔۔ میں نوین کے دل کا حال تو جانتی تھی کہ لیکن مجھے یقین تھا کہ نوین میری بات مان لے گا۔۔۔۔۔ لیکن نوین تو میری بات سن کر ہتھے سے اکھڑ گیا۔۔۔۔۔ اور پھر آج جھگڑے کی آوازیں سن کر جب میں نیچے آئی تو شینا کو ایک نئے روپ میں دیکھا۔۔۔۔۔ ایک جھگڑالو اور فسادن کے روپ میں۔۔۔۔۔ اور تب میں نے ہزار بار خدا کا شکر ادا کیا کہ خدا نے مجھے اس سے بچالیا۔۔۔۔۔ بھابی اب آپ مجھے معاف کردیں اور انعم کہاں ہے۔۔۔۔۔ مجھے اس سے بھی معافی مانگنی ہے۔۔۔۔۔'' وہ سخت شرمندہ تھیں۔ اندر بیٹھی انعم کا دل مارے خوشی کے زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔۔۔۔۔ آج وہ حقیقی معنوں میں خوش ہوئی تھی نوین کی محبت کے گل رنگ پھولوں کے ساتھ پھپو کی نفرت کا جو کانٹا تھا وہ آج نکل گیا تھا تبھی تو پھولوں کی خوشبو میں اضافہ ہوگیا تھا۔۔۔۔۔ وہ بڑی صبر والی تھی۔۔۔۔۔ سنا تو تھا کہ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے لیکن دیکھا نہیں تھا۔۔۔۔۔ آج دیکھ بھی لیا تھا۔۔۔۔۔ وہ جلدی سے اٹھ کر باہر جانے لگی کہ کہیں پھپو اس سے معافی مانگنے اندر ہی نہ آجائیں اور کھڑکی کے پاس کھڑا نوین اپنی ماں کی باتیں سن کر بڑی آسودگی سے مسکرا رہا تھا اور ساری فضا جیسے اچانک کھلکھلا اٹھی تھی۔

⌘

WWW.PAKSOCIETY.COM

ناولٹ

یا قربان

فرحانہ ناز ملک

''محلہ شریفاں دا'' کی شرافت پہ کسی کو شک نہیں...... شرافت کی اعلیٰ مثال...... دائیں ہاتھ پہ موجود تیسرا اور چوتھا گھر سب کی توجہ ضرور کھینچتا تھا۔ ایک سا حجم اور ایک سی تعمیر کے حامل ان دونوں

گھروں کی بیرونی دیوار پر کسی نے ازراہ شرارت ''بڑا گھر'' اور ''چھوٹا گھر'' لکھ دیا ہے۔

شکل وہیئت میں ایک جیسے اور ایک جتنے نظر آنے والے ان گھروں میں نہ تو بڑا ''بڑا'' نظر آرہا

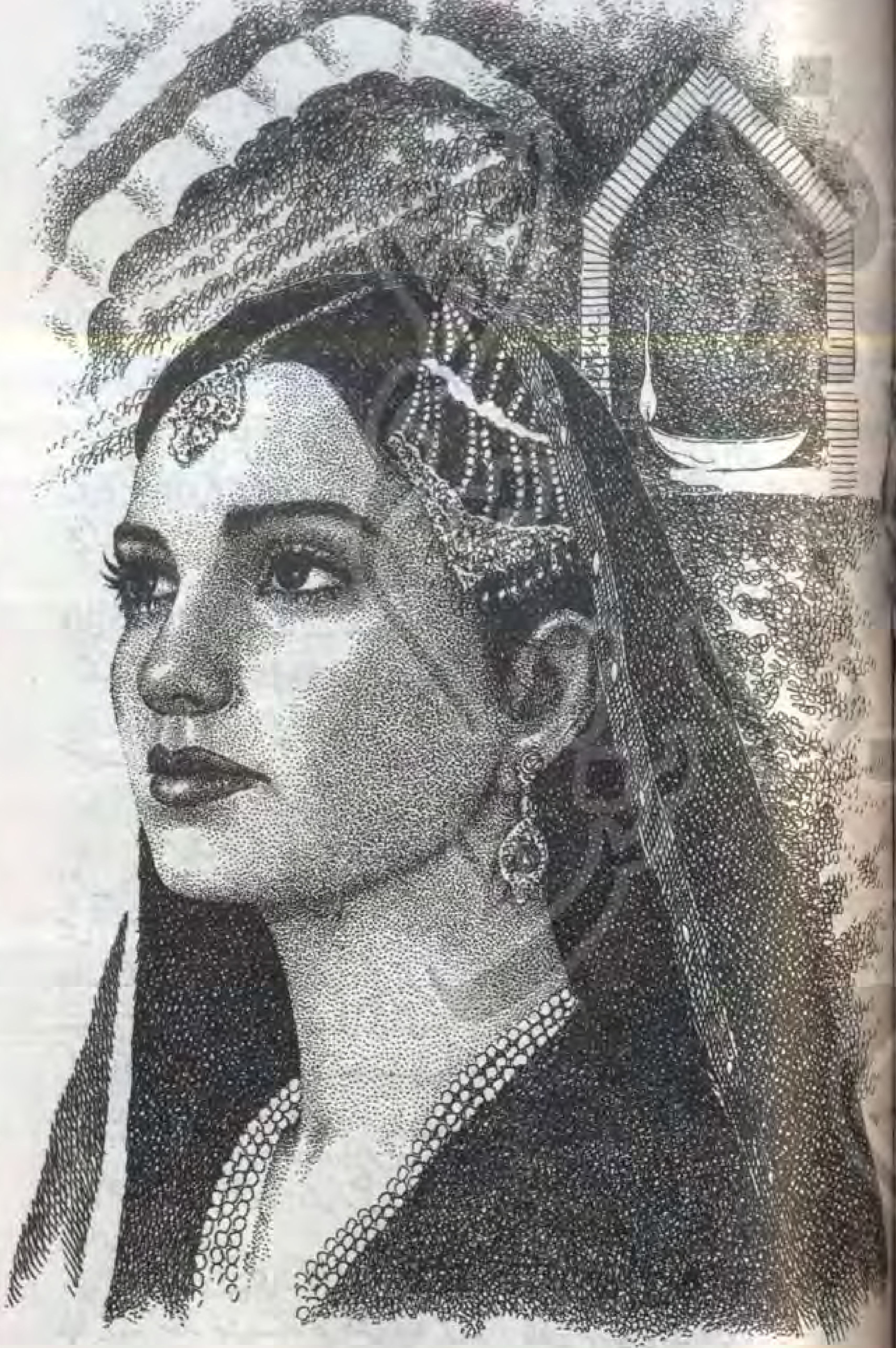

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے اور نہ چھوٹا ''چھوٹا'' تو پھر یہ سائن بورڈ کیوں......؟

یہ گتھی ...... سُلجھانے اور محلہ شریفاں وا کی شرافت کے اکلوتے ثبوت کی جانچ کے لیے ''بڑے گھر'' سے نکلتے آدھے گنجم، آدھے بالم، بے حال، لڑکھڑاتی چال اور قدرے نڈھال ''اخلاق صاحب'' کافی تھے۔

☆☆☆

''لٹ اُلجھی سلجھا جارے بالم......لٹ الجھی......''

آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کو محبت پاش نظروں سے دیکھتے بلکہ تاڑتے ہوئے بلبل سر پہ موجود چار بالوں کی میلی کچیلی لٹوں کو انگلیوں پر لپیٹتی ایسی تانیں لگا رہی تھی کہ سن کر مسرت جہاں کہیں تھی بھڑک اٹھی۔

''بلبل...... اری او بلبل......'' کاجل میں ڈوبی اس کی آنکھیں کوفت کے مارے سکڑ کر رہ گئیں۔ حلق سے نکلتی آڈیو تک کا ستیاناس ہو گیا تھا۔

''بلبل منحوس...... مر گئیں کیا؟'' دانت پیستی مسرت سر پر آ کھڑی تھی۔

''نحوست اپنے بوتھے پر پھیلی ہے، کہتی مجھے ہے..... اور مریں وہ جو مجھے منحوس کہیں۔'' بالکل ''لٹ الجھی رے سلجھا جارے بالم'' والے سُر میں...... بلبل نے یہ دو جملے منہ ہی منہ میں ایسے... بڑبڑائے کہ مسرت اب بھی یہی سمجھی کہ گا رہی ہے۔ ادھر بلبل اپنے شوقِ گلوکاری کی بھی تسکین کر چکی تھی اور مسرت کو بھی ایک کے بدلے چار سنا کر اطمینان سے اس کی طرف متوجہ تھی۔

''گھر سارا اوندھا پڑا ہے اور ادھر تیرے سنگار نہیں ختم ہو رہے۔'' شکل پر مخصوص کرختگی لیے مسرت نے اس کی گوشمالی کی۔

''توبہ کرو بڑی باجی......'' بلبل نے آنکھیں پٹپٹائیں۔ ''سنگار کہاں۔'' ساتھ پلکیں جھپکائیں۔

''آنکھ میں کچھ پڑ گیا تھا وہی دیکھنے آئی تھی۔''

''پتا نہیں ایسا کون سا شہتیر تیری آنکھ میں ہے جو نکلنے کا نام ہی نہیں لیتا۔'' مسرت کے ...... تو ان کا جل بھری ''جیکی چن'' کے ...... نکال کر کام ہی تمام کر دیتی۔

''جب دیکھو شیشے کو گلے لگائے کھڑی ......'' کچن کی طرف جاتے جاتے بھی مسرت کی ...... جاری رہی۔

''جلتی ہے میرے حُسن سے۔'' بلبل ...... بھرے بھرے آتشی گلابی لپ اسٹک سے تھپے ...... کو اظہارِ ناراضی کے طور پر یہاں وہاں تین بار ...... اور آئینے میں شکل دیکھ کر اتراتے ہوئے کہا۔

پھر بدقت حُسن پر سے نظریں ہٹاتے ...... کچن کی طرف دوڑی کہ مسرت کی صورِ اسرافیل ...... مشابہ پکاریں پھر سے آنے لگی تھیں۔ جہاں ...... اپنی حالت پر شرمندہ و غمگین نظر آیا...... بچا ہوا کھانا اور جا بجا بکھری ہڈیاں...... بلبل کی ...... نکل نکل گئیں اس کچن کو صاف کرنے کا سوچ کر۔

''یہ گند شاپروں میں بھر کے باہر پھینک ...... رہا تو ساری رات بلیاں بھنبھوڑتی رہیں گی۔''

''ویسے بڑی باجی...... دعوت تھی کس میں؟'' بلبل نے رازدارانہ انداز اختیار کیا۔

''لو...... میں ایسے نہیں بلا سکتی ماں ...... کو؟'' مسرت کی کوئی بات کرختگی سے پاک نہیں تھی۔ خیر کی بات بھی یوں کرتی کہ مقابل ...... گویا کھا جائے گی۔

''لکھ واری بلاؤ......'' بلبل نے خوشدلی سے ہتھیار سونتا۔

''ویسے......'' قدرے توقف کے بعد ...... سے مجبور ڈرامائی لہجے میں وہ پھر سے شروع ...... ''اخلاق بھائی کی بہنوں کو بھی ...... بلاؤ......'' بے نیازی کا چولا پھینک کر مسرت ......

...... نظروں سے دیکھا کہ بلبل نے وہیں قفل ...... لگا لیا۔

...... گند صاف کر کے صحن بھی دھونا، پورا گھر ...... بازار بنا ہوا ہے۔'' جس کام کے لیے زبان ...... ہے، وہ مسرت کی ''چنگیزی'' ...... کر دیتیں۔ ان نظروں کی تاب ''اخلاق'' ...... کا تھا پھر بے چاری بلبل کی کیا اوقات......

...... ہڈیاں شاپروں میں بھرنے لگی۔

''تمہاری بہنوں کے بچے بھی تو کم افلاطون ...... بڑی باجی...... چائے پینے کے بجائے ...... پر کلیاں کرتے رہے۔''

''کام کر اپنا......'' مسرت پھر سے برا مان ...... بس دو کام آتے ہیں۔ زبان چلانا اور شیشے ...... اپنی تین گز کی بوتھی چمکانا۔'' کسی کے قصور ...... میں مسرت ذرا بھی رعایت کی قائل نہیں ......

''بڑی باجی......'' بلبل کو اپنی شان میں گستاخی ...... ''میری بھی کوئی عزت ہے۔''

''اتنا سارا بچ گیا۔'' پلیٹوں میں بچا کھانا ...... مسرت کو ہول آنے لگے۔ ''آج میری ماں ...... نے کم کھایا۔'' بلبل کو مسکراہٹ چھپانے کے ...... دوپٹے کی چلمن گرانی پڑی۔ یہ لطیفہ نہیں تو کیا ...... پلیٹوں میں پہاڑ کھڑے کر دینے والی اس ...... بہنیں اگر وہ پہاڑ سارا کھا جاتیں تو چل کر ...... جا پاتیں۔ وہ پلیٹیں پٹختے کام میں جُت ......

☆☆☆

صحن کے وسط میں رکھی چارپائی پر بیٹھی پروین، ...... ننھی کو جکڑے شاید کوئی پرانے بدلے چکا ...... تھوک کے حساب سے ننھی کے سر سے نکلتی ...... دیکھ کر قریب ہی جھاڑو لگاتی بلبل بھی گھن کھا ...... ہر جوں پہ پروین کی طرف سے ایک گھونسا ...... ننھی کو سر پر تحفتاً مل رہا تھا۔

''اماں بس بھی کرو میری گردن ٹوٹ رہی ہے۔''

''خبردار جو آواز نکالی۔''

''ایک گھنٹا تو ہو گیا۔'' ننھی رو دینے کو تھی۔

''یہ جو اتنی سہیلیاں پال رکھی ہیں ایک گھنٹے میں تھوڑی نکلنی ہیں۔''

''باجی بس بھی کرو، بچی کی کمر اکڑ گئی ہو گی۔'' بظاہر بلبل نے ہمدردی جتائی ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کہہ دے۔ ''مجھے دیکھ کر ابکائیاں آ رہی ہیں، تمہیں مار مار کر کچھ نہیں ہو رہا۔''

''تو بچی کو کون کہتا ہے کہ چھ، چھ دن تک نہ نہاؤ۔''

''ماں یہ گئی ہے۔'' بلبل حسبِ عادت بڑبڑائی، پروین سمجھی گنگنائی، ننھی کی قضا ختم ہو گئی تھی۔

''کل بھی صاف کروانا۔'' ننھی کی چوٹی گوندتے اس نے عادتاً گھونسا جڑا۔

''نہ جی...... میری آج کی چھٹی ضائع کر دی۔'' ننھی جیسے قید سے آزاد ہو گئی تھی۔

''اچھا دفع ہو۔'' پروین نے دور دھکیلا مگر ننھی کسی اور موڈ میں تھی۔ ماں سے چٹ گئی۔

''اماں......'' یہ بے وقت کا لاڈ...... پروین کا ماتھا ٹھنکا۔

''دفع ہو۔'' ایک بار اور دھکیلا اور چت لیٹ گئی۔

''اماں میری ساری سہیلیاں عید پر تین، تین سوٹ بنوا رہی ہیں۔'' ننھی منمنائی۔

''تو میں کیا کروں؟'' اونگھنے کو بے قرار پروین بہ مشکل بولی تھی۔

''تم مجھے بھی تین سوٹ بنوا دو ناں۔''

''ہائیں!'' پروین کی آنکھیں پٹ سے کھل گئیں۔ ''پھر سے بول۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مجھے تین جوڑے بنوادو۔" ننھی منمنائی۔
"مجھے بیچ کر یا باپ کو بیچ کر۔"
"اماں۔" ننھی کبھی اماں مذاق کررہی ہے۔ ٹی وی ڈراموں کی طرح پیر پٹخ کر لاڈ کا ایک انداز دکھایا... جواب میں پروین نے کس کر وہ ہاتھ جڑا کہ چارپائی سے اچھل کر جھاڑو لگاتی بلبل کے پاس جا گری۔
"ایسے کہہ رہی ہے جیسے باپ کی فیکٹری لگی ہو وہ بھی کپڑے بنانے کی۔" ننھی کی آنکھیں جھلملا گئیں۔
"اور تجھے لے دوں تو چھوٹی وہ کیا سوتیلی ہیں؟ مت بھول تیرے باپ کا آدھ درجن بچوں کا ریوڑ اُدھر بھی ہے۔" پروین نے دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تلخی سے یاد دلایا۔
"تو نے تین لینے ہیں، اس کی والی نے ضد میں آکر چھ لے لینے ہیں۔" کیا خوب تجزیہ کیا تھا مسرت کی کوشش کا۔ اس نے واقعی ضد میں یہی کارنامہ کر دکھانا تھا۔ ننھی بہ آواز بلند رونے لگی۔
"ہائے ہائے چھوٹی باجی...... بچی کو رُلا دیا......" بلبل نے فوراً ننھی کو پچکارنا شروع کر دیا۔
"عید پہ ایک جوڑا مشکل سے نصیب ہوتا ہے اور یہ شہزادی تین تک پہنچ گئی۔" ننھی پیر پٹختے ہوئے اندر بھاگ گئی تھی۔
پروین منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگی۔ بلبل کو اندازہ تھا۔ اب وہ نصیب کو روئے گی۔ اخلاق کی زبانی کھنچائی کرے گی اور سب سے آخر میں مسرت کے گناہ دھوئے گی۔
"ویسے بھی چھوٹی باجی......" پروین کی... بڑبڑاہٹ کا توڑ یہ تھا اسے کسی نئی بات میں الجھا دیا جائے اور یہ فن بلبل کو بخوبی آتا تھا۔ "کپڑے بنانے کا مزہ تو چھوٹی عید پر آتا ہے......" پروین نے ہونہہ کہنے میں دیر نہیں لگائی۔
"اس عید پر تو کھانے میں مزہ آ[illegible]"
پروین کی بیزاریت جانتے بوجھتے بھی بلبل [illegible] چٹخارا لے کر بات جاری رکھی۔
"بکرے...... گائے، گردے، پائے، بھیجہ..."
بلبل یوں بول رہی تھی جیسے سب کچھ سامنے دھرا [illegible] آنکھوں میں ندیدہ پن اور منہ سے رال۔
"یہ مزہ بھی ہمارے نصیب میں کہاں" پروین مسکین سی شکل بنا کر بڑبڑائی۔

☆☆☆

پُرہجوم سڑک کے بیچوں بیچ آ کے موٹر سا[illegible] نے ہچکولے کھانا شروع کیے تو اخلاق کی بدحواس[illegible] دیکھنے لائق ہوگئیں۔
"اونہیں...... اونہیں...... میں کہتا [illegible] نہیں...... دیکھ ابھی نہیں۔" پر موٹر سائیکل کے [illegible] تھوڑی تھے جو وہ نہ رکتی بلکہ لگ رہا تھا کہ اس میں [illegible] مسرت اور پروین کی روح گھس گئی ہے۔ ہر فر[illegible] طمانچہ مار کر جو رکی تو چلنے میں نہ آئی۔
"بے وفا......" اخلاق کے بس میں نہیں [illegible] یہیں بیٹھ کر پچھاڑیں کھانے لگتا، دن بھر فائلو[illegible] میں سر کھپانے کے بعد اب واپس گھر جانے کے خیال سے شکل ویسے ہی مسکین و محتاج ہو رہی تھی [illegible] اگر جو بیچ سڑک پر رونا شروع ہو جاتا تو لوگوں [illegible] بنا صدا کا انتظار کیے اس کی جھولی بھر دینی تھی کشکول سمجھ کر۔ سچ تو یہ تھا گزشتہ کئی سالوں سے اس کی شکل ہو بھی ایسی گئی تھی۔ تھوڑی رنجیدہ تھوڑی کبیدہ، تھوڑی سنجیدہ......
"عید تک تو ساتھ دیتیں۔" موٹر سائیکل [illegible] سہارا دیتی۔ اس وقت وہ خود اسے سہارا دینا [illegible] لگا۔
"عید پر تھانیداریوں کے میکے تک پر پیدل [illegible] ہے۔ اس بار پیدل گئے بھیں گے۔" سوچ کر بیٹ[illegible]

[illegible] رخ ورکشاپ کی طرف تھا جہاں اس موٹر سائیکل نے نامعلوم مدت تک پڑے رہنا تھا۔ وہ [illegible] ٹھیک کراتا یا دو گھروں کے خرچے پورے کرتا۔ ایک اور بوجھل دن...... ناخوشگوار شام کے دہانے پر ٹھہرا ہوا تھا۔

☆☆☆

اپنی گلی میں داخل ہوا تو سورج پوری طرح سے ڈھل چکا تھا۔ ساتھ ہی اس کی ہمت اور امید بھی...... چہرے پر پریشانی اور مسکینیت شناختی علامت کے طور پر ہر وقت چھائی رہتی۔ غائب دماغی کا ایسا عالم کہ اپنے بڑے یا چھوٹے کسی گھر میں جانے کے بجائے سامنے والے گھر کا دروازہ دھڑدھڑانے لگا۔ قبل اس کے دروازہ گر جاتا...... اگلے ہی پل کھول دیا گیا۔ سامنے "منظور الٰہی" کھڑی تھی۔ ہٹی کٹی بلکہ کٹی...... مردانہ وار مقابلہ کرنے میں لاثانی...... محلے کی داوا۔ جس کا صرف نام ہی نہیں اطوار بھی مردانہ تھے۔ جسے دیکھتے ہی اخلاق گڑبڑایا تھا۔
"کیا ہے؟" کمر پر ہاتھ رکھ کر آنکھ کے اشارے سے پوچھا۔ جسے سمجھ کر اخلاق مزید ٹپٹایا۔
"وہ...... مم...... میں......" منظور کے نام کی ہی دہشت بہت تھی اور اب تو وہ پوری کی پوری سامنے کھڑی تھی اخلاق کیسے نہ ہکلاتا۔
"ابھی تک ٹُن ہو؟" منظور چارج ہوئی...... اخلاق نے حلق تر کیا، گلا بھی کم بخت سوکھ چلا تھا۔
"مم...... میں وہ اُدھر۔" بالآخر ہاتھ کے اشارے سے پیچھے موجود بڑے، چھوٹے گھر کا بتانے میں کامیاب ہوا۔ لبِ لباب یہی تھا کہ جا وہاں رہا تھا یہاں گیا۔
"چچ...... چچ، یہ حالات بھی آنے تھے۔" یہ طنز تھا یا تاسف...... اخلاق سمجھ نہیں پایا۔ پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ نظریں ضرور چرا کر رہ گیا۔
"وہ...... اصل میں۔" پیشانی پر پسینہ چمکنے لگا تھا۔
"کوئی بات نہیں۔ ہو جاتا ہے کبھی کبھی......"
اخلاق کو مزید خفت محسوس ہوئی۔ دو "بیویوں" نے دماغ چھوڑا ہی کہاں تھا۔ قدم کہاں رکھتا پڑتے کہاں...... منظور الٰہی طنز کر رہی تھی تو کون سا غلط کر رہی تھی۔
"تمہارا، بڑا اور چھوٹا گھر۔" انگلی اٹھا کر اشارہ کیا۔ "تمہارے پیچھے۔" انداز ایسا تھا کہ جیسے چھوٹے بچے کو سمجھا رہی ہو۔ اخلاق ہونٹوں پر زبان پھیر کر گویا کچھ بولنے کے لیے تیار ہوا۔
"معاف کرنا منظور صاحب......" اور یہاں منظور جلال میں آتے آتے رہ گئی۔
"مم...... مطلب صاحبہ۔" اخلاق کی رنگت زرد پڑ گئی۔ منظور کے گھونسے کئی محلوں میں مشہور تھے۔
"معاف کیا......" منظور نے معافی بھی جارحانہ دی۔ اخلاق فی الفور پلٹا اور بنا دیکھے اپنے ایک گھر میں گھس گیا۔

☆☆☆

ہاتھ میں پھولا پھولا شاپر تھامے جیسے ہی گھر میں قدم رنجہ فرمایا...... اُڑتی ہوئی چپل ٹھیک ناک پر آ لگی۔
"خانہ خراب۔" اخلاق نے بلبلا کر ناک پکڑی۔ سامنے پروین مجرمانہ تاثرات سجائے کھڑی تھی۔ چھوٹا بیٹا نشانہ خطا جانے پہ ڈیوڑھی میں کھڑا دانت نکوس رہا تھا۔ اس کے نام کی چپل ابا نے کھالی تھی۔ کوئی پہلی بار تھوڑی تھا۔
"یہ اوقات ہے میری، گھر آنے پہ جوتیاں کھانے کو ملتی ہیں۔" اخلاق کی رنجیدگی دو چند ہوگئی۔
"ہونہہ......" گویا پروین کو اعتراض نہیں تھا اخلاق کے یوں اوقات شناس ہونے پر۔ مزے سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

چارپائی پر بیٹھ کر سیب کھانے لگی۔

"چوبیس گھنٹے خود جگالی کرتی رہنا۔" اخلاق نے ایک اور درد رویا۔ "کبھی یہ نہ دیکھنا سرتاج بھی بھوکا پیاسا آیا ہے۔ اس سے بھی روٹی پانی پوچھ لوں۔"

"سرتاج...!" منہ چلانا بند کر کے پروین شدید حیران ہوئی۔

"ہاں سرتاج...... یعنی میں۔" اخلاق نے جل کر انگلی اپنے سینے پر رکھ کر کہا۔

"پر تم تو اخلاق ہو۔" کبھی کبھی پروین ایسے ہی الہڑ ہو بیٹھتی تھی۔ آنکھیں پٹپٹا کر سیرونن اسٹائل میں بولنے والی۔

"اسی بات کا تو رونا ہے۔" یوں پیس پیس کر بولنے سے اخلاق کے دانت حقیقتاً پس گئے تھے۔ "یہی قصور ہے اپنا۔ اخلاق بن بن کے بیڑا غرق کیا اپنا۔ سرتاج بنتا تو آج حالات اور ہوتے۔" بات پروین کی سمجھ میں کہاں آنی تھی۔ اخلاق پر مٹی ڈالتی وہ پھر سے سیب پر قربان ہوئی۔ اخلاق آزردہ سا ہو بیٹھا۔

"وہ......" سیب ختم ہوا تو شوہر نظر آیا۔ ذرا کی ذرا شرمندگی بھی چہرے پر طاری کر لی۔ "میں پپو کو مار رہی تھی۔ تمہیں لگ گئی غلطی سے۔"

"نصیب ہے میرا۔" اخلاق نے آہ کھینچی۔ "جوتیاں کھانا اور غصہ پینا۔"

"ننھی باپ کے لیے کھانا لا۔" اخلاق کا طنز نظر انداز کر کے پروین نے ہانک لگائی۔ صحن میں سارے بچوں نے اودھم مچا رکھا تھا۔ بے سکونی سی بے سکونی تھی۔ اخلاق کا سر چکرانے لگا۔

"کہنے کو میرے دو دو گھر ہیں پر سکون دونوں میں نہیں۔ ایسا لگتا ہے کسی سرکس میں آ گیا ہوں۔ جہاں بچے کرتب دکھاتے ہیں اور بچوں کی مائیں چپلوں کے زور پر مجھے سدھاتی ہیں۔"

"ابا...... کھانا۔" جب تک کھانے کی ... سامنے نہیں آ گئی اخلاق کی سوچ منہ زور گھوڑے کی طرح کہاں سے کہاں تک سفر کرتی رہی۔ سر جھٹک کر اس نے دال روٹی میں دماغ اور دل دونوں لگانے کی کوشش کی۔

"ابا...... مجھے عید کے کپڑے بنانے ہیں۔" پروین سے مایوس ہونے کے بعد ننھی ڈائریکٹ باپ کے سامنے فرمائشی پروگرام نشر کرنے لگی۔

"ہاں تو بتاؤ۔"

"تین جوڑے۔"

"کتنے؟" اخلاق کے ہاتھ سے نوالہ چھوٹ کر گرا۔ اسے لگا سننے میں غلطی ہو گئی۔

"تین۔" ننھی نے چلا کر کہا۔ اخلاق کو ہچکی لگ گئی۔

"پا...... پانی۔" اس نے خواہ مخواہ دائیں بائیں نظریں گھمائیں۔ ننھی نے گلاس بھر کے پیش کیا۔

"کیوں......؟" اخلاق کو اپنی آواز بھی اپنی نہ لگی۔ پروین بیٹی کی مدد کو پہنچ چکی تھی۔

"بس...... کہہ دیا سو کہہ دیا...... میری بچیوں کے تین، تین جوڑے ہی بنیں گے۔" جہاں بات اخلاق کو زچ کرنے کی آتی وہاں پروین پیش پیش ہوتی۔

"تمہاری بچیوں کو لے دوں اور بڑی کی بچیاں......؟" اخلاق نے گویا پروین کی دکھتی رگ پکڑ ڈالی۔

"ان کی ماں جانے۔" وہ چنگھاڑی۔

"ایسا کرو مجھے گروی رکھ آؤ...... پھر تین کیا ... جوڑے بھی بنا لینا۔"

"تمہیں گروی رکھے گا کون؟" پروین نے بدلحاظی کی انتہا کر دی۔ "پھر تین کیا ایک بھی نہیں بنے ..."

اخلاق مارے بے بسی کے کچھ بولنے کے لیے منہ کھولتا پھر بند کر لیتا کہ پروین چالو ہو چکی تھی۔

"ایسی تو اللہ ماری شکل ہے تمہاری۔ بچے ڈر جائیں دیکھ کر...... یہ میرا جگر ہے برداشت کر رہی ہوں اس شکل کو۔"

"میرے جگر کی داد نہ دینا۔" جب بولنے کا کسی طور بھی موقع نہ ملا تو وہ دل میں سوچتا چپل پہن کر گھر سے باہر چلا گیا۔ پیچھے پروین ننھی کی چٹیا پکڑ کر چیخی۔

"باپ کو بیٹھنے نہیں دیا سکون سے، شروع کر دی تین جوڑوں کا پہاڑا پڑھنے۔ چلا گیا بڑی منحوس کے پاس۔"

☆☆☆

اُدھر بڑے گھر میں وہی کام ہو رہا تھا جو ایسے موقع پر ہوتا ہے۔ مسرت اپنی بیٹی گوشی کے ساتھ درمیانی دیوار میں جا بجا بنے سوراخوں میں سے جھانک رہی تھی جہاں اس طرف پروین چیخنے لگی تھی۔

"اب دیکھنا بڑی کیسے اپنی بات منواتی ہے۔"

مسرت کا خون کھول کر رہ گیا۔ جی چاہا دیوار سے کود کر جائے اور پروین کو مزید ایسی غلط فہمیوں میں ڈال کر اپنے سینے میں ٹھنڈک بھر آئے۔

"اماں نیچے اتر۔ ابا اِدھر آ رہا ہے۔" گوشی نے بازو سے پکڑ کر اسے دیوار سے دور کیا۔ پروین جیسے شکل بنا آئے تھے ان کے یوں تاکا جھانکی کرنے کا، اس کی چنگھاڑتی آواز یہاں تک ان کے کان پھاڑ گئی۔

"دیکھو ذرا...... ماں بیٹی ٹنگی ہوئی ہیں دیوار سے دوسرے گھر کی بو سونگھتی۔"

مسرت اور گوشی توبہ توبہ کرتی دیوار سے پرے ہٹ گئیں۔

"چار آنکھیں ہیں کم بخت کی...... دو آگے دو پیچھے...... آر پار دیکھ لیتی ہے۔" مسرت پہلی بار پروین کی کسی صلاحیت کی معترف ہوئی۔ ساتھ ہی بیٹی کو کھانا گرم کرنے دوڑایا۔ سرتاج چوٹ کھا کر آ رہا تھا۔ اس کی سیوا میں فی الحال بھلائی تھی۔

☆☆☆

مثال تھی تو پرانی مگر اخلاق پر صادق آتی تھی۔ یعنی گیدڑ کی جب شامت آتی ہے تو وہ شہر کا رخ کرتا ہے اور جب اخلاق کی شامت آئی تو اس نے دوسری شادی کر ڈالی۔ تین سال کوئی اتنی لمبی مدت بھی نہیں ہوتی مگر وہ کیا کہتے ہیں کہ عورت ہی عورت کی دشمن ہوتی ہے۔ سو تیسرا لگا نہیں اماں نے پہلے اعلان کرنا شروع کر دیا۔

"میں اس سے زیادہ نہیں صبر کرنے والی۔ غضب خدا کا اخلاق کے ساتھ بیاہ ہے مرد تیسرے بچے کے بھی باپ بننے والے ہیں اور اِدھر پہلے کا بھی چانس نہیں بن رہا۔" اماں نے کہا اور کر دکھایا۔ مسرت کو ایسی پھرتی یا پھر بے غیرتی کی امید ہوتی تو اخلاق کو زنجیر میں ڈال کر قید کر ڈالتی مگر مکاری و چالبازی میں وہ بہرحال ساس سے کم ہی تھی۔

اور اخلاق بھلے کتنا ہی شریف سہی...... دوسری شادی کو ٹالنا اس نے بھی کفرانِ نعمت ہی سمجھا...... حالانکہ دوست احباب سب سمجھانے کے لیے موجود تھے کہ ایک نہیں سنبھالی جاتی تو دو کا کھڑاگ نہ پال...... مگر کیا کہنے ایسی شرافت و معصومیت کے جو دوسری شادی کے سامنے چت ہو گئی۔ بنا اس خوف کو سر پر سوار کیے کہ اس کی تو ایک بھی دس کے برابر ہے۔ وہ دوسری لے ہی آیا۔ مسرت بھی اماں کی پسند تھی، پروین کو بھی اماں ہی پسند کر آئیں۔

اور کرنی ایسی ہوئی کہ اِدھر پروین کے ہاتھوں کی مہندی بھی نہیں اتری۔ اُدھر مسرت کی طرف سے ماں بننے کی خوشخبری موصول ہو گئی۔ اماں کے لیے تو اب پروین اور مسرت ایک برابر ہی تھیں۔ جو بھی اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

منصب تک پہنچتا انہوں نے اس کے چاؤ اٹھانے ہی تھے۔ سو مسرت کے لیے ان کی سوئی محبتیں جاگ اٹھیں۔ پروین کو کہاں گوارا تھا جس بہانے کے دم پہ وہ دوسری دلہن بن کر اس گھر میں آئی تھی وہ کیا ہاتھ سے گیا اسے مسرت کے وجود سے ہی نفرت ہوگئی۔ یوں گھر میں نئے محاذ کھل گئے۔ اِدھر مسرت کا منا پیدا ہوا...... اُدھر کچھ ماہ کے بعد پروین کی ننھی آگئی......

اِدھر مسرت کی گوشی نے انٹری ماری اُدھر پروین کے پپو نے چند ماہ کے وقفے سے آنکھ کھولی غرضیکہ ایک مقابلے کی فضا پیدا ہوگئی۔

وہ اخلاق جس کی اولاد نہ ہونے کے غم کی وجہ سے اماں دوسری بہو لے آئی تھیں۔ اب درجن بھر بچوں کا باپ بن چکا تھا۔ منے کی پیدائش پہ دیگ...... ننھی کی باری میں میٹھے چاول...... گوشی کے ٹائم جلیبیاں...... پپو کی دفعہ لڈو...... اس کے بعد جو جو پیدا ہوا اماں بستر کو پیاری ہوتی ہو جاتیں۔

"کم بخت کیڑے مکوڑوں کی طرح بچے پیدا کررہی ہیں۔" دونوں بہوؤں کو الگ الگ بٹھا کر۔ "کم بچے خوشحال گھرانا" پہ ضخیم لیکچر دیتیں۔ مگر اب بہویں کہاں سننے والی تھیں۔ اوپر سے ان کے دنگل...... ذرا ذرا سی بات پر دونوں گتھم گتھا ہوجاتیں، ایسے میں ایک کے کپڑے تو دوسری کے بال...... کیا کچھ نہیں ان لڑائیوں کی نذر ہونے لگا۔ اخلاق کی ساری سُدھ بُدھ تک ان جنگوں نے ختم کر ڈالی تھی۔ اماں کو جب اپنے فیصلے کی سنگینی کا احساس ہوا تب بہت دیر ہوچکی تھی۔

اخلاق کے بال ہی نہیں دماغ بھی اُڑ چکا تھا اور گھر میں بچوں کے نام پر یاجوج ماجوج کی قوم...... اتنے پیٹ اور بھرنے کا ذریعہ صرف ایک... اماں کو یہ غم بالآخر اگلے جہاں لے گیا۔

جانے سے پہلے ایک نیک کام وہ یہ کرگئیں کہ اپنے اس آبائی گھر کے بیچ دیوار اٹھوا گئیں۔

یوں "بڑے" اور "چھوٹے" گھر کی بنیاد پڑی۔

اب بہویں بھلے ہی اپنے اپنے گھروں میں آرام سے ہوں مگر اخلاق کا آرام، سکون، چین سب تباہ ہوچکا تھا۔ وہ ٹینس کی بال کی طرح بڑے اور چھوٹے گھر پر لڑھک لڑھک کر حقیقتاً گھس گیا تھا۔

☆☆☆

"گجر ہوٹل" کے "مال و اسباب" پہ ویسے ہی مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں جیسے کے بھنبھنایا کرتی تھیں۔ عام دن ہوتے تو اخلاق جی بھر کر بدمزہ ہوتا مگر آج طبیعت اتنی مضمحل تھی کہ "گجر ہوٹل" کی یہ مکھیاں بھی خود سے معتبر محسوس ہوئیں۔ آج کل بڑے چھوٹے گھروں میں ایک ہی باجا بج رہا تھا۔

"ابا کپڑے......"

"ابا جوتے......"

اور اس کی کلرکی اس شان کی متحمل تھی ہی نہیں کہ ان فرمائشی لسٹوں کو پورا کرسکتی۔ بڑی روکھی پھیکی سیٹ تھی...... گزارے لائق تنخواہ اور اوپر کی آمدنی کی امید سے محروم...... ایسے میں جب دنیا اور دنیا والوں سے جی اچاٹ ہوجاتا تو وہ بنا ناشتا چائے پیے اس ہوٹل پر آجاتا...... جو تھا تو گجر چاچا کا ڈھابا...... خانوں جیسے دو چھوٹے چھوٹے کمروں کے آگے چھج نما برآمدہ جہاں موجود چولھوں پر چائے کے کالے سیاہ پتیلے نظر آتے اور چھپر کے آگے رکھی تین بے رنگ بینچیں۔ جن میں سے ایک اخلاق کے نام ہوچکی تھی۔ وہ جب جب یہاں آتا یہ بینچ اسے خالی ملتی۔ گھر کی گھٹن زدہ فضا میں جب سانس لینی دوبھر ہوجاتی تب یہاں آنے سے دو چار لمبی لمبی سانسیں لینے سے، خود پر کُڑھنے، جلنے سے کچھ دیر بعد تک طبیعت اور اوسان دونوں بحال ہو ہی جاتے تھے۔ کیا کیا جاتا کہ جتنی ہلکی پھلکی سی انسیت اخلاق کو اس ڈھابے سے محسوس ہوتی تھی اتنی ہی چڑ، بیزاری کوفت اس کے مالک گجر چاچا کو دیکھ کر ہوتی تھی۔

صاف شفاف دھوتی کُرتے میں ملبوس توند ہی...... دانتوں کی چھب دکھاتا اس کی طرف لپکا آرہا تھا۔

"پتا نہیں موٹے کو میری بو کہاں سے آجاتی ہے جدھر ہو جو کررہا ہو چھوڑ کے بھاگ آتا ہے۔" ...... پژمردہ ہوئے بیٹھے اخلاق پر مزید اکتاہٹ طاری ہوئی۔ "یہ موٹا یہاں نہ ہوتا تو کیا ہی بات تھی۔ وہ لمحے جو سکون کے لیے کاٹنے آتا ہوں اس کی باتوں میں گزر جاتے ہیں۔ ایسے قربان جاتا ہے کہ پوچھے میں کلرک نہیں کمشنر لگا ہوا ہوں۔"

"کدھر گم ہوا اخلاق باؤ؟" خیالوں کی ڈور گجر چاچا نے آکر توڑ دی۔ اخلاق آہ کھینچتا اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"کاش......" اخلاق بولا تو لہجے میں رنجیدگی ہی رنجیدگی تھی۔ "کہیں گم ہو پاتا۔"

"خیر کی بات کرو اخلاق باؤ۔" گجر چاچا کے دل کا حال اللہ بہتر جانتا تھا۔

"اداس لگ رہے ہو؟" جب اگلے کئی منٹ تک اخلاق کی خاموشی نہ ٹوٹی تو گجر چاچا کو پھر سے پوچھنا پڑ گیا۔

"میں خوش کب نظر آیا ہوں؟" اخلاق حسبِ معمول چڑ گیا۔

"خیر کی بات کرو اخلاق باؤ۔" چاچا پہ مصنوعی گھبراہٹ سوار ہوئی۔ آج اخلاق کچھ زیادہ ہی نڈھال ہوا بیٹھا تھا۔

"گھر میں تو سب خیریت ہے ناں؟" تھوڑے توقف کے بعد گجر چاچا نے سہما سہما سوال کیا۔

"یوں پوچھو تم خیریت سے ہو؟" اخلاق کے لہجے کی کاٹ پہ اس بار چاچا نے بھی ناگواری سے پہلو بدلا۔

"خیر کی بات کرو اخلاق باؤ۔" گجر چاچا نے قدرے خفگی جتلائی۔ اخلاق نے بے اختیار سر ہاتھوں پر گرالیا۔ موٹا کمبل ہی ہوتا جارہا تھا جبکہ اس وقت اسے شدید خاموشی اور تنہائی درکار تھی۔

"چاچا......" سر اٹھا کر وہ کراہا۔ "مجھے دیکھ کر تمہیں خیر کیوں یاد آرہی ہے؟"

"مجھے لگتا ہے تیری طبیعت ٹھیک نہیں۔"

"یہ طبیعت چودہ سال سے خراب ہے۔" اب کے اخلاق کے اندر سے جیسے درد بول اٹھا۔

"ہائیں۔"

"جب ایک تھی...... دس کے جتنی ایک...... پھر دوسری کیوں لایا؟" اخلاق کے آنسو نہیں نکلے تھے۔ باقی رونے کے اہتمام پورے تھے۔

"یار یہ تو جنتی کام کیا تو نے ......" اخلاق کو لگا چاچے نے بھگو کر مارا ہے مگر چاچا سنجیدہ تھا۔

"بات سن...... کوئی پیسوں کا مسئلہ ہے تو میں......" بس بہت ہوچکی تھی۔

"یہ تو اپنی چائے کے پیسے سنبھال...... میں چلتا ہوں۔" اخلاق کے لیے ناممکن سی بات تھی چاچا کا احسان لینا۔ وہ کھڑا ہوا اور جیب سے چائے کی قیمت نکال کر میز پر پھینکتا بنا سلام دعا کے رخصت ہوگیا۔ چاچا نے اس کی گم ہوتی شبیہہ تک اسے بڑے غور سے دیکھا تھا۔

☆☆☆

"ننھی......" آواز نہیں ایک صدمے بھری چیخ تھی جو پروین کے حلق سے برآمد ہوئی تھی۔

"کہیں دیوار سے تو نہیں گرگئیں؟" ننھی کے ہاتھ سے رسالہ چھوٹ گیا کمرے میں آنے سے پہلے وہ پروین کو دیوار پر ٹنگا ہوا دیکھ آئی تھی پھر سیکنڈوں میں کیا ہوگیا۔ باہر آئی تو دیکھا پروین چارپائی پر ڈھیر ہوئی پڑی ہے۔ چہرہ صدمے و بے یقینی سے کچھ اور ہورہا تھا۔ آنکھیں پانیوں سے بھری تھیں۔

"اماں کیا ہوا...... گرگئیں؟" زوردار آواز

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں پوچھتی ننھی مارے پریشانی کے بھاگتی ہوئی قریب آئی۔

"ہائے......نصیب!" کہنے کے ساتھ پروین نے دائیں بائیں سر مارا، سینہ مسلا، گال تک پیٹ ڈالے۔

"بی پی نیچے آگیا ہوگا۔" ننھی نے اندازہ لگایا۔ پروین نے کھینچ کر ایک ہاتھ اُسے جڑ دیا۔

"اُدھر دیکھ۔" پروین کی رنگت مارے حسد، جلن کے کالی سیاہ ہونے لگی تھی۔ ننھی کندھا سہلاتی دیوار کی طرف آئی۔ سوراخ میں سے جھانکا اور اگلے پل بالکل پروین کی طرح لال پھر نیلی اور آخر میں کالی پڑ گئی۔

بڑے گھر میں الگ ہی سماں تھا۔ مسرت، گوشی، منا اور باقی پلٹن صحن میں چارپائیوں پر جمع تھی۔ ان کے سامنے بڑے شاپروں کے منہ کھلے پڑے تھے۔ لشکارے مارتے جوڑے، آنکھیں چندھیاتے نقلی سیٹ، جوتے، اور بہت کچھ......

ننھی پروین کے پہلو میں جا ڈھیر ہوئی۔ بالآخر بڑے گھر والوں نے عید کی شاپنگ کر لی تھی۔

☆☆☆

اور پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ اِدھر اخلاق نے قدم رکھا...... اُدھر بارش شروع ہوگئی۔ صرف چپل کیا...... چمٹا، ڈوئی، ٹالکم پاؤڈر کا ڈبا اور پھر قینچی...... جھک کے ان حملوں بلکہ ہتھیاروں سے بچنے کے بعد اخلاق کو احساس ہوا قینچی سے کیوں بچا؟ گھس جانے دیا ہوتا پیٹ میں...... پھر کہاں کے دو گھر اور کیسی خون سکھاتی فکریں...... جنت ہوتی...... وہ ہوتا اور کیا پتا دو چار حوریں بھی۔

"آؤچ......" سوچوں میں گم اخلاق یہ تک بھول گیا کہ ابھی گولا باری جاری ہے۔ اسٹیل کا گلاس سر پر آ بجا تو وہ واپس چھوٹے گھر کی ڈیوڑھی میں حاضر ہوا۔ پروین ہتھیار سجائے اب جنون میں تھی اور پرے بچوں کے نعرے۔

"ابا آگیا......ابا آگیا۔"

سر سہلاتا تھوڑا آگے بڑھا تو نعرے فرمائشی ہوگئے۔

"ابا جوتے، ابا کپڑے، ابا چوڑیاں۔"

وہ ادھ موا سا چارپائی پر گر سا گیا۔

"یہ ہے میری اوقات۔" پروین کی طرف دزدیدہ نظروں سے دیکھ کر دہائی دی۔

"یہی ہے......صرف اور صرف یہی ہے۔" نتھنے پھلاتی پروین غرائی۔

"اب کیا گناہ ہوگیا؟" اخلاق رونکھا ہوگیا۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ سب کے گلے دبا دے۔

"اپنی چہیتی کو شاپنگ کرا آئے۔ اب بھی پوچھتے ہو کیا گناہ کیا؟" پروین نے ہاتھ نچا نچا کر دکھ رویا۔ لمحے بھر کو تو اخلاق کو چپ لگ گئی۔

"اب بولتی بند ہوگئی۔" پروین زیادہ شیر ہوئی۔

"میں نے نہیں کرائی۔ اس نے اپنی بچت سے کی۔" بڑی بودی سی کوشش کی خود کو بے قصور ثابت کرنے کی۔

"اے......ہے۔" ہونٹ ٹیڑھے کر کے پروین نے گویا اخلاق کا مذاق اُڑایا۔ "ایسی سلیقے والی کب سے ہوگئی؟"

"مجھے نہیں پتا۔" اخلاق کو پھانسی گھاٹ سامنے نظر آیا۔

"مجھے بھی نہیں پتا...... آج اور ابھی ہم نے بازار جانا ہے۔"

"آج......ابھی۔" اخلاق کو جائے پناہ ڈھونڈنا مشکل ہوگئی۔

"آج اور ابھی!" پروین نے گویا پتھر پر لکیر کھینچ دی۔

"یہ دیکھ......" اخلاق نے مارے بے بسی کے جیبیں الٹ کر دکھائیں۔ "خالی ہیں، پھوٹی کوڑی

بھی نہیں۔"

"یہ فنکاریاں میرے سامنے مت کرو۔"

پروین چلائی۔ "مجھے آج ہی جانا ہے۔ جدھر سے ہو انتظام کرو۔"

"یہی......یہی......" اخلاق بال نوچتا اٹھ کھڑا ہوا۔ "یہی حالات ہوتے ہوں گے جب بینک لوٹنے یا ڈاکا ڈالنے کو دل کرتا ہوگا۔ یہی حالات بنتے ہوں گے جب خود کو آگ لگانے کی خواہش جاگتی ہوگی۔"

"اور وہ حالات بھی اسی جیسے ہوتے ہوں گے جب ماں بچوں کے گلے دبا کر خود پنکھے سے لٹک جاتی ہوگی۔"

"استغفراللہ۔" اخلاق کی ہمت و برداشت جواب دے گئی۔ لمبے لمبے قدم اٹھاتا وہ اگلی جست میں دروازے سے نکل چکا تھا۔ پیچھے پروین چنگھاڑتی رہی۔

"میں کہہ رہی ہوں میں ایسا کر بھی لوں گی......" اخلاق چلا گیا تو پپو کو دبوچ کر چلائی۔

"کم بخت...... دروازے پر تالا نہیں لگا سکتے تھے پھر چلا گیا۔ بڑی بدمعاش کے پاس۔"

☆☆☆

مگر وہ بڑی کی طرف نہیں گیا تھا۔ یونہی یاسیت کا شکار ہوا...... گلیاں ناپتا رہا اور پھر جب پاؤں چلنے سے انکاری ہوگئے اسے پتا بھی نہیں چلا وہ کب ہوٹل کی مخصوص بینچ پر آ بیٹھا تھا۔ جس کے تہ خانے نما کمروں کو تالے پڑے ہوئے تھے۔ رات کی پُرہول تاریکی، سناٹا، آوارہ کتوں کے بھونکنے کا شور...... اور ویران ڈھابا...... عجیب پُراسرار فضا ہو رہی تھی مگر حیرت انگیز حد تک اخلاق پُرسکون ہونے لگا۔

"کیا جادو ہے موٹے کے اس ڈھابے پہ، ساری فکریں، سارے دکھ، ساری پریشانیاں کچھ دیر کے لیے کہیں منہ چھپا لیتی ہیں۔ بڑا اپنا پن

دعا

میں تیرے لیے اک دعا کروں
میں رب سے اک التجا کروں
تو خوش رہے، تو سدا رہے
تیرے دل کا آنگن بھرا رہے
تو ہر پل یونہی ہنسا کرے
تو پھولوں کے مانند کھلا کرے
تیری زندگی میں کوئی غم نہ ہو
تیری آنکھ کبھی نم نہ ہو
تجھے کسی سے کوئی گلہ نہ ہو
کوئی دکھ تجھے ملا نہ ہو
تیرے لب میں کوئی صدا نہ ہو
تیرا تجھ سے کوئی جدا نہ ہو
تجھے بن مانگے وہ عطا کرے
تری معاف ہر اک خطا کرے

ذکرہ طاہر، کراچی

نظر آتا ہے یہاں اور پتا نہیں صرف مجھے ہی کیوں نظر آتا ہے۔" وہ چند ثانیوں تک حیرانی میں گرفتار رہا پھر سکڑ سمٹ کر وہاں بینچ پر ہی سو گیا اور اگر ذرا جو بھنک پڑ جاتی کہ زندگی کو مزید آزمائشیں بھی مطلوب ہیں تو پھر کہاں کا اپنا پن اور کیسی بے فکری کی یہ نیند۔ اس بینچ نے ہی کاٹ کھانا تھا جس پر وہ اس وقت مزے سے سو گیا تھا۔

☆☆☆

بلبل بڑا بُرا منہ بنائے مسرت کے پلاسٹک کے تاروں جیسے بالوں کو ہاتھ سے یہاں وہاں کر رہی تھی۔

"ہائے بڑی باجی...... سر ہے کہ چولستان...... ساری ریت اُڑ رہی ہے۔" بالآخر ناک چڑھا کر قدرے مہذب اعتراض جڑا۔

"زبان نہ چلا...... ہاتھ چلا۔ میں نے تجھ سے مشورے نہیں مانگے تیل لگانے کو کہا ہے۔" بلبل نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

ناچار انگلیاں گھمانی شروع کیں کہ بیس روپے کا لالچ بھی تو تھا اس محنت کے عوض۔

"تو نے تیاری کر لی عید کی؟" عید کی شاپنگ کا نشہ اب بھی سوار تھا۔ آج کل مسرت ہر کسی سے یہ سوال کر رہی تھی کہ پھر جواب میں اپنی بھی ڈینگیں مارنے کا موقع ہاتھ آجاتا۔

"لے تیاری کیسی بڑی باجی؟"

"یہ کیا بڑی باجی، چھوٹی باجی کی رٹ لگائے رکھتی ہے۔" بڑی باجی کہہ کر گویا بلبل اس کی دُم پر پاؤں رکھ دیتی تھی۔

"میں نہیں ہوں کوئی اتنی بڑی بلکہ جب اس پروین پھپھنی کو بیاہ کر لائے تھے تو میں تین سال کی بیاہی اس پھپھنی سے چھوٹی لگتی تھی۔"

"سچی......!" بلبل کو اس سے زیادہ حیرانی آج تک نہیں ہوئی تھی۔

"اور نہیں تو کیا...... اتنا پکا منہ تھا اس کا۔ دو بچوں کی ماں تو ضرور لگتی تھی۔" بلبل بے چاری عجیب مصیبت میں گھر گئی۔ ہاں کرتے دل سکڑ کر رہ جاتا اور نہ وہ کر نہیں سکتی۔ چپ کی چپ ہو گئی بس۔

"اچھا چھوڑ ...... بتا عید کی تیاری کا۔"

"اے باجی...... اس عید پہ کیسی تیاری!"

"کیوں؟" مسرت نے ابرو چڑھائے۔

"اس عید پر تو خوشبوئیں ہوتی ہیں۔" بلبل کہیں کھوسی گئی۔

"کس کی؟" مسرت کو بلبل کی پہیلی ذرا نہ سمجھ آئی۔

"کلیجی بھُننے کی...... کباب تلنے کی...... کوفتے پکنے کی...... سری پائے گلنے کی......" مسرت منہ کھولے حیرت سے بلبل کا بیان سنتی رہی۔

"تم نے ایویں اخلاق بھائی جان کا خرچہ کروالیا۔ اس عید پر تو بکرا لینا پڑتا ہے۔"

"بکرا......" مسرت کی آواز کپکپائی۔ عید کی شاپنگ مشکل سے ہوئی تھی۔ بکرا کیسے آسکتا تھا۔

"آہو بکرا۔"

تھوڑے بہت ردّوبدل کے ساتھ اسی پیرائے کے مشورے چھوٹے گھر میں پروین کی ماں اسے گھول کر پلا رہی تھی۔

"کوڑھ مغز...... اپنے الّلے تلّلوں کے لیے شوہر کا سر کھانا آتا ہے۔ کام کی بات کے لیے نہیں......؟" پروین منہ آنکھیں پھاڑے ماں کی جھاڑ سنتی رہی۔

"اتنے سال ہو گئے تیری شادی کو۔ قسم کھا کر بتا تو نے بکرے کی شکل بھی دیکھی کبھی؟"

"کبھی نہیں......" پروین نے...... سرسراتی آواز میں کہہ کر گردن ہلائی۔

"دُر فٹے منہ......" اماں کا اشتعال اور بڑھا۔ "کیسے فخر سے کہہ رہی ہے۔ کبھی نہیں...... ارے کم عقل...... بقر عید پر تو دیکھ لیا کر بکرے کی شکل...... یہ ہر مال۔" اماں نے بڑی بے دردی سے پروین کی شوق سے کی گئی شاپنگ کو ہاتھ سے بے ترتیب کیا۔ جو پروین دو دن پہلے لے کر آئی تھی اور اب اماں کو دکھانے کے لیے نکال لائی تھی۔ "لے کر خوش ہو بیٹھتی ہے ہر سال...... بکرا خرید...... جس کا اوپر سے حکم ہے اور جس میں بچوں کی خوشی اور ثواب بھی۔"

"اماں...... مم...... میں کیسے...... مطلب اخلاق دو گھروں کے بکرے کیسے لے سکے گا؟"

"ارے دوسری کی جانے بلا...... تو اپنی فکر کر...... تجھے کیا پڑی ہے اس کا درد پالنے کی...... اخلاق نمٹے اس سے۔" اماں اسے نئی راہ دکھا چکی تھی۔ پروین کو اگلے کئی گھنٹوں تک ہر طرف بکرے ناچتے نظر آتے رہے۔

☆☆☆

گجر ہوٹل پہ رش نہ ہونے کے برابر تھا...... اکا دکا گاہک آئے ہوئے تھے انہیں بھی چھوٹا ڈیل کر رہا تھا۔

"گجر چاچا" خود اپنے خاص الخاص اور مستقل گاہک "اخلاق" کے سامنے بیٹھا تھا۔

آج نرالی بات نظر آرہی تھی۔ بتائی نہ بھی جاتی تو بھی دیکھنے والے کھٹک سے سمجھ جاتے۔

چاچا...... گردن اکڑائے، مونچھیں سنوارے، ٹانگ پہ ٹانگ رکھے بڑی شان سے جلوہ افروز تھا۔ چھب دکھاتے بتیس کے بتیس دانت ذو معنی مسکراہٹ کا ساتھ دے رہے تھے اور اس کے مقابل بیٹھا اخلاق...... آج وہ اخلاق ہی نہیں لگ رہا تھا جسے گجر چاچا کے سائے سے بھی چڑ ہوتی تھی۔ چاچا جب جب بولتا اس کا دل کرتا یا چاچے کے ہونٹ سی دے یا اپنے کان لپیٹ لے اور آج وہی اخلاق...... ایسا معتقد ہوا بیٹھا تھا کہ دنیا دیکھ کر حیران کم پریشان زیادہ تھی۔ ادب سے ہاتھ باندھے، سر جھکائے بڑے بڑے عقیدت مندوں کو مات دیتا، آج بول نہیں رہا تھا صرف سن رہا تھا اور بہت خوشگواری سے سن رہا تھا۔ گویا کہ چاچا کی زبان سے الفاظ نہیں پھول برس رہے ہوں۔

اور یہ سب اس لیے نہیں تھا کہ سورج مغرب سے نکلا تھا بلکہ اس لیے تھا کہ پروین کی شاپنگ چاچا کے طفیل ہو گئی تھی۔ اس نے ٹھیک ٹھاک رقم اخلاق کی مٹھی میں تھمائی تھی۔ اس کی مُردنی شکل سے خود ہی اندازہ لگا کر کہ "اب آیا اونٹ پہاڑ کے نیچے۔" کچھ دیر کے تامل اور جھجک کے بعد اخلاق نے وہ رقم لے لی تھی...... جو ایسی برکتوں والی تھی کہ اس سے کی گئی شاپنگ کے بعد گھر میں چین اور سکون کے بادل منڈلانے لگے پھر وہ کیسے نہ چاچا کا احسان مند ہوتا۔

☆☆☆

"بکرا......!" اخلاق کو کوئی سو وولٹ کا کرنٹ لگا۔ بڑی پیاری میٹھی سی نیند آرہی تھی مگر اب آنکھیں ہی نہیں باقی حواس بھی ایک دم سے ہوشیار ہو گئے۔

"پھر سے کہوں؟" مسرت اس کے کالر سے کھیلتے ہوئے بانکی سجیلی دلہن کی طرح اٹھلائی۔

"نہیں......" اخلاق سے کہنا دوبھر ہو گیا۔

"مجھے بکرا لے دیں ناں؟"

"کون...... کون سا...... چابی والا یا بیٹری والا؟"

"اوہو......" مسرت بری طرح جھنجلائی۔ اخلاق کو بات کے بیچ ٹوک کرنا گوارا دکھائی پھر وہی اٹھلانا۔ "اصل والا، بڑا، اونچا...... لمبا......" وہ کہیں خوابوں میں محوِ سفر ہوئی۔

"وہ...... وہ تو زرافے ہوتے ہیں۔" اخلاق کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔ مسرت نے فرمائش نہیں گولی داغ دی تھی۔

"مجھے قربانی کا بکرا چاہیے......" اب کے مسرت غرائی۔

"مم...... میں ہوں ناں۔"

"تمہیں پروین قربان کرے...... میں تو بکرا لوں گی۔"

"تم میری کچھ لگتی ہو یا نہیں؟" اخلاق روہانسا ہو گیا۔

"لگتی ہوں ناں۔" مسرت نے پھر سے آنکھیں پٹپٹائیں۔

"پھر کیوں ظلم کرتی ہو؟"

"میں ظلم کرتی ہوں...... میں......!" مسرت کی فلمی ادائیں فوراً غائب ہوئیں۔

"نہیں...... دوسری بھی۔" اخلاق ہونٹوں میں بدبدا کر رہ گیا۔

"گھر کیسے چلاتا ہوں وہ میں جانتا ہوں، اوپر سے ایسے مواقع پر تم سب کی فرمائشیں کیسے پوری کرتا ہوں وہ بھی میں ہی جانتا ہوں...... تم نے بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

عذرا رسول کی ڈائری سے انتخاب

☆ چائے میں چٹکی بھر کالی مرچ اور نمک ملا کر پینے سے ٹھنڈ سے بیٹھا گلا کھل جائے گا۔

☆ جلد چمکدار اور ملائم کرنے کے لیے ایک ماسک شہد کا ہے ایک چمچے میں تھوڑا سا شہد لے کر اس میں چند قطرے لیموں کا عرق ڈال کر اچھی طرح چہرے پر لگائیں، بیس منٹ بعد روئی کو گرم پانی میں بھگو کر آہستہ آہستہ اتار لیں۔

☆ روغنِ بادام کو پانی میں پھینٹ کر چہرے پر لیپ کریں چہرے کی رنگت نکھرتی ہے اور چہرہ چمکدار ہوجاتا ہے۔

☆ سردیوں میں چہرہ بے رنگ ہوجاتا ہے اس لیے آٹے کی بھوسی میں چھاچھ ملا کر دس منٹ تک چہرے اور گردن پر اس کا لیپ کریں۔

☆ خشک جلد کے لیے ایک ماسک یہ ہے فریش کریم ایک چمچ دہی ایک چمچ انڈے کی سفیدی ایک چمچ، بادام کا تیل چند قطرے، شہد ایک چمچ تمام چیزوں کو اچھی طرح حل کرکے موٹی تہ چہرے اور گردن پر لگائیں دس منٹ بعد دھولیں۔

☆ دودھ آدھا کپ دو چمچ آٹا، ایک چٹکی ہلدی، آدھے چمچ لیموں کا رس، پیسٹ بنالیں۔ ایک گھنٹے لگانے کے بعد دھوئیں چہرہ کھلا کھلا رہے گا۔

☆ چہرے کو نرم و ملائم اور شاداب رکھنے کے لیے انڈے کو پھینٹ کر اس میں ایک چمچ شہد ملا کر لگائیں 15 منٹ بعد منہ دھولیں۔

☆ بیسن دو چمچ، ہلدی آدھا چمچ تھوڑا زیتون کا تیل ملا کر چہرے پر لگائیں 15 منٹ بعد تازہ پانی سے منہ دھولیں تو جلد پر نکھار آجائے گا۔

☆ گھر میں ابٹن بنالیں، بیسن ایک چمچ، بالائی ایک چمچ، لیموں چند قطرے، ہلدی ایک چٹکی، تمام اشیا یک جان کرلیں اس گاڑھے آمیزے کو چہرے اور گردن پر اچھی طرح لگائیں چند منٹ بعد آہستہ آہستہ ہاتھوں سے مل کر صاف کریں اور نیم گرم پانی سے منہ دھولیں۔ جلد کے داغ دھبے صاف ہوجائیں گے اور چہرہ گلاب کی طرح ملائم ہوجائے گا۔

☆ ٹماٹر کے رس میں تھوڑا لیموں کا رس ملا کر چہرے پر لگائیں سوکھنے پر ٹھنڈے پانی سے دھولیں۔

☆ پاؤں کے گٹوں پر روزانہ رات کو سرکہ لگائیں چند ہی دنوں میں گٹے بالکل غائب ہوجائیں گے۔

عذرا رسول

جاننے کی کوشش کی کہ کیسے کرتا ہوں، کہاں سے لاتا ہوں؟"

"میرے مشورے پر دوسری ناگن نہیں بیاہ لائے تھے تم۔ ماں کو دعائیں دو۔"

"اب ایسا کرتا ہوں زہر تم سب کو کھلا کر خود بھی کھالیتا ہوں۔"

"تم کیا کرو گے...... میں ایسا کرتی ہوں......"
مسرت نے سینہ ٹھونک کر دھمکایا۔ یہ تو اخلاق جانتا ہی تھا وہ کر گزرنے والوں میں سے تھی۔ اسے سہم کر منہ پر ہاتھ رکھنا پڑا۔

"میں کہہ رہی ہوں...... بکرا آئے گا نہیں تو......"

"نہیں تو میری گردن پہ چھری پھیر لینا۔" اخلاق نے بڑے دل سے کہا تھا۔ مسرت کروٹ بدلتی اونچی اونچی ہچکیاں لینے لگی۔ یہ تو طے تھا کہ بکرے کی فرمائش واپس نہیں لینی تھی۔

☆☆☆

اور اب اخلاق تھا اور ڈھول اڑاتے دونوں گھر یا پھر دھاچوکڑی مچاتے دونوں گھروں کے بچے۔ جنہوں نے اسے صحیح معنوں میں زندگی سے نفرت دلا دی تھی۔

"ابا کھانا۔" ایک طرف سے آواز آتی۔

"ابا گول گپے لینے ہیں۔" دوسرا ہانک لگاتا۔

"ابا چنو نے مارا ہے۔" ایک اور چلاتا۔

"ابا کرلی۔" اور تو اور دو سالہ گڈو نعرہ مارتا۔

ایک اخلاق اور سنبھالنے کو اتنی فوج۔ بیویوں نے بھی کیا خوب کھیل کھیلا تھا۔ خود تو روٹھی ہی تھیں۔ بڑے بچوں منھی، گوشی، پپو، منے کو بھی ساتھ لے گئیں۔ گوشی، منھی میں سے کوئی ہوتی تو اخلاق کی ایسی دوڑ ہی نہ لگ رہی ہوتی۔ چھوٹی پلٹن ساری یہاں چھوڑ گئی تھیں اور اب وہ انہی کے ہاتھوں زچ ہوا بیٹھا تھا۔

بچے کتنے طوفانی ہیں اور مائیں انہیں کیسے سنبھالتی ہوں گی یہ اندازہ بھی بخوبی ہوگیا تھا۔ بچوں کے شور سے گھبرا کر بڑے سے چھوٹے یا چھوٹے سے بڑے گھر جاتا تو پیچھے پیچھے بچے بھی آدھمکتے۔

وہی کرکٹ، وہی دھینگا مشتی، وہی ریں ریں، چیں چیں۔ اخلاق دنوں میں بد اخلاق ہوگیا۔ ایک کی کمر پر، دوسرے کے منہ پر، کسی کے بال، کسی کی چٹکی کیا کچھ نہیں ادھیڑی اس نے انہی دنوں مگر بچے لگتا تھا کمال کے سیکھے پڑے تھے یا بے حد ڈھیٹ۔ مجال تھی جو بات سنتے ہوں۔ الٹا رو رو کر دونوں گھر سر پر اٹھالیتے۔ اخلاق کو حقیقتاً دن میں تارے نظر آگئے۔

☆☆☆

"وہ دیکھ منظور الٰہی جارہا ہے۔" رات کے ساڑھے گیارہ، پونے بارہ بجے حسب عادت گلی کے نکڑ تک ایک راؤنڈ بغرضِ چوکیداری لگا کر وہ جیسے ہی واپسی کے لیے پلٹی قریب ہی کسی نے پھبتی کسی۔ وہ دو لڑکے تھے۔

"کون جارہا ہے؟" منظور نے وہیں رک کر خاصی سنجیدگی سے سوال کیا۔

"کہا تو ہے منظور الٰہی واپس جارہا ہے۔" لڑکے پوری طرح سے فلرٹ کے موڈ میں تھے۔ منظور الٰہی کا فشارِ خون تیز ہونے لگا۔

"آج کتنی سیٹیاں ماریں؟" لڑکے کا اشارہ اس کی چوکیداری کی خودساختہ ڈیوٹی کی طرف تھا۔

"ابھی بتاتی ہوں۔" منظور نے کہتے ہی آستینیں چڑھانا شروع کردیں۔

"اوئے باپ رے۔" دونوں لڑکے حقیقتاً بوکھلائے۔ "منظور آیا فارم میں۔" مارے بوکھلاہٹ میں دوڑ بھی اُدھر لگادی جس طرف منظور کا گھر تھا۔ پیچھے منظور نے بھی لانگ جمپ کا مظاہرہ کرکے ایک لڑکے کو تو جا ہی لیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اے نوید بے وفا مجھے شیر کے......" آگے کچھ کہنے کا موقع ہی نہ ملا۔ منظور نے گردن دبوچ لی تھی۔
"جتنے گھونسے ماروں گی سمجھ لینا اتنی سیٹیاں ماریں۔" قسمت سے لڑکا بھی وہی پھنسا جس کی زبان چل رہی تھی۔
"معاف کردو باجی۔ میں نے دل سے تھوڑی کہا تھا۔" لڑکا گھگیا رہا تھا کہ منظور الٰہی کی گرفت کسی ریسلر سے کم نہیں تھی۔
"دل سے نہیں زبان سے تو کہا تھا۔"
"معاف کردو باجی۔"
"اب باجی...... ورنہ باجا۔"
"قسم سے نہیں میں تو......"
"ہے کس محلے کا گندا خون...... پہلے یہ بتا؟" منظور نے گرفت اور کسی۔ لڑکے نے گھگیاتے ہوئے جب تک اپنا تعارف کروا نہیں دیا منظور نے چھوڑا نہیں۔ وہ بھی دو چار ربل دینے کے بعد لڑکا گردن سہلاتا بنا پیچھے دیکھے پوری رفتار سے غائب ہوا تھا۔
"الو کے......" ہاتھ جھارتی منظور گالی دیتے دیتے رک گئی۔ سامنے کھمبے کے بالکل پاس دیوار کی ٹیک لگائے وہ اخلاق ہی تھا۔
"شش، شش۔" منظور الٰہی نے متوجہ کرنے کی ناکام کوشش کی مگر اخلاق اپنے آپ میں ہی نہیں تھا۔ اس دفعہ منظور نے قریب پڑی کنکری بھی اچھال دی۔ جس کے کھمبے پر لگنے کی آواز سے اخلاق خاصا بدحواس ہوا تھا پھر منظور پر نظر پڑی تو جیسے سمجھ گیا یہ تخریب کاری کس نے کی۔
"اس گھر سے جوتے پڑے ہیں یا اس گھر سے؟" منظور نے انگلی اٹھا کر دونوں گھروں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بالکل عام لہجے میں سوال کیا تو اخلاق کے جیسے زخم اکھڑ گئے۔ سارا درد اس کے چہرے پر سمٹ آیا۔

"رونے کے لیے دونوں گھروں میں جگہ نہ ملی؟" منظور کا لہجہ اس بار ہمدردانہ تھا۔ اخلاق نے منہ پر ہاتھ پھیر کر گویا نارمل نظر آنے کی کوشش کی۔
"تم...... تم کیا کررہی ہو؟"
"جو روز کرتی ہوں...... چوکیداری۔" منظور نے بے نیازی سے جواب دیا۔
"کیوں...... ہیبت خان یہ کرسی تمہیں دے گیا؟" اخلاق نے کالونی کے چوکیدار کا نام لیتے ہوئے طنزیہ کہا۔
"یوں ہی سمجھ۔ اس کی ٹانگ ٹوٹی پڑی ہے۔"
"ڈرتی نہیں ہو؟" پہلی بار اخلاق اس سے اتنا لمبا مکالمہ کررہا تھا۔ وہ دکھنے میں جتنی مردانہ تھی بولنے میں اتنی ہی نرم لگ رہی تھی۔ اخلاق کو اچھا لگ رہا تھا اس سے بات کرکے۔
"نہیں...... ڈریں وہ جن کی دو بیویاں ہوں۔" خالص اس پر چوٹ تھی وہ ٹھیک ٹھاک ہڑبڑایا۔
"گھر جاؤ، رات بہت ہورہی ہے۔" اخلاق چپ رہا تو منظور نے آہستگی سے کہا۔
"تم بھی جاؤ۔" اخلاق کی مردانگی منظور کو یہاں چھوڑ کر خود گھر چلے جانا کہاں برداشت کرسکتی تھی۔
"جا تو۔" اب کے مردانہ منظور گرجی۔ "بچے اکیلے ہیں۔" پھر اخلاق کے گھبرانے پر ترس کھا کر کہا تو اخلاق گردن جھکائے، کندھے لٹکائے بڑے گھر کی جانب بڑھ گیا۔ جہاں بڑے چھوٹے دونوں گھر کے بچے موجود تھے۔

☆☆☆

اب پتا نہیں گڈو کے موشن کی فراوانی دھو دھو کر دماغ اور آنکھوں پر پردہ آگیا تھا یا ویسے ہی دل کو اٹکھیلیاں سوجھ رہی تھیں۔ اس رات وہ پھر سے منظور کے دروازے پر کھڑا تھا۔ نہ صرف کھڑا تھا بلکہ بجا

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھی رہا تھا۔ ہوش تو تب لوٹے جب دروازہ کھولنے کے بعد خود پر کڑی نظریں جمائے منظور نظر آئی۔
"وہ...... آ...... مم...... میں۔" صحیح معنوں میں وہ بے خبر تھا کہ وہ اپنے نہیں منظور کے دروازے پر آ کھڑا ہے۔
"آج پھر دورہ پڑا ہے؟" وہ سختی سے پوچھ رہی تھی۔ اخلاق کی زبان تالو سے لگ گئی۔ نظریں ملانا دوبھر ہوگیا۔ وہ منظور جس سے سارا محلہ کانپتا تھا اس کے دروازے پر اخلاق بنا وجہ آ کھڑا ہوا کوئی سنتا تو اخلاق کی بہادری پر بطور انعام اسے ہار، سہرے ضرور پہناتا۔
"تم نیند میں چلتے ہو یا تمہیں آندھی آتی ہے؟" منظور آج کسی لحاظ کے موڈ میں نہیں تھی۔
"آ...... آندھی......" لفظ اخلاق کے سر پر سے گزر گیا۔
"ہاں، مطلب رات کو اندھا ہو جاتا۔"
"مم...... میں......" اخلاق مزید شرمندہ ہوا۔
"کون ہے پتر؟" تبھی اندر سے پوچھا گیا۔ اخلاق مزید شرمندگی سے بچنے کے لیے اب بھاگنے کی کرنے لگا۔
"اندھا...... نہیں مطلب...... اخلاق باؤ۔" بنا کسی خوف کے منظور نے وہیں سے ہانک لگائی۔ گویا محلے میں اعلان ہوگیا۔ اخلاق کی عقل جواب دینے لگی۔
"اندر لے آ پتر۔"
"نہیں...... میں......" منظور کے استفہامیہ دیکھنے پر وہ بری طرح سے گھبرا کر کہنے لگا۔ "میرے بچے اکیلے......"
"اندر آ۔" ایسی سرد و سپاٹ آواز اخلاق کے اندر باہر سنسناہٹ ہوئی۔ وہ کسی سدھائے ہوئے جانور کی طرح دم ہلاتا منظور کے پیچھے اندر داخل ہوا تھا۔

☆☆☆

اندر کمرے میں گجر چاچا تکیوں کے سہارے اٹھ بیٹھا۔ منظور، اخلاق کو چھوڑ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔
"اخلاق باؤ خیر تو ہے۔ بیمار میں پڑا ہوں منہ تیرا نکل آیا ہے؟" اخلاق کا بس نہیں چلا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ دونوں بیویاں میکے سے آنے کا نام نہیں لے رہی تھیں اور یہاں بچوں نے اس کی جان ایک کر رکھی تھی۔
"خیر نہیں ہے چاچا۔" بہت سوچ سمجھ کر وہ ایک بار پھر چاچا کے سامنے نام نہاد خیر کا پول کھولنے پر تیار ہوا۔ نہ جانے کیوں لگ رہا تھا چاچا اس کی مدد پل بھر میں کردے گا۔
"کیا بتاؤں چاچا، زندگی بہت خراب ہوگئی ہے۔ سچ پوچھو تو مر جانے کو دل کرتا ہے۔ نہ بچے، نہ اپنا آپ نہ کوئی اور...... کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔" کہتے کہتے وہ حقیقتاً بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ نہ جانے کتنا بوجھ تھا دل پر اور کیسا اپناپن تھا چاچا کی ذات میں کہ وہ بلا جھجک کتنی دیر تک روتا رہا۔ چاچا نے بھی چپ کروانے کی کوشش نہیں کی۔
"مجھے لگتا ہے ساری دنیا چین سے ہے، سکون میں ہے، ایک سوائے میرے۔ پوری دنیا کا ایک اکلوتا غمزدہ انسان ہوں میں۔ جسے دکھ دینے والے بھی غیر نہیں...... قسم سے حالات یہی رہے تو ایک دو دن تک تو میرے جل مرنے کی خبر سنے گا۔"
"خیر کی بول اخلاق باؤ، حوصلہ۔" بالآخر گلا کھنکارتے ہی چاچا شروع ہوا۔ "ایسے کیوں سمجھتا ہے تو۔ اس دنیا میں اپنے تیرے نہیں تو کیا ہوا، میں تو تیرا ہوں۔"
"چاچا۔" بالکل مظلوم ہیرو والی آواز برآمد ہوئی تھی اخلاق کے حلق سے۔ بڑی ڈبڈبائی آنکھوں سے چاچا کے چہرے کی جانب دیکھا۔ جس کی معنی

خیز مسکراہٹ اسے بڑی روشن روشن سی لگی۔

''خوشیوں پر تیرا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا تیری دو بیٹیوں کا۔''

''ہاں چاچا...... پر یہ حق دے کون؟'' اخلاق نے ٹھنڈی آہ بھری تھی۔ چاچا چند ثانیوں تک اسے نظروں میں تولتا رہا۔

''خرچہ تنگ ہو رہا ہے......؟'' چاچا کے استفسار پر اخلاق نے قدرے شرمندہ ہوتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اندر کہیں گدگدی ہونے لگی تھی کہ اب مسائل تمام بکرے اور دو بیٹیاں دونوں حاضر۔

''مجھ سے پیسے مانگنے ہیں؟'' چاچا کا اگلا جملہ بھی سوالیہ تھا۔ اخلاق کا سر جھکا تو اٹھ نہ سکا۔ وہ جو یہ سوچ رہا تھا کہ پہلے کی طرح اس کا مطالبہ سنے بغیر چاچا خلوص کی حدوں کو پار کرتا اپنا آپ پیش کر دے گا۔ شرم کے مارے بغلیں جھانکنے لگا۔

''منظور پتر چائے لے آ۔'' اگلا جملہ بھی غیر متوقع تھا۔ اخلاق نے نہ سمجھتے ہوئے چاچا کی طرف دیکھا۔ وہ لمبی بات کے موڈ میں نظر آیا۔ اخلاق کے دل میں ہلکی سی گرہیں پڑیں۔ چاچا کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے بڑے بڑے کوندے لپکتے نظر آئے۔ کہیں کوئی سازش، کہیں کچھ غلط...... اخلاق کو لگا اٹھ کر چلے جانا بہتر ہے۔

''ایک......'' اخلاق کو نظروں کی گرفت میں رکھے چاچا نے لہجے کو بے طرح پُراسرار بنایا۔ ایک کے بعد تھوڑا توقف اور پھر ''سودا کرتے ہیں۔'' کہہ کر اخلاق کو قدرے سہما دیا۔

☆☆☆

ہر سُو گھپ اندھیرا چہار اطراف مایوسی کے گڑھے اندر باہر سناٹا۔ زندگی میں سوائے لفظ زندگی کے اور کچھ نہیں بچا تھا۔

بچے رو رہے تھے، لڑ رہے تھے، مار رہے تھے، چلا رہے تھے وہ خالی دماغ لیے جہاں بیٹھتا وہیں بیٹھا رہتا۔ اپنی بھی خبر نہیں تھی۔ بچوں کی کیا رکھتا۔ غربت نے بڑھتے بڑھتے نہ جانے کب موت کا روپ لے لینا تھا کہ وہ حواس میں واپس لوٹ آیا۔

چھوٹا گڈو بیماری اور ماں کی دوری کی وجہ سے ایسا بیمار ہوا کہ اسے اسپتال داخل کروانے کی نوبت آ گئی۔ اخلاق کے ہوش اُڑ گئے وہ پہلی فرصت میں مسرت کے پاس دوڑا۔

''کوئی ضرورت نہیں جانے کی...... ارے جب سر پر پڑی ہے تو مسرت، مسرت ورنہ کیسی مسرت۔'' مسرت یقیناً پگھل جاتی اگر اس کی پھاپا کٹنی ماں بیچ میں نہ آ جاتی۔ ''ارے کیا تمہارے بچوں کی آیا گیری کے لیے مسرت رہ گئی ہے۔ خرچہ پانی پر بات آئے تو قل پڑھ لیتے ہو بیبیوں کے۔ نہیں آتی مسرت، جاؤ کر لو جو کرنا ہے۔'' اخلاق پھر بھی آس لیے کھڑا رہا مگر جب مسرت نے دروازہ ہی بند کر دیا تو جیسے سب کچھ بند ہو گیا۔ اخلاق رنجیدگی و غصے کی آخری حدوں کو چھوتا پلٹ آیا مگر ایک فیصلہ کُن نتیجے کے ساتھ۔

☆☆☆

''ہائے باجی......'' بلبل نے گھر میں قدم رکھا نہیں آنکھیں پہلے پھٹ پڑیں۔ سامنے بکرا اور بکرے کے گرد جمع ہوئے بچے اور قریب ہی گردن تانے کھڑی مسرت۔

''دیکھا جو کہتی ہوں کر دکھاتی ہوں۔'' مسرت نے بھویں اچکا کر گردن پر مزید کلف لگایا۔

''مان گئی باجی۔'' دل میں مسرت کی اس اکڑ و غرور پر لعنت بھیجتی بلبل مصنوعی ستائش دکھانے پر مجبور ہوئی کہ اب بکرا اور عید دونوں سر پر کھڑے تھے اور گوشت کا لالچ ابھی میٹھا میٹھا بولنے پر مجبور کر رہا تھا۔

''بکرا تو بڑا شاندار ہے باجی۔''

''ہے ناں اونٹ جتنا؟'' مسرت نے ایک اور تفاخر کھاتے میں ڈالا۔

''سنا ہے پروین باجی کے گھر بھی بکرا آ گیا ہے؟'' بلبل نے گویا رنگ میں بھنگ ڈال دیا۔

''یہ بھی سنا ہو گا کہ وہ بھینگا بھی ہے۔'' مسرت نے چمک کر گویا اطلاع دی۔

''ہا...... ہائے عیبی بکرا...... قربانی بھی نہیں ہوگی پھر تو۔'' بلبل جانتی تھی مسرت نے خواہ مخواہ کی چھوڑی ہے پھر بھی مسرت کے آگے نمبر بڑھانے کے لیے کچھ کہنا تو تھا ہی۔

''اماں مغل پورے والی خالہ کا فون ہے۔'' گوشی اندر سے چنگھاڑی تو مسرت کھلکھلا کر بتانے لگی۔

''یہ کوئی دسواں فون آ رہا ہے مبارک باد کا۔''

''تم فون سنو باجی میں تو پتا چلنے پر کہ تم واپس آ گئی ہو سلام کرنے چلی آئی تھی۔'' مسرت سر ہلاتی کمرے میں گھس گئی۔

☆☆☆

''اماں بکرا تو نہیں ہے، کوئی شے ہے۔'' اِدھر پروین آنکھیں میچے ہر ممکن حد تک بکرے کا حُسن فون پر ہی دِکھانے پر تلی تھی۔

''چھت تک لگتا ہے۔''

''اچھا تیری سوکن نے بھی لیا ہے؟'' اماں کو دوسری فکر لاحق ہوئی۔

''لیا نہیں...... لی ہے ٹیڈی بکری۔'' پروین کے حلق میں زہر گھل گیا۔ ''سنا ہے دانت تک پورے نہیں۔''

''عیبی ہوا پھر تو۔''

''اچھا وقع کرو...... میں فون رکھتی ہوں۔ ابھی نہلانا بھی ہے بکرے کو۔''

☆☆☆

کسی لڑکے کے ہمراہ بکرے تو پہلے گھر پہنچ گئے تھے مگر اخلاق رات گئے تک نہ پہنچا۔ دونوں اپنی اپنی جگہ پر تب ہولیں جب سونے کا ٹائم سر پر آ گیا۔

دل اور عادت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اِدھر سے پروین اور اُدھر سے مسرت نے ایک ہی وقت دیوار سے جھانکا اور ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ کر گڑبڑاتی ہوئی واپس اپنے اپنے کمروں کی طرف لپکیں۔ اس تانکا جھانکی نے یہ تو ثابت کر دیا تھا کہ اخلاق یہاں بھی نہیں اور وہاں بھی نہیں۔

☆☆☆

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا جب مسرت کو وہم ہوا کہ اخلاق آیا کھڑا ہے۔ نیند بھری آنکھوں کو بہ مشکل کھولے اس نے دیکھنے کی کوشش کی۔ اخلاق الماری کے پٹ بند کر رہا تھا۔

''کیا کر رہے ہو؟'' اخلاق کے چہرے کا رنگ اُڑا تھا۔ بڑی صفائی سے اس نے ہاتھ میں پکڑے سونے کے دو کڑے جیب میں منتقل کیے۔ اتنا اندازہ ہو گیا تھا کہ مسرت اب بھی نیند کے خمار میں ہے۔

''کتنی بار کہا ہے کہ جھاٹا (بال) کھول کر میرے سامنے نہ آیا کر۔'' کھلے، الجھے بالوں میں مسرت واقعی دل دہلا رہی تھی۔ ''بدروح نہ ہو تو...... بندے کھانے والی۔''

''میری الماری......'' پر اخلاق نے بات پوری نہ ہونے دی۔

''ہمیشہ میری تیری، میری تیری کرنا کبھی ہماری تک نہ پہنچنا۔'' بات اچک کر وہ اچھا خاصا کاٹ کھانے کو دوڑا۔ مسرت نیند میں نہ ہوتی تو فوراً شک میں پڑ جاتی اخلاق کچھ عجیب سا ہو رہا تھا۔

''اچھا سن۔'' مسرت نے بڑے دلار سے کچھ کہنا چاہا۔ اخلاق اس کا بازو جھٹکتا تکیہ اٹھاتا نیچے دری پر دراز ہو گیا۔ مسرت ہونٹ لٹکائے اسے دیکھتی رہی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

☆☆☆

اگلی صبح اخلاق پھر غائب...... وہ مسرت کے جاگنے سے پہلے کہیں چلا گیا تھا۔

"ضرور اس چھپنی کے جادو ہوں گے۔ منحوس کے الٹے ہو گئے میرے تو میرے...... اس کے پاس بھی نہیں جا رہا۔ جاؤں تو ذرا شہزادی سے پوچھوں کس بابے کے تعویز لے رہی تھی۔" آگ کے گولے پر سوار مسرت دروازے کی چوکھٹ پر پہنچی مگر باہر پہنچتے ہی مسرت کو ایمرجنسی بریک لگانی پڑی۔ وہاں پہلے ہی جنگ کا سماں تھا۔

پروین، ننھی اور باقی پلٹن ہائے وائے کیے جا رہی تھی۔ پپو کا دستی پنکھے جتنا کان منظور الٰہی نے مروڑ رکھا تھا۔ آس پاس محلے والے بھی جمع تھے۔

"آ...... آ...... مر گیا...... اماں۔" پپو کے خوفناک ...... ڈکراتے ہوئے واویلے۔

"اکھاڑ دے شیطان کا کان۔" مسرت کو کلیجے میں ٹھنڈک پڑتی محسوس ہوئی۔

"پھر کرے گا...... میں کیا پوچھ رہی ہوں۔ پھر کرے گا؟" منظور نے بڑی بے دردی سے کان کو کچھ اور مروڑا۔

"کوئی ہے...... اماں، بچاؤ۔" اماں بے چاری کیا کرتی کر تو رہی تھی جو وہ کر سکتی تھی یعنی اچھل اچھل کر منظور کو زبانی کلامی تڑیاں لگاتا اور تماشا دیکھتے لڑکوں کو غیرت دلاتا مگر کسے پڑی تھی بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کی۔ خود وہ ماں ہو کر پاس نہیں آ رہی تھی۔

"ارے کیا قصور کیا ہے میرے بچے نے، ظالم عورت؟"

"کتنی بار منع کیا ہے میرے دروازے پر گند نہ پھینکا کر... زبانی نہیں سمجھتا میری۔ آج پھر پھینکا اس لیے مار کے بتا رہی ہوں۔"

"ارے گند، گند پر نہ پھینکے تو پھر کہاں پھینکے؟" بھلے پروین منظور کی لاتوں اور مکوں سے کھنچائی نہیں کر سکتی تھی لیکن زبان تو منظور پکڑنے سے رہی۔

"تو پھر اس کا انجام بھی بھگت۔" منظور نے نہ صرف کہا بلکہ کان کو اسٹیئرنگ وہیل کی طرح گھما بھی ڈالا۔ پپو کی دلخراش چیخیں اب کے پروین ہی نہیں مسرت کا بھی دل لرزا گئیں۔

"اے ہے...... منظور پہلوانی آج کشتی کے لیے کوئی اور نہیں ملا تو میرے بچے کو دھر لیا۔"

"یہ کوڑا صاف کرے۔"

"کیوں کرے، تیرا نوکر لگا ہے؟"

"تو بس پھر گھر بھول جائے اپنا۔" پپو کے باقاعدہ آنسو بہنے لگے۔ تب محلے کے کسی سرکردہ نے انٹری ماری اور پپو سے کوڑا صاف کروایا تب کہیں جا کے خلاصی ہوگئی۔

"کھا گئی ہے دہشت گردن محلے والوں کو...... پتا نہیں کب نکلے گی اس محلے سے؟" پروین پپو کا کان سہلاتی برابر زبان کے جوہر دکھاتی رہی۔

"کرتوت بھی تو ماشاء اللہ ہیں، کوئی بیاہ کرنے کا سوچے بھی تو اگلے کئی روز تک سو نہ پائے مارے ڈر کے......" یہ مسرت تھی، منظور نے ترچھی نظروں سے پہلے پروین اور پھر مسرت کو دیکھا۔

"کرتوت تو تم دونوں کے بھی ماشاء اللہ ہیں، پہلے خود گھر سے نکل گئیں۔ اب عید سر پر ہے تو شوہر نکل بھاگا۔" بڑا آتشیں طنز تھا۔ مسرت اور پروین نے بیک وقت ایک دوسرے کو دیکھا۔ گھر کی بات اس منظور پہلوان کو کیسے پتا؟ انہوں نے ہواؤں کو بھی خبر نہیں دی تھی۔

☆☆☆

اور پھر عید آ گئی۔ صبح صبح محلے میں قربانیوں کے لیے قرعہ اندازی کی گئی۔ اخلاق کے دونوں گھروں کی قربانیوں کا نمبر جلدی نکل آیا...... یہ ایک خوشی...... پھر بچوں کے زرق برق کپڑے، جوتے یہ دوسری خوشی اور بعد میں ذبح ہوئے بکروں کا صحت مند سا گوشت...... یہ تیسری خوشی مگر اخلاق غائب۔

گویا ساری خوشیاں ماند...... اِدھر مسرت، اُدھر پروین دونوں کے منہ اُترے ہوئے تھے۔ بڑے شوق سے لیے گئے جوڑوں میں سے ایک کو بھی ہاتھ نہیں لگایا۔ یہ سوچ کر کہ چلو صبح نہیں آیا تو دن تک آ جائے گا تب کپڑے بدل لیں گی مگر دن بھی گزر گیا۔ شام ہوتے ہی بلبل کی سواری نازل ہوئی۔ چمکتی دمکتی سستی سی خوشبوؤں میں بسی مسرت کو دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔

"ہا...... باجی...... تجھے کیا ہوا؟" مسرت نے بیزاری سے اس کے کم قیمت کپڑوں سے سجے روپ بلکہ بہروپ کو دیکھا۔

"منہ بھی نہیں دھو رکھا تو نے...... میرے منہ میں خاک... کچھ لُٹ پٹ تو نہیں گیا؟" مسرت کی وہی خاموشی۔

"کہیں اخلاق بھائی جان۔" وہ نہ جانے آگے کیا کہنے لگی تھی۔ مسرت تڑپ کر چیخی۔

"تیری زبان بند نہیں ہو سکتی۔" بلبل دبک کر رہ گئی۔ مسرت کی چُنّی مُنّی آنکھوں میں پانی تیرنے لگا تھا۔

"پتا نہیں کہاں گیا ہے...... رب جانے ایسا کیا قصور ہو گیا؟" مسرت سسک اٹھی تھی۔

"قصور تو خیر تم بھی جانتی ہو بڑی باجی۔" بلبل نے صرف سوچنے پر اکتفا کیا۔

"ہائے ربا...... ایک بار چہرہ کرا دے، تیری قسم...... سر پر بٹھا لوں گی، ہائے وے...... میرے سر کے سائیں۔" ابھی یہ ڈائیلاگ بین بننے ہی لگے تھے کہ آندھی طوفان بنی پروین بچوں سمیت گھر میں داخل ہوئی۔ آتے ہی بالکل ساکت لگی مسرت کو جھنجوڑنے...

خوبصورت کہانیوں کا مجموعہ

ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ

فروری 2013ء...... گلابی جاڑوں میں دلوں کو گرمانے والی کہانیاں

آشوب وفا

آخری صفحات پر **محی الدین نواب** کا ایک اور شاہکار

زندہ رہنے کی آرزو مار ڈالنے کی قوت رکھنے والوں سے زیادہ قوی ہوتی ہے...... یہ طاقت و آرزو سنسنی خیز حالات اور خونیں واقعات کو جنم دیتی ہے...... سال نو کے دوسرے شمارے کی خصوصی کہانی...... دوسرا اور آخری حصہ

سود وزیاں

سندھ کی سرزمین...... جہاں کتنے ہی حکمران آئے اور ماضی کے اوراق پر اپنا عہد رقم کر کے تاریخ کا حصہ بن گئے۔ ابتدائی صفحات پر **ڈاکٹر ساجد امجد** کی عرق ریزی...... حجاج بن یوسف تاریخ کے آئینے میں

خیر خواہ

محبوب قلم کار **طاہر جاوید مغل** کے قلم سے کہیں دلربا جذبات اور کہیں مضمحل احساسات سے گندھی ایک سبق آموز تحریر

اس کے علاوہ

انوار صدیقی کے قلم سے **کشکول** اور **ناصر ملک** کے قلم سے **مسافر**...... اپنے اندر سنسنی خیز لمحات سموئے سطر بہ سطر اپنے سفر پر گامزن

ملک صفدر حیات کی **خطرناک تفتیش**، **محفل شعر وسخن** اور **آپ کے خط**

مزید

کاشف زبیر، ضیا تسنیم بلگرامی، مریم کے خان، تنویر ریاض اور ڈاکٹر شیر شاہ سید کی رنگا رنگ دلچسپ تحاریر آپ کی منتظر

WWW.PAKSOCIETY.COM

''اب خوش ہو، مناؤ جشن، گھی کے ڈبے دے آؤ اس بابے کو جس نے ایسے منتر پڑھے کہ اخلاق کو نہ میرا رہنے دیا نہ تیرا۔ جانے زمین نگل گئی یا آسمان، ایسا گم ہوا ہے۔''

''میرے منتروں سے نہیں، تیرے طعنوں سے بھاگا ہے۔'' پروین بھی روتے روتے چلّائی۔

''میرے طعنوں سے یا تیری دھتکار سے...... گھر آتا بعد میں تھا تیری جوتیاں پہلے پڑتی تھیں۔'' بلبل اور بچے...... میکانکی انداز میں کبھی پروین کی طرف گردن گھماتے کبھی مسرت کی طرف۔

''کبھی اس سے سیدھے منہ چائے پانی کا نہیں پوچھا...... ہمیشہ اپنا کنواں بھرتی رہی۔''

''تو نے بھی کم نہیں کیا تنخواہ اینٹھنے کے بعد بھی پیسہ پیسہ کرتی تھی۔ مقروض تو کر دیا تھا معصوم کو۔'' یہ ٹاکرا یقیناً آدھی رات تک رہتا اگر دروازہ نہ بج اٹھتا۔

''اخلاق......'' یک بیک مسرت کی چھٹی حس جاگی۔ ''ایسے دروازہ صرف وہی بجاتا ہے۔ منے...... بھاگ دروازہ کھول۔'' اور منے نے بھاگ کر دروازہ کھولا۔ سامنے واقعی اخلاق کھڑا تھا۔

''ہائے کدھر چلے گئے تھے...... عید کا بھی لحاظ نہیں کیا۔ ہم سب کتنے پریشان تھے۔ تجھے اندازہ ہے؟'' بڑا فلمی منظر تھا۔

''گوشی کے ابا ایسا بھی کوئی کرتا ہے۔ عید پر سب نے بکرے کاٹے، کھائے، ہم نے بس آنسو بہائے۔ منا اور پپو کہاں کہاں نہیں تجھے ڈھونڈتے رہے۔''

''مسجد میں اعلان بھی کروایا آج تو......'' ہچکیاں، آنسو، تڑپ اور...... اور ہاں محبت شاید محبت بھی...... اخلاق کو آج دونوں بیویوں کی طرف سے وہ سب کچھ مل رہا تھا جس کی اسے چاہ تھی۔

''تو بتا تو سہی ننھی کے ابا...... تو گیا کہاں تھا اور کیوں گیا تھا؟''

''قربان ہونے......'' بالآخر اخلاق نے دھیمی آواز میں جیسے بھانڈا پھوڑنا چاہا جو سب کے سر سے گزر گیا۔

''ہائیں۔'' مسرت اور پروین منہ کھولے اخلاق کو دیکھنے لگیں۔

''یہ کیا بات ہوئی؟'' پھر پروین ہی پھیکی ہنسی کے بیچ بولی۔ ''گوشی جا باپ کے لیے کلیجی بھون، بھوکا پیاسا جانے کہاں سے آرہا ہوگا۔''

''ننھی تو جا...... کڑاہی لے آ...... تیرا ابا شوق سے کھائے گا۔'' مسرت کیوں پیچھے رہتی۔ فوراً ننھی کو دوڑایا۔ دونوں کا بس نہیں چل رہا تھا اخلاق کو آدھا آدھا کر کے پاس رکھ لیں۔ جبکہ وہ خود سنجیدہ بنا خاموش کھڑا تھا۔

''تمہارا ابا کھا پی کر آیا ہے......'' یہ آواز دروازے کے آس پاس سے آئی تھی۔ پروین اور مسرت ہونق بنی دروازے کی طرف دیکھنے لگیں۔ جہاں سے دلہن بنی منظور آرہی تھی۔ ''اور کچھ کھلایا تو بدہضمی ہو جائے گی اس لیے سنبھال کر رکھو اپنے گردے اور کلیجے......'' منظور دلہن بنی کھڑی تھی تو اخلاق بھی تو نیا نیا سا لگ رہا تھا۔ پروین اور مسرت نے اب جا کے غور سے دیکھا۔ اخلاق نے سفید کلف لگے کپڑے پہن رکھے تھے۔ ایسے ہی کپڑے اس نے پہلی دو شادیوں پر بھی تو پہنے تھے۔ دونوں کے پیٹ میں مروڑ اٹھنے لگے۔ اخلاق کی گمشدگی...... اور اب منظور نامی طوفان کے ساتھ واپسی۔

''مجھے دروازے پر ٹھہرا کر بھول گئے تھے جی۔'' نوخیز لڑکیوں کی طرح منظور نے بھولپن سے خفگی جتائی۔ پروین اور مسرت کاٹو تو بدن میں لہو نہیں کی تفسیر بن گئی تھیں۔

''ہا...... اخلاق بھائی جان نے تیسری کر لی۔'' کب سے صرف دیکھنے اور سننے میں لگی بلبل نے وہ نعرہ مارا کہ پروین اور مسرت کے بے جان بتوں میں پھر سے جان پڑ گئی۔ اِدھر منظور نے لجا کر تو اخلاق نے سر کھجا کر گویا بلبل کی بات کو تصدیق کی سند عطا کی۔

''ہا...... ہائے اخلاق بھائی جان یہ کیا، کیا......؟'' بلبل سے ہضم ہی نہیں ہو رہا تھا اخلاق نے تیسری کر لی اور محلے کے ''دادا'' سے کر لی۔ کیا دھماکا کیا تھا اس نے۔

''توبہ، توبہ۔'' بلبل نے کان پکڑے۔ ''دو کے بعد بھی کوئی حسرت باقی تھی کیا؟ مان گئے بھائی جان...... مرد کا کوئی اعتبار نہیں۔'' حالانکہ بلبل کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ دو کر کے بھی عقل نہیں آئی کیا؟

''اوئے چپ......'' بالآخر منظور کی مشہورِ زمانہ گرج ابھری بلبل کیا باقی بھی تھرا اٹھے۔

''یہ جھوٹ ہے...... میں نہیں مان سکتی۔'' مسرت کا سکتہ ٹوٹنے لگا تھا۔ وہ گم صم لہجے میں گویا خود کو تسلی دینے لگی۔

''مجھے لگتا ہے۔'' کہنے کے ساتھ ہی پروین نے زور زور سے آنکھیں مسلیں۔ ''میں نیند میں ہوں۔'' پھر بلبل کے آگے بازو لائی۔ ''ذرا چٹکی کاٹنا۔ ضرور میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔'' بلبل نہ جانے کب سے اس موقع کی تاک میں تھی۔ ایسی کراری چٹکی بھری کہ پروین کی دلدوز چیخ سات گھروں تک گئی۔

''اخلاق جی...... آپ بھی تو کہہ رہے تھے کہ آپ خواب دیکھ رہے ہیں۔ سہانا خواب...... دو بلا دُلہنوں کے جادو سے دور ہونے کا خواب......'' منظور نے بڑی شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''آپ...... اور اخلاق جی......'' پروین اور مسرت دونوں کو غش آگئے۔

''بس جہاں آپ جناب کرنے والی آگئی وہاں تو...... وے...... کرنے والیوں کی کیا جگہ پھر؟''

بلبل نے جیسے مستقبل کا نقشہ کھینچ کر پروین اور مسرت کو مزید ایندھن دکھایا۔

''ہائے میں مروں...... یہ کیا کر دیا...... ننھی کے ابا...... میں چھوڑوں گی نہیں...... ایسا ظلم ......ارے میں بخشوں گی نہیں تجھے...... قبر تک تیرا پیچھا کروں گی۔''

''وے میری خدمتوں کا یہ صلہ دیا...... ہائے کیڑے پڑیں اس چنڈال کے...... جس کی خاطر تو نے مجھ پہ، میرے بچوں پہ پہاڑ توڑا...... بلکہ لادا...... ارے میں چھوڑوں گی نہیں۔ دیکھتی ہوں تو کیسے اس پہلوان کو اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ ابھی تیری مت (عقل) ٹھکانے لگاتی ہوں۔ تو بچ......'' اِدھر پروین...... اُدھر مسرت آستینیں چڑھاتی...... پھنکارتیں اخلاق پہ جھپٹنے کو لپکیں...... اخلاق پہ نزع کا عالم طاری ہو گیا۔ ایک نہیں دو...... دو ملک الموت اس کی طرف بڑھ رہے تھے اور بیشتر اس کے یونہی کپکپاتے کھڑے کھڑے جان ہی دے دیتا کہ منظور اپنی دونوں بازو پھیلائے اخلاق کے آگے سیسہ پلائی دیوار آبنی...... مسرت اور پروین کی اچانک بریکیں فیل ہوئی تھیں۔

''خبردار......'' بالکل مولا جٹ اسٹائل میں منظور نے مسرت اور پروین کو دیکھ کر کہا۔ ''جو کسی نے ان کو ہاتھ بھی لگانے کی جرأت کی تو...... قیمہ بنا دوں گی۔''

''ان کو......'' مسرت اور پروین کے حلق میں پھنس گیا۔

''اور نہ ہی میں ان کی بے عزتی برداشت کروں گی...... یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا اگر عزت سے رہنا ہے تو عزت دینا بھی پڑے گی۔ نہیں تو ابھی کے ابھی بستر گول کرو۔'' بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ مسرت اور پروین بے اختیار بے جان شاخوں کی طرح جھولتی ایک دوسرے پر آن گریں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تو آ گئی ہے ہم پہ حکم چلانے والی؟" مسرت بولی تو آواز کا دم خم رخصت ہو چکا تھا مگر کچھ تو لاج رکھنی تھی اپنی۔

"ہاں میں آ گئی ...... بلکہ تم لوگوں کی مہربانی سے آئی۔" مسرت اور پروین نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا بھلا اُن کی مہربانی سے کیوں..... وہ کیوں اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر برباد کرنے لگیں۔

"عید کی شاپنگ اور بکرے ایسے ہی نہیں آ گئے..... اخلاق کو اپنا آپ بیچنا پڑا..... میرے ابا سے یہ سودا اس نے پوری رضامندی سے منظور کیا....." مسرت اور پروین لٹے پٹے جواری جیسی ہو گئیں۔

"اب یہ بے چارے جانتے تھے کہ تم دونوں اپنی ضد سے پیچھے نہیں ہٹو گی..... یہ الٹے بھی کھڑے ہو جاتے تو بھی تم دونوں نے یقین نہیں کرنا تھا کہ سودا ہو رہا ہے اور اخلاق خود بک رہا ہے بلکہ یقین کر بھی لیتیں تو بھی ڈھٹائی اور بے غیرتی سے بخوشی اسے پلیٹ میں سجا کر بیچ دیتیں پر اپنی فرمائشوں کو پورا کر کے دم لیتیں..... اب اگر اس نے اپنی مرضی سے یہ سب کیا ہے تو تم دونوں کو موت آ رہی ہے۔" آخری جملے پہ منظور نے ہاتھ نچایا۔ مسرت کی غیر ارادی نظر اگلے پل پھٹ پڑی منظور کی کلائی میں اس کی بری کے کڑے چمک رہے تھے۔

"یہ..... یہ..... مم..... مم!" مارے صدمے کے مسرت کی زبان ایسی لڑکھڑائی کہ بولنا بھول گئی۔

"اخلاق نے دیے..... منہ دکھائی۔" منظور نے کلائی کچھ اور لہرائی۔ مسرت ایک بار پھر پروین کے کندھے سے جھول گئی تھی۔

"بلبل نی بلبل..... آج سے تو میرے بھی گھر آئے گی۔" منظور کہہ کر پلٹی۔

"آہو چھوٹی باجی..... لکھ واری۔" بلبل نے انکار تھوڑی کرنا تھا۔ اخلاق، پھر منظور اور آخر میں بلبل دروازہ پار کر گئے تو دشمنوں کی دشمن پروین اور مسرت۔

"آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں"

کے مصداق ایک دوسرے سے لپٹ کر زار و زار رونے لگیں۔

☆☆☆

بڑے گھر ...... اور چھوٹے گھر کے عین سامنے موجود، گجر چاچا کے اس گھر کی بیرونی دیوار پہ منچلوں نے اب سکھی گھر لکھ دیا ہے کیونکہ یہاں سکھی خاندان بستا ہے۔ "اخلاق اور منظور....." وہ منظور جو مرد مار تھی، مردانہ وار رہتی تھی۔ آج اخلاق کی خدمت اور اطاعت کسی مشرقی فرمانبردار بیوی سے کم نہیں کرتی..... صحیح معنوں میں اس نے اخلاق کو شوہر ہونے کا مان دیا۔

تیسری کر کے مرد پتا نہیں قید کی کون سی شکل دیکھتے ہوں، اخلاق مطمئن ہی اب جا کر ہوا ہے۔ منظور کی دیکھا دیکھی..... یا اسے نیچا دکھانے کی حسرت میں اب مسرت اور پروین بھی اخلاق پر واری صدقے جانے لگی ہیں۔ گویا تینوں گھروں میں اخلاق کے لیے محبت کے سوتے پھوٹ رہے ہیں مگر زندگی میں ہمیشہ سب کچھ ترتیب سے کہاں رہا ہے؟ جیسے کسی چیز یا جذبے کی کمی کھٹکتی ہے، بالکل ویسے ہی کسی چیز یا جذبے کی فروانی بھی اچھی نہیں لگتی..... یہی حال آج کل اخلاق کا ہے۔ مسلسل تین مہینوں سے محبتیں، چاہتیں اور عزتیں وصولتے اخلاق کے نزدیک تین تین بیویوں کا ڈھیر سارا پیار اور لاڈ نعمت کم زحمت زیادہ بنا ہوا ہے۔

بساطِ زندگی

رفاقت جاوید

"علیزے! تم ہماری دوست ہو..... مگر پھر بھی ہم جیسی نہیں ہو....."

"یہ تمہارا خیال ہے، ایسی کوئی بات نہیں۔" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"پھر تم ہماری طرح کیوں نہیں رہتیں؟" اس کی سہیلیوں کے لبوں پر شکوہ تھا۔

"یہ تم لوگوں کی غلط فہمی ہے....." اور اس سے قبل کہ وہ مزید کچھ کہتی حرا اس کے سر سے اس کا حجاب

WWW.PAKSOCIETY.COM

کھینچ چکی تھی۔

''دیکھو...... اب ہماری علیزے کتنی پیاری لگ رہی ہے۔'' حرا کے لہجے میں زعم تھا۔

''ہاں، واقعی بہت پیاری......''

''یہ تم لوگ کیا کر رہی ہو؟ چلو واپس کرو میرا حجاب۔'' اس نے احتجاج کیا۔

''یار اپنے حجاب سے باہر نکل کر تو دیکھو، دنیا کتنی حسین و جمیل ہے۔ دیکھو ہمارا چھ ستاروں کا چمکتا دمکتا جھرمٹ قابلِ رشک مانا جاتا ہے، تم مس فٹ ہو ہم میں۔ آج ہم سب اپنے اپنے بوائے فرینڈز کے ساتھ لنچ پر جا رہے ہیں، تمہارے حجاب کو دیکھ کر لڑکے تو تم سے کوسوں دور بھاگتے ہیں...... اور ہم پر علیحدہ باتیں بناتے ہیں کہ کس کو ہم نے اپنی دوست بنا لیا ہے۔ تم زندگی کو انجوائے کرنا سیکھو اور دفع کرو حجاب کو۔'' سب باری باری اسے اپنے ناقابلِ فہم مشوروں سے نواز رہی تھیں۔ علیزے کے چہرے پر خاموشی کی چھاپ تھی...... آنکھوں میں اداسی و مایوسی پہلے سے براجمان تھی۔ دل سے ہوک اٹھی اور وہ ان کی آفر پر غور کرنے کے بجائے پریشان سی ہو گئی۔

''اگر ایسی بات ہے تو تم لوگ مجھے چھوڑ سکتی ہو......'' اس نے بالآخر کہہ دیا۔

''نہیں...... ہم تمہیں نہیں چھوڑنا چاہتے...... بلکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمارے رنگ میں رنگ جاؤ......'' سہیلیوں کے مشوروں کی پٹاری کھل چکی تھی۔

''تم نے کالج آ کر کبھی کوئی مزے کی بات نہیں سنائی...... چلو میں تمہیں اپنے بوائے فرینڈ کے ایک بہت ہینڈسم دوست سے ملوا دیتی ہوں، تم بھی ہماری طرح عیش کرو اور نکل آؤ گھر کے پیچیدہ مسائل اور ماں باپ کی چپقلش سے...... گھر میں داخل ہونے سے پہلے حجاب اوڑھ کر والدین کی نظروں میں دھول جھونک کر اپنی فتح مندی پر رشک کرنا لیکن ایک شرط ہے، مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا مت بھولنا۔'' اس کی سہیلی نے رازداری سے کہا اور اس کا حجاب گول سا بنا کر بیگ کے اندر رکھ دیا۔

''میں ماں، باپ کو دھوکا اور فریب دے کر خود کو اپنی ہی نظروں سے کیسے گرا لوں، پلیز میرا حجاب واپس کر دو، اس کے بغیر مجھے ان سکیورٹی کا احساس ہوتا ہے، یہ حجاب ہی میرا فرینڈ ہے۔ میرا جیون بھر کا بہترین ساتھی یہی ہے بلکہ میں تم سب کو بھی نصیحت کرتی ہوں کہ خود پر حجاب کی مُہر ثبت کر کے اس کے سامنے اپنی شخصیت کی مضبوطی اور پاکیزگی و تقدس کو نمایاں کر کے دوسروں کی نظروں میں عزت و تکریم حاصل کر لو یہی عورت کی شان اور آن بان ہے۔ مجھے تو ممی نے کم از کم یہی سبق سکھایا ہے۔'' وہ مستحکم لہجے میں بول رہی تھی۔

''بائی گاڈ...... تم تو دادی اماں جیسی باتیں کر رہی ہو۔'' حرا جُز بز ہو گئی۔

''انہی دقیانوسی اور ناقابلِ قبول خیالات کی وجہ سے تو تمہارے گھر میں جھگڑے چلتے رہتے ہیں۔ تم ایک دفعہ میری مان کر دیکھو تو...... یاد کرو گی کہ حرا نے تمہاری سوچ بدل کر تمہاری افسردہ و پشیمان زندگی میں خوشیاں بھر دی ہیں۔''

''ناممکن!'' علیزے نے چڑ کر کہا اور اپنا حجاب زبردستی ان سے لے کر پھر سے اپنے سر پر جمانے لگی۔

''مجھے تم سے بے پناہ ہمدردی ہے جان۔ چلو علیزے حجاب کے ساتھ ہی سہی۔'' حرا بضد تھی۔

''میں حجاب کی پاکیزگی اور احترام کی دھجیاں اُڑانے کی ہمت نہیں رکھتی۔'' وہ ناگواری سے بولی۔

اس واقعے کے بعد...... وہ دوسرا دن تھا جب حرا نے اسے ایک لڑکے سے موبائل پر بات کرنے کو کہا تو وہ بتھے سے ہی اکھڑ گئی۔

''یار بات کرنے میں کیا قباحت ہے......''

نہیں سالم نگلنے سے تو رہا...... ہاں جہاں تک حجاب کا تعلق ہے اس کی بے حُرمتی کے میں بھی خلاف ہوں، آخر مسلمان ہوں علیزے تم نے تو مجھے بالکل ہی کمتر اور حقیر سمجھ لیا ہے۔'' حرا نے مذاقاً کہا۔

''ایسی بات نہیں...... مجھ میں تم جیسے گٹس نہیں۔'' علیزے نے بھویں چڑھا کر کہا۔ ''میں اماں سے مشورہ کر لوں...... وہ میری بہترین خیر خواہ ہیں۔''

''اوہ...... تم بھی پوری بے وقوف ہو ایسی باتیں والدین سے چھپائی جاتی ہیں نہ کہ...... والدین کا دوسرا نام بے جا تنقید اور دقیانوسی نصیحتوں سے وابستہ ہوتا ہے۔''

''مجھے اچھا نہیں لگ رہا میری اماں تو میری راز دار اور غمگسار دوست ہیں۔'' علیزے نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''اے لڑکی...... اب تم ماں کی آغوش سے نکل چکی ہو۔ اب تم اپنے پاؤں پر اپنے وجود کا بوجھ ڈال کر چل سکتی ہو...... باپ کی انگلی کا سہارا لے کر چلنا بند کرو...... تم جوان ہو چکی ہو۔ اپنی پرائیویسی کا بھرم رکھنا سیکھو...... والدین کی دخل اندازی پر احتجاج کرو...... تمہاری پسندیدگی اور رغبت تمہارے تمام مسائل کا حل ہے۔ وہ زمانہ گیا جب اولاد کی زندگیوں کے فیصلوں کے تمام تر اختیارات پر والدین حاوی رہتے تھے۔ اب دس بوائے فرینڈز میں سے ایک کا چناؤ تو ہمارا حق بنتا ہے، ہماری اپنی زندگی ہے تم ابھی تک اس دنیا کی باسی ہو جہاں عورت گل سڑ کر ختم ہو جانے پر فخر سے تن جاتی ہے۔ ویری بیڈ علیزے...... مجھ سے تمہاری یہ حالت دیکھی نہیں جاتی۔'' حرا روہانسی ہو گئی جو سراسر ایکٹنگ تھی۔ علیزے اس کی باتیں سن کر قدرے پسیجی۔ دل پہلے ہی ڈوبا جا رہا تھا۔ ہلکی سی ہمدردی کام کر گئی۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا چاہیے تھا۔ وہ حرا اور دیگر سہیلیوں کے گلے لگ کر ماں کی بے بسی کے تصور سے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ حرا دیر تک اسے الٹی سیدھی باتوں سے رام کرنے کی کوشش کرتی رہی مگر وہ روتے روتے ان کو یہاں تک بتا گئی کہ ''میرے والد میری اماں کو ہر روز لڑتے ہوئے گھر سے نکال دیتے ہیں۔'' جب دوسروں پر اپنی کمزوری اور بے بسی کا اظہار کر کے ہمدردی وصول کی جاتی ہے تو وہ عموماً بہت مہنگی پڑتی ہے۔ زندگی میں مسائل بتدریج بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔ علیزے بھی اس ہمدردی کے شکنجے میں پھنس کر اپنی تربیت اور اپنی نسوانی عزت و وقار کی قربانی دینے کو تیار ہو گئی۔

''ہو سکتا ہے کہ پاپا نے اماں کو آج گھر سے نکال دیا ہو، آج تو انہوں نے حد ہی کر دی۔ پاپا کی گونجدار آواز نے مجھے دہشت سے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے زلزلہ ہمارے گھر کو ابھی زمیں بوس کر دے گا۔ میں آج کے پیپر میں سوائے اپنا نام لکھنے کے کچھ نہیں لکھ پائی۔ حرا میرے فیل ہونے کا الزام بھی اماں کے سر تھوپ دیا جائے گا کیونکہ ہر اونچ نیچ کا ذمے دار اماں کو ٹھہرا کر پاپا خود بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ اب اٹھتے بیٹھتے پاپا مجھے لعن طعن سے نواز کر اپنا حق جتا کر اماں کو اذیت اور خود کو نہ جانے کون سا اطمینان بخشتے رہیں گے۔'' وہ اپنا اسکارف اتار کر بیگ میں رکھ کر بال درست کرتے ہوئے بولی۔

''کہیں پاگل تو نہیں ہو گئے تمہارے پاپا......'' حرا نے پوچھا۔

''یار میرے پاپا شاید سائیکو ہیں۔ انہیں سائیکاٹرسٹ کی اشد ضرورت ہے مگر ان کا ضدی پن اس مشورے کو ایک گالی سمجھتا ہے۔'' علیزے شدید دکھ و کرب میں مبتلا تھی۔

''تم ان کی فکر کرنا چھوڑ دو علیزے...... اپنے وقت کو اپنے ہاتھ میں رکھو اور خوش رہو...... دوسروں

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے میل جول رکھنے سے بہت سے مسائل خود بخود حل ہوجاتے ہیں تم اپنی ضد پر اڑی رہو۔ دیکھنا تمہارے پاپا کیسے سیدھے ہوتے ہیں۔" حرا نے قہقہہ لگایا تو وہ بھی مسکرادی۔

☆☆☆

ہلکی ہلکی بوندا باندی سے ہوا میں خنکی تھی اور فضا میں دھند لکا بھی تھا۔ یہ موسم علیزے کی اماں ناظمہ کو بے حد پسند تھا۔ وہ عموماً حامد کے ساتھ اس موسم سے لطف اندوز ہونے کے لیے ڈرائیو پر نکل جایا کرتی تھیں مگر اب تمام جذبۂ شوق کو انہوں نے خیرباد کہہ کر ڈھیروں فکروں کو اپنے سینے سے لگالیا تھا۔ یہی شوقین مزاجی علیزے کی فطرت میں بھی موجود تھی۔ آج وہ بے حد اداس تھی۔ موسم کی خوب صورتی کو انجوائے کرنا چاہتی تھی مگر احساسِ تنہائی چارسُو براجمان تھا۔ اسی عالم میں حرا کا میسج آگیا۔ وہ اسے لنچ کے لیے لینے آرہی تھی۔ اس نے اماں سے اجازت طلب کی اور تیار ہوکر حرا کے ساتھ لنچ پر روانہ ہوگئی۔ مگر اداسی اور مایوسی کا اس پر غلبہ تھا۔ حرا کچھ آگے جا کر اسے فیضان کی گاڑی میں بٹھا کر خود اپنے ڈرائیور کے ساتھ کسی کام کا بہانہ بنا کر جاچکی تھی' وہی فیضان جس سے حرا نے علیزے کی اچھی خاصی دوستی کروادی تھی۔ وہ گاڑی میں خاموش بیٹھی تھی۔ فیضان سگریٹ کا کش لیتا اور دھوئیں کا مرغولہ اس کے منہ پر پھینکتا اور پھر اک مضحکہ خیز قہقہہ لگاتا...... مگر علیزے نے کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا۔

"علیزے!" فیضان نے اسے جھنجوڑا۔ "کہاں ہو...... کیا ہوا؟ کچھ تو بولو؟"

"کیا ہونا ہے، وہی پرانا قصہ...... پاپا کی زیادتی اور بے انصافی اور اماں کی خاموشی اور صبر...... بس یہ سب مجھ سے دیکھا نہیں جاتا...... دل چاہتا ہے گھر چھوڑ دوں یا کچھ کھا کر مرجاؤں۔" وہ سخت ناگواری سے بولی۔

"سوچ کافی جاندار ہے۔ اس سلسلے میں خادم مدد کو حاضر ہے۔" وہ مؤدبانہ انداز میں اس کی طرف جھکتے ہوئے بولا۔

"وہ کیسے؟" علیزے کے چہرے پر حیرت تھی۔

"دونوں کہیں دور بھاگ جاتے ہیں، جہاں ہمیں کوئی تلاش نہیں کر سکے اور ہم اس دنیا کی تمام رسموں، رواجوں کو توڑ چھوڑ دیں۔"

"ایسا کیسے سوچ لیا تم نے...... فیضان؟ کیا تم نے دوستی اس...... لیے کی تھی؟ بس آج سے ہماری دوستی ختم...... پہلے میں نے حجاب اتارا...... اب رہی سہی کسر تمہارے ساتھ بھاگ کر پوری کردوں۔" وہ قدرے غصے سے بولی۔

"ویسے یار تم میں سینس آف ہیومر رتی برابر نہیں ہے، تمہیں بھگا کر میں نے کون سا خزانہ حاصل کرلینا ہے۔ مجھ پر لڑکیاں مرتی ہیں مگر میں ہوں کہ انہیں لفٹ تک نہیں کراتا......" وہ بڑی بے پروائی سے بولا۔

"اچھا تو احسان جتارہے ہو۔" وہ برجستہ بولی۔

"ایسی بات ہرگز نہیں علیزے...... دراصل مجھے تم سے پیار ہوتا جارہا ہے۔" وہ شوخی سے بولا۔

"پیار...... سب بکواس...... میں جس باپ کی روحِ رواں تھی وہ دولت کے نشے میں دُھت مجھے بھول گیا، اماں سے نفرت کرنے لگا تم کون ہو بھلا...... میرا تم سے خونی رشتہ ہے نہ ہی کوئی جذباتی تعلق ہے، تم تو ہر پھول پر بیٹھنے والے بھنورے ہو...... میں سب جانتی ہوں...... تمہاری شوخی اور زندہ مزاج میرے دکھوں اور محرومیوں پر غالب آجاتا ہے...... بس، مجھے سکون کی تلاش تھی اور تم فقط میرے دوست ہو اور بس۔" وہ معصومیت سے بولی۔

"صرف سکون کی خاطر میرے ساتھ ہو، کیا

...رہی ہو؟ خود غرض کہیں کی۔" وہ تلملا ہی اٹھا ...میں تمہارا لور تو ہوسکتا ہوں، سکون کی گولی ...

"یار میں تمہاری چھیڑ خانیوں، ہنسی مذاق اور ...ے جاندار قہقہوں کی خاطر کھنچی چلی آتی ہوں' ...نہ کرنا۔" اس نے ٹالنے کی کوشش کی۔

"یعنی اتنی ملاقاتوں کا کوئی فائدہ نہیں ...ہوا۔" وہ ڈھیٹ بنا ہوا تھا۔

"کیا مطلب......؟" وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے ...بولی۔

"یعنی وہ جو فلموں میں نظریں ملیں اور پیار ہوگیا ایسا کچھ ہوا ہے کیا؟" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"سوچوں گی۔" وہ بھی مسکرادی۔

"ذرا سوچ کر بتاؤ تو...... اگر ایسا حادثہ ہوگیا ہے تو میں آج ہی اپنی اماں کو تمہارے رشتے کی بھیک مانگنے تمہارے در پر بھیجتا ہوں۔" وہ شوخی سے بولا۔

"کیونکہ تم میں وہ تمام خوبیاں وافر مقدار میں موجود ہیں۔ جو میرے ہم سفر میں ہونی چاہیے...... میری پسند پر میرا خاندان رشک سے اور میرے والدین انبساط سے جھوم اٹھیں گے۔"

"کیا مطلب شادی...... بھئی مجھے شادی وادی میں قطعی کوئی دلچسپی نہیں، ویسے بھی میں نے اپنے گھر میں شادی شدہ جوڑے کی زندگی سے بہت کچھ سیکھ لیا ہے۔" وہ سنجیدہ ہوگئی۔

"سنو میرے گھر میں ایسا کچھ نہیں...... تم میرے والدین کے ساتھ رہ کر دیکھنا...... کیا انڈر اسٹینڈنگ ہے ان میں...... اس روئے زمین پر جنت ہے ہمارا گھر۔" وہ فخر سے گردن تان کر بولا ...بس اسے بے یقینی سے دیکھتی رہ گئی۔

"ہر مرد تمہارے پاپا جیسا نہیں ہوتا...... یہ ...ہے سب انسانوں میں خوبیاں اور خامیاں ہوتی ہیں مگر اللہ نے عقل و شعور بھی تو عطا کیا ہے۔ آپس میں میاں، بیوی جھگڑ کر نہایت عاقبت نا اندیشی کا ثبوت دیتے ہیں، کبھی زیادتی مرد کی طرف سے ہوتی ہے اور کبھی عورت کی طرف سے مگر تمہارے ہاں تو بقول تمہارے صرف پاپا کی طرف سے زیادتی ہوتی ہے وہ اپنی بیوی کو کھونے کے ساتھ اپنی لاڈلی بیٹی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔" وہ یہ کہہ کر ہنسنے لگا۔

"ہائے ایسے مت کہو...... مجھے پھر بھی اپنے پاپا سے بے پناہ محبت ہے۔" وہ ایک دم تڑپ اٹھی۔

"ٹھیک ہے...... اپنی اماں کی طرح جلتی سڑتی زندگی گزارو، تمہارے پاپا انتہا کے بے حس اور پیار سے عاری ایک ضدی انسان ہیں۔ انہیں صرف دولت اکٹھی کرنے کی ہوس نے زندہ رکھا ہوا ہے۔ تم میری مانو فائدے میں رہوگی، تمہاری اماں کے پاس چوائس نہیں، وہ اس کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتیں...... اپنا گھر' اپنا شوہر اور اپنی اولاد سے کنارہ کشی ان کے لیے آسان نہیں۔ تمہارے پاس وقت بھی ہے، چوائس بھی ہے اور یہ خادم بھی موجود ہے...... پھر دیر کس بات کی۔ تم ایک شریف اور نیک لڑکی ہو، میں نہیں چاہتا کہ زمانے میں بدنام ہوجاؤ، کب تک تمہارا مجھ سے ملنا سب کی نظروں سے اوجھل رہے گا۔ تم اپنے ماں، باپ کی نظروں میں کب تک دھول جھونکتی رہوگی۔ جس دن یہ سب کھلے گا تمہارے جلاد پاپا تمہیں گھر میں قید کردیں گے اور اپنے جیسے مالدار بے وقوف کے حوالے کرکے مطمئن و پُرسکون ہوجائیں گے...... اور تم سچ مچ کچھ کھا کر عالمِ جاودانی سدھار جاؤگی...... ہیرے کی قدر جوہری سے پوچھو۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ "اور وہ تمہارے سامنے موجود ہے۔"

"میں تمہاری بات سے agree کرتی ہوں، ٹھیک ہے۔" اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کل سے ہماری ملاقاتیں بند...... بس میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

ویسی زندگی نہیں چاہتی جس کا تم نے ابھی نقشہ کھینچا ہے۔'' وہ سوچ کر خوف زدہ ہوگئی تھی۔

''ٹھیک ہے، میں آج ہی امی کو تمہارے گھر بھیج رہا ہوں...... تم اپنی تمام سہیلیوں سے مختلف لڑکی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔ تمہارے ان مسائل کا حل شادی ہے۔'' وہ اسے سمجھانے کے انداز میں بولا۔

''مگر...... شادی کے لیے تو ابھی بہت جلدی ہے...... دراصل میں ابھی پڑھنا چاہتی ہوں۔'' اس کے لہجے میں معصومیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

''دونوں مل کر اپنی تعلیم مکمل کریں گے...... اکلوتی اولاد ہونے کا پورا پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں ہم، ذہنی سکون ملنے پر تم اپنے گریڈ دیکھنا، ہر امتحان میں ٹاپ کروگی، میں فضول بکواس نہیں کر رہا، تمہاری زندگی کو کامیاب بنانے میں خوشگوار ماحول اور محبت کرنے والے لوگوں کی اشد ضرورت ہے۔ یہ خزانہ تم میرے گھر میں وافر مقدار میں حاصل کرسکتی ہو، میرے بے مثال ماں، باپ کا سایہ تمہارے سر پر ہوگا اور میں ان کا لاجواب بیٹا تمہارے سامنے ہاتھ باندھے غلام کے مانند حاضر رہوں گا بس تم اپنے جہنم جیسے گھر سے نکلنے کے لیے اپنے ماں، باپ کو راضی کرلو۔'' اپنی محبت وچاہت سے پُر الفاظ اس کی سماعتوں میں منتقل کرکے اس کا نرم گداز ہاتھ پکڑ کر وہ آگے کی جانب چل پڑا۔

☆☆☆

فیضان کا خاندان پشت در پشت پیشے کے لحاظ سے پولیس سے منسلک تھا مگر تھانیداری سے آگے ترقی حاصل کرنا ان کے لیے ناممکن ہی رہا۔ فیضان کسی تھرڈ کلاس پرائیویٹ یونیورسٹی میں پچھلے کئی سالوں سے بی بی اے مکمل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا ہونے کی وجہ سے حد درجے عیاش، دھوکے باز اور جواری ہونے کی بدنامی کو شہرت کا نام دے کر پھولا نہیں سماتا تھا۔ جانے کتنی ہی معصوم لڑکیوں کو پیار ومحبت کے نام پر تباہ وبرباد کرکے ان سے ترکِ تعلق کرلینا گویا اس کا وتیرہ بن گیا تھا جسے وہ مردانگی اور دلیری کا نام دے کر تفاخر سے اپنے حلقۂ احباب میں گردن تان کر بیان کرتا تھا۔ علیزے کے حالات جان کر اس سے مکمل فائدہ اٹھانے کا منصوبہ آج کل اس کے زیر غور تھا وہ علیزے کے باپ حامد کی دولت ہتھیا کر امارت کے سہانے سپنے دیکھ رہا تھا۔ علیزے اس کی نظر میں حسین محبوبہ نہیں بلکہ سونے کی خوب صورت چڑیا تھی جس کے پر کاٹ کر وہ اپنے من پسند پنجرے میں مقید کرکے اپنے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا خواہشمند تھا۔ بیٹھے بٹھائے بغیر محنت ومشقت کے کسی کی دولت ہتھیا کر سانپ کے مانند کنڈلی مار کر بیٹھنے میں مضائقہ ہی کیا تھا۔ اس نے بچپن سے یہی تربیت حاصل کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہمیشہ آدمیت اور شرافت کے جامے میں علیزے سے نہایت اپنائیت، ہمدردی اور ترحم کی آمیزش کے ساتھ ملتا۔ اُس روز بھی لنچ کا بل دیتے ہوئے اس نے گویا بہت تیر مارا تھا۔ علیزے پر اپنی بے غرضی ثابت کرنے کے لیے وہ ہر ممکن کوشاں تھا۔ علیزے کی نیم رضامندی پر فیضان نے اپنی منصوبہ بندی کا تذکرہ والدین سے چھیڑا تو وہ خوشی سے اچھل پڑے۔

اندرونِ شہر کی تنگ گلیوں میں پرانی طرز کا بوسیدہ سا گھر جو وراثت میں ملا تھا...... پرانا اور میلا کچیلا، ٹوٹا پھوٹا فرنیچر اور کچن میں معمولی نوعیت کے برتن ان کے رہن سہن کی نشاندہی کر رہے تھے۔ بیٹے کی چالبازی والدین کے دل کو ایسی بھائی کہ انہوں نے دوسری بار سوچنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔

اُدھر علیزے نے بھی اماں کو حالِ دل سنایا تو ناظمہ اس کی بے باکی اور بے حجابانہ انداز پر پہلے تو حیرت وتجسس میں ڈوبیں پھر اس کے من کی تمام تر

...اگلوانے لگیں اور وہ ہمدردی پا کر اماں سے بے ...سب کچھ بیان کرتی چلی گئی۔ اماں کی ...ہیں اس کے چہرے سے دل کا حال پڑھ چکی ...مگر اس کے حتمی اور آخری فیصلے پر وہ کلس کر رہ ...پھر بھی اپنے جذبات پر قابو پا کر اسے ...کے نشیب وفراز سمجھاتے ہوئے کئی بار گلوگیر ...میں سمجھایا مگر علیزے ماں کی باتوں کا لبِ لباب ...سے قاصر تھی۔ اس کی نوعمری اور معصومیت نے اس کی عقل پر پردہ ڈال دیا تھا۔ وہ اماں کی طرف سے انکار یا اعتراض سننے کو قطعاً تیار نہیں تھی۔ اس نے اماں کو دوٹوک فیصلہ سنادیا۔

''اماں اگر آپ میری شادی کے لیے پاپا کو راضی نہیں کریں گی تو میں ساری دنیا کے سامنے یہ ...چھوڑ کر فیضان کے ساتھ چلی جاؤں گی۔ آپ میری حقیقت اور سچائی پر مبنی باتوں پر غور وفکر تو کیجیے۔ آپ یہاں مظلومیت میں گھُٹ گھُٹ کر قربان ہونے ...رہی ہیں، ایک دن پاپا آپ کو تمغۂ صبر واستقلال ...کرتے ہوئے خوشی خوشی لحد میں اتار کر واپس آتے ہی اپنے لیے نئی نویلی دلہن لے آئیں گے۔''

وہ فیضان کی زبان بول رہی تھی اور ناظمہ حیران تھیں کہ اسے یہ باتیں کس نے سکھادیں۔ وہ احساسِ شکست خوردگی سے تڑپ اٹھیں۔ بیٹی کے آگے ہاتھ جوڑے کچھ نہ بن پڑا تو دھموکے بھی لگائے، بال ...مگر سب بے سود گیا۔

ایک وقت تھا اس کے مقدر کی تختی پر سوائے ...کے کچھ اور تحریر نہیں تھا مگر جب غربت تھی سکون اور خوشیوں کی جیت تھی...... مگر آج بیٹی کی ...اور ہٹ دھرمی اسے ماں کے مدِ مقابل لاکر ...نے پر مجبور کر رہی تھی۔ آج پیسہ تھا مگر اطمینان نام کو نہ تھا۔ شوہر بھی اپنا نہ تھا، بیٹی بھی تعلق توڑنے کو تیار ...۔ وہ گھر میں اِک نیا ہنگامہ برپا ہونے کے ڈر سے باری تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہوکر التجائیں کرنے لگیں کیونکہ انہیں یقین تھا اس بار بھی ناکردہ گناہوں کی پاداش میں وہی سزاوار ٹھہرائی جائیں گی۔ حالانکہ علیزے کی تربیت میں مشرقی روایات اور اپنی تہذیب سے لگاؤ اور محبت کو بہت اہمیت دی گئی تھی۔ حامد بدلتے حالات سے نابلد ہرگز نہیں تھے مگر پھر بھی ناظمہ کو ہر صورت ماں کی حیثیت سے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ وہ اس خوف سے لرز اٹھیں۔

''مجھے اپنی جیسی بزدل اور بے ہمت عورت بنانے کے خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔ مجھے نفرت ہوگئی ہے اس قسم کی عورتوں سے...... بہتر ہے آپ اس مسئلے کو ٹھنڈے دل سے سوچیں۔ اور بہتر یہی ہے کہ پاپا کو فوری طور پر تمام حالات سے آگاہ کرکے خود اس مسئلے سے دستبردار ہوجائیں اور انہیں یہ بتانا نہ بھولیے گا کہ میری رگوں میں انہی کا خون دوڑ رہا ہے، وہ جانتے ہیں میری خودسری اور گستاخی میں انہی کا ہاتھ ہے۔ جب بڑے موقع پرستی، بے انصافی اور بے رحمی کا لبادہ اوڑھنے کو بزرگی کا نام دے ڈالیں تو چھوٹے کیسے برائی اور بھلائی میں تمیز کرپائیں گے۔ میرے لیے بھی پاپا اپنے جیسا شاطر بدمزاج اور فقط دولت کا پجاری قسم کے مرد کا انتخاب کرکے سوسائٹی میں اپنا نام ومرتبہ بڑھانے کی کوشش کریں گے۔ انہیں بتادیجیے گا کہ میں ان کی پسند پر ہرگز نہیں چلوں گی۔'' ناظمہ اس کی باتیں سنتی رہیں مگر دل تھا کہ یقین کرنے کو تیار نہیں تھا کہ ان کی معصوم بچی کب اتنی بڑی ہوگئی کہ ماں، باپ کے مقابلے پر آنے لگی۔

☆☆☆

''ہیلو...... جی آپ کون بول رہی ہیں......؟'' علیزے نے اپنے موبائل پر انجان آواز سن کر حیرت سے پوچھا۔

''بیٹا میں فیضان کی امی بول رہی ہوں، مجھے تمہارے بارے میں اس نے سب کچھ بتادیا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں اپنی پیاری بیٹی سے ملنے کو بے تاب ہوں۔'' ان کے لہجے میں بے پناہ پیار تھا۔ وہ خاموش رہی۔

''بیٹے آج تم لنچ ہمارے ساتھ کرو...... میں تمہارے لیے اپنے ہاتھ سے کھانا بنا رہی ہوں۔'' ان کے لہجے میں بہت اپنائیت تھی۔

''جی آنٹی ضرور آتی مگر اماں اجازت نہیں دیں گی۔'' وہ آہستگی سے بولی۔

''بچے اپنی اماں سے بات کراؤ...... میں دیکھتی ہوں وہ کیسے نہیں مانیں گی۔'' وہ بہت خود اعتمادی سے بولیں۔

''آنٹی آپ کو بتاؤں، انہوں نے تو میرے باہر نکلنے پر بھی پابندی لگادی ہے، میں تو ایک قیدی بن کر رہ گئی ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''بس بچے فکر نہ کرو، ہم تمہیں جلد از جلد رہا کروالیں گے۔ ہم آج شام تمہارے والدین سے ملنے آرہے ہیں اگر تم رضامند ہو تو فیصلہ تمہارے حق میں ہوگا جان۔'' وہ پچکارتے ہوئے بولیں تو علیزے اپنے آنسو صاف کرنے لگی۔

شام کو علیزے تیار ہو کر اپنے کمرے سے باہر آئی تو ناظمہ قدرے متحیر ہو کر اسے دیکھنے لگیں۔ انہیں دال میں کچھ کالا نظر آرہا تھا۔ ان کی زیرک سوچ اصل حقیقت تک پہنچ چکی تھی۔ ابھی وہ اسی سوچ میں ڈوبی کھڑی تھیں کہ ڈور بیل بجی...... علیزے نے تیزی سے جا کر گیٹ کھول دیا...... چوکیدار بھی اسے تکتا رہ گیا۔ ناظمہ بھی تیزی سے گیٹ تک پہنچ گئی تھیں۔ وہاں فیضان اپنی ماں کے ساتھ کھڑا تھا، اُس کے عجیب مکروہ مسکراہٹ زدہ چہرے پر چمکتے ہوئے دانت خاصے نمایاں تھے۔ میلی اور گھٹنے سے پھٹی جینز پر کُھلے گریبان کی شرٹ سے گلے میں پہنی ہوئی سونے کی چین جھانک رہی تھی۔ کلائی پر چاندی کا بھدّا سا بریسلیٹ...... اس کی بھونڈی شخصیت کی غمازی کر رہا تھا۔ ماں نے بھی تمام کیل کانٹوں سمیت حملہ کیا تھا۔ علیزے ابتدائی تعارف کے بعد انہیں ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ ناظمہ بیٹی کی پسندیدگی کو سوائے پاگل پن اور جنون کے کوئی دوسرا نام نہ دے سکیں کیونکہ ظاہر آوہ کہیں سے بھی ان کے برابر کے لوگ نہ تھے۔ ناظمہ نے جب بات چیت کی تو وہ حد درجہ خوشامدی نکلے' انہیں ناظمہ کی شکل میں اپنی مرحومہ بہن نظر آرہی تھی جسے گلے لگا کر فیضان کی ماں خاصی دیر آنسو بھی بہاتی رہیں۔

''اس گھر کے سارے فیصلے ان کے والد کیا کرتے ہیں۔'' ناظمہ نے کہا۔

''جب ہی تمہارا چہرہ زندگی سے خالی ہے۔'' فیضان کی ماں نے ایک بار پھر ناظمہ کو کلیجے سے لگا کر رونا شروع کر دیا تھا۔

آخر چند ملاقاتوں میں ماں، بیٹا ناظمہ پر کمند ڈالنے میں کامیاب ہوگئے۔ ناظمہ کی زبان سے اس خاندان کے رکھ رکھاؤ اور عزت و تکریم کی باتیں ہونے لگیں کیونکہ فیضان کے گھر والے خوشیوں اور مسکراہٹوں کا گہوارہ بن کر ان کے آگے تھے پھر ان کی ظاہری خوش اخلاقی اور تہذیب کو دیکھ کر کوئی فیضان کے کردار کے بارے میں انگلی نہیں اٹھا پایا۔ کچھ ایسی جلد بازی دونوں ماں، بیٹے نے دکھائی کہ علیزے کے باپ کو کچھ پوچھنے کا موقع ہی نہیں مل پایا کسی طرح گھر میں تھوڑی بہت تبدیلی لا کر علیزے کے والدین کو بھی گھر دکھا دیا گیا تھا۔ یوں صرف علیزے کی بے جا ضد اور خود سری سے وہ اپنا... پرآسائش گھر چھوڑ کر تنگ گلیوں کے پرانے گھر کے ایک پورشن میں جا بسی۔ خوشی اور طمانیت اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی مگر پھر بھی ہر کوئی ہراساں و پریشاں اس کے اچھی طرح بسنے اور خوش حالی کے لیے دعا گو تھا۔ شاید سب کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی۔

علیزے کی کم عمری اور ناسمجھی کا بھرپور فائدہ اٹھایا گیا۔ سب سے پہلے ساس نے تمام زیورات بہت چالاکی و ہوشیاری سے ہتھیا لیے جس پر علیزے اعتراض کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی وہ اپنی توجہ اور محبت کے لحاظ سے اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھ رہی تھی۔

علیزے اس سچائی سے بے خبر و لاعلم سسرال کے اشاروں پر چل رہی تھی۔ انہوں نے اسے محبت کا واسطہ دے کر میکا چھڑوا دیا تھا۔ بیٹی کی اس طرح شادی ہونے کے صدمے اور رنج میں ناظمہ روز بروز گھلتی جا رہی تھیں اور حامد کی بے بسی اور لاچارگی عتاب کی صورت میں ناظمہ پر برسنے لگی گھر جو پہلے شور و رونق کی آماجگاہ تھا اب وہاں ہر وقت ماتمی فضا چھائی رہتی۔ سیپ کا موتی کسی اور کے خزانے میں جا چکا تھا۔ اس کی محرومی کا احساس حامد کو اچھی طرح ہو چکا تھا حالانکہ حامد نے رشتہ طے کرنے سے پہلے ہی فیضان کو اپنے بزنس میں شامل کرنے کا سوچ رکھا تھا مگر بے صبری میں وہ بہت تیز نکلا۔ دھاندلی سے دوسروں کا پیسہ ہتھیانا اس کی فطرت میں شامل تھا۔ رشتہ ہونے سے لے کر علیزے کے بیاہ کر ان کے گھر جانے تک کے عرصے میں حامد اچھی طرح ان لوگوں کی فطرت سے آگاہ ہو چکے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ ہر وقت غصے اور انتقام کی آگ میں کھولتے رہتے تھے بس بیٹی کے خیال سے کوئی قدم نہیں اٹھا پا رہے تھے۔

''ناظمہ! باہر کی دنیا میں بھی کبھی جھانک لیا کرو' اپنے ہی مراق میں گم رہتی ہو، یہ دیکھو تمہاری لاڈلی کی طرف سے مجھے نوٹس آیا ہے۔'' حامد کسی کاغذ کو دیکھتے خشمگیں لہجے میں بیوی سے کہہ رہے تھے۔

''کیوں......؟'' حیرت سے ان کا چہرہ سوالیہ نشان بن چکا تھا۔

''اس نے جائداد میں اپنے حصے کا مطالبہ کیا

جا دسمبر

روڈ، رف، بورنگ دسمبر
جا میں تجھے پسند نہیں کرتی
تیرے مزاج کی زرد، سرد لہریں
میرا وجود کپکپاتی ہیں
برف جیسی تری ستم ظریفی
مجھے بے وجہ سرسراتی ہے
جا جلد جا کہ ٹھنڈ جا
میرے جذبوں کو برف کر ڈالا
اب آس مجھے نئے برس کی ہے
نئے دنوں کی نئی رُتوں کی ہے
سنہری صبحیں منتظر ہوں گی
اجالے راہ میں سجے ہوں گے
سریلے پنچھیوں کی وہ ڈاریں
جمی برف پگھلتی، ٹھٹھرتی سی ہوگی
وہ آنگنوں میں لوگ چہکیں گے
گلوں کی ڈنڈیاں بھی چٹخیں گی
کھیت در کھیت خوشبو مہکے گی
گندمی خوشے سر اٹھائیں گے
ڈر کے بھاگیں گے بودے لمحے
خوشیاں آنکھوں میں جھلملائیں گی
ہاں...... روڈ، رف، بورنگ دسمبر
جا میں تجھے پسند نہیں کرتی

شاعری: صائمہ قیصر، راول پنڈی

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے۔" آواز اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گئی تھی۔ آنکھیں تاسف سے بھیگ گئیں۔

"ہمارے بعد سب کچھ اسی کا تو ہے۔" ناظمہ کے لہجے میں شکستگی تھی۔

"اس بے جوڑ رشتے کی خیر خواہ تم تھیں ناں...... دیکھ لو میں عورت کے مشوروں پر چلنے والے مردوں کو ایسے ہی تو تنفر و طنز سے نہیں دیکھتا۔ آج میں دو عورتوں کے ہاتھوں احمق بن گیا ہوں۔" وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ "وہ جس خاندان میں گئی ہے، وہ سفید کو کالا اور کالے کو سفید منوانے کے تمام ہتھکنڈوں سے بخوبی واقف ہیں۔" ان کے لہجے میں اضطرابی کیفیت تھی۔

"کتنی دعاؤں اور منّتوں کے بعد ہمیں اولاد نصیب ہوئی تھی۔ کاش وہ پیدا ہی نہ ہوتی، کاش وہ پیدا ہوتے ہی مر گئی ہوتی۔" ناظمہ بے بسی سے یہی کہہ سکیں۔

"تمہارے جذباتی رویّے سے میں تنگ آچکا ہوں۔" حامد کی آواز اشتعال سے قدرے بلند ہوگئی۔

"آپ کے اسی ٹیڑھے پن کا نتیجہ آج یہ نوٹس ہے، علیزے آپ کا ہی خون ہے۔ ذرا انتظار تو کریں ابھی اور کیا کیا ہوتا ہے۔" وہ منہ ہی منہ میں کہہ کر رہ گئیں۔

☆☆☆

اسی طرح کے کچھ اور مطالبات پورے کرتے کرتے سال گزر گیا تھا۔ علیزے ایک بیٹی کی ماں بن گئی تھی۔ اس خبر پر والدین تڑپ اٹھے۔ اس سے ملنے کی بے تابی عروج پر پہنچ گئی۔ فیضان نے کافی... رقم بٹورنے کے بعد اب ایک عرصے سے اسے اپنے والدین سے ملنے نہیں دیا تھا۔ آخر کار وہ دونوں اس موقع پر سب کچھ بالائے طاق رکھ کر تحائف اور مٹھائیاں لے کر اس کے گھر پہنچ گئے۔ علیزے نے ملنے سے انکار کر دیا اور پیغام بھیجا۔

"مجھے دو ٹکے کا سامان دے کر بہلانے کی کوشش مت کریں۔ میرا منہ دیکھنا ہے تو آپ کی جائیداد مجھے دیں۔" ان حالات میں وہ زیادہ دیر وہاں نہ رک سکے۔ تمام تحائف انہوں نے نوکر کے حوالے کیے اور اشکبار آنکھوں سے واپس آگئے۔ آج اس کے باپ کی نگاہوں میں قہر تھا نہ ہی زبان پر نازیبا کلمات...... اس بدمزگی سے ان کے چہرے پر تناؤ کی کیفیت میں بھی بے چارگی کا عنصر نمایاں تھا۔ دولت کے نشے میں سرشار حامد زمین پر ڈھے گئے۔ ناظمہ کا دل اس توہین و ذلت پر تڑپ اٹھا۔

"حامد آج کے بعد ہم اس نافرمان، گستاخ اور نانہجار لڑکی کا منہ تک نہیں دیکھیں گے۔ ہمارے لیے علیزے مر چکی ہے۔" وہ رُندھی ہوئی آواز میں شوہر سے کہہ رہی تھیں، وہی شوہر جو ہر الزام بیوی پر دھرتا، ہر بات پر بیوی کو قصوروار ٹھہراتا اس وقت خاموش تھا بلکہ کچھ دیر تک بیوی کو تسلی دے رہا تھا۔

"ناظمہ اب ہر شخص اپنی زندگی اپنے حساب سے گزارنا چاہتا ہے تو گزارنے دو...... اسے شاید ماں، باپ سے زیادہ چاہنے والے لوگ مل گئے ہیں، وہ ہم سے زیادہ سمجھدار ہو چکی ہے شاید یہ ہماری ہی کوتاہی ہے جو اولاد کا اس طرح کا سکھ دیکھنے کو مل رہا ہے۔ شاید میرے اپنے خون نے مجھ سے میری کوتاہیوں کا بدلہ لیا ہے لیکن ناظمہ میں تمہاری وفاؤں کی عظمتوں کو سلام کرتا ہوں کہ ہر حال میں تم نے میرا ساتھ دیا، میری اپنی اولاد مجھے چھوڑ گئی۔" ناظمہ ان کے اس اعتراف پر انہیں پُراشک آنکھوں سے دیکھتی رہ گئیں۔ نہ جانے وہ آنسو دکھ کے تھے، خوشی کے، پچھتاوے کے یا اولاد کے بچھڑنے کے......

پاگل لڑکی

قرۃ العین شکیل

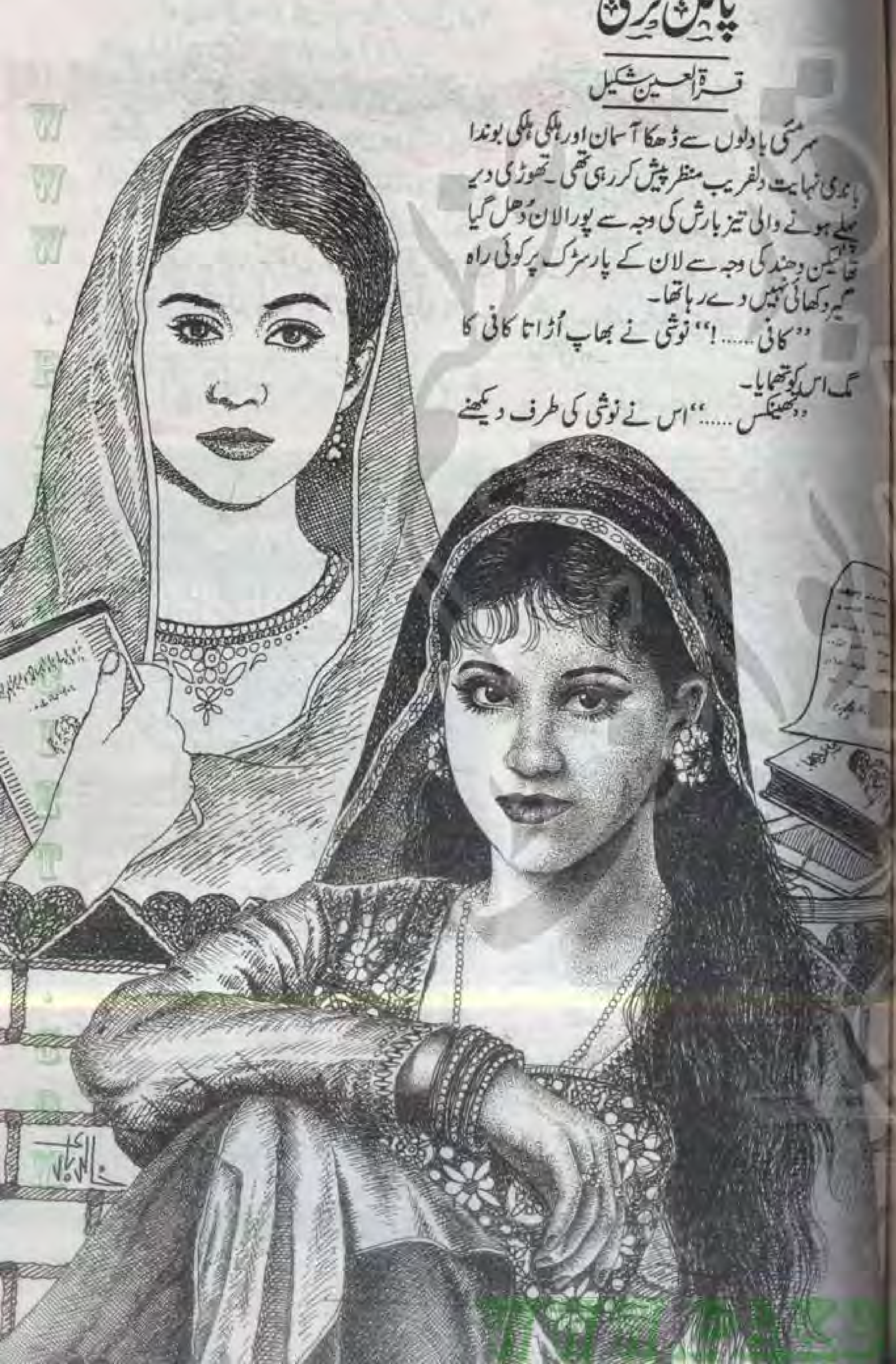

سرمئی بادلوں سے ڈھکا آسمان اور ہلکی ہلکی بوندا باندی نہایت دلفریب منظر پیش کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے ہونے والی تیز بارش کی وجہ سے پورا لان دُھل گیا تھا لیکن دھند کی وجہ سے لان کے پار سڑک پر کوئی راہ گیر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"کافی......!" نوشی نے بھاپ اُڑاتا کافی کا مگ اس کو تھمایا۔

"تھینکس......" اس نے نوشی کی طرف دیکھنے

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے گڑبڑ کیا۔
''ویسے اتنی دھند میں کیا تلاش کر رہی ہو؟''
اس نے اپنے لہجے کو حتی الامکان نارمل رکھا۔
''نوشی تمہیں پتا ہے ناں کہ میری نہایت قیمتی چیز کھوگئی ہے ظاہر ہے وہی تلاش کر رہی ہوں۔'' اس وقت اس کا دل چاہا کہ گرم گرم کافی کا مگ اس پر انڈیل دے لیکن ظاہر نہ ہونے دیا۔

''چیزوں اور انسانوں میں بہت فرق ہوتا ہے محترمہ......'' نوشی کی بات کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''پاگل لڑکی وہ یہاں نہیں آئے گا اٹھو یہاں سے۔''

''کیا پتا نظر آجائے۔ سامنے مارکیٹ سے شاپنگ کرتا ہوا، پھولوں والی دکان سے پھول خریدتا ہوا اور......'' اس نے خودکلامی کی۔

''اس کی اتنی اوقات نہیں کہ وہ اس مارکیٹ سے گزر بھی سکے اور محبت سے ناآشنا شخص پھولوں کو کیا اہمیت دے گا۔ اور بالفرض اگر وہ یہاں آ بھی جاتا ہے تو تمہیں اتنی دھند میں ہرگز دکھائی نہیں دے گا۔''

''تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تم کسی کے بارے میں یوں پیش گوئی کرو۔''

''ایک انجان شخص کے لیے تم مجھ سے اس طرح بی ہیو کر رہی ہو؟''

''انجان شخص وہ تمہارے لیے ہوگا میرے لیے نہیں۔''

''کیا جانتی ہو تم اس کے بارے میں ذرا مجھے بھی تو بتاؤ؟''

''میں خود نہیں جانتی بس اتنا پتا ہے۔
جانے سے پہلے
اس نے میرے آنچل سے
ایک فقرہ باندھ دیا
آئی وِل مس یو

سارا سفر خوشبو میں بسا رہا''

''تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کب سے چل رہا ہے یہ سب......''

''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے اسے تو پتا بھی نہیں [illegible]''

''ت......ت......تم مجھے پاگل کر دو گی پلیز فاریہ بی بی تخیلاتی دنیا سے باہر نکلو حقیقت کو پہچانو اور حقیقت یہی ہے کہ وہ تمہارے قابل نہیں ہے کیوں اپنا وقت برباد کر رہی ہو۔'' اب کی بار اس نے ایک [illegible] نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو اب تم یہاں سے جا سکتی ہو۔

''میری بلا سے بھاڑ میں جاؤ تم اور وہ......''

☆☆☆

''موسم کی شدت کے پیش نظر تمام سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی ادارے مزید دس دن تک بند رہیں گے۔'' فاریہ جو زور شور سے کالج جانے کی تیاری کر رہی تھی سکتے میں آگئی۔ نوشی تو یہ خبر سنتے ہی واپس لحاف میں گھس گئی جبکہ فاریہ لان کی پچھلی سائڈ پر چہل قدمی کے لیے نکل آئی، ہر چیز دھند میں لپٹی ہوئی تھی کوئی پاگل ہی اس وقت کمرے سے نکلا ہوگا لیکن اس کے احساسات بھی موسم کی طرح سرد اور منجمد تھے۔

''نہ میں نے کبھی بات کی اور نہ تم نے مجھ سے اظہارِ محبت کیا پھر میں کیوں اس اذیت سے گزر رہی ہوں۔'' وہ دن آج بھی پوری جزئیات کے ساتھ اسے یاد تھا۔ جب وہ اور نوشی بریک ٹائم میں ریفریشمنٹ کے لیے کینٹین آئی تھیں۔

''فاریہ میں برگر لے کر آتی ہوں پچھلی سائڈ سے یہاں رش بہت زیادہ ہے تم ایسا کرو کہ... کولڈ ڈرنک کے دو ٹن لے لینا۔'' اس نے پیسے پکڑاتے ہوئے تاکید کی۔

''بھائی دو ٹن دینا۔'' اس نے پیسے کاؤنٹر کی طرف بڑھائے۔

''اوہ......'' بے دھیانی میں ایک ٹن زمیں بوس

[illegible] وہ اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔
''چلیں کوئی بات نہیں، میں دوسرا دے دیتا [illegible]''

''[illegible] دیں، میرے پاس اور پیسے نہیں ہیں۔''
''آپ سے پیسے مانگ کون رہا ہے۔'' اس نے [illegible] نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ آواز تھی یا کوئی [illegible] گیا تھا اس کے کانوں میں اتنی خوب صورت [illegible] شاید ہی پہلے کبھی پڑی ہو۔ چلو کل دے [illegible] گی اس نے دل میں سوچا۔
اگلے دن کالج پہنچتے ہی اس نے کینٹین کا رخ [illegible]

''آپ کے پیسے۔'' اب اس نے ''بھائی'' نام کا [illegible] چھلا نہیں لگایا تھا۔ اس وقت وہاں کوئی نہیں تھا اور وہ [illegible] چیزیں سیٹ کر رہا تھا۔

''جی آپ کے پیسے......''
''میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں نہیں لوں [illegible]''

''میری غلطی کی وجہ سے وہ ٹن گرا تھا آپ کا اس [illegible] کوئی قصور نہیں۔''
''دیکھیے محترمہ میں نے آپ سے ایک دفعہ کہہ دیا ہے کہ میں نہیں لوں گا تو پھر آپ کیوں اپنا اور میرا وقت برباد کر رہی ہیں۔''
''تو پھر میں بھی یہاں سے نہیں جاؤں گی۔''
''ٹھیک ہے مت جائیں، میری ہی عزت میں اضافہ ہوگا کہ ایک خوب صورت حسینہ کینٹین والے [illegible] پاس کھڑی ہے اور میری یہ خوش قسمتی ہے کہ......'' اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ [illegible] سے بھاگ آئی اپنے پیچھے اسے فلک شگاف [illegible] سنائی دیا۔

☆☆☆

''آج کیا تاریخ ہے فاریہ اور دن کون سا ہے؟'' نوشی نے اس سے پوچھا لیکن اسے کچھ بھی یاد نہیں آرہا تھا اس کا ذہن کورے کاغذ کی طرح صاف تھا۔

''آ......آ......'' اس نے اپنے ذہن پر زور ڈالا، بدھ کو مما پاپا کی اینورسری تھی اور ان کی اینورسری بارہ مارچ کو آتی ہے اور اس کو گزرے تقریباً چار دن ہوگئے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ اپنی انگلیوں کی پوروں پر گننے لگی لیکن پھر بھی اسے یاد نہیں آرہا تھا۔

''آج 16 تاریخ اور اتوار کا دن ہے محترمہ۔''
''ہاں......ں......ہا......ں۔'' وہ کہنے لگی تھی۔
''واٹ نان سینس فاریہ... تقریباً 15 منٹ سے تم یوں حساب کتاب میں الجھی ہوئی ہو جیسے میں

WELCOME BOOK SHOP
SOLE DISTRIBUTOR of U. A. E
WELCOME BOOK SHOP
JASOOSI SUSPENSE PAKEEZA SARGUZASHT
P.O.Box 27869 Karama,Dubai Tel: 04-3961016
Fax: 04-3961015 Mobile: 050-6245817
E-mail: welbooks@emirates.net.ae
Best Export From, Pakistan
WELCOME BOOK PORT
Publisher, Exporter, Distributor
All kinds of Magazines, General Books and Educational Books
Main Urdu Bazar, Karachi Pakistan
Tel: (92-21) 32633151, 32639581 Fax: (92-21) 32638086
Email: welbooks@hotmail.com
Website: www.welbooks.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نے تمہیں الجبرا کا کوئی سوال حل کرنے کے لیے دے دیا ہو؟"

"محبت تو الجبرا کے سوال سے کہیں زیادہ انسان کو مشکل میں ڈال دیتی ہے اور تم مجھ سے اس قسم کے سوال کیوں کر رہی ہو؟ تمہیں لگتا ہے کہ میں پاگل ہو گئی ہوں؟"

"تمہیں حواسوں میں لانے کے لیے میں نے پوچھا تھا کہ پاگل لڑکی، کیوں اپنے انمول جذبات اس پر نچھاور کر رہی ہو جو سرے سے جانتا ہی نہیں کہ محبت کیا ہے؟"

"نوشی کل 17 تاریخ ہے۔"

"تو......؟"

"تو کل کالج کھل رہے ہیں، میں اسے دیکھ سکوں گی اس سے بات کر سکوں گی۔" نوشی نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا جو کچھ دیر پہلے بالکل بجھا بجھا اور مرجھایا ہوا تھا اور اب ٹیوب لائٹ کی طرح جگمگا رہا تھا۔

☆☆☆

ارے فاریہ جی آپ آئی ہیں۔"

"شکر ہے آپ نے پہچانا تو ورنہ مجھے یہ ڈر تھا کہ آپ بھول گئے ہوں گے۔"

"حسین چہرے بھولنے کے لیے نہیں ہوتے۔" اس کا دل تیزی سے دھڑکا۔

"کیا پئیں گی آپ؟" موسم کو مدِنظر رکھتے ہوئے میں نے اپنی کینٹین میں چائے اور کافی کا انتظام بھی کیا ہے۔"

"کافی......"

"ویسے میرا بھی یہی دل کر رہا تھا۔" اس نے گرم پانی کپوں میں ڈالا پھر چینی اور کافی کو مکس کر کے ایک کپ اسے پکڑایا اور ایک خود تھام لیا۔

"زندگی کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟" اس نے کافی کی چسکی لیتے ہوئے سوال کیا۔

"میرا نظریہ یہ ہے کہ اگر آپ کو زندگی میں ... چیز ملے جس کی آپ تمنا کرتے ہیں، جسے آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو مانو زندگی بہت خوب صورت ہے۔"

"اور اگر آپ کو وہ چیز نہ ملے تو......؟" ایک ... اس کا چہرہ تاریک پڑ گیا۔

"تو اس زندگی سے اچھا ہے کہ انسان قبر میں ابدی نیند سو جائے۔"

"ویسے میں آپ کے اس خیال سے متفق نہیں ہوں انسان کو جدوجہد کرنی چاہیے ہر چیز اگر آسانی سے مل سکتی ہوتی تو میں یہاں جھک نہ مار رہا ہوتا۔" اس نے اپنا ہاتھ زور دے کر کاؤنٹر پر مارا اور کہا۔

"ہر انسان کو اپنی منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے نہایت پُرخطر راستوں سے گزرنا پڑتا ہے پھر ہی کامیابی ملتی ہے۔"

"اپنے لیے آسائشات تو انسان محنت کر کے حاصل کر ہی لیتا ہے، محبت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، کیا محبت بھی انسان جدوجہد کر کے حاصل کر سکتا ہے؟" فاریہ نے آہستہ سے پوچھا۔

"اگر آپ کے پاس آسائشات ہیں تو محبت خود بخود آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو جائے گی اس کے لیے آپ کو جدوجہد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" اس نے فوراً سے بیشتر جواب دیا۔

"محبت تو ایک انمول جذبہ ہے آپ کیوں اسے دولت کے ترازو میں تول کر محبت کرنے والوں کی انا کو مجروح کر رہے ہیں۔" وہ جز بز ہوئی۔

"کیا آپ نے کبھی کسی سے محبت کی ہے؟" اس نے استفسار کیا۔

"کچھ سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہوتا ان کے آگے ہمیشہ سوالیہ نشان ہی رہتا ہے۔ اچھا اب میں چلتی ہوں۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی کیونکہ لڑکیاں کینٹین ...

... آرہی تھیں اور اسے عجیب نظروں سے دیکھ ... تھیں۔

☆☆☆

"نوشی اس کی باتیں...... میرا دل کرتا ہے کہ وہ ... اور میں سنتی جاؤں میں اس کے بغیر ... گی...... اسے کہو اپنی محبت کا سکہ میرے ... میں ڈال کر مجھے مفلسی کی زندگی سے نجات ...۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"... بھیک کی صورت میں ملی ہوئی محبت کا انجام ... ہو، کیوں تم ایسا کر رہی ہو؟ ممانی جان کل مجھ سے ... تھیں کہ فاریہ سات بجے کالج کیوں جاتی ہے ... کالج ساڑھے آٹھ اسٹارٹ ہوتا ہے میں نے کہہ ... پری فیکٹ ہونے کی وجہ سے جانا پڑتا ہے صرف ... وجہ سے مجھے جھوٹ بولنا پڑا کل اگر انہیں وجہ کا ... ہے تو قصوروار مجھے ہی ٹھہرایا جائے گا۔ تم اس ... صاف صاف بات کرو اگر وہ تمہارے ساتھ ... ہے تو اپنے ماں باپ کو بھیج کر تمہارے امی، ابو ... تمہارا ہاتھ مانگ لے۔"

"اگر وہ مجھ سے محبت نہ کرتا ہو تو......؟" خدشہ ...بان کی نوک پر آ ہی گیا۔

"محبت کا کیا ہے، وہ شادی کے بعد ہو ہی ...ئے گی ویسے جس شخص کو اس کی اوقات سے زیادہ ...ہا ہو اسے اور کیا چاہیے۔"

"نوشی......" اس نے تنبیہی نگاہوں سے گھورا۔

☆☆☆

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں کہیں نظر لگانے کا ارادہ ......"

"اپنوں کی نظر بھی بھلا کبھی لگی ہے۔"

"ارے آپ خالہ سکینہ کی بیٹی روبینہ تو نہیں جو ... میں میری اماں سے بچھڑ گئی تھیں، آپ آئیے ... طرف اماں بڑا یاد کرتی ہیں آپ کو اور خالہ ...“ وہ یہ سب کہہ کر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔

"یہ انسان نہیں جادوگر ہے، پہلے اپنی باتوں سے مجھے اپنا گرویدہ بنایا اور اب اس کی ہنسی مجھے پاگل کر دے گی۔"

"آپ کو برا لگا کہ میں نے آپ کو اپنا کہا۔" اب اس کی ہنسی تھم چکی تھی۔

"پاگل لڑکی مجھے اچھا لگا اور خوشی بھی بہت زیادہ ہوئی کیا تمہیں میرے چہرے سے نہیں لگ رہا؟" منٹوں میں آپ سے تم تک کا فاصلہ طے ہوا تھا۔ اس وقت فاریہ جاوید اپنے آپ کو ہواؤں میں اُڑتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔

"لو سینڈوچ کھاؤ مجھے پتا ہے کہ تم آج ناشتا نہیں کر کے آئی ہو۔"

"لیکن آج آپ کو پیسے لینے پڑیں گے۔"

"ابھی تم نے مجھے اپنا کہا ہے اور اپنوں سے یوں تکلف نہیں برتتے۔"

"اچھا تو یہ بات ہے پھر مجھے جوس بھی چاہیے۔"

"کونسا فلیور؟" اس نے فریزر کھولتے ہوئے پوچھا۔

"مینگو۔"

"ویسے تمہیں ایک راز کی بات بتاؤں۔" اس نے فریزر کو بند کرتے ہوئے کہا۔

"بتائیں۔" اس نے تجسس سے آنکھیں پٹپٹائیں۔

"تمہاری اور میری چوائس کافی ملتی ہے۔"

"آپ سے ایک سوال پوچھوں...؟" فاریہ اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے بولی۔

"پوچھو؟"

"کیا آپ نے کبھی کسی سے محبت کی ہے؟"

"کچھ سوال ایسے ہوتے ہیں جن کا کوئی جواب نہیں ہوتا ان کے آگے ہمیشہ سوالیہ نشان ہی رہتا ہے۔" وہ شرارت سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں سیریس ہوں پلیز جواب دیں۔"

"اچھا تو سنو۔" اس وقت اسے ایسا لگا جیسے لق ودق صحرا میں تنہا کھڑی ہو اس کا گلا خشک ہو گیا جسے تر کرنے کے لیے اس نے تھوک نگلا۔

"جب تک مجھے میری منزل نہیں ملتی محبت تو دور کی بات میں تو کسی کو اس نظر سے دیکھ بھی نہیں سکتا۔" وہ جو اقرارِ محبت کی منتظر تھی اس کی باتیں سن کر خوفزدہ ہو گئی پھر اس نے اپنی ذات اور انا کو پسِ پشت ڈال دیا۔

"اور اگر میں آپ سے کہوں کہ مجھے آپ سے محبت ہے تو......؟"

"تو میں سمجھوں گا کہ یہ نہایت بھونڈا مذاق ہے۔"

"میرے چہرے سے آپ نے اندازہ لگا ہی لیا ہو گا کہ میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں میں آپ سے سچی محبت کرتی ہوں رضا بلیومی۔" اس نے آنکھوں میں امڈ آنے والے آنسوؤں کو بہ مشکل پیچھے دھکیلا۔

"یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں تم سے محبت نہیں کرتا......"

"مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" اس وقت رضا طاہر کی آنکھوں میں اس کے لیے تمسخر تھا لیکن اس محبت میں اندھی لڑکی کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

"دیکھو فاریہ زندگی جتنی خوب صورت ہوتی ہے اس سے کہیں درجے زیادہ اس کے خوفناک پہلو ہوتے ہیں، میرا خیال ہے تم رومانوی کہانیاں زیادہ پڑھتی ہو۔" اس نے تمہید باندھی۔

"شاید تمہیں یہ کبھی بری نہ لگی ہو کیونکہ تمہاری ضروریات بن کہے پوری ہو جاتی ہیں اور تمہیں کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ تم سے شادی کر کے مجھے ہر چیز مل سکتی ہے جس کی میں نے کبھی تمنا کی ہو گی لیکن مجھے یہ منظور نہیں۔ میرا باپ نہایت محنتی انسان تھا چونکہ میرے ننھیال والے امیر تھے اس لیے لوگ یہی کہتے رہے کہ تم لوگ ان کا کھاتے ہو اور میرا بچپن انہی الفاظ کی بازگشت سے پروان چڑھا ہے اور تم سے شادی کر کے میں پھر وہی باتیں نہیں سننا چاہتا۔"

"میں ایسا کچھ نہیں کروں گی جس سے تمہاری انا کو ٹھیس پہنچے۔"

"دیکھو فاریہ میں ایک مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھتا ہوں، میں تمہیں کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ ہر رشتے میں اعتبار ہونا ضروری ہے۔ اعتبار ہی کی وجہ سے ہر رشتے کی عمارت کھڑی ہوتی ہے، میں ایک کنزرویٹو بندہ ہوں مجھے پتا ہے کہ تمہارے ماں باپ نہیں مانیں گے لیکن تم اسٹینڈ لو گی میرے لیے اور تمہارے ماں باپ کو مجبوراً تمہاری بات ماننا پڑے گی۔" اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔

"کل کو اگر ہم رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو بھی جاتے ہیں تو شاید میں تم پر کبھی اعتبار نہ کر سکوں کہ جو لڑکی میرے لیے اپنے ماں باپ کے خلاف جا سکتی ہے وہ کل کو جذباتی بخار اتر جانے کے بعد مجھے بھی چھوڑ سکتی ہے۔" وہ خشک آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ دن دہاڑے اس نے کیسا طمانچہ مارا تھا اس کے منہ پر۔ نوشی نے اسے کتنا سمجھایا تھا..... لیکن وہ اس کی باتوں کو اب یاد کر رہی تھی جب پانی سر سے گزر چکا تھا۔

پھر اس نے کوئی جھوٹ بھی تو نہیں کہا تھا، اس نے تو آئینہ دکھایا تھا لیکن وہ نظر نہیں اٹھا رہی تھی وہ کیسے اپنا شرمندہ چہرہ دیکھتی۔

"تم ٹھیک کہتے ہو، ماں باپ کے بھروسے کو توڑنے والی لڑکیوں کا یہی انجام ہوتا ہے جو محبت کو کھیل سمجھتی ہیں اور ظاہری حسن پر جان دینے سے بھی نہیں چوکتیں۔" بہ مشکل اس نے کہا اور وہاں سے چلی آئی اور رضا اس پاگل لڑکی کو دور تک جاتا دیکھتا رہا۔ ☐

خزاں کے بعد

صائمہ حیدر

سردیوں کی شامیں تھیں، انتہائی سرد، خشک اور یخ بستہ ہواؤں کے جھکڑ زور زور سے چل رہے تھے جس کی وجہ سے میرے آنگن میں لگے درختوں کے نیچے پتوں کا ڈھیر جمع ہو رہا تھا اور تیز ہواؤں کے چلنے پر وہ گرے ہوئے پتے ادھر اُدھر دائرہ بنا کر گھوم رہے تھے۔ میں تھوڑی دیر بیٹھی کرسی پر اپنی بیٹی کا سوئٹر بُنتی رہی پھر ٹھٹھرن کے احساس سے تنگ آ کر وہاں سے اٹھ کر اندر اپنے ٹی وی لاؤنج میں آ بیٹھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے کام کرنے کا کچھ زیادہ ہی خبط تھا۔ میں ہر وقت کوئی نہ کوئی کام پھیلائے رکھتی تھی اسی وجہ سے زیادہ تر پریشان حال ہی دکھائی دیتی تھی کیونکہ میرے سر پر کام ہی اتنے ہوتے تھے۔ میرے شوہر بھی بعض اوقات میری ان فضول مصروفیات سے تنگ آجاتے تھے۔

مگر انہیں بھی تو فرصت نہیں تھی مجھ سے دو میٹھے بول بولنے کی...... وہ بھی اپنی زندگی میں کچھ زیادہ ہی مصروف تھے۔ صبح اٹھتے نماز پڑھتے نماز سے فارغ ہوتے تو بچوں کو اسکول چھوڑنے چلے جاتے، بچوں کو چھوڑ کر آتے تو تھوڑی دیر سو جاتے۔ سو کر اٹھتے تو پھر ناشتا کر کے آفس چلے جاتے، آفس سے شام کو گھر لوٹتے تو کچھ دیر بچوں سے دل بہلاتے پھر کھانے کا وقت ہو جاتا تو کھانا کھا کر ٹی وی دیکھنے بیٹھ جاتے رات گئے تک ٹی وی دیکھتے رہتے پھر اٹھ کر پان کھانے چلے جاتے واپسی پر ساتھ میں انڈے ڈبل روٹی وغیرہ بھی لے آتے۔ پان ابھی منہ میں ختم ہونے ہی والا ہوتا کہ اپنی دواؤں کی دراز کھول کر بیٹھ جاتے۔ دوائیں کھا کر بستر پر لیٹتے اور سو جاتے۔ اب اس لگے بندھے تھکا دینے والے شیڈول میں ان کے پاس مجھ سے بات کرنے کا کہاں ٹائم بچتا۔ بے چارے مرد جو ہیں وہی کریں گے جو اُن کی اپنی مرضی ہوگی۔

مجھے تو حسرت ہی رہ گئی کہ کبھی تو میرے شوہر میری تعریف کریں گے، میں کوئی بھی کپڑا پہن لوں، کیسے بھی بال بنالوں انہیں کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا ایسے تھے جیسے کہ مٹی کے مادھو...... پوچھ لو تو اوں آں...... جاننے والی اور رشتے دار خواتین جب بتاتیں کہ ہمارے شوہر تو ہماری یوں تعریف کرتے ہیں، ایسے ایسے پرنٹ کے کپڑے لا کر دیتے ہیں، ٹیلر سے کپڑے سلوانے کے لیے ہمارے ساتھ جاتے ہیں، ایسے گہنے پہنواتے ہیں تو مجھے حیرت ہوتی تھی۔

میرے دل میں کہیں ایک ہوک سی اٹھتی تھی کہ کاش کبھی میرا شوہر بھی میری دل کھول کر تعریف کرے کوئی رومینٹک سین create کرے مگر میرے شوہر کے منہ میں تو جیسے ان معاملات پر بولنے کے لیے زبان ہی نہیں تھی۔

ابھی کل ہی جمیلہ آئی تھی، دیکھنے میں وہ ایسی ہے جیسے کسی نے مٹکے کو کپڑے پہنا دیے ہوں، موٹا گول مول سا منہ اس پر مینڈک جیسی گول گول آنکھیں جب گھماتی تو عجیب ہونق سی لگتی تھی اتنی بدصورتی پر بھی بقول اس کے اس کا شوہر اس پر جان چھڑکتا ہے۔

میں دوسری عام عورتوں سے بہت مختلف تھی۔ مجھے ہر کام سیکھنے کا اور کرنے کا شوق تھا اور اسی شوق کی بدولت میں ہر فن مولا مشہور تھی، مجھے لگتا مجھ میں اتنے گُن تھے کہ انہیں حاصل کرنے کے لیے لوگ لاکھوں روپے خرچ کرنے کو تیار ہو سکتے تھے مگر میرے شوہر کو نہ جانے کیوں میرے اندر کوئی اچھائی نظر ہی نہیں آتی تھی اگر کبھی کسی عورت کی برائی کر دوں تو مجھے ہی موردِ الزام ٹھہرا کر مجرم بنا دیتے، مجھے لگتا انہیں دنیا کی ہر عورت مظلوم لگتی اور اس سے ہمدردی اور پیار معلوم ہوتا تو سوائے مجھ غریب کے...... حد تو یہ ہے کہ کام کرنے والی نوکرانی بھی انہیں میرے آگے خوب صورت معلوم ہوتی تھی اور اس کی خوب صورتی کی کھل کر تعریف بھی کر چکے تھے۔

بس کچھ ایسی ہی تھی میری زندگی روکھی پھیکی رومانس سے عاری بعض اوقات تو دل چاہتا کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگوں۔ آئینے کے سامنے کھڑی ہوتی تو اپنا آپ ڈھونڈنا مشکل ہو جاتا تھا اور پھر کچھ ہی لمحوں بعد میں آئینے کو کوستی ہوئی اس کے سامنے سے ہٹ جاتی۔

کسی نے سچ کہا ہے کہ ایک شادی شدہ عورت ایک پھول کے مانند ہوتی ہے اگر اس کا مالی یعنی شوہر

...ح طرح سے دیکھ بھال کرے مناسب وقت ... دیتا رہے یعنی کہ وقتِ ضرورت اس پر اپنی ... کی بارش برساتا رہے تو وہ عورت یقیناً کھل کر ... ہو جاتی ہے ورنہ تو وہ ایک مرجھایا ہوا ایسا ... بن جاتی ہے جس کی پنکھڑیاں سمیٹنا مشکل ... ہے۔

میرا وجود بھی کہیں اندر ہی اندر ٹوٹ رہا تھا مگر ... بکھرنے سے بچائے گا کون؟ بچانے والا تو اپنی دنیا میں مگن تھا میری ذات سے بے پروا......

اب آج ہی کی بات ہے، میں نے بریانی بنائی ... کا رنگ کچھ کالا کالا سا ہو گیا تو بس اس پر کہنے ... "کیسے بناتی ہو بھئی تم کھانا ہر چیز جلا کر بدمزہ کر دیتی ہو، ارے تمہیں کچھ پتا ہے ایک وقت کے کھانے پر کتنی لاگت آتی ہے تم کماؤ تو تمہیں پتا چلے ... سے اچھی بریانی تو میں بنا سکتا ہوں۔"

میں یہ سن کر خاموش ہو گئی، میں اپنی صفائی میں ... بھی کہتی انہیں یقین دلانا آسان نہیں ہوتا ہر وقت ... کی طرح کاموں میں جُتے رہنے کے باوجود ... نااہل ہی گردانتے تھے۔

مگر ایک بات ہے اُن کی ان باتوں سے ...ے کاموں میں نکھار آتا گیا اپنی تعریف کروانے ... دُھن میں، میں خوب سے خوب کام کرتی گئی مگر ...ب بے سود...... ایک دن میں نے اپنی قمیص سی اور ... صاحب کو دکھائی، میں نے قمیص ہاتھوں میں ... ہوا میں لہراتے ہوئے کہا۔

"دیکھیں تو کیسی سلی ہے، اچھی لگ رہی ہے نا؟" میں نے خوش ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بس صحیح ہے، تم کبھی بھی سیدھی سلائی نہ ... ہمیشہ آڑھی ٹیڑھی سلائیاں ہی مارتی ہو اور کپڑا ... پرانا پرانا سا لگ رہا ہے۔" قمیص کا جائزہ لیتے ہوئے انہوں نے کہا۔

"ہاں تو یہ میرا پرانا دوپٹا تھا ناں اسی کی سی

ہے۔ ساجد میرے پاس کپڑے ختم ہو گئے ہیں آپ مجھے کپڑے چل کر دلوا دیں ناں۔" میں نے اپنے دل پر پتھر رکھ کر کہا۔

"ہیں تو تمہارے پاس کپڑے کیا پھٹ گئے ہیں سارے؟" انہوں نے مجھے انتہائی تمسخر اڑانے والے انداز میں دیکھا۔

"نہیں پھٹے تو نہیں لیکن اب وہ پہننے کے لائق نہیں رہے ہیں پھیکے اور بدرنگ ہو گئے ہیں۔ ویسے بھی لان کے تو ایک ہی سیزن کے ہوتے ہیں۔" میں نے وضاحت پیش کی۔

"ابھی تو میرے پاس ٹائم نہیں ہے جب ہوگا دلوا دوں گا یا ایسا کرنا خود جا کر لے آنا۔"

"کیوں...... آپ نہیں چلیں گے؟" میں نے ملتجی انداز میں کہا۔

"نہیں، میں کیا کروں گا عورتوں کی دکانوں پر جا کر......"

"وہی کیجیے گا جو اور مرد کرتے ہیں، اپنی بیویوں کو اپنی پسند کے کپڑے دلواتے ہیں۔"

"دیکھو کرن مجھ سے تم اس سب کی امید نہ رکھو، میں کوئی زن مرید نہیں ہوں جو تمہیں ساتھ لیے پھرتا رہوں۔ میں تمہیں پیسے دے دوں گا تم خود ہی جا کر لے آنا اور ہاں یہ اخبار اٹھا دو تمہاری فضول باتوں میں میرا کتنا وقت ضائع ہو گیا ابھی تک تو میں ساری ہیڈ لائنز پڑھ چکا ہوتا اور ہاں میرے لیے چائے بنا دو میرے سر میں درد ہو رہا ہے، لگتا ہے بلڈ پریشر ہائی ہو گیا ہے۔" میں ان کی یہ سب باتیں سن کر اپنا دل مسوس کر رہ گئی۔ بات آئی گئی ہو گئی میں بچوں کے ساتھ اپنے کاموں میں لگ گئی۔ دوسرے دن شام کو میری بہت پرانی دوست بیلا آ گئی، میں اس کے ساتھ باتوں میں مگن ہو گئی۔ میں خوش ہو رہی تھی کہ اتنے عرصے بعد مجھے کھل کر کسی سے بات کرنے کا موقع ملا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کے ساتھ باتیں کر کے میری روح تو کہیں اور ہی پرواز کرنے لگی میں اپنے آپ کو دنیا کی مظلوم ترین عورت سمجھنے لگی۔

اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے ایک قہقہہ بلند کیا مگر پھر فوراً ہی جھٹکے سے ہٹا لیا جیسے اسے کرنٹ لگ گیا ہو۔

''یہ تمہارے ہاتھوں کو کیا ہو گیا ہے مجھے تو لگا جیسے اینٹ پر ہاتھ مار دیا ہو کوئی ماسی یا کام والی نہیں ہے کیا تمہارے پاس؟''

''نہیں! میرے شوہر تو کہتے ہیں کہ رکھ لو مگر میں ہی نہیں رکھتی ہڈ حرام اور کام چور ہوتی ہیں ساری..... مجھے تو ویسے بھی کسی کا کام اچھا ہی نہیں لگتا اور ایک رکھی تھی تو میرے شوہر کو اس کی شکل اتنی پسند آ گئی تھی کہ میں نے دوسرے ہی دن اس کی چھٹی کر دی۔'' میں نے تفصیل سے بتایا۔

''اس کا یہ مطلب ہے کہ تم ہر وقت ماسی بنی رہتی ہو پھر تمہیں یہ بھی شکایت ہے کہ تمہارے میاں کے پاس تمہارے لیے وقت نہیں ہے۔'' اس نے کچھ غصے سے کہا۔

''ہاں یہ تو ہے۔'' میں نے معصوم بن کر کہا۔

''میری جان بدلو اپنے آپ کو، زمانہ کہاں سے کہاں جا رہا ہے، آدمی چاند پر پہنچ کر بڑا فیکٹری بنانے کی ترکیبیں سوچ رہا ہے اور تم ابھی قورمہ، بریانی میں ہی لگی ہوئی ہو، کرن اپنے اندر کچھ تبدیلیاں لاؤ، انٹرنیٹ لگواؤ۔'' اس نے گویا مجھے آج کی ضرورت سے آگاہ کیا۔

''وہ تو لگا ہوا ہے ہمارے گھر۔'' میں نے کمپیوٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''پہلے تو تم اتنے ڈھیلے ڈھالے کپڑے وغیرہ پہننا چھوڑو، پارلر میں جا کر بیٹھو کچھ مہنگے فیشلز کرواؤ پھر دیکھو تمہارے میاں کیوں نہیں تمہارے آگے پیچھے ہوں گے۔''

''یہ بات نہیں ہے، وہ اس قسم کے نہیں ہیں۔'' میں نے یقین سے کہا۔

''تو پھر کیا بات ہے کیا کسی لڑکی کا چکر ہے؟'' بیلا نے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

''نہیں بھئی..... بس اُن کا مزاج ہی کچھ ایسا ہی ہے آسانی سے سمجھ میں نہ آنے والا۔ سوکھا، کھردرا سا میری ساس کہتی تھیں میرے سسر بھی کچھ ایسے ہی تھے۔''

''اچھا چھوڑو ان باتوں کو اب تم میری بات سنو۔''

''ہاں سناؤ۔'' میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

''میرے میاں تو میرے ایسے قابو میں ہیں کہ اگر دن کو رات کہوں تو کہیں گے رات ہے اور اگر رات کو دن کہوں تو کہیں گے دن ہے۔''

''ارے نہیں یار۔'' میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

''یہ سب کیسے کیا تم نے؟'' میں نے تجسس سے پوچھا۔

''ارے اس کے لیے بڑی محنت کرنا پڑتی ہے اپنے اوپر توجہ دینی پڑتی ہے میاں کو اپنے وجود کا احساس دلانا پڑتا ہے۔ میرے میاں تو جب گھر پر ہوتے ہیں تو میرے ساتھ ایسے چپکے رہتے ہیں جیسے کل ہی ہماری شادی ہوئی ہو۔'' بیلا نے اِتراتے ہوئے کہا۔

''پھر تو تمہیں بڑی الجھن ہوتی ہوگی ہر وقت کی اوٹ پٹانگ حرکتوں سے۔'' میں نے کن انکھیوں سے اِتراتی ہوئی بیلا کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''کوئی الجھن نہیں ہوتی جناب بلکہ بڑا مزہ آتا ہے، کبھی ٹرائی کر کے تو دیکھو۔''

''مگر کیسے.....؟ مجھے یہ سب نہیں آتا میرے لیے تو اپنے میاں کو قابو میں کرنا اور وہ بھی اس طرح تقریباً ناممکن ہے۔''

''دنیا میں سب کچھ ممکن ہے میری جان تم ہمارے بتائے ہوئے راستے پر چلو تو یقیناً کامیاب ہو جاؤ گی، اچھا اب میں چلتی ہوں احمر کے آنے کا ٹائم ہو رہا ہے۔''

''کچھ دیر تو اور بیٹھتیں یار...... اتنا مزہ آ رہا تھا اتنے دنوں بعد تو میں کچھ ہنسی تھی۔''

''آؤں گی پھر آؤں گی مگر اب آؤں تو تم ایسے نظر نہ آنا بلکہ پہلے جیسی نظر آنا جیسی تم شادی کے وقت تھیں۔'' اس نے مجھے وارننگ کے سے انداز میں کہا۔

☆☆☆

یوں تو بیلا اپنے قصے کہانیاں سنا کر چلی گئی مگر میرے.... دل دماغ میں اس کی باتیں ہتھوڑے کی طرح برستی رہیں۔ میں ساجد کے بارے میں سوچ رہی تھی کیسے سخت اور کٹھور دل ہو گئے ہیں۔ میری کوئی بھی ادا، محبت بھری نظر، ایثار و قربانی کچھ بھی انہیں میری جانب دیکھنے پر مجبور نہیں کرتی۔ آج ساجد کچھ جلدی گھر واپس آ گئے تھے، میں نے خلافِ توقع نہا دھو کر اپنے خیال میں ایک اچھا سا سوٹ نکال کر پہن لیا اور ہلکا سا میک اپ بھی کر لیا پھر دل کھول کر پرفیوم کا اسپرے بھی کر لیا اور میں بڑے انداز میں ان کے پاس چائے اور کچھ لوازمات لے کر بیٹھ گئی۔

''چائے پی لیں ٹھنڈی ہو جائے گی، دیکھیں میں نے سموسے بھی بنائے ہیں۔'' میں نے اپنی آواز میں رس گھولتے ہوئے کہا۔ وہ کیونکہ ٹی وی دیکھ رہے تھے میری طرف دیکھے بغیر بولے۔

''ہاں ہاں ابھی پی لوں گا یہیں رکھ دو بہت اہم خبر آ رہی ہے۔'' میں.... ان کے کچھ اور قریب بیٹھ کر چائے پیتی رہی، سموسہ کھاتی رہی اور کوشش کرتی رہی کہ شاید وہ میری طرف دیکھ لیں مگر وہ ٹی وی دیکھنے میں اتنے مصروف تھے کہ بیوی کی باری ہی نہیں آئی میری چائے بھی ختم ہو گئی اور میں اکتا کر وہاں سے اٹھ گئی اور حسبِ معمول رات کے کھانے کے لیے کچن میں گھس گئی کھانا بنانے کے دوران میں ان کے اردگرد بھی بہانے بہانے سے منڈلاتی رہی مگر بے سود...... میں ان کی ایک نظرِ التفات کے لیے ترستی رہی، کوئی ستائشی جملہ سننے کے لیے میرے کان منتظر رہے مگر بیکار رات گزر گئی اور صبح آ گئی۔ میں سب کچھ بھول بھال گئی اور اپنے اسی سادے حلیے میں رہتے ہوئے دن کا آغاز کیا مگر میرا دل کچھ مضمحل سا تھا مجھے لگا میرے اندر کچھ ٹوٹ سا گیا ہے، میں اپنے خیالات کی اسی ادھیڑ بُن میں تھی کہ اچانک فون کی گھنٹی بجی۔

''ہیلو!'' دوسری طرف سے بڑی ملائم سی آواز آئی۔

''ہیلو کون ہیں آپ؟'' میں نے تیز لہجے میں کہا۔

''آپ پر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کون ہوں میں بس یوں سمجھ لیں کہ آپ کا ہمدردِ دیرینہ آپ کو مل گیا ہے۔''

''کیا اول فول بک رہے ہو تم؟ کون ہو تم، میں تم جیسے چھچھوروں کو اچھی طرح جانتی ہوں جو اپنی چکنی چپڑی باتوں سے سیدھی اور بے وقوف عورتوں کو پھنسا لیتے ہیں۔'' میں نے مزید کچھ سننے سے پہلے ہی ریسیور زوردار انداز میں پٹخ دیا۔

آج مجھے کچھ زیادہ ہی غصہ آ رہا تھا نہ جانے کیوں؟ ساجد کے رویّے سے یا اپنے اندر اٹھتی ہوئی تند و تیز آندھیوں سے کچھ تو گڑبڑ تھی۔

فون کی گھنٹی دوبارہ بجنے لگی اور ایک منٹ تک بجتی رہی مگر میں نے فون نہیں اٹھایا دوسرے دن پھر اسی وقت فون بجنے لگا، میں نے فون اٹھایا اور تھوڑی دیر خاموشی سے ریسیور کان سے لگائے رہی۔ دوسری طرف بھی خاموشی تھی میں نے پھر فون کریڈل پر رکھ دیا پھر بیل بجنے لگی میں نے سوچا کہ اب اس کمینے شخص کو سبق سکھانا ہی پڑے گا یہ سوچ کر میں نے فون اٹھایا ہی تھا کہ دوسری طرف سے خود بند کر دیا گیا میں نے سکھ کی سانس لی اور اپنے روزمرہ کے کاموں

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں مصروف ہوگئی۔ دن اپنے معمول کے مطابق گزر رہا تھا آج مجھے بچوں نے بہت ستایا تھا میں کچھ اکتاہٹ اور جھنجلاہٹ اپنے اندر محسوس کر رہی تھی اور کام تھا کہ ہو کے نہیں دے رہا تھا۔ ہر چیز سے وحشت سی ٹپک رہی تھی سردی تھی کہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی جونہی میرے شوہر گھر پر آئے تو میں جیسے ان پر پل پڑنے کو تیار بیٹھی تھی میں نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

''تو آگئے آپ...... کہاں تھے اتنی دیر سے؟''

''آفس میں تھا اور کہاں تھا۔'' میرے شوہر نے میرے بپھرے ہوئے تیور دیکھ کر منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

''آپ کو پتا ہے آج میں کتنی پریشان ہوئی ہوں، مجھے بچوں نے اتنا تنگ کیا کہ بس اور اوپر سے بجلی بھی کب سے غائب ہے۔'' میں نے ذرا زور سے کہا۔

''تم کیا واحد عورت ہو جس نے بچوں کو جنم دیا ہے اور انہیں پال کر بڑا کر رہی ہو، تمہارا کیا خیال ہے کہ میں نوکری چھوڑ کر تمہاری ماما گیری کے لیے گھر پر بیٹھ جاؤں، کیسی عورت ہو تم جس سے گھر اور بچے صحیح طرح سے سنبھالے نہیں جاتے۔'' انہوں نے اپنے جوتے موزے اتارتے ہوئے مجھے اچھی طرح سے لتاڑا۔ میں ایک دم خاموش ہوگئی میں سمجھ رہی تھی شاید وہ مجھے تسلی دیں گے، دو بول ہمدردی کے بولیں گے مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹا تھا چت بھی میری پٹ بھی میری والا حساب تھا۔ مجھے خاموشی دیکھ کر وہ اور بھی شیر ہوگئے۔

''اگر تم یہ چاہتی ہو کہ میں تمہاری نوکری گھر پر بیٹھ کر کروں، تمہارے بچوں کو پالوں تو میں بیٹھ جاتا ہوں گھر پر...... تم کماؤ پیسے دو دن میں ہوا نکل جائے گی۔''

یہ سب سن کر اب میرا رہا سہا حوصلہ بھی جواب دے گیا۔

''ساجد کیا اب ہمارے درمیان کچھ نہیں رہا...... آپ میری بات کیوں نہیں سمجھ پاتے...... مجھے ہر لمحے آپ کے ساتھ کی ضرورت ہے میں آپ کے بغیر کچھ نہیں ہوں۔'' میں نے کچھ جھنجلاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے تم جاؤ جا کر کھانا لگاؤ مجھے بہت زور سے بھوک لگ رہی ہے۔''

میں اندر ہی اندر اپنے مقدر پر آنسو بہا رہی تھی۔ میری تقدیر خدا نے اس آدمی کے ہاتھ میں سونپ دی تھی جو میرا مجازی خدا تھا مگر اسے میری خوشیوں اور خواہشات سے کوئی سروکار نہیں تھا جو صرف اپنی ذات کے بارے میں سوچتا تھا، میں اس کے لیے ایک ذرۂ ناچیز سے بڑھ کر کچھ نہیں تھی۔

میرے اندر ایک قسم کا ہیجان جنم لے رہا تھا۔ شادی کے شروع کے دنوں میں زندگی کتنی سہانی لگتی تھی جیسے بالکل بے داغ اور مکمل ہو مگر اب روز بروز بوجھل ہوتی جا رہی تھی سو کر اٹھو تو صبح جینے کی امنگ سے خالی لگتی تھی جب صبح ہی بوجھل ہو تو دوپہریں تو ویران ہوں گی ہی اور شامیں خالی اور سنسان اور زندگی خشک بے رس اور بے حلاوت...... ساتھی ہوتے ہوئے بھی تنہائی کا احساس بڑا ہی تکلیف دہ ہوتا ہے میں بھی روز مر کر جی رہی تھی۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی اور میں نے فوراً فون اپنے کانوں سے لگا لیا۔

''ہیلو......؟ کون ہے؟''

''جی السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ دیکھیں پلیز آج فون مت بند کیجیے گا میں آپ کو ناراض کرنا نہیں چاہتا ہوں۔'' دوسری طرف وہی مترنم آواز تھی۔

''آخر آپ ہیں کون، میں تو آپ کو نہیں جانتی؟ آپ کا نام کیا ہے؟'' میں نے ایک ہی سانس میں ڈھیروں سوال کر دیے۔

''ارے سوالوں کی بوچھاڑ کرنا چھوڑیں اور باتیں کریں، باتیں ہوں گی تو ایک دوسرے کو جان بھی جائیں گے۔''

''مگر میں آپ کو جاننا نہیں چاہتی، مجھے اس سے کیا آپ جو کوئی بھی ہوں۔'' میں نے اندازِ بے رخی سے کہا۔

''واہ، واہ کیا بات ہے! جس کی آواز اتنی خوب صورت ہو وہ خود کتنی خوب صورت ہوگی...... مجھے لگتا ہے آپ بہت خوب صورت ہیں۔''

''نہیں تو......'' میں نے بھی شوخ انداز میں جواب دیا۔

اپنے لیے خوب صورت لفظ سن کر بہت خوشی ہوئی کتنے عرصے بعد کسی نے مجھے خوب صورت کہا تھا میری ناک کی پھننگ پر پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگے۔

''اب آپ مجھے فون مت کیجیے گا اگر میرے شوہر کو پتا لگ گیا تو وہ مجھے گھر سے نکال دیں گے۔'' میں نے جلدی سے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

''ارے، آپ اپنے شوہر سے اتنا ڈرتی ہیں، میں تو اپنی بیوی سے بالکل نہیں ڈرتا۔'' پھر ہم دونوں ایک دوسرے کی باتوں پر ہنسنے لگے۔

''اچھا آپ یہ بتائیں کہ آپ چاہتے کیا ہیں؟''

''بس آپ سے دوستی چاہتے ہیں کچھ آپ کہیے گا کچھ ہم کہیں گے خوب اچھی گزرے گی جب مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔'' میں خاموش رہی۔

''دیکھیں، میں آپ کو روزانہ اسی ٹائم فون کروں گا، پلیز پلیز آپ اٹھا لیجیے گا۔''

میں نے بغیر کچھ کہے فون بند کر دیا تھا۔

☆☆☆

اس انجان شخص سے باتیں کر کے میں اپنے آپ کو کچھ ہلکا پھلکا سا محسوس کر رہی تھی جیسے کچھ کھوئے ہوئے حسین پل مل گئے ہوں۔ میرے شب و روز ایسے ہی گزر رہے تھے نہ میاں کے مزاج میں کچھ فرق آیا اور نہ میرے کاموں میں مگر ہاں میں کچھ نکھری نکھری سی ہوگئی تھی۔

ایک دن میری دوست بیلا آگئی۔ وہ مجھے دیکھ

قارئین متوجہ ہوں

پرچا نہیں ملتا

کچھ عرصے سے بعض مقامات سے یہ شکایات مل رہی ہیں کہ ذرا بھی تاخیر کی صورت میں قارئین کو پرچا نہیں ملتا۔ ایجنٹوں کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے ہماری گزارش ہے کہ پرچا نہ ملنے کی صورت میں ادارے کو خط یا فون کے ذریعے مندرجہ ذیل معلومات ضرور فراہم کریں۔

☆ بک اسٹال کا نام جہاں پرچا دستیاب نہ ہو۔
☆ شہر اور علاقے کا نام۔
☆ ممکن ہو تو بک اسٹال کا PTCL یا موبائل فون نمبر

رابطے اور مزید معلومات کے لیے
ثمر عباس
03012454188

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
سسپنس، جاسوسی، پاکیزہ، سرگزشت
C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی

مندرجہ ذیل ٹیلی فون نمبروں پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں
35802552-35386783-35804200
ای میل: jdpgroup@hotmail.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر حیران رہ گئی۔

''واہ بھئی کیا بات ہے کیا کوئی جادو کی پڑیا ہاتھ لگ گئی ہے۔ بڑی فریش لگ رہی ہو لگتا ہے تمہارے میاں تم پر اپنا پیار کچھ زیادہ ہی نچھاور کرنے لگے ہیں۔''

''ہاں کچھ ایسا ہی ہے۔'' آج بھی اس کی وہی گردان تھی اس کی زبان پر بس ایک ہی نام تھا۔ میں ہنسنے لگی۔ ''احمر......احمر......احمر! میرے شوہر مجھ سے اتنا پیار کرتے ہیں کہ میرے علاوہ کسی سے بات کرنا تو کجا دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔'' میں اس کی باتیں بے توجہی سے سنتی اور پیٹتی گئی۔ میں اس اجنبی شخص سے اب اپنے دل کی ہر بات کرنے لگی تھی، وہ بھی مجھ سے اپنا دکھ بیان کرتا تھا' لگتا تھا ہم دونوں کی ایک ہی کہانی تھی اب وہ ہر روز فون پر مجھ سے ملاقات کا کہتا اور میں اسے ٹال دیتی۔ بہرحال ایک دن اس کے بے حد اصرار پر میں نے اس سے ملنے کا ارادہ کرلیا تھا مگر مسئلہ یہ تھا کہ بچوں کو کس پر چھوڑوں مجھے راستوں کا بھی کچھ پتا نہیں تھا، میں نے کسی طرح ہمت کر کے اپنے بچوں کو پڑوس میں چھوڑا اور ان سے سفید جھوٹ بولا کہ میری خالہ اسپتال میں ہیں مجھے انہیں دیکھنے جانا ہے یہ کہہ کر میں گھر آئی۔

اس دن میں دل بھر کر تیار ہوئی نیا جوڑا پہنا، بہترین جیولری پہنی اپنے آپ کو خوشبوؤں سے مہکایا' آنکھوں میں کاجل کے ڈورے ڈالے، ہونٹوں پر گلابی لپ اسٹک لگائی، ہاتھ میں ایک خوب صورت سا کامدار پرس لیا اور آئینے میں اپنا جائزہ لینے کھڑی ہوگئی۔ میں نے اپنے آپ کو دیکھا اور دیکھ کر خود ہی کہا کیا بات ہے، آج تو وہ حیران ہو جائے گا کہ اس کی دوست واقعی بہت خوب صورت ہے میں اس کے بتائے ہوئے پارک میں پہنچ چکی تھی۔ میں اسے دیکھتے ہی پہچان گئی وہ بھی مجھے دیکھتے ہی پہچان گیا۔

دو بچھڑے ہوئے دوستوں کی طرح ایک پارک میں فاؤنٹین کے سامنے سیٹ پر بیٹھ گئے۔

''کیسی ہو تم......؟'' وہ ایسے پوچھنے لگا جیسے پرانی واقفیت ہو۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں مگر کچھ گھبراہٹ سی ہو رہی ہے۔'' میں نے پارک میں چاروں طرف گھومتے ہوئے لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''یہ انگوٹھی بڑی خوب صورت ہے تمہارے ہاتھ میں کچھ مختلف سی۔'' اس نے میرے ہاتھ میں انگوٹھی کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''ہاں، یہ میرے شوہر نے مجھے منہ دکھائی میں دی تھی، میں اس کی جان سے زیادہ حفاظت کرتی ہوں انہیں ان کی والدہ نے میرے لیے دی تھی۔ یوں سمجھ لو کہ ایک طرح سے یہ ان کے خاندان کے نوادرات میں سے ہے۔''

''واہ زبردست، ویسے یہ کون سا پتھر ہے؟''

''یہ سرخ عقیق ہے اور اس کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے زمرد لگے ہوئے ہیں اور یہ خالص سونے کی بنی ہوئی ہے اور یہ تمہارے ہاتھ میں بھی تو چھلا ہے، کیا یہ تمہاری بیوی نے دیا ہے؟''

''ہاں، اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس پر میرے نام کے حروف کھدے ہوئے ہیں اور یہ وائٹ گولڈ میں بنا ہوا ہے۔''

''آخاہ! یہ تو بہت ہی قیمتی ہوگا ہے ناں......!''

''ہاں مگر ان مادی چیزوں سے ہمیں کیا لینا دینا...... جب ہمارے دل ہی ایک دوسرے سے نہیں ملتے ہیں...... میں اور میری بیوی ساتھ تو رہتے ہیں مگر یقین کرو میں کس طرح سے اس عورت کو برداشت کرتا ہوں تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔''

''خیر چھوڑو ان باتوں کو مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔''

''کیا عجیب سا لگ رہا ہے مجھے بھی تو پتا چلے'' وہ پوچھنے لگا۔

''ہماری ملاقات بہت عجیب ہے اگر میرے میاں اور تمہاری بیوی کو پتا چل گیا تو کیا ہوگا کہیں یہ بے وفائی تو نہیں ہے۔ تمہیں پتا ہے میرا ضمیر ہر وقت مجھے ملامت کرتا رہتا ہے کہ کچھ غلط ہو رہا ہے ہمیں ان دونوں کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔'' میں نے اپنے ضمیر کی آواز سنتے ہوئے کہا۔

''پاگل ہو رہی ہو کیا تم...... وہ دونوں ہیں ہی اس قابل اور ہم کون سا ایسا غلط کام کر رہے ہیں جس پر ہمیں شرمندگی ہو۔''

ہم بہت دیر تک اسی طرح باتیں کرتے رہے اور پھر کچھ دیر بعد وہ اپنی راہ اور میں اپنی راہ......

☆☆☆

گھر میں سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا...... ساجد کی طرف سے جب سے میں نے بے پروائی برتنا شروع کی تھی وہ کچھ میرے لیے پروا کرنے والے بن گئے تھے، میں اس بات سے خوش تھی کہ ساجد میری زندگی میں واپس لوٹ رہے تھے، میں نے ساجد سے پیسے لے کر نئی طرز اور جدید تراش خراش کے جوڑے بنوالیے تھے میں اب پہلے سے زیادہ خوش اور مطمئن دکھائی دیتی تھی۔

اجنبی مہربان سے میری دو چار ملاقاتیں اور ہوئیں اور وہ ہر ملاقات میں پہلے سے بھی زیادہ اپنی بڑی اوٹ پٹانگ اور ہٹیلی بیوی کی برائیاں کرتا اور اس سے پیچھا چھڑانے کی ترکیبیں سوچتا رہتا اور میں بھی اسے ڈانٹ پلاتی رہتی۔

آج وہ مجھے پہلے سے زیادہ اپ سیٹ دکھائی دے رہا تھا اس کا منہ سرخ انگارے کی طرح دہک رہا تھا اور وہ نہ جانے کیا اناپ شناپ بک رہا تھا آج مجھے پہلی بار اس کے ساتھ کچھ ڈر سا محسوس ہو رہا تھا۔

''کیا بات ہے سب خیریت تو ہے...... کیا بیگم

قیمت

ایک چور نے اپنی محبوبہ کو قیمتی نیکلس بطور تحفہ دیا۔ محبوبہ نے خوش ہو کر پوچھا۔

''اس کی قیمت کیا ہوگی؟''

چور بولا: ''کچھ زیادہ نہیں، یہی کوئی تین سال قید بامشقت۔''

مرسلہ: فرزانہ مجید، حیدر آباد

سے مار کھا کر آرہے ہو؟''

''روزانہ کے مرنے سے تو بہتر ہے کہ ایک ہی دن مر جاؤں۔'' اس نے کسی شیر کی طرح چنگھاڑتے ہوئے کہا۔

''کیوں' ایسا کیا کر دیا اس مظلوم نے؟'' میں نے چائے کی پیالی منہ سے لگاتے ہوئے پوچھا۔

''بس یار اب بہت ہوگئی...... میں اور تم ایک ہو جاتے ہیں اور ان دونوں سے چھٹکارا پانے کی تیاری کرتے ہیں۔''

''تم پاگل ہوگئے یا تمہاری اوپر والی منزل خالی ہوگئی ہے، تمہیں پتا ہے میرے بچے ہیں، اپنا گھر ہے، شوہر ہے، میں کیسے یہ سب چھوڑ سکتی ہوں۔''

''کیا تم میرے لیے یہ نہیں کرسکتیں...... تم میرے ساتھ ہاتھ پکڑ کر زندگی بھر ساتھ چلنے کا وعدہ نہیں کرسکتیں؟'' اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

''تم اپنے ہوش میں نہیں ہو، دیکھو میاں بیوی میں ہزاروں جھگڑے ہوتے ہیں مگر پھر تھوڑے وقفے کے بعد وہ پھر ایک ہو جاتے ہیں، تمہاری بیوی بھی مان جائے گی۔ اس طرح جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہیں کرو۔''

''مگر میں اب اس کے ساتھ مزید گزارہ نہیں کرسکتا۔'' وہ بیزاری سے بولا۔ ''اچھا چھوڑو کچھ اور بات کرو۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے ڈر تھا کہ یہ بندہ ان ملاقاتوں کو کوئی اور ہی رنگ نہ دے دے۔ میں اب اسے منع کرنا چاہتی تھی مگر یہ کام آہستہ آہستہ بھی ہو سکتا تھا اگر میں اس کو فوراً منع کرتی تو شاید وہ کوئی انتہائی قدم اٹھا لیتا، اسی لیے میں کسی مناسب وقت کی تلاش میں تھی آج اس کا فون آیا تو میرے لاکھ منع کرنے کے باوجود اس نے مجھے ملاقات کرنے کے لیے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں بلا لیا میں ہمیشہ کی طرح آج بھی اپنے بچوں کو ٹیوشن والی ٹیچر کے پاس چھوڑ کر روانہ ہو گئی۔

میں ہوٹل پہنچی تو وہ مجھے زیادہ گھبرایا ہوا لگ رہا تھا۔

"کیا ہوا...... مجھے یہاں کیوں بلایا ہے؟" میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بس یار میں نے آج فیصلہ کر لیا ہے کہ اب ہمیں ایک ہو جانا چاہیے۔"

"پھر وہی رٹ...... میں تمہیں سمجھا چکی ہوں کہ ایسا کرنا میرے لیے ناممکن ہے۔" آج وہ مجھے کچھ عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے مجھے اوپر سے نیچے تک ایسے انداز سے دیکھا کہ میں سہم کر رہ گئی پھر جیسے مجھے ہوش آنے لگا کہ میں ایک شادی شدہ عورت ہوں۔

ہم بہت دیر تک مختلف موضوعات پر بات کرتے رہے۔ اتنے میں ویٹر ہمارے لیے چائے کی پیالیاں اور سینڈوچز رکھ کر چلا گیا تھا میرا پیٹ بھرا ہوا تھا اس لیے میں نے صرف چائے پر ہی اکتفا کیا سردی میں چائے بڑی فرحت پہنچا رہی تھی۔ میں آہستہ آہستہ چائے کی چسکیاں لیتی جا رہی تھی جبکہ وہ سینڈوچز کھا رہا تھا۔

"میں نے آج اسی ہوٹل میں ایک کمرا بھی بک کروایا ہوا ہے، ہم دونوں ابھی چل کر وہاں آرام کریں گے۔" اس نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ یہ سن کر میری حالت خراب ہو گئی میں سمجھ گئی کہ کیا ماجرا ہے۔

"آپ کے موبائل میں آپ کی بیوی کی کوئی تصویر تو ہوگی۔" میں نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔

"ہاں کیوں نہیں، میرے جیسے ہینڈسم مردوں کی بیویاں کچھ ایسی ہی ہوتی ہیں، ہنسیے گا نہیں...... یہ لیں۔" اس نے موبائل میری طرف بڑھایا۔ میں نے وہ تصویر دیکھی تو میری آواز میرے حلق میں ہی پھنس کر رہ گئی کیونکہ وہ میری عزیز ترین سہیلی بیلا تھی جسے اپنے شوہر پر بڑا مان تھا۔ مجھے نہیں معلوم اس کے شوہر نے مجھے اتفاقیہ پہلا فون کیا تھا یا وہ جانتا تھا بہرحال... میں فوراً وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے مجھے روکنے کی بہت کوشش کی مگر میں سر پر پیر رکھ کر ایسے بھاگی کہ اگر پیچھے دیکھوں گی تو پتھر کی بن جاؤں گی۔ گزرے ہوئے تمام حالات اور واقعات کے بارے میں سوچ کر میری آنکھوں تلے اندھیرا چھانے لگا۔ میرا دل چاہا کہ میں ایک مُردہ جسم بن جاؤں اور ایک ایسی قبر میں دفن ہو جاؤں جہاں مجھے کوئی نہ دیکھ سکے خاص طور سے میرا شوہر......

میرا ایک، ایک قدم سو، سو من کا محسوس ہو رہا تھا مگر میں پھر بھی بھاگ رہی تھی اپنے گھر کی طرف جسے میں ہرگز کھونا نہیں چاہتی تھی...... ہانپتی کانپتی میں اپنے گھر پہنچی، میں نے اپنے بچوں اور شوہر کو دیکھا تو خدا کا شکر ادا کیا۔ مجھے اپنا شوہر دنیا کا سب سے خوب صورت اور نیک انسان دکھائی دیا میں نے بے اختیار بڑھ کر انہیں گلے سے لگا لیا اس اچانک افتاد سے ساجد ہڑبڑا کر رہ گئے۔ انہوں نے بھی بہت دنوں بعد بے اختیار ہی مجھے اپنے سینے میں بھینچ لیا میں ساجد کے سینے پر سر رکھ کر بہت دیر تک روتی رہی مگر یہ غم کے نہیں خوشی کے آنسو تھے جو ساجد سے دوبارہ ملن پر میری آنکھوں سے خوشی بن کر برسنے لگے تھے۔

اس نے کھڑکی سے بھاگا۔ خالہ باہر برآمدے میں تخت پر بیٹھی تھیں۔ سبزی کی ٹوکری سامنے رکھے، وہ سبزی چھیل کر دانے ایک علیحدہ پیالے میں ڈال رہی تھیں۔ اسے ان کی مدد کروانی چاہیے۔ یہی سوچ کر وہ

بیڈ کور احتیاط سے تہ کر کے رکھا اور بال ٹھیک سے لپیٹتی باہر آ گئی۔ شادی کی دعوتوں میں اتنا وقت ہی نہیں ملا کہ خالہ کا کچن میں ہاتھ بٹاتی۔ خالہ بھی چونکہ ساس سے قبل

اپنی انگلی

ثمرہ احمد

WWW.PAKSOCIETY.COM

امی کی فرسٹ کزن تھیں اور کام کے معاملے میں سخت نہیں تھیں۔ اس لیے خود سے نہیں ٹوکا۔ اب بھی وہ اپنے طور پر احساس کر کے ہی آئی تھی۔

''لائیں خالہ، میں کر دیتی ہوں۔'' ان کے سامنے تخت پر بیٹھتے ہوئے اس نے بہت ادب سے ٹوکری لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

''نہیں، نہیں بیٹا، میں کر لوں گی ابھی تو تمہارے یہ کرنے کے دن نہیں ہیں۔'' انہوں نے پُرشفقت انداز میں مسکرا کر کہا۔

''چلیں پھر میں آپ کے ساتھ کروا دیتی ہوں۔'' اس نے رسان سے کہتے ہوئے مٹر کی تھیلی میں ہاتھ ڈالا۔ خالہ مسکرا کر رہ گئیں۔

لیلیٰ نے مٹر چھیلتے ہوئے ایک نظر پیالے پر ڈالی جس میں نکلے ہوئے سبز دانے رکھے تھے۔ وہی کچے مٹر کھانے کی عادت...... مگر ظاہر ہے وہ یہاں یہ کام نہیں کر سکتی تھی سو خود کو روکے مٹر چھیلتی رہی۔

''ابھی کوئی آیا تھا خالہ، مجھے آواز آئی تھی مگر جب میں آئی تو آپ اکیلی بیٹھی تھیں۔'' اس نے صرف برائے بات پوچھا۔ گھر میں وہ دونوں ہی تو تھیں، وصی آفس گئے تھے، سسر حیات نہیں تھے اور اس کی بڑی نند رابعہ آپا پہلے سے ہی بیاہی ہوئی تھیں، دوسرے شہر میں رہتی تھیں اور ولیمے کے دو روز بعد ہی واپس چلی گئی تھیں۔

''ہاں، وہ فیروزہ تھی اِدھر محلے میں ہی رہتی ہے، پرانا ساتھ ہے ادھار لیا تھا اس نے، وہی لوٹانے آئی تھی۔''

''آہ ہاں......'' اس نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔ بہت دقتوں سے وہ کچے مٹر درمیان میں پھانکنے کی عادت کو قابو کیے بیٹھی تھی۔

''فیروزہ کے آج کل حالات خراب چل رہے ہیں، بیٹا ساری تنخواہ بیوی کے ہاتھ میں دیتا ہے، ماں کو کچھ نہیں دیتا۔ اوپر سے فیروزہ پہ دو جوان بیٹیوں کا بوجھ بھی ہے۔ بہو الگ ناک چڑھائے رکھتی ہے۔'' خالہ یونہی کسی کی بہو کا ذکر کر رہی تھیں مگر وہ ذرا سنبھل کر بیٹھ گئی۔

''فیروزہ کی تو ناک میں دم کر رکھا ہے اس کی بہو نے۔ وہ تو ایک لفظ کہنے کی مجاز نہیں رہی، ورنہ بیٹا بیوی کے کہے میں آ کر وہ سناتا ہے کہ حد نہیں، پہلے ہی سال گھر الگ کر لیا، اب صرف اپنا گھر چلاتا ہے، ماں کو مشکل سے ہی کچھ دیتا ہے، کتنی ہی دفعہ فیروزہ کے گھر کھانے کو بھی کچھ نہیں ہوتا۔'' مٹر چھیلتے ہوئے اس کے ہاتھ سست پڑ گئے۔ وہ اب آنکھوں میں ہمدردی اور تاسف لیے غور سے خالہ کی بات سن رہی تھی۔

''بے چاری فیروزہ آنٹی!'' اس نے موزوں سابقہ جوڑتے ہوئے اظہارِ خیال کیا۔ ''ان کے ساتھ تو بہت ظلم ہو رہا ہے خالہ۔ بہت بڑی آزمائش ہے یہ!''

''کیا کہہ سکتے ہیں بیٹا، بس اللہ سب پر رحم کرے لیکن وہی بات ہے کہ انسان اپنے ہاتھوں کی کمائی اپنے سامنے ضرور دیکھتا ہے۔''

''کیا مطلب خالہ؟'' وہ الجھ کر انہیں دیکھنے لگی۔

''یہ جو فیروزہ ہے نا، اس کی ایک بیوہ نند تھی۔ برسوں پہلے جب وصی اسکول میں تھا ان دنوں وہ فیروزہ کے ساتھ ہی رہتی تھی۔ اس کی ایک بچی تھی پتا نہیں کیا نام تھا اس کا مگر اس بچی سے تو فیروزہ کو خدا واسطے کا بیر تھا۔ محاورتاً نہیں حقیقتاً اس بچی کے منہ کا نوالہ چھین کر اپنے بیٹے کو کھلاتی تھی۔ اسی بیٹے کی پڑھائی اور دوسرے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے وہ اپنے شوہر کو بہن کو پیسے نہیں دینے دیتی تھی۔ آج دیکھو، وہی بیٹا اس کے ساتھ کیا کر رہا ہے۔''

''اوہ......'' اس کے چہرے پر تحیر بکھر گیا۔ چند لمحے قبل فیروزہ خاتون کے لیے جو ہمدردی کا گوشہ محسوس کر رہی تھی، وہ جیسے ختم ہو گیا تھا۔ اسے واقعتاً یہ خیال آیا کہ یہ تو وہی محاورہ ہوا کہ جیسی کرنی، ویسی بھرنی۔

''اب اس کی نند تو بے چاری بیٹی کی شادی کر کے خالقِ حقیقی سے جا ملی مگر آج دیکھو، اللہ تعالیٰ کا مکافاتِ عمل۔ وہ آزمائش کی صورت میں سزا اس طرح دیتا ہے۔''

''واقعی!'' وہ سر ہلا کر متفق انداز میں بولی۔ ...ں میں عجیب سی رنجیدگی پھیل گئی تھی۔ کچے مٹر اسے بھول گئے تھے۔

ہوا نے صحن میں درخت تلے گرے پتوں کو ہلکی سی آواز کے ساتھ بکھیر دیا۔ اس نے یونہی اس طرف درخت کو دیکھا پھر اس کے عقب میں بنی دیوار کو۔

''خالہ، یہ جو اس دیوار کے پیچھے بانو باجی رہتی ہیں ناں، انہوں نے مجھے اچھی خاصی سلامی دی تھی۔ بہت نائس خاتون ہیں، میں آپ کو بتانا ہی بھول گئی۔'' اپنی بھول پر اسے خفت ہوئی۔

''خیر ہے، کوئی بات نہیں۔ بانو بھی بس ہمارے ساتھ کئی برسوں سے ہے، وصی کو چھوٹے بھائیوں کی طرح پیار کرتی ہے، کبھی زیادہ مہمان آ جائیں تو میں اسے مدد کے لیے بلوا لیتی ہوں۔ مٹر تو ختم ہو گئے، لیلیٰ ذرا چھری لے آؤ، آلو چھیل لیتے ہیں، میں لانا ہی بھول گئی۔''

''جی، میں لائی۔'' وہ پہلے دنوں کی تابعداری سے کہتے ہوئے فوراً سلیپرز پہنتی اٹھی۔ چند ہی لمحے بعد وہ دو چھریاں لیے باہر آئی۔ خالہ نے مسکرا کر اپنی بہو کو دیکھا۔

''ویسے آپ کیا بنا رہی ہیں...... مکس سبزی!'' اس نے تخت پر رکھی سبزیوں کی ٹوکری کو دیکھتے ہوئے خود ہی اپنے سوال کا جواب دے دیا۔ آلو، مٹر، گاجر، گوبھی۔

''ہاں، وصی کو بہت پسند ہے۔ اتنے دن سے گوشت کھا رہے تھے...... سوچا آج سبزی بنا لوں۔''

''جی، بہتر!'' وہ مسکرا کر کہتی آلو چھیلنے لگی۔ چھلکا اترنے سے آلو کی پیلی جلد جھلکنے لگی۔ وہ اپنے گھر میں بہت شوق سے آلو چھیل کر چپس کاٹ کر فرائی کرتی اور اتنے ڈھیر سارے بناتی تھی کہ سب کھا لیں، سب یعنی امی، ابا، چھوٹا مسعود اور بہن

دنیا کے کسی بھی گوشے میں اور ملک بھر میں

گھر بیٹھے

رسالے حاصل کیجیے

جاسوسی ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ

ماہنامہ پاکیزہ، ماہنامہ سرگزشت

باقاعدگی سے ہر ماہ حاصل کریں، اپنے دروازے پر

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرِ سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے کسی بھی شہر یا گاؤں کے لیے 700 روپے

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے 7,000 روپے

بقیہ ممالک کے لیے 6,000 روپے

آپ ایک وقت میں کئی سال کے لیے ایک سے زائد رسائل کے خریدار بن سکتے ہیں۔ رقم اسی حساب سے ارسال کریں۔ ہم فوراً آپ کے دیے ہوئے پتے پر رجسٹرڈ ڈاک سے رسائل بھیجنا شروع کر دیں گے۔

یہ آپ کی طرف سے اپنے پیاروں کے لیے بہترین تحفہ بھی ہو سکتا ہے

بیرونِ ملک سے قارئین صرف ویسٹرن یونین یا منی گرام کے ذریعے رقم ارسال کریں۔ کسی اور ذریعے سے رقم بھیجنے پر بھاری بینک فیس عاید ہوتی ہے۔ اس سے گریز فرمائیں۔

رابطہ: ثمر عباس (فون نمبر: 0301-2454188)

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

63-C فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی

فون: 35895313 فیکس: 35802551

WWW.PAKSOCIETY.COM

جویریہ۔ آلو کے چپس کا تو اسے کمرا ابھرا ہوا مل جائے وہ حلفیہ کہتی تھی کہ اسے پورا کھا سکتی تھی مگر یہاں ایسی بچکانہ باتیں وہ ابھی نہیں سوچ سکتی تھی۔ اس نے سر جھٹک کر سوچا باتوں کا سلسلہ کہاں ٹوٹا تھا؟

''آپ بانو آپا کا بتا رہی تھیں، وہ بہت مدد کرتی ہیں ناں آپ کی۔''

''ہاں، اکیلی جو ہوتی ہے۔''

''اکیلی رہتی ہیں؟''

''نہیں، بیٹا ہے ایک چھوٹا اور ماں بھی ہے، باپ عرصہ ہوا فوت ہو چکا اور بھائی بیرونِ ملک ہے۔''

''تو اُن کے شوہر؟'' وہ بہت غور سے ان کی جانب متوجہ تھی۔

''طلاق ہو چکی ہے اسے۔''

''اوہ......'' اس کے دل کو دھکا سا لگا۔ خوش خلق اور مسکراتی ہوئی بانو آپا کا چہرہ نگاہوں کے سامنے گھوم گیا۔

''بچہ دو ماہ کا تھا جب شوہر نے نکال دیا۔ اب وہ آٹھ برس کا ہو چکا ہے۔ ان سات، آٹھ برسوں میں اس نے خود ہی نوکری کر کر کے، دھکے کھا کر، محنت سے کما کر بچے کو پالا ہے، اس کا باپ تو پوچھتا ہی نہیں ہے۔ بڑا مشکل وقت دیکھا ہے بانو نے۔'' خالہ نے گہری سانس لیتے ہوئے جیسے تاسف انگیز یادوں کو جھٹکنے کے لیے سر جھٹکا۔

''بڑی آزمائش سے گزری ہیں بے چاری پھر تو......!'' اسے بہت افسوس ہوا تھا۔

''سچ پوچھو لیلیٰ تو بانو نے اپنی بھابی کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔''

''جی؟'' وہ بری طرح چونکی۔

''اس کے بھائی نے پسند کی شادی کی تھی۔ تب بانو غیر شادی شدہ تھی، اس نے ماں کے ساتھ مل کر بھابی کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ بالآخر دباؤ میں آ کر بھائی نے اسے طلاق دے کر گھر سے نکال دیا مگر خود اتنا ٹوٹ گیا کہ چند ماہ بعد ہی بیرونِ ملک چلا گیا۔ تب کا گیا اب تک نہیں آیا، خرچہ بھی نہیں بھیجتا اور پھر آج دیکھو، بانو کو اس کے شوہر نے اسی طرح نکالا اور اب وہ ایسے ہی دھکے کھاتی پھر رہی ہے جیسے اس کی بھابی نے کھائے ہوں گے۔''

لیلیٰ بس سر ہلا کر رہ گئی۔ بانو آپا کا یہ چہرہ سامنے آیا تو جیسے دل اچاٹ ہو کر رہ گیا۔ ''انسان بھی اپنے اعمال سے اپنے لیے کیا، کیا کما لیتا ہے۔'' اس نے تاسف سے سوچا تھا۔

''آلو چھل گئے تو اب وہ گوبھی کاٹنے لگی۔ خالہ نے بھی ہاتھ نہیں روکا، وہ ساتھ ہی کام کروا رہی تھیں مگر پھر فون کی گھنٹی بجی تو وہ اٹھ گئیں۔ جب تک وہ بات کر کے واپس آئیں، گوبھی کٹنے کے قریب تھی۔

''رقیہ تھی، مظاہر کی امی، شادی پہ دیکھا ہوگا تم نے؟'' وہ واپس چھری سنبھالتے ہوئے تخت پر بیٹھیں۔

''آ......نہیں، ابھی رشتوں کی اتنی سمجھ نہیں آئی۔'' اس نے خفت سے اعتراف کیا۔

''خیر ہے، آہستہ آہستہ سمجھ آجائے گی، رقیہ میری جیٹھانی ہے، اس کا بیٹا مظاہر ہے جو وہیل چیئر پر تھا۔''

''اوہ اچھا، یاد آگئے، انہوں نے مجھے سلامی بھی دی تھی۔'' اس نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

خالہ نے ایک اور ''سبزی'' پہ ''چھری'' چلانی شروع کی۔

''چار سال ہونے کو آئے مظاہر کے ایکسیڈنٹ کو......ٹانگیں بالکل مفلوج ہو کر رہ گئی ہیں، بہت ترس آتا ہے بے چارے پہ۔''

''جی، بہت بھلے مانس سے آدمی لگتے ہیں، کتنے بہن، بھائی ہیں یہ لوگ؟''

''بس دو بھائی ہیں، بڑا مظاہر ہے اور چھوٹا ابھی پڑھ رہا ہے۔''

''کیسے ہوا تھا اُن کا ایکسیڈنٹ؟'' اس کی چھری تلے کٹتے گوبھی کے ننھے ننھے پھول کٹ کٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر گر رہے تھے۔

''بس بیٹا، گاڑی کسی ٹرک سے ٹکرا گئی تھی۔ اللہ بچائے، نہ بلوائے، مظاہر کے ابا واپڈا میں تھے۔ ساری عمر حرام کمایا اور کھایا، جب ریٹائر ہوئے تو اتنا کما چکے تھے کہ اتنی بڑی کوٹھی بنالی۔ کوٹھی مکمل ہوئی تو مظاہر کی شادی طے کر دی۔ ابھی شادی میں دو ماہ تھے کہ حادثہ ہو گیا اور منگنی ٹوٹ گئی۔ وہی اظہر بھائی، میرے جیٹھ، جو سب کو حقارت سے دیکھا کرتے تھے۔ آج دیکھو، پیسہ پانی کی طرح بہا کر مظاہر کا علاج نہیں کرا سکے۔ اسی لیے سیانے کہہ گئے تھے کہ حرام کی کمائی کا وبال ضرور آتا ہے۔ ماں، باپ کے گناہوں کی سزا اولاد کو ضرور ملتی ہے۔''

''چچ چچ......'' لیلیٰ نے دکھی دل کے ساتھ سر نفی میں ہلایا۔

خالہ صحیح کہہ رہی تھیں۔ پتا نہیں لوگ حرام کماتے ہوئے مکافاتِ عمل کو کیوں بھول جاتے ہیں؟

''آپ رہنے دیں خالہ، گاجر میں کاٹ لوں گی۔'' اس نے گوبھی ختم ہونے پر گاجر کا برتن اپنے سامنے کر لیا۔

''خیر ہے بیٹا، مجھے ساتھ کام کر کے اچھا لگے گا۔'' انہوں نے نرمی سے اصرار کرتے ہوئے گاجر اٹھالی اور اس کے گول گول قتلے کاٹنے لگیں۔

''تمہارا جوڑا بہت پیارا ہے لیلیٰ، جہیز کا ہے؟''

''نہیں خالہ، یہ تو رابعہ آپا نے مجھے گفٹ کیا تھا۔ ریڈی میڈ ہے، کسی بہت اچھے بوتیک کا۔''

''اچھا ہاں، دِکھا رہی تھی مگر مجھے اب رنگ کہاں یاد رہتے ہیں۔ بہت اچھا کپڑا ہے یہ تو۔''

''جی، رابعہ آپا کا ٹیسٹ بہت اچھا ہے، ان کے اپنے کپڑے بھی بہت خوب صورت ہوتے ہیں۔'' اس نے کھلے دل سے اپنی اکلوتی نند کی تعریف کی۔ خالہ نے مسکرا کر سر ہلایا۔

''اس کا دل بھی اتنا ہی اچھا ہے، بہت نیک بچی ہے میری۔''

''سو تو ہیں۔'' اس نے گاجر کاٹتے ہوئے اثبات میں سر ہلا کر تسلیم کیا۔ ''ان کی بیٹی بھی بہت پیاری ہے، ویسی ہی پیار کرنے والی۔'' کہتے ہوئے اس کی اپنی آواز میں ذرا سا دکھ بھر آیا۔ خالہ کے چہرے پر بھی حزن پھیل گیا۔

رابعہ آپا کی بیٹی پیدائشی ابنارمل تھی۔ وہ downs, syndrome کا شکار تھی اور اس کی شکل بالکل ویسی تھی جیسی اس بیماری کے شکار افراد کی ہوتی ہے۔

''رابعہ آپا بہت خیال رکھتی ہیں چھوٹی کا۔ بہت مشکل وقت دیکھا ہوگا انہوں نے۔''

''ہاں بس، بڑی آزمائش ہے میری بچی پہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ بیمار بیٹی کے ساتھ حالات کا بہت بہادری سے مقابلہ کیا ہے اس نے۔ تم بھی دعا کرنا اس کے لیے......اس کی آزمائش بہت کڑی ہے لیکن لیلیٰ پھر اللہ اپنے نیک بندوں پہ ہی مصیبت ڈال کر ان کو آزماتا ہے اور یہ اولاد کی آزمائش تو ویسے بھی انبیا کی آزمائش ہوتی ہے۔ بس اللہ میری بیٹی کو اس آزمائش میں کامیاب کرے اور اس کا اجر دو جہان میں اسے عطا کرے، آمین۔''

وہ ''ثم آمین'' بھی نہ کہہ سکی۔ وہ بس سر جھکائے گاجر کاٹ رہی تھی۔ اس کے دل میں ایک عجیب سا احساس پیدا ہوا تھا۔ شاید اندر ہوتی اس پکڑ دھکڑ کے باعث بے خیالی میں چھری نے اس کی انگلی پر خراش لگا دی۔ خون کی ننھی سی بوند انگلی کی پور سے ٹپکی۔ اس نے انگوٹھے سے زخمی پور کو دبایا پھر کٹی ہوئی چھلی ہوئی سبزیوں کو دیکھا جو مختلف برتنوں میں تخت پر رکھی تھیں۔

''پرائی سبزی کاٹنا جتنا آسان ہوتا ہے اپنی انگلی کاٹنا اتنا ہی تکلیف دہ۔'' لیلیٰ نے بے اختیار سوچا تھا۔

مکمل ناول

جانِ جاناں

عتیقہ محمد بیگ

دوسرا حصہ

خود اپنے سے ملنے کا تو یارا نہ تھا مجھ میں
میں بھیڑ میں گم ہو گئی تنہائی کے ڈر سے
بے نام مسافت ہی مقدر ہے تو کیا غم
منزل کا تعین کبھی ہوتا ہے سفر سے
نکلے ہیں تو رستے میں کہیں شام بھی ہو گی
سورج بھی مگر آئے گا اس راہ گزر سے

ہجر و فراق کے بحر میں غوطہ زن معصوم دلوں کی دلگداز داستان

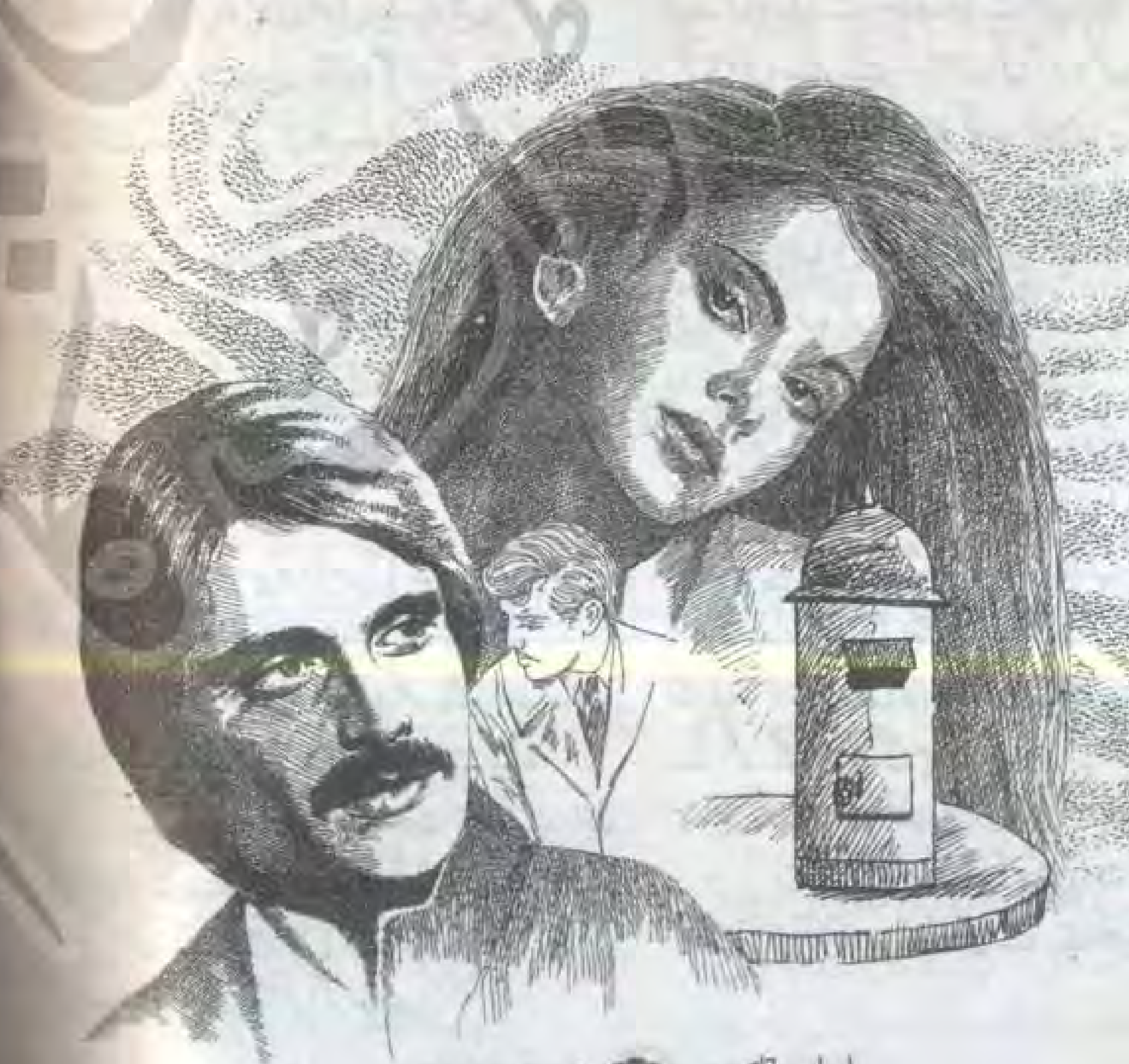

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس نے سب سے پہلے پلاؤ پلیٹ میں لیا...... اور گھر کا بنا سالن اس پر ڈال کر کھانے لگا...... رحما جو اسے دیکھ رہی تھی...... اس کی نظریں اٹھیں تو رحما نے جھٹ اپنی نظریں جھکا لیں۔

''پلاؤ بہت اچھا بنا ہوا ہے۔'' رحما کے دیر سے آنے کی وجہ سے اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ رحما نے کوکنگ کی ہے۔

''رحما بیٹی بہت اچھا پلاؤ بناتی ہے...... اس لیے تو آج ہم نے رحما سے پلاؤ بنوایا۔'' عظمت خالہ نے پیار سے اسے دیکھ کر تعریف کی۔ ثریا مسکرانے لگیں۔

''رحما نورین کو بھی سکھا دو...... رئیلی بہت مزے کا ہے۔'' وہاب نے بھی تعریف کی۔

''بیٹا یہ شامی لو......'' عظمت خالہ نے وہاب کی طرف شامی کباب کی پلیٹ بڑھائی۔

''تھینک یو......'' وہاب نے ایک شامی کباب اٹھایا۔

''بیٹا تم بھی لو......'' خالہ عظمت نے حسیب کی طرف پلیٹ بڑھائی۔ وہ حسیب سے کافی متاثر ہو چکی تھیں...... جو رحما نے محسوس کیا تھا۔

''نہیں آنٹی...... میں پلاؤ کا مزہ خراب کرنا نہیں چاہتا...... یہ گھر میں رائتہ تیار کیا ہوا ہے؟'' اس نے رحما کو مخاطب کیا۔

''جی!'' وہ گھبرا سی گئی۔

''ہاں......'' ثریا نے جلدی سے رائتے کا ڈونگا اس کی طرف بڑھایا۔ حسیب نے رائتے کے دو چمچ پلیٹ میں ڈالے اور مزے سے کھانے لگا۔

نورین حسیب کی حرکتیں دیکھ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں وہاب کو اشارے کرنے لگی...... وہاب کافی خوش دکھائی دے رہا تھا۔

''لگتا ہے بیٹا...... تمہیں گھر کی چیزیں اچھی لگتی ہیں۔'' اس نے جب بازار کی کوئی چیز نہ لی تو مجبوراً ثریا نے کہا۔

''جی آنٹی...... مجھے باہر کا کھانا اچھا نہیں لگتا...... اور رحما کے پلاؤ نے تو میرا ہاتھ کسی اور جانب بڑھنے نہیں دیا۔'' اس نے ایک اور چمچ پلاؤ کا پلیٹ میں ڈالا۔

وہاب اس کی بات پر کھانسنے لگا...... اور اس نے حسیب کو آنکھ ماری...... جو نورین نے دیکھ لی...... وہ بھی مسکرانے لگی۔

''رحما کو متاثر کر رہا ہے...... ورنہ یہ لڑکا تو ہمیشہ باہر کھانے کا شوقین ہے۔'' وہاب نے بیوی سے سرگوشی کی۔ دونوں کو باتوں میں الجھا دیکھ کر رحما نے نورین سے اشارتاً پوچھا...... نورین نے اس کے اشارے کا جواب مسکراہٹ سے دیا...... اور نفی میں سر ہلایا...... جیسے کوئی بات نہیں ہو۔

''رحما آپ کو اور کیا، کیا اچھا بنانا آتا ہے؟'' اس نے اچانک سب کے سامنے سوال کر دیا۔

''جی، مجھے......؟'' وہ گھبرا سی گئی...... خالہ عظمت اور ثریا کے سامنے وہ کچھ بولنے کی جرأت نہیں رکھتی تھی۔

''بیٹا تمہیں اور کیا کھانا ہے...... مجھے بتا دو ہم پھر تمہیں اپنے گھر دعوت دیں گے......'' ثریا نے شفقت بھرے لہجے میں کہا۔

''تھپڑ مار سکتی ہیں...... مگر زبان نہیں چلا سکتیں......'' اس نے نہایت آہستہ سے کہا تھا پھر بھی اس کی آواز رحما کے کانوں تک جا پہنچی...... وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھا ہوا تھا۔

''کیا کہا بیٹا...... کسی چیز کی ضرورت ہے؟'' خالہ عظمت اس کی سرگوشی پر بولیں جو دوسری سائڈ پر بیٹھی تھیں۔

''نہیں خالہ جان...... بس یہ سوچ رہا ہوں کہ ڈنر کے بعد چائے میں اپنے ہاتھوں سے بناؤں گا۔'' اس نے مسکراتے ہوئے اعلان کیا۔

''رئیلی......؟'' وہاب حیرت زدہ ہو کر بولا۔

نورین ہکا بکا رہ گئی وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس نے کبھی چائے بنانے کا کام نہیں کیا...... یہ صرف دے علیحدگی میں بات کرنے کا بہانہ ہے۔

''نہیں بیٹا، رحما تم سب لوگوں کے لیے چائے کا بندوبست کرے گی...... بیٹا تم ہمارے مہمان ہو...... اور مہمان سے کام تھوڑی لیا جاتا ہے۔'' ثریا گھبرا کر بولیں۔ خالہ عظمت نے بھی جلدی سے رحما کو چائے بنانے کا کہا۔

''جی آنٹی' میں بناتی ہوں۔'' یہ کہہ وہ کر کھانا کھانے لگی۔

''آپ آرام سے کھانا کھائیں...... مجھے آج جلدی نہیں۔'' اس نے پھر سرگوشی کی۔

''لگتا ہے...... حسیب بیٹے کا بہت دل کر رہا ہے...... چلو بیٹا اپنے ہاتھ کی چائے پلا ہی دو......'' ثریا نے حسیب کے بجھے چہرے کو محسوس کر کے کہا تھا...... جو سوچ رہا تھا کہ وہ کون سا بہانہ بنا کر باورچی خانے میں اس سے بات کرنے جائے۔

''تھینک یو...... آنٹی آپ بہت سوئٹ ہیں، مطلب آپ بہت میٹھی ہیں۔'' اس نے ہنس کر ثریا کی تعریف کی۔

رحما کے چہرے پر خفگی چھا گئی...... وہ خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی...... وہ بھی اس کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

''چلیں...... مجھے باورچی خانے میں لے چلیں......'' اس نے ہنس کر کہا۔

''اچھی چائے بنا کر لانا ورنہ ہم تمہاری جان نکال لیں گے۔'' وہاب مسکرا کر بولا۔

''یہ سوچ لو کہ آنٹی ثریا اور آنٹی عظمت میری سائڈ پر ہیں...... کیوں آنٹی پارٹی؟'' اس نے ہنس کر دونوں سے پوچھا۔

''بیٹا جیسی بھی ہو...... ہمارے لیے اچھی ہوگی......'' خالہ عظمت مسکرا کر بولیں۔

''دیکھ لیجیے......'' وہ مسکرایا۔

''رحما بیٹا حسیب کی باورچی خانے میں مدد کرو۔'' ثریا نے اسے ہدایت دی۔

''چلیے!'' وہ مجبوراً شائستگی سے بولی جبکہ اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ ٹیبل سے چھری اٹھا کر اس کے گلے پر پھیر دے...... جس طرح وہ ہر بات اسے تنگ کرنے کے لیے کر رہا تھا۔

''آپ کی زبان کدھر ہے؟'' اس نے چولہے پر پانی دیگچی میں ڈال کر رکھ دیا اور خاموش کھڑی ہوگئی۔

''مجھے آپ سے بات نہیں کرنی۔'' اس نے خفگی سے کہا۔

''اوکے...... مگر میرا قصور کیا ہے، جس پر آپ مجھ سے خفا ہیں۔''

''میں خفا نہیں ہوں۔'' اس نے آنکھیں دکھائیں۔

''آپ مجھے ڈرا رہی ہیں، میں آپ کی اماں سے شکایت کروں؟'' اس نے ہنس کر کہا۔

''جی ہاں...... آپ شکایت کریں...... مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' اس نے غصے سے اُبلتے پانی میں چائے کی پتی ڈال دی۔

''اوہو...... آپ کیوں چائے بنا رہی ہیں، مجھے کام کرنے دیں ناں...... اور پلیز اتنی تیز آنچ مت رکھیں۔'' اس نے ٹوکتے ہوئے کہا۔

''میں جانتی ہوں کہ آپ صرف میرے لیے یہاں باورچی خانے میں آئے ہیں...... اور میں یہاں آپ کو زیادہ دیر تک اپنا دماغ چاٹنے نہیں دوں گی۔'' اس نے آنچ کو مزید تیز کر دیا اور فریج کی طرف بڑھی اور دودھ کی دیگچی چولہے کے پاس لے آئی۔

''اُف...... آپ غصہ نہ کرنے کا کیا لیں گی؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

حسیب نے مسکرا کر پوچھا۔
”آپ کی جان......“ وہ خفگی سے بولی۔
او کے...... آپ مجھے قتل کر دیں...... اگر اس سے آپ کے چہرے پر مسکراہٹ آ سکتی ہے تو۔“
”آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں...... صاف صاف بتا ہی دیں......“ اس نے غصے سے چولھے کی آنچ ہلکی کی اور دودھ چائے میں ڈال دیا۔
”میں...... میں...... صرف آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں......“ اس نے سوچ کر جواب دیا۔
”کیوں......؟“ وہ خفگی سے بولی۔
”یار...... اب کیا، کیوں، یہ میری ڈکشنری میں نہیں ہے۔ آپ مجھے اچھی لگیں سو دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہوں......“ اس نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔ وہ خاموش کھڑی رہی۔
”اچھا...... چلیں...... آپ مجھے بتا دیں...... کہ آپ مجھ سے خفا کیوں ہیں......؟ آپ شادی کے دن والی بات پر خفا ہیں ناں...... تو آئی ایم سوری...... جبکہ خفا تو مجھے ہونا چاہیے...... آپ نے مجھے اتنے لوگوں میں تھپڑ رسید کر دیا......“ اس نے مسکرا کر اپنے گال پر ہاتھ رکھ کر بتایا۔ وہ شرمندہ سی ہو گئی۔
”اگر آپ مجھ سے دوستی نہیں کریں گی تو میں باہر جا کر منہ پھلا کر بیٹھ جاؤں گا...... اور چائے بھی نہیں پیوں گا۔“ اس نے دھمکی دی۔
”آپ مجھے بلیک میل کر رہے ہیں۔“ رحما نے تیکھی نظر اس پر ڈالی۔
”جی ہاں......“ اس نے بتیسی نکال کر جواب دیا۔
”میرا دل کر رہا ہے...... کہ میں...... میں......“ اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔
”مجھے پتا ہے...... کہ آپ کا دل چاہ رہا ہے کہ میں آپ کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر جاؤں...... مگر ایسا ناممکن ہے کیونکہ آپ میرے لیے ابھی تک غیر ہیں...... آپ دوستی کریں گی تو شاید میں آپ کو لے کر جا سکتا ہوں۔“ اس نے ہنسی دبا کر اس کی بات کا الٹا جواب دیا۔
”آپ پاگل ہیں......“ وہ مسکرا کر کپ ٹرے میں سجانے لگی۔
نورین اور وہاب بھی کچن میں آ گئے...... نورین نے رحما کو مسکراتے پایا تو بہت خوش ہو گئی...... وہ حسیب کو ارمغان کی جگہ دیکھ رہی تھی۔ حسیب ہر لحاظ سے رحما کے قابل لگا...... مگر اس نے اپنی خواہش کو دل ہی دل میں دبا کر رکھا۔
”آپ دونوں اکیلے اکیلے گپ شپ کر رہے ہیں، یہ ناانصافی ہے۔“ وہاب نے منہ بسور کر کہا۔
”یہ کیا ہم لوگوں سے چھپ کر کیا باتیں کی جا رہی تھیں۔“ نورین نے بھی خفگی سے کہا۔
”کچھ نہیں...... چائے بن گئی تھی بس لانے والی تھی۔“ رحما نے اپنی صفائی پیش کی۔
”نہیں رحما...... ہم مذاق کر رہے ہیں...... آپ دونوں کو صفائی دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔“
”بھائی آپ کو کیا ہوا ہے......؟“ نورین نے حسیب کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر اس کا بازو پکڑ کر پوچھا۔
”یار...... کباب میں تم دونوں ہڈی بن گئے ہو...... اور مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ میں مرجھایا ہوا کیوں ہوں۔“
اس کی بات پر نورین اور وہاب نے قہقہہ لگا دیا...... جس میں حسیب نے بھی ساتھ دیا مگر رحما حسیب کو گھورتی رہ گئی۔

☆☆☆

”بہت پیارا لڑکا ہے۔“ رات کو اس نے ماں کو دوا دی تو ثریا نے کہا۔
”اماں وہاب بھائی سچ میں بہت اچھے ہیں۔“ اس نے سلائی مشین میں تیل ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

”...یں وہاب کی نہیں...... حسیب کی بات ...ی ہوں۔ بہت اپنا اپنا سا لگا......“ ثریا نے اپنے ...بات کی۔
”اماں اس کے لیے ہم غریب لوگ صرف ...ل ہیں، ایک نیا تجربہ ہیں۔“ رحما گھبرا سی گئی ...حسیب کے متعلق اس کی اماں کچھ اور نہ سوچنا ...ع کر دیں......“ وہ جھٹ بولی۔
”نہیں...... ایسا تو مجھے اس کی باتوں سے نہیں ...“ ثریا نے نفی کی۔
”اماں! جب ہم اس کے گھر جائیں گے...... تو ...ے گا وہ ہمیں پہچاننے سے انکار کر دے گا، یہ امیر ...ل کب بدل جائیں کچھ کہا نہیں جا سکتا......“ اس ...خود میں اور حسیب میں امیری غریبی کی دیوار ...ی کر دی۔
”بیٹا وہاب بھی تو لندن سے پڑھ لکھ کر آیا ہے، ...ا نے نورین کو قبول کر لیا...... اور اس کا دامن ...خوشیوں سے بھر رہا ہے...... حسیب بھی تو اسی کا ...ت ہے۔“
”اماں! وہاب، نورین کا چچا زاد بھی ہے، ...رین اس خاندان کا خون ہے، وہ نورین کو اس نظر ...ے دیکھ رہا ہے، جس کی وجہ سے امیری غریبی کا فرق ...نظر نہیں آتا......“ اس نے خفگی سے کہا۔
”تجھے پتا نہیں کیوں...... حسیب اتنا برا لڑکا ...نہیں۔“ ثریا منہ بسورے بولیں۔
”اماں...... تو کیا اس کی تعریف کے لیے ...قصیدے پڑھوں۔“ وہ غصے میں آ گئی...... اور سلائی اور ...مشین اٹھا کر باہر چلی گئی۔
ثریا کے لبوں پر مسکراہٹ چھا گئی...... وہ سمجھ ...گئی کہ ان کی بیٹی حسیب سے کترا رہی ہے کہ اس کی ...ل حسیب کو اس کے لیے پسند نہ کر لے۔

☆☆☆

وہ ایک ہفتے کے بعد پوسٹ آفس پہنچی...... اس کا چہرہ پیلاہٹ کا شکار تھا...... جیسے پہلی ملاقات میں تھا۔
اکرم نے اسے دیکھا تو کھل سا اٹھا...... جو کافی دنوں سے اس کے انتظار میں تھا۔
”میں آج بات کرتا ہوں۔“ وہ خود کو مضبوط کر کے بڑبڑایا۔ وہ بجھے چہرے سے اس کے پاس آ کھڑی ہوئی...... نہ چاہ کر بھی اس نے خود کو انجان کر لیا اور اس سے بے خبر سا ہو گیا۔
”سنیے......“ اس نے شائستگی سے پکارا۔
”جی......!“ اکرم نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھ کر کہا۔
”کیا میرے خط کا کوئی جواب آیا ہے؟“ اس نے بجھے بجھے لہجے میں پوچھا۔
”جی نہیں......“ اکرم نے نفی کی۔
اس کی آنکھوں میں نمی سی آ گئی...... اس نے پرس میں سے لفافہ نکالا...... اور پیسے ٹیبل پر رکھ کر بولی۔ ”یہ خط پوسٹ کر دیجیے گا۔“ اکرم نے پیسے تھامے...... تو وہ باہر کی طرف چل دی...... اکرم نے اسے پیچھے سے آواز بھی دی...... مگر شاید وہ ارمغان کی یاد میں کچھ اس طرح سے کھوئی ہوئی تھی کہ اس نے پلٹ کر نہ دیکھا۔
اس کے جانے پر اکرم نے سب سے نظریں بچا کر بے صبری سے لفافہ کھول کر خط نکال لیا۔
”پیارے ارمغان!
آداب
تم کیسے ہو...... اور پھر کہاں غائب ہو گئے...... تمہیں کیسے بتاؤں کہ تمہارا خط نہ ملنے کی وجہ سے بہت پریشان رہنے لگی ہوں...... اگر تم خط کا جواب محض اس لیے نہیں دے رہے ہو کہ تم ابھی شادی نہیں کرنا چاہتے...... تو میں شادی کا خیال ہی دل سے نکال دوں گی...... میری محبت کسی رشتے کی محتاج نہیں ہے...... میں جانتی ہوں کہ تم پردیس میں ہو اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

پردیس میں ہزاروں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے...... تم بس اپنا خیال رکھو...... اور میری فکر چھوڑ دو...... میں تمہیں کسی بھی بات کے لیے مجبور نہیں کروں گی...... بس مجھے زندہ رکھنے کے لیے اپنی اطلاع دیتے رہنا...... مجھے خط کا جواب ضرور دینا...... تمہاری سلامتی کے لیے دعائیں کرتی رہوں گی۔'' آخر میں اس نے اپنا نام اور اِک شعر لکھا ہوا تھا۔

''میں ساتھ دوں تیرا
کچھ ایسے جانِ جاں
زندہ رہوں تو تیری
مرجاؤں بھی تو تیری''

اکرم نے خط پڑھ کر آنکھیں موندلیں اور اس کی بند آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

☆☆☆

''تجھے حبیب کیسا لگا؟'' ثریا چاول چُن رہی تھیں...... جب عظمت نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''حبیب بہت پیارا لگا...... کیوں؟ تم کیوں پوچھ رہی ہو...... خیریت تو ہے ناں؟'' ثریا نے فکر مندی ظاہر کی۔

''سوچ رہی ہوں کہ نورین سے بات کروں۔'' عظمت نے سنجیدگی سے کہا۔

''کیا بات ...... میں سمجھی نہیں۔'' ثریا مزید پریشان ہوگئیں...... انہوں نے چاول کی پرات تخت کے ایک طرف رکھ دی۔

''اوہو ...... رحما کے لیے سوچ رہی ہوں کہ حبیب کی شادی رحما سے ہوجائے...... تو دونوں سہیلیاں خوش رہیں گی۔'' عظمت نے مسکرا کر اپنے دل کی بات ظاہر کی۔

''تم نے میرے دل کی بات کہہ دی، مجھے بھی حبیب بہت اچھا لگا مگر رحما کو نہیں۔'' ثریا یکدم بُجھ سی گئیں۔

''کیوں......؟ رحما کو وہ کیوں اچھا نہیں لگا...... وہ تو بار بار رحما کی تعریف کر رہا تھا۔''

''میں نے بھی محسوس کیا تھا۔'' ثریا خوش سی ہوگئیں۔

''اور وہ بار بار ہماری رحما کی طرف متوجہ ہورہا تھا...... اس کی آنکھیں ہماری بچی سے ہٹ نہیں رہی تھیں۔'' عظمت نے اس دن کا احوال یاد کیا۔

''سچ...... تم سچ کہہ رہی ہو؟'' ثریا مسکراتی چلی گئیں۔

''ہاں...... مجھے یقین ہے کہ حبیب کو ہماری رحما پسند آگئی ہے۔ میں نورین سے بات کروں گی۔'' عظمت نے خوشی خوشی کہا۔

''اگر سچ میں حبیب کو رحما پسند آگئی ہے تو یہ خدا کا مجھ پر خاص کرم ہوگا...... مگر رحما تو اس کے نام پر بھڑک اٹھتی ہے۔'' ثریا نے رحما کا رویہ بتایا۔

''شروع شروع میں سب لڑکیاں ایسا ہی کرتی ہیں، رحما کی عادت تو تم جانتی ہو...... وہ لڑکوں سے زیادہ بات نہیں کرتی ...... حبیب کا بار بار اسے مخاطب کرنا...... اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ زمانے سے ڈرتی ہوگی کہ کہیں کوئی الٹی بات نہ بن جائے......'' عظمت نے رحما کے رویے کی طرف سے اس کی ماں کو تسلی دی تو وہ مطمئن سی ہوگئیں...... دونوں حبیب کے بارے میں باتیں کررہی تھیں...... تب ہی رحما کپڑوں کا شاپر تھامے گھر میں داخل ہوئی۔

''میری رانی تھک گئی ہے...... چلو جلدی سے منہ دھولو...... میں تمہارے لیے کھانا گرم کرتی ہوں......'' ثریا نے بڑے پیار سے کہا تو اس نے کپڑوں کا شاپر تخت پر چھوڑا...... اور ہاتھ دھونے لگی۔

''نہیں اماں...... میں خود گرم کرلوں گی...... آپ لوگوں نے کھانا کھالیا کیا؟'' اس نے تولیے

...صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں میری جان...... تمہارے بغیر کیسے کھانا ...ے اتر سکتا ہے۔'' عظمت خالہ نے پیار سے ...ب دیا۔

''اوہو خالہ...... آپ لوگوں نے میرا انتظار ...کیا؟ دوپہر کے تین بج رہے ہیں، میں ابھی ...گرم کرتی ہوں۔'' وہ باورچی خانے کی طرف ...سے بڑھ گئی۔

''ثریا کھانے کے دوران ہم حبیب کے متعلق ...یں کریں گے تاکہ رحما سمجھ جائے کہ ہمیں حبیب ...ہے۔'' عظمت نے مسکرا کر اپنا پلان سنایا...... ثریا ...نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔ وہ گرما گرم پھلکے اور آلو ...کی بھجیا ساتھ میں چینی پلیٹ میں سجا کر تخت پر لے ...ئی۔

''اماں...... یہ لیجیے...... یہ خالہ آپ لیں......'' ...نے چھوٹی پلیٹیں دونوں کو پکڑا دیں۔ ''تو چلیں کھانا شروع کریں۔'' اس نے اپنے لیے بھی بھجیا نکالی۔

''عظمت تم لو...... تمہیں آلو کی بھجیا رحما کے ...کی بہت پسند ہے ناں۔'' ثریا نے خوش دلی سے ...اُن کی طرف کیا۔

''ہاں...... اور کیا ماشاء اللہ ہماری رحما کی کوکنگ بہت کمال کی ہے...... حبیب جیسا امیر لڑکا جس نے نہ جانے کتنے ہوٹلوں سے کھانا کھایا ہوگا وہ رحما کے ہاتھ کے کھانوں پر دنگ رہ گیا...... ثریا نہیں بتایا ہے اس نے رحما کے ہاتھ کے پکے پلاؤ کے ...وہ باہر کی کوئی چیز نہیں کھائی تھی۔'' عظمت نے ثریا کو دیکھتے ہوئے کہا اور مسکرانے لگیں...... رحما نے تھوڑے سے آلو پلیٹ میں ڈالے...... دونوں کی ...ں سے اس کا دل ڈر گیا...... اس نے نظریں نہ اٹھائیں اور خاموشی سے کھانا کھاتی رہی۔

''میں سوچ رہی ہوں کہ حبیب کو گھر پر دعوت دوں۔'' ثریا نے نوالہ کھاتے کھاتے کہا۔ رحما ماں کی بات پر بوکھلا سی گئی...... نوالہ اس کے حلق میں جا پھنسا...... اور وہ کھانسنے لگی۔

''اُف...... پانی پیو......'' خالہ عظمت نے پانی کا گلاس بھر کر رحما کے ہاتھ میں دیا...... ثریا بھی فکر مندی ہوگئیں۔ رحما کی سانس بحال ہوئی...... تو وہ دونوں کے پاس سے خاموشی سے اٹھ کر اندر چلی گئی۔

''ثریا رحما کسی اور کو تو پسند نہیں کرتی؟'' خالہ عظمت نے روٹی کا نوالہ لیتے لیتے کہا۔

''کیا مطلب؟'' ثریا گھبرا سی گئیں۔

''رحما حبیب کی بات سن کر ڈر کیوں گئی...... جیسے اس نے کوئی چوری کی ہو۔'' عظمت نے فکر مندی ظاہر کی۔

''نہیں...... نہیں...... رحما نے کبھی مجھ سے کسی کا ذکر نہیں کیا...... اور وہ مجھ سے اپنے دل کی بات کیوں چھپائے گی...... ماں سے زیادہ وہ مجھے اپنی سہیلی سمجھتی ہے ...... کوئی بات ہوتی تو ضرور مجھے بتاتی۔'' ثریا نے صاف صاف انکار کیا۔

''میں رحما سے بات کروں......؟ شاید وہ کسی کو چاہتی ہو...... مگر ہم لوگوں سے ڈر رہی ہو......'' عظمت نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہاں...... ہاں...... تم بات کرو...... وہ تمہاری بھی تو بیٹی ہے اور اگر کوئی ایسی بات ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں جہاں میری بیٹی خوش وہاں میں بھی خوش......'' ثریا نے آہستگی سے اسے جواب دیا کہ رحما کے آنے کی آہٹ سن چکی تھیں۔

''خالہ آپ چائے لیں گی؟'' اس نے مسکرا کر پوچھا۔

''ہاں بیٹا...... ضرور...... تمہارے ہاتھ کی چائے کا تو کوئی جواب نہیں...... بس چینی تھوڑی کم رکھنا۔'' خالہ عظمت نے اسے ہدایت دی۔

اس نے تمام برتن تخت سے اٹھائے اور ماں کی طرف دیکھا...... جو کچھ سوچتے ہوئے پانی پی رہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھیں...... وہ ثریا کے یوں کھو جانے پر اندر تک کانپ اٹھی تھی۔ جیسے اس کی ماں نے اس کی چوری پکڑ لی ہو۔

☆☆☆

''ہائے ریما...... کیسی ہو؟''

''فائن، آپ کیسے ہیں بھائی اتنے دنوں کے بعد کال کی......'' ریما نے اپنے بالوں میں برش کرتے کرتے خود کو آئینے میں دیکھا۔

''تمہیں پیسے مل گئے تھے؟'' حسیب نے شائستگی سے پوچھا۔

''جی بھائی......'' اس نے آئینے میں اپنے بالوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم پاکستان کب تک آ رہی ہو؟'' حسیب نے اگلا سوال کیا۔

''ابھی تو کوئی پروگرام نہیں۔'' وہ بڑی مہارت سے بات کرنے کے ساتھ ساتھ میک اپ کیے جا رہی تھی۔ ''مگر کیوں...... آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟''

''تمہیں کسی سے ملوانا ہے۔'' حسیب نے قہقہہ لگا کر بتایا۔

''پلیز بھائی...... مجھ سے شادی کی بات مت کیجیے گا...... میں سدرہ کی برتھ ڈے سے پہلے موڈ آف نہیں کرنا چاہتی۔'' اس کا چہرہ بیزار سا ہو گیا۔

''ہاہاہا...... میں تم سے کسی لڑکے کی بات نہیں کر رہا......'' حسیب نے ہنستے ہنستے بتایا۔

''تو پھر آپ مجھ سے کس کی بات کر رہے ہیں؟'' وہ حیرانی سے پوچھنے لگی۔

''رحما کی......!'' حسیب نے سنجیدگی سے اس کا نام لیا۔

''رحما...... کون رحما......؟'' وہ حیرت سے پوچھنے لگی اس کا سارا دھیان اب حسیب کی بات پر تھا۔

''رحما...... جس سے میں شادی کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔'' حسیب نے اپنا فیصلہ سنایا۔

''کیا مطلب...... آپ شادی کر رہے ہیں؟'' وہ خوشی سے چیخی۔

''ہاں...... میں رحما سے شادی کرنا چاہتا ہوں...... اور شادی کی بات اس کے گھر والوں سے کرنے کے لیے تمہیں پاکستان آنا ہوگا۔'' حسیب نے ہنستے ہنستے اسے بتایا۔

''واہ...... بہت بڑی نیوز آپ نے سنائی ریئلی...... میں آپ کے لیے بہت خوش ہوں۔ پلیز پلیز مجھے ابھی رحما بھابی کی تصویر mms کریں۔'' اس نے بے تابی دکھائی۔

''نہیں...... تم رحما کو خود آ کر دیکھنا...... اور پھر اتنی زیادہ تیاریاں میں اکیلے کیسے کر سکتا ہوں......'' حسیب نے ہنستے ہنستے شادی کا سارا بوجھ اس کے کندھوں پر ڈالا۔

''بھابی خود اپنی شاپنگ ارینج کریں۔ انہیں جو پسند ہو۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''ہاہاہا...... ریما وہ ایسا نہیں کر سکتی...... یہ سب تمہاری ذمے داری ہے۔'' حسیب نے لیپ ٹاپ کھولا...... اور وہاب کی شادی کی تصویروں میں رحما کو دیکھنے لگا۔

''پلیز بھائی...... بتائیں ناں، وہ کیوں یہ سب نہیں کر سکتیں؟'' وہ بے تاب سی ہو گئی۔

''اوہو...... وہ مڈل کلاس سے ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''کیا مطلب...... مڈل کلاس......؟'' وہ ایک دم بجھ سی گئی۔

''یار...... اس کی فیملی میں بہت سادہ لوگ ہیں...... ان کے گھرانے کی لڑکیاں اپنی شادیاں خود ارینج نہیں کرتی ہیں......'' حسیب نے رحما کی فیملی کے متعلق اسے بتایا۔

''کیا وہ گاؤں میں رہتی ہے؟'' ریما نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''ہاہاہا......'' اس نے قہقہہ لگایا۔

''پلیز بھائی...... بتائیں ناں وہ گاؤں سے تعلق رکھتی ہے کیا؟'' اس نے خفگی سے پوچھا۔

''نہیں بابا...... وہ گاؤں سے تعلق نہیں رکھتی...... بس تم پاکستان آنے کا پروگرام بناؤ پھر خود رحما سے مل کر اندازہ لگانا کہ وہ کیسی ہے۔''

''آپ کی چوائس ہے...... اچھی ہی ہوگی۔'' اس نے ہنستے ہنستے جواب دیا۔ حسیب مسکرانے لگا...... اور پھر اس نے اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے خدا حافظ کر کے فون بند کر دیا۔ وہ بھائی کی خوشی کا تصور کر کے بہت خوش تھی آخر کو وہی تو اس کا سب کچھ تھا۔

ریما کی زندگی میں اپنے بھائی کے علاوہ کوئی نہیں تھا، ان کے والد انور احمد کافی عرصے پہلے کار کے حادثے میں جاں بحق ہو گئے تھے۔ ان کی ماں بسمہ نے دوسری شادی کر لی...... جن سے ان کے دادا اشرف احمد نے بچوں کو کبھی ملنے نہیں دیا...... اشرف احمد ایک رئیس جاگیر دار تھے۔ ان کی کروڑوں کی جائداد تھی۔ اشرف احمد نے بچوں کو والدین کا پیار دیا، حسیب اور ریما کی ہر خواہش وہ جھٹ سے پوری کر دیتے تھے اور یہ بات ان دونوں کے لیے بڑی ثابت ہو رہی تھی کہ ان کو نفی پسند نہیں تھی...... وہ ہر چیز جو انہیں پسند ہوتی...... اسے حاصل کرنے کے لیے اپنی جان تک کا نقصان کرنے سے گریز نہیں کرتے...... دادا کی وفات کے بعد ساری جائداد کا مالک حسیب احمد بن گیا...... ریما نے کیمبرج یونیورسٹی لندن میں پڑھنے کی خواہش اپنے بھائی سے ظاہر کی جو اس نے جھٹ قبول کر ڈالی...... وہ اپنی بہن سے بہت پیار کرتا تھا وہ پڑھائی میں بھی اچھی تھی، وہ بھی اپنے بھائی حسیب کی خوشی کا خیال رکھتی اب بھائی کی پسند اور پھر شادی کی بات کا سن کر اس نے بہت جلد پاکستان آنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

☆☆☆

نورین، وہاب کے ساتھ لندن جا رہی تھی...... اور وہ دونوں ملنے کے لیے آئے تھے...... خالہ عظمت کی آنکھیں بار بار بھیگ رہی تھیں۔

''اماں میں روز آپ کو فون کیا کروں گی، آپ بے فکر رہیں۔'' نورین نے ماں کو گلے سے لگا لیا۔ ثریا بھی رونے لگیں۔ رحما کی آنکھوں میں نمی سی تیرنے لگی۔

''آپ لوگ اتنا پریشان کیوں ہو رہے ہیں، میں چھ ماہ کے بعد نورین کو آپ سے ملوانے لے آؤں گا۔'' وہاب نے انہیں تسلی دی۔ ثریا نے اس کے سر پر پیار دیا۔

''خوش رہو بیٹا۔ بس ہماری نورین کا بہت خیال رکھنا۔'' ثریا نے پیار بھرے لہجے میں اسے نصیحت کی۔

''اماں اگر آپ یونہی روتی رہیں گی تو پھر میں وہاب کے ساتھ لندن نہیں جاتی۔'' نورین نے آخری فیصلہ سنا دیا۔

''نہیں، نہیں بس تو اتنی دور جا رہی ہے تو رونا آ گیا۔'' عظمت نے بیٹی کی بات سن کر اپنے دل کو سنبھالا۔

''لندن اتنا دور نہیں آنٹی، میں آپ کو بھی وہاں بلواؤں گا۔'' وہاب نے عظمت کو گلے لگا لیا۔

''نہیں میرے بچے، بیٹی کے گھر پر نہیں رہنا چاہیے۔'' عظمت نے داماد کے سر پر پیار دیا اور خود کو مضبوط کر لیا۔

نورین، ثریا کے گلے لگ گئی۔ اس کی آنکھیں پُرنم تھیں۔

''خالہ، اماں کا بہت خیال رکھیے گا انہیں اپنے گھر زیادہ رکھیے گا۔'' اس نے ثریا کو مشورہ دیا۔

''تم بھی وہاں جا کر اپنا خیال رکھنا ہم تمہیں فون

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرتے رہیں گے۔'' ثریا نے اس کے آنسو پونچھے جو گال پر ٹپک پڑے تھے۔ رحما کی طرف نورین بڑھی تو دونوں گلے لگ کر رونے لگیں۔

''مجھے فون کرے گی؟'' نورین نے روتے روتے پوچھا۔

''یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔'' رحما نے روتے روتے جواب دیا۔

''میں اس ایڈریس پر ضرور جاؤں گی۔'' نورین نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ رحما نے اسے خود سے مزید قریب کرلیا۔

''تو بے فکر ہوجا، میں خود جا کر بے ایمان بھائی کے کان کھینچتی ہوں۔'' اس نے آہستہ سے اس کے کان میں کہا۔ رحما روتے روتے مسکرانے لگی۔ وہاب سنجیدگی سے کھڑا تھا۔

''چلو نورین، تمہاری فلائٹ کا ٹائم ہو رہا ہے۔ اب نکلنا چاہیے۔'' ثریا نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

''جی آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں، ہمیں ائرپورٹ جانے میں بھی کافی دیر لگ جائے گی۔''

عظمت نے اپنے آنسوؤں پر ضبط رکھا اور بیٹی کو خوشی خوشی الوداع کیا۔ گھر سے باہر اور گاڑی میں بیٹھتے بیٹھتے نورین بار بار رحما سے ماں کا خیال رکھنے کا کہہ رہی تھی اور رحما اور ثریا اسے تسلیاں دے رہی تھیں کہ وہ بے فکر ہو کر اپنی سسرال جائے۔ جب تک گاڑی ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوگئی وہ تینوں کھڑی ہاتھ ہلاتی رہیں۔

☆☆☆

ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی اور ساتھ ہی ہوا کے جھونکے اسے رحما کی یاد میں لے کر جا رہے تھے۔

''میرے دو دفعہ انکار کرنے سے وہ خط کی آس توڑ بیٹھی اور اب شاید کبھی نہیں آئے گی۔'' اس نے سوچنا شروع کردیا۔

''بیٹا تو پریشان ہے کیا؟'' خیر دین اس کے پاس آ کر سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔

''نہیں چاچا۔'' اس نے خود پر قابو پایا اور اپنے ہاتھوں سے چہرہ مسلنے لگا جو رحما کے نہ آنے پر افسردہ تھا۔

''میں تیرے لیے بات کروں؟'' خیر دین نے سنجیدگی سے کہا۔

''نہیں چاچا نہیں۔ وہ مزید دکھی ہوجائے گی۔ اسے یہ راز نہیں پتا چلنا چاہیے۔'' اس نے خیر دین کا ہاتھ تھام لیا۔

''بیٹا مجھ سے تیرا دکھ نہیں دیکھا جاتا۔ تو نے میری بات سن کر اس لڑکی کی جان بچانے کے لیے خط کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ میں رحما سے معافی مانگوں گا کہ تیرا قصور نہیں بلکہ میرا قصور ہے۔ وہ تجھ سے خفا نہیں رہے گی۔'' خیر دین نے اس کے سر پر پیار دیا۔ وہ خود بھی پریشان تھا جو کئی روز سے اسے رحما کی یاد میں کھویا کھویا دیکھ رہا تھا۔

''نہیں چاچا، آپ اسے کچھ نہیں بتائیں گے مجھ سے وعدہ کریں۔'' اکرم نے خیر دین کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام کر کہا۔

''جیسی تیری مرضی۔ بس بیٹا میں تجھے خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔'' خیر دین نے بجھے دل سے جواب دیا۔ وہ خود کو اکرم کا گناہ گار سمجھ رہا تھا۔

''چاچا ایک تیز سی چائے پلادیں۔'' اس نے دونوں ہاتھوں کو مَل کر کہا۔ ہوا کے سرد جھونکوں نے اس کی ناک پر حملہ کردیا تھا وہ بار بار چھینک رہا تھا۔

''ہاں، بیٹا ضرور... ساتھ پکوڑے بھی لاتا ہوں۔'' خیر دین نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں، ہاں چاچا۔'' اس نے جیب سے پیسے نکالے اور خیر دین کی طرف بڑھائے۔

''نہیں میرے بچے، میں تجھے آج اپنے پیسوں سے پکوڑے کھلاؤں گا۔'' اس نے اکرم کے

...ت لگائی۔

''نہیں چاچا۔'' اس نے زبردستی پیسے خیر دین ...میں تھمائے۔

''...کیا تو میرا بیٹا نہیں جو ایسی پرائے جیسی ...کر رہا ہے۔'' خیر دین نے پیسے اسے واپس ...ہوئے کہا۔

''ہاں، ہاں چاچا کیوں نہیں۔'' وہ شرمندہ سا اور اس نے پیسے واپس اپنی جیب میں رکھ ... خیر دین چائے اور پکوڑے لینے چلا گیا۔

☆☆☆

نورین کی رخصتی کے بعد گھر میں اداسی چھا گئی ...۔ خالہ عظمت کو موسم کی تبدیلی کی وجہ سے بخار ...یا تھا جس کی وجہ سے رحما پوسٹ آفس دوبارہ نہ ...ی۔ خالہ عظمت سو رہی تھیں، وہ ان کے لیے ...کو دانہ بنا رہی تھی کہ خالہ کے فون بجنے کی آواز ...ئی دی۔ اس نے پاس جا کر اسکرین پر دیکھا تو ...رین کا نام جگمگا رہا تھا۔ وہ خوش ہوگئی اور جھٹ سے ...ن ریسیو کرلیا۔

''ہیلو...... ہیلو نورین کیسی ہو؟'' رحما نے بے ...ی سے پوچھا۔ دوسری طرف نورین رحما کی آواز ...کر گھبرا سی گئی۔

''میں ٹھیک ہوں، امی کہاں ہیں؟'' رحما نے ...عظمت کی طبیعت کا اسے بتایا اور ساتھ میں تسلی ...ی دے ڈالی کہ کہیں نورین پردیس میں زیادہ پریشان نہ ہوجائے۔

''رحما میں نے فون تمہارے لیے ہی کیا تھا۔'' ...نے اس سے کہا مگر اپنی گھبراہٹ نہ چھپا سکی۔

''تم پریشان کیوں ہو اور تمہاری آواز کو کیا ...ہے۔ تم ٹھیک تو ہو؟'' رحما اس کے لیے پریشان ...ہوگئی۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' وہ مرجھائی مرجھائی آواز ...سے بولی۔

خدارا ◉ خدارا

شوگر کے مریض

ذرا عقلمندی سے کام لیں

کیونکہ ساری زندگی عارضی وقتی گولیاں ہی کھاتے رہنا آخر کہاں کی عقلمندی ہے؟ آج کل تو ہر انسان صرف شوگر کی وجہ سے بے حد پریشان ہے۔ شوگر موذی مرض انسان کو اندر ہی اندر سے کھوکھلا، بے جان اور ناکارہ بنا کر اعصابی طور پر کمزور کر دیتی ہے۔ حتیٰ کہ شوگر کی مرض تو انسانی زندگی ضائع کر دیتی ہے۔ شفاء منجانب اللہ پر ایمان رکھیں۔ ہم نے جذبۂ خدمت انسانیت سے سرشار ہو کر ایک طویل عرصہ ریسرچ، تحقیق کے بعد دیسی طبی یونانی قدرتی جڑی بوٹیوں سے ایک ایسا خاص قسم کا ہربل شوگر نجات کورس ایجاد کرلیا ہے۔ جسکے استعمال سے آپ شوگر سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر آپ شوگر کی مرض سے پریشان ہیں اور نجات چاہتے ہیں تو خدارا آج ہی گھر بیٹھے فون کر کے بذریعہ ڈاک VP وی پی شوگر نجات کورس منگوالیں۔ اور ہماری سچائی کو آزمائیں۔

المسلم دارالحکمت (رجسٹرڈ)

(دیسی طبی یونانی دواخانہ)

ضلع وشہر حافظ آباد پاکستان

0300-6526061
0308-6627979
0547-521787

آپ ہمیں صرف فون کریں
شوگر کورس آپ تک ہم پہنچائیں گے

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تو پھر بتاؤ کیا بات ہے۔ آواز میں اداسی کیوں ہے؟" رحما فون لے کر کچن میں آ گئی۔ وہ سکون سے نورین سے بات کرنا چاہ رہی تھی۔

"کوئی خاص بات نہیں بس تم سے بات کرنے کو دل چاہ رہا تھا۔" نورین نے بات کو چھپانا چاہا۔ وہ جو کچھ دیکھ چکی تھی کیسے رحما کو سچ بتاتی۔

"کوئی بات ہے کیا...... ارمغان کے متعلق کچھ معلوم ہوا کیا؟" رحما اس کے بجھے لہجے سے اپنی سوچ ارمغان کی طرف لے گئی۔ جو اسے اب خط کا جواب بھی نہیں دے رہا تھا۔

"ہاں۔" اس نے ایک لمبی سانس بھری اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگی۔

"سب ٹھیک ہیں...... پہلے تم مجھے بتاؤ ارمغان سے تم ملیں کیا؟" اس نے بے تابی سے پوچھا۔

"ہاں، میں اور وہاب ملنے گئے تھے۔" نورین نے افسردگی سے جواب دیا۔

"اچھا وہ ٹھیک تو ہے؟" رحما نے بے تابی سے پوچھا۔

"ہاں کچھ زیادہ ہی ٹھیک ہے البتہ میں تمہارے لیے ایک پروپوزل لائی ہوں۔" اس نے بات پلٹی وہ ارمغان کا ذکر بھی اب کرنا نہیں چاہتی تھی۔

"پروپوزل...... کیا مطلب؟" رحما حیرت زدہ ہوئی کہ نورین، ارمغان کے بجائے کسی اور کے پروپوزل کی بات کیسے کر رہی ہے۔

"ریئلی نورین تم مجھے اپ سیٹ لگ رہی ہو۔" اس نے فکرمندی سے کہا۔

"نہیں، میں اپ سیٹ نہیں، یہ بتاؤ کیا تم حسیب احمد سے شادی کرنا چاہتی ہو؟" نورین نے حسیب کا پروپوزل اس کے سامنے رکھا۔

"پاگل مت بنو۔ تم جانتی ہو کہ میں ارمغان سے محبت کرتی ہوں۔" اس نے چیخ کر جواب دیا اس کے یوں ردِعمل پر وہ بھی چیخی۔

"تم اس سے محبت کرتی ہو مگر وہ تمہیں بھول چکا ہے۔" نورین بھی خود پر قابو نہ رکھ سکی اور اس نے بھی چیخ کر کہا۔

"تمہیں حسیب کی دولت پسند ہے اس لیے تم مجھے حسیب سے شادی کا کہہ رہی ہو۔" رحما نے خفگی سے کہا۔ اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی اور ہونٹ لرزنے لگے۔

"جتنا رونا چاہتی ہو تم رولو۔" نورین نے اس کی آہ سن لی تھی۔

"میں ارمغان کی ہوں۔" اس نے روتے روتے جواب دیا۔

"مگر وہ تمہارا نہیں ہے۔" نورین چیخی۔

"وہ میرا ہے...... صرف میرا۔" رحما نے روتے روتے کہا۔

"رحما حقیقت میں آجاؤ۔ ارمغان نے یہاں شادی کر رکھی ہے اور وہ تمہیں بھول گیا ہے۔ میں خود اس سے مل کر آئی ہوں۔" نورین نے جو دیکھا تھا تمام سچ بتا دیا، اس کے ہاتھ سے سیل فون چھوٹ گیا اور اسے یوں لگا جیسے زمین پھٹ گئی ہو اور وہ زمین کے اندر دھنستی جا رہی ہو، وہ کب بے ہوش ہو کر گری وہ نہیں جان پائی۔ اس پر پانی کے چھینٹے خالہ عظمت نے ڈالے تو اس نے آنکھیں کھولیں۔ وہ باورچی خانے سے کمرے میں کیسے آ گئی اسے کچھ ہوش نہ تھا۔ ثریا تسبیح پڑھ رہی تھیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اس نے آنکھیں مسلیں اور بستر سے اٹھ بیٹھی۔ خالہ عظمت نے اس کے سر پہ...... پیار کیا۔ ثریا نے ٹیبل پر پڑا جوس کا ڈبا کھول کر گلاس میں بھرا اور اس کے ہاتھ میں تھمایا۔

"کمزوری ہو گئی ہے تم اپنا خیال جو نہیں رکھتی ہو ساری رات جاگ جاگ کر کام کرتی رہتی ہو۔ صبح دونوں گھروں کی صفائی اور کھانے پینے کے انتظام

[تم اپ]نی صحت کو بالکل بھولے جا رہی ہو۔ یہ جوس [پیو تو] تھوڑی طاقت آئے گی۔" ثریا نے اس کے [ماتھے] پر بوسا دیا۔ عظمت نے اس کی ٹانگیں دبانا [شروع کر د]یں۔

"نہیں...... نہیں خالہ میں ٹھیک ہوں۔" اس [نے] خالہ کو روکا۔

"میں ابھی چکن کی یخنی بنا کر لاتی ہوں۔ [تھو]ڑی جان میں جان اس لڑکی میں آئے گی۔ دیکھو تو [چہرہ] کیسے پیلا ہٹ کا شکار ہے۔" ثریا نے رحما کے [چہرے پر] دَم کر کے پھونکا اور اس کے سرہانے تسبیح رکھ کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔

خالہ عظمت اس کا سر دبانے لگیں۔ اس نے منع کیا مگر خالہ عظمت نے ایک نہ سنی۔ اس نے آنکھیں موند لیں تو اسے اپنے کانوں میں نورین کی آواز سنائی دی...... "وہ شادی کر چکا ہے...... وہ شادی کر چکا ہے۔" اس کی پلکیں بھیگ گئیں مگر خالہ عظمت کے سامنے اس نے اپنے آنسوؤں کو بہنے نہ دیا۔

☆☆☆

نورین، رحما کا فون کٹ جانے پر پشیمان سی ہو گئی اسے دوبارہ فون کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ وہ فکرمندی سے ٹہلنے لگی شام کو وہاب دفتر سے گھر لوٹا تو نورین اسے دیکھ کر رونے لگی۔

"کیا ہوا...... سب ٹھیک تو ہے، تم کیوں رو رہی ہو؟" وہاب نے گھبرا کر پوچھا۔

"وہاب...... رحما کو میں نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔" وہ روتے روتے بولی۔

"تو کیا ہوا، تم رو کیوں رہی ہو...... پلیز نورین خود کو سنبھالو۔" اس نے کانپتی ہوئی نورین کو اپنی بانہوں کے حصار میں لے لیا۔ وہ روتے روتے اس کے سینے سے لگ گئی۔

"کیا ہوا مجھے بتاؤ؟" وہاب نے پیار سے پوچھا۔

اہلیت

ایک کمپنی کا منیجر ماہرِ نفسیات بھی تھا۔ کمپنی کے مالک کو ایک سیکرٹری کی ضرورت تھی۔ منیجر نے کہا کہ آنے والی لڑکیوں کا انٹرویو نفسیاتی طریقے سے وہ خود لے گا اور مالک نے حامی بھرلی۔

منیجر نے تین امیدوار لڑکیوں کو ایک ساتھ کمرے میں بلا لیا اور پہلی سے پوچھا۔

"دو اور دو۔"

"چار!" لڑکی نے جواب دیا۔

منیجر نے یہی سوال دوسری لڑکی سے کہا۔

"بائیس!" دوسری لڑکی نے بتایا۔

منیجر نے تیسری لڑکی سے بھی یہی پوچھا۔

"چار بھی ہو سکتے ہیں اور بائیس بھی۔" تیسری لڑکی کا جواب تھا۔

منیجر نے تینوں لڑکیوں کو باہر بھیج دیا اور مالک سے بولا۔

"پہلی لڑکی نے وہ جواب دیا جو سبھی دیتے ہیں۔ جبکہ دوسری یہ سمجھی کہ ہم کوئی چال چل رہے ہیں اور اس نے بائیس کہا لیکن تیسری لڑکی کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی تھی اس لیے اس نے دونوں جواب دیے اب آپ کسے پسند کریں گے؟"

"سنہرے بالوں اور نیلی آنکھوں والی لڑکی کو رکھ لو۔" مالک نے جواب دیا۔

مرسلہ: کشف رحمان، ڈی آئی خان

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہ جانے رحما کو کیا ہوا ہوگا۔ مجھے رحما سے بات کرنی ہے پلیز آپ میری کسی بھی طرح اس سے بات کروادیں۔" اس نے وہاب سے منت کی۔

"اوہو...... میں کال کرتا ہوں۔ شاید نیٹ ورک میں کوئی پرابلم ہو۔" وہاب نے اپنے سیل فون سے عظمت خالہ کے نمبر پر کال کی دوسری طرف نمبر آف جارہا تھا۔ رحما کے ہاتھ سے سیل فون چھوٹتے ہی اس کی بیٹری اس سے الگ ہوچکی تھی جس سے نمبر آف جارہا تھا اور عظمت خالہ کا سیل فون کی طرف دھیان ہی نہیں گیا۔ وہ تو ثریا کچن میں یخنی بنانے پہنچیں تو انہوں نے سیل فون کو اس حالت میں دیکھا۔ وہاب نمبر آف ہونے کی وجہ سے گھبرا گیا۔

"تمہیں رحما کو نہیں بتانا چاہیے تھا۔" وہاب نے فکرمندی ظاہر کی اور پھر حسیب کو کال ملانے لگا۔

"رحما کو کچھ ہوا تو اس کی موت کی ذمے دار میں ہوں گی۔" وہ روتے روتے بولی۔ جس نے آخری لمحے رحما کی سانس میں اذیت محسوس کی تھی۔

"میں حسیب سے بات کرنے لگا ہوں...... پلیز کچھ برامت سوچو۔ سب ٹھیک ہوگا۔" وہاب نے نورین کو تسلی دی۔ وہ مسلسل روئے جارہی تھی۔

دوسری بیل پر حسیب نے فون اٹھالیا۔ وہ آفس سے نکل کر گھر کی طرف جارہا تھا۔

"ہیلو شہزادے، بہت جلد میری یاد آگئی۔" حسیب نے وہاب کو چھیڑا۔

"تم کہاں ہو اس وقت؟" وہاب نے فکرمندی سے پوچھا۔

"سب خیریت تو ہے؟ میں راستے میں ہوں بس گھر ہی جارہا تھا۔" حسیب نے اپنے متعلق بتایا۔

"یار تو میری سسرال ابھی جاسکتا ہے؟ نورین کی اماں کا سیل آف جارہا ہے جس سے نورین کافی گھبرا گئی ہے۔" اس نے تمام بات چھپالی وہ حسیب کو رحما کے دل کا حال نہیں سنانا چاہتا تھا۔

"اوکے، میں ابھی چلا جاتا ہوں اور وہاں جاکر تمہاری بات خالہ عظمت سے کرواتا ہوں۔" اس نے گاڑی کو رحما کے گھر کے راستے پر موڑا اور سیل فون بند کردیا۔

☆☆☆

"کون آیا ہوگا؟" دروازے پر دستک ہوئی تو ثریا حیرت سے بولیں۔ گھڑی کی طرف دیکھا رات کے دس بج رہے تھے، وہ لوگ عظمت کے گھر پر تھیں۔ انہوں نے رحما کے لیے یخنی اور پھلکے تیار کرلیے تھے۔

خالہ عظمت، رحما کا سر دبا رہی تھیں جب ثریا، حسیب کو لیے کمرے میں آئیں۔ رحما نورین کے انکشاف کرنے پر آنکھیں موندے اپنی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی کہ حسیب کی آواز پر چونکی۔

"رحما...... کیا ہوا ہے......؟ سب ٹھیک تو ہے؟" خالہ عظمت اور ثریا کے مرجھائے چہرے کو دیکھ کر اس نے پوچھا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ سامنے پریشان حالت میں کھڑا تھا۔

"آؤ بیٹا، آؤ بس رحما کو کمزوری ہوگئی تھی، چکرا کر گرگئی۔" خالہ عظمت نے مطمئن ہوکر اسے آگاہ کیا۔

"میں تمہارے لیے شربت لاتی ہوں۔" ثریا حسیب سے بولیں۔

"نہیں خالہ جان، تکلف کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ رحما کی حالت دیکھ کر پریشان سا ہوگیا۔ "میں تو ویسے ہی آپ لوگوں کی خیریت لینے چلا آیا تھا۔"

"آپ ڈاکٹر کے پاس انہیں لے کر گئیں؟" اس نے شائستگی سے پوچھا اور رحما پر نظر ڈالی۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں اس کے کانوں میں نورین کی پروپوزل کی بات چلنے لگی۔ ارمغان کا دھوکا کیا کم تھا جو حسیب اس کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔

"نہیں، اب صبح لے جائیں گے۔" عظمت

...نے آرام سے جواب دیا۔

"کیوں...... ابھی کیوں نہیں، چلیں میں لے کر چلتا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ رحما نے اس کی ...آنکھیں کھول دیں اور آہستہ سے بولی۔

"خالہ میں ٹھیک ہوں، مجھے ڈاکٹر کے پاس نہیں ...ہے۔"

"بیٹا حسیب کے پاس گاڑی بھی ہے، ہم آرام سے چلے جائیں گے۔" ثریا نے بیٹی کی ناساز طبیعت دیکھ کر ڈاکٹر کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔

"اماں میں صبح رکشے پر چلی جاؤں گی۔" اس نے نفی کی۔

"خالہ جان آپ نورین سے فون پر بات کرلیں شام میں شاید اس نے فون کیا تھا اور مل نہیں رہا تھا۔ وہاب نے بتایا تھا اور خالہ ثریا آپ رحما کو لے کر باہر آجائیں۔ میں باہر آپ کا گاڑی میں انتظار کررہا ہوں۔" اس نے رحما کی بات کو بالکل رد کیا اور گویا حکم دیتا باہر چلا گیا۔

"میں نورین کو فون کرتی ہوں۔" خالہ عظمت نے فکرمندی ظاہر کی۔

ثریا نے اسے دوپٹا اوڑھایا اور وہ ماں کے ساتھ حسیب کی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ اسے حسیب پر بہت غصہ آرہا تھا جو بار بار گاڑی کے شیشے سے اسے دیکھ رہا تھا اور وہ نظریں چرا رہی تھی۔

☆☆☆

عشق بے پروا
جو کروائے وفا
اونوں مل نی سزا
حال مجنوں دا ہویا بے حال
عشق بے پروا

وہ افسردگی سے ریڈیو پر گانا سن رہا تھا۔ تقریباً ایک ماہ ہورہا تھا وہ پھر پوسٹ آفس نہیں آئی تھی۔ وہ ہر دن گھر سے پوسٹ آفس بے تابی سے جاتا تھا کہ رحما کا دیدار آج ضرور نصیب ہوگا مگر ایسا کچھ نہیں ہورہا تھا۔ وہ اداس تھا جب اس کی ماں ٹرے میں کھانا لے کر اس کے پاس آبیٹھی۔ اس نے لائٹ جلائی اور خفگی سے ریڈیو بند کیا اور ٹیبل پر کھانا رکھ کر بولی۔

"یہ اتنے اداس گانے سننے کا کیا مطلب ہے اور کھانے سے کیوں خفا ہو؟" سکینہ نے چمچ چاول سے بھرا اور اس کے منہ کی جانب بڑھایا۔

"اماں آپ رکھ دیں، میں کھانا کھالوں گا۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں، کل بھی تو نے کھانا نہیں کھایا تھا اور ویسے کا ویسا پڑا رہا۔" سکینہ نے چاول کا چمچ زبردستی اس کے منہ میں دے دیا وہ آہستہ آہستہ منہ چلانے لگا۔ سکینہ نے دو تین چمچے چاول کے اس کے منہ میں ڈالے تو اس نے ماں سے چمچ لے لیا۔

"اماں میں چھوٹا بچہ نہیں ہوں۔ میں خود کھالوں گا۔" اس نے ماں کے سامنے کھانا شروع کردیا۔

"ماں کے لیے ہر بچہ چھوٹا ہی ہوتا ہے چاہے وہ جتنا بڑا ہوجائے۔" وہ اب پُرسکون دکھائی دینے لگی۔

"ابا سوگئے کیا؟" اکرم نے کھانا کھاتے کھاتے پوچھا۔

"ہاں، دوا دے کر انہیں سُلا دیا۔ تیرے لیے فکرمند ہیں۔" سکینہ نے بجھے دل سے بتایا۔

"میرے لیے...... کیوں؟ اماں آپ نے رحما والی کوئی بات تو نہیں بتادی؟" اس نے افسردگی سے پوچھا۔

"نہیں بیٹا، میں نے ایسا کچھ نہیں بتایا بس تیرے بجھے چہرے سے فکرمند رہتے ہیں۔ تو نے اپنا چہرہ کب سے نہیں دیکھا آئینے میں؟" سکینہ نے خفگی ظاہر کی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیا ہوا ہے میرے چہرے کو؟" اس نے کھانا چھوڑا اور ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے پاس جا کھڑا ہوا...... واقعی اس نے کئی دن سے آئینہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ کافی تھکا تھکا لگ رہا تھا اس نے آہستہ سے نظریں ہٹالیں۔

"اب بتا میں سچ بول رہی ہوں یا پھر تو؟" سکینہ نے افسردگی سے پوچھا جو اپنے بیٹے کی غمزدہ حالت پر تڑپتی مگر کچھ نہیں کرسکتی تھی، اسے رحما کے گھر کا پتا تک نہیں معلوم تھا۔ وہ ماں کے پاس آبیٹھا اور پیار سے کہنے لگا۔

"آئندہ خیال رکھوں گا۔" اس نے یہ کہہ کر پانی کا گلاس اٹھالیا۔

"یہ کیا......بس اتنا کھانا کھائے گا تو صحت روز بروز بگڑتی جائے گی۔ چل پلیٹ صاف کر۔" سکینہ نے دوبارہ سے پلیٹ اس کے ہاتھ میں تھمائی۔

"بیٹا رحما پھر آئی تھی کیا......؟ وہ تیرے دل کا حال جان چکی ہے؟" سکینہ نے فکرمندی سے رحما کے متعلق پوچھا۔

"نہیں...... اماں وہ نہیں آئی۔" اس نے افسردگی سے جواب دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا......... کدھر جارہا ہے؟" سکینہ نے بے تابی سے پوچھا جو اس کے پاس مزید بیٹھنا چاہتی تھی۔

"اماں ہاتھ منہ دھولوں اور مجھے اب سونا ہے۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ سکینہ سمجھ گئی کہ وہ رحما کے مسئلے پر مزید بات نہیں کرنا چاہتا۔ وہ برتن اٹھا کر اس کے کمرے سے باہر نکل آئی۔

☆☆☆

اسے تین دن سمجھ ہی نہیں آیا کہ اسے اب کیا کرنا ہے۔ وہ بار بار ارمغان کے خط نکالتی اور کئی کئی گھنٹے روتی رہتی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ ارمغان نے اسے دھوکا دیا ہے۔ اس کے خط یہ ظاہر نہیں کررہے تھے کہ ارمغان دھوکے باز ہے۔ اس نے ارمغان سے بات کرنے کا فیصلہ کرلیا اور خالہ عظمت کے سیل سے نورین کو فون کیا۔ اس نے اس دن کے بعد سے نورین سے بات نہیں کی تھی۔ اب اس نے فون لگایا تو دوسری طرف سے کال ریسیو ہوگئی۔

"ہیلو، نورین...... میں رحما۔" اس نے ہلکی آواز سے بتایا۔

"رحما......تم......تم ٹھیک تو ہو؟" نورین نے پیار سے پوچھا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں اور تم کیسی ہو؟ مجھے تم سے ایک کام تھا۔ کیا تم آخری دفعہ میری بات ارمغان سے کرواسکتی ہو؟" اس نے اپنے آنسوؤں پر ضبط رکھ کر پوچھا۔

"ہاں، ہاں کیوں نہیں۔" نورین نے اسے حوصلہ دیا۔

"میں ایک دفعہ اس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ بس ایک دفعہ تم مجھے اس کا نمبر دے دو۔" اس نے تڑپ کر کہا نورین کی بھی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ سہیلی کے لیے بہت افسردہ ہوگئی تھی۔ دونوں نے ہمیشہ ایک دوسرے کے دکھ میں ساتھ دیا مگر نورین اب اس سے بہت دور بیٹھی تھی۔

"میں بہت جلد تمہیں ارمغان کا نمبر لے کر دوں گی۔ تم فکر مت کرو۔" نورین نے اسے تسلی دی۔ اس نے پھر اِدھر اُدھر کی باتیں کرکے فون بند کردیا اور وہ مڑی تو اپنے سامنے خالہ عظمت کو پایا جو کافی افسردہ دکھائی دے رہی تھیں۔

☆☆☆

"بس میری بچی، چپ کرجا۔ نورین نمبر لے کر دے گی تو بات کرکے کوئی فیصلہ لے لینا۔" خالہ عظمت نے اسے دلاسا دیا انہیں ارمغان کی سچائی کا علم ہوگیا تھا۔

"خالہ آپ مجھ سے وعدہ کریں اماں سے یہ [illegible]

[illegible] نہیں کہیں گی۔" اس نے خالہ عظمت کا ہاتھ پکڑ کر وعدہ لیا۔

"[illegible] میری بچی، ثریا تو پہلے سے ہی تیرے [illegible] رہتی ہے۔ اس بات کا اسے علم ہوا تو اس کا [illegible] بگڑ جائے۔ اسے میں کچھ نہیں بتاؤں گی تو [illegible] وجا۔ میں یہ بات کسی سے نہیں کروں گی۔" [illegible] نے اس کے آنسو پونچھ کر اسے تسلی دی۔

"خالہ اگر اماں کو علم ہوگیا تو کیا ہوگا؟" اس [illegible] نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"ثریا کو کون بتائے گا تو اس کی طرف سے فکر چھوڑ دے اور اپنے لیے خداتعالیٰ سے دعا [illegible]" خالہ عظمت نے اسے گلے سے لگایا جو کانپ [illegible] کہ خالہ عظمت اس کی اماں کو سچ سچ نہ [illegible]۔ اسے اس بات کا ڈر نہیں تھا ثریا کو اس کی [illegible] علم ہوجائے گا بلکہ وہ افسردہ اس لیے تھی کہ وہ [illegible] چاہتی تھی کہ اس کی ماں اسے اذیت میں مبتلا [illegible]

اس نے خالہ عظمت کی گود میں سر رکھ لیا۔ خالہ [illegible] اسے تسلیاں دیتی جارہی تھیں مگر اس کے [illegible] سب بیکار تھیں۔

☆☆☆

اس نے ڈرتے ڈرتے نمبر ملایا۔ اس کے [illegible] رہے تھے۔ ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے کہیں سچ [illegible] ایسا ہوا تو وہ پھر کیا کرے گی۔ دوسری طرف سے [illegible] کسی لڑکی کی آواز سنائی دی۔ رحما نے گھبرا کر [illegible] کہا۔ دوسری طرف سے انگریزی میں کچھ [illegible] کیا گیا اس نے ڈر کے مارے فون بند کردیا [illegible] اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ اس سے پہلے [illegible] دوبارہ فون کرتی اس کا سیل فون بج اٹھا۔

"ہیلو......ہیلو......!" ارمغان کی آواز [illegible]

"ہیلو ارمغان، میں رحما۔" اس نے بات

ادھوری چھوڑ دی تقریباً پانچ سال کے بعد وہ اس کی آواز سن رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی مگر آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وہ خطوط کے ذریعے تو کچھ عرصے پہلے تک اس سے رابطے میں تھی مگر ان خطوں کی حقیقت سے وہ آگاہ نہیں تھی۔

"تم پاگل تو نہیں ہو...... تم نے یہاں اپنی دوست کو میرے گھر پر کیوں بھیجا؟"

وہ سہم سی گئی وہ تو کچھ اور امید لگا کر بیٹھی تھی کہ ارمغان اسے یقین دلائے گا کہ وہ صرف اس کا ہے......وہ سن ہوگئی۔

"تم کس محبت کے سہارے میری منتظر بیٹھی ہو۔ میں نے ناسمجھی میں کہہ دیا تھا اور تم سچ سمجھ بیٹھیں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں، ایسا کچھ نہیں ہے، میں پانچ سال میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہوں اور تم وہیں کی وہیں ہو۔ پاگل تو نہیں ہو تم؟" اس نے چیخ چیخ کر الفاظ ادا کیے۔

"کیا......کیا؟ تمہیں مجھ سے محبت نہیں تھی مگر وہ خط......؟" اس نے لرزتی آواز میں پوچھا۔ اس کا سارا بدن کانپ رہا تھا جیسے اس کے جسم سے روح نکل رہی ہو۔

"نہیں، ہرگز نہیں اگر میں تم سے محبت کرتا تو کبھی یہاں شادی نہ کرتا۔ تم کیسی بہکی بہکی باتیں کررہی ہو اور کون سے خط۔ تمہارے اور میرے درمیان کیا ہے جو تم میری منتظر ہو۔ پلیز رحما میرا پیچھا چھوڑ دو اور اپنی دوست کو منع کردو کہ وہ میرے گھر بار بار چکر کاٹنا بند کردے۔ میری بیوی اپ سیٹ ہوجاتی ہے۔" اس نے بیزاری سے بات ختم کی۔

"تم نے مجھے دھوکا دیا۔" وہ خط کے بارے میں سوچ کر بولی۔

"شٹ اپ رحما، میں فون بند کررہا ہوں۔ تمہاری بک بک سن کر میں اپنا گھر تباہ کرنا نہیں چاہتا۔" اس نے چلا کر فون کاٹ دیا اور وہ سیل فون کو تکتی

WWW.PAKSOCIETY.COM

رہ گئی، اس نے چیخ چیخ کر رونا شروع کر دیا اور خالہ عظمت اس کی کیفیت دیکھتی رہ گئیں۔

☆☆☆

اس نے لیپ ٹاپ کھولا ہوا تھا اور رحما کی تصویریں دیکھ رہا تھا۔

''تم بہت پیاری ہو مگر جب تم میری زندگی میں آجاؤ گی تو دنیا کی سب سے خوب صورت لڑکی تم ہی ہوگی۔'' اس نے گردن اکڑا کر کہا اور پھر خوب ہنسا۔ اس نے بیل بجائی اور کمرے میں بوڑھا ملازم نور بابا نہایت مستعدی سے آیا۔

''بابا ایک کپ اچھی سی کافی لا دیجیے۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''جی بیٹا ضرور۔'' نور بابا ادب سے بولے اور کمرے سے نکل گئے۔

''میں آپ کی خیریت جاننے آرہا ہوں۔'' اس نے رحما کی تصویر سے بات کی۔

''آپ کیوں بیمار پڑ گئی ہیں...... کہیں آپ مجھے ناپسند تو نہیں کرتیں۔ اگر کرتی بھی ہیں تو مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں آپ کو اتنی محبت دوں گا کہ آپ مجبور ہو کر مجھے چاہنے لگیں گی۔'' اس نے قہقہہ لگایا۔

''آپ کا تھپڑ مجھے یاد ہے۔ آپ کے نرم ہاتھوں کا لمس ابھی تک محسوس ہوتا ہے۔ میں آپ کے لیے تازہ گلاب لے کر آرہا ہوں، میرا انتظار کرنا۔'' اس نے رحما کی تصویر پر ہاتھ لگا کر پیار کیا۔

''میں آپ کا ہوں اور آپ میری ہیں...... صرف میری۔'' اس نے مسکراہٹ کے ساتھ تصویر کو دیکھتے دیکھتے کہا۔ نور بابا دروازے پر دستک دیے بغیر اندر داخل ہو گئے۔ وہ بوکھلایا اور اس نے لیپ ٹاپ بند کر دیا۔

''بابا اندر آنے سے پہلے دستک دے دیا کریں۔'' اس نے خفگی ظاہر کی۔

''گستاخی معاف ہو بیٹا، میں بھو... گیا تھا۔'' نور بابا نے ڈرتے ڈرتے کافی کا مگ ... پر رکھا۔

اس نے نور بابا کو مزید الٹا سیدھا نہ سنایا ... انہیں جانے دیا کافی کا مگ اس نے تھام کر پھر ... لیپ ٹاپ کھول لیا اور رحما کی تصویر سے مسکرا مسکرا ... باتیں کرنے لگا۔

☆☆☆

وہ بستر پر لیٹی بخار سے تپ رہی تھی اور ... ٹھنڈے پانی کی پٹیاں اس کے ماتھے پر رکھ رہی تھیں۔ ج... عظمت ڈاکٹر سے دوا لے کر گھر پہنچیں۔

''بخار کم ہوا کیا؟'' خالہ عظمت نے ... سنبھال کر پوچھا۔ ثریا نے پریشانی کی حالت ... پٹیاں تبدیل کرتے کرتے نفی میں سر ہلایا۔

''حوصلہ کرو ثریا، موسمی بخار ہے، ٹھیک ہو جا... گا۔'' عظمت نے ثریا کا ہاتھ تھام لیا اور انہیں ... دی۔ ثریا جو اپنے آنسوؤں پر بند باندھے ہوئے ... بے اختیار رو پڑیں اور روتے روتے بولیں۔

''پتا نہیں کس کی نظر میری بچی کو لگ گئی ہے ... بھلی چنگی تھی۔'' انہوں نے کانپتے ہونٹوں سے ... کیا۔

''اوہو کچھ نہیں ہوا ہماری بچی کو۔ چلو ہم ا... اسپتال لے جاتے ہیں۔'' خالہ عظمت نے رحما کے سر پر ہاتھ رکھ کر مشورہ دیا۔

''ہاں، ہاں دو دن سے دوا کھا رہی ہے آرام نہیں آرہا۔ ہمیں اسپتال لے کر ہی جانا چاہیے۔ ... رکشہ لا دو میں رحما کو تیار کرتی ہوں۔'' ثریا نے فکرمندی سے کہا۔

''رکشے پر کیسے رحما کو لے کر جاسکتے ہیں وہ تو تقریباً بے ہوش ہے۔ میں حبیب کو بلوا لیتی ہوں۔'' خالہ عظمت نے رحما کی حالت دیکھ کر حبیب کو یاد کیا۔

''ہاں، ہمیں حبیب کی مدد لینی چاہیے۔ ... ہے مگر کیا وہ آجائے گا؟'' ثریا نے کچھ ... پوچھا۔

... نہیں آئے گا۔ میں ابھی فون کرتی ... عظمت نے حبیب کو کال ملا دی۔

... ''حبیب نے خالہ عظمت کا نمبر دیکھا تو ... فون اٹھا لیا۔

''بیٹا حبیب احمد بول رہے ہو؟'' خالہ عظمت ... چاہی۔

''جی خالہ! میں حبیب ہی بات کر رہا ہوں۔ ... ہیں، رحما کیسی ہے؟'' اس نے فوراً اس کی ... پوچھی جو اس کی صحت کے متعلق جاننے کو بے...

''وہ بیٹا اس لیے فون کرنا پڑا کہ رحما کی طبیعت ... گئی ہے۔ کیا تم اسے اسپتال لے کر جاسکتے ...'' خالہ عظمت نے پوری بات کرنا مناسب سمجھا۔

''جی، جی کیوں نہیں میں آرہا ہوں آپ تیار ...'' اس نے گرم جوشی سے تسلی دی اور فون بند ...

''کیا ہوا، وہ آرہا ہے کیا؟'' ثریا نے فکرمندی ... پوچھا۔

''ہاں ثریا، وہ آرہا ہے تم بیگ تیار کرو اور رحما ... بھی تبدیل کر دو۔ کسی بڑے اسپتال میں ... گا۔'' عظمت نے ثریا کو ہدایت دی۔ ... نے دو روز سے خود بھی کپڑے تبدیل نہیں ... ثریا نے پرس میں کچھ پیسے بھی رکھے اور پھر ... نے اسپتال جانے کی تیاری پکڑ لی۔

☆☆☆

... دو دن اسپتال میں رہی اور بخار اتر ... حبیب احمد نے اسے بہت بڑے اسپتال میں ... تھا جہاں ہر چیز اچھی سے اچھی اسے دیکھنے کو ملی۔

''اماں، اس اسپتال میں، میں کتنے دنوں سے ہوں؟'' وہ ہوش میں آئی تو اس نے ماں سے بہت فکرمندی سے پوچھا۔ یہ ایک پرائیوٹ روم تھا جہاں ہر سہولت موجود تھی۔

''تو ٹھیک ہو جا...... بس میرے لیے یہی کافی ہے۔'' ثریا نے اس سے اصل بات چھپالی کہ حبیب اسے یہاں پر لے کر آیا ہے۔

''اماں، خالہ عظمت کدھر ہیں؟'' اس نے بے تابی سے پوچھا۔

''بیٹا وہ گھر کام سے گئی ہے، تو بتا سیب کھائے گی؟'' ثریا نے اس کے سر پر پیار دے کر پوچھا جو بیٹی کے ہوش آنے پر کھل سی اٹھی تھیں۔

''نہیں اماں مجھے گھر جانا ہے۔'' اس نے رونی صورت بنا کر کہا۔

''بس بیٹا، آج یا کل چھٹی ہو جائے گی۔'' وہ اسے سمجھا رہی تھیں تبھی ایک نرس بھی کمرے میں آگئی۔

''بہت جلد آپ ڈسچارج ہو رہی ہیں میڈم۔'' اس نے مسکرا کر کہا اور ایک کاغذ ثریا کو تھمایا۔

''اماں جی، یہ انجکشن لے آئیں۔'' اس نے رحما کی طرف دیکھ کر خوشی خوشی اس کا بی پی چیک کیا۔

''آپ کا بی پی نارمل ہے۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''جی مجھے کتنے دن اور یہاں رکنا پڑے گا؟'' رحما نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''ڈاکٹر اپنا اطمینان کر لیں گے تو آپ جاسکیں گی۔ اگر آپ بوریت محسوس کر رہی ہیں تو آپ کو ٹی وی لگا دوں؟'' نرس نے پیشہ ورانہ خوش اخلاقی سے پوچھا۔

''نہیں، نہیں میں ٹھیک ہوں۔'' وہ ہلکے سے مسکرائی۔

''شکر ہے آپ ٹھیک ہو گئیں ورنہ حبیب سر تو

WWW.PAKSOCIETY.COM

بہت اپ سیٹ تھے۔'' نرس نے ہنستے ہنستے بتایا۔
''حسیب سر؟'' وہ چونکی۔
''جی آپ اُن کی رشتے دار ہیں ناں۔ وہ روز یہاں اسپتال آتے رہے ہیں۔ وہ اس اسپتال کو باقاعدہ ڈونیشن دیتے ہیں جی۔ بہت ہی اچھے انسان ہیں۔ ویسے آپ کے کیا لگتے ہیں؟'' اس نے اپنی معلومات دیتے دیتے اس سے پوچھا۔
''جی...... میرے؟'' وہ بوکھلا گئی۔
''جی سسٹر کیسی ہے آپ کی مریضہ؟'' وہ اندر آچکا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں سرخ گلاب سے سجی خوب صورت ٹوکری تھی۔
''جی فِٹ ہیں، آئیں۔'' اس نے مسکرا کر کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔
''آپ کیسی ہیں؟'' اس نے ٹیبل پر گلاب کے پھولوں کی ٹوکری رکھی اور رحما کی جانب پیار سے دیکھ کر پوچھا۔
''جی ...... میں ٹھیک ہوں۔'' وہ شرمندہ سی ہوگئی۔ جو جان چکی تھی کہ اس کی بیماری کا سارا خرچ حسیب نے اٹھایا ہے۔
''سر میں چلتی ہوں...... کوئی کام ہو تو پلیز یاد کرلیجیے گا۔'' اس نے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔
''جی سسٹر، تھینک یو۔'' اس نے نرس کو رخصت کیا اور نزدیک پڑی کرسی پر بیٹھ کر رحما کو دیکھنے لگا۔ وہ نروس سی ہوگئی۔
''آپ ٹھیک ہوگئیں۔ رئیلی میں تو بہت ڈر گیا تھا۔'' وہ مسکرایا۔
''میں آپ کے سارے پیسے لوٹا دوں گی۔'' اس نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔
''پیسے...... کیسے پیسے؟'' وہ یک دم بجھ سا گیا۔
رحما نے تکیے سے ٹیک لگائی اور سر پر دوپٹا لے کر بولی۔
''آپ نے اماں اور میرے لیے جو کچھ کیا اس کے لیے شکریہ مگر میں پیسے آپ کو لوٹا دوں گی۔'' [اس] نے پھر پیسوں کا تذکرہ کیا۔
''اچھا۔'' اس نے خفگی سے جواب دیا۔
''آپ ناراض ہیں کیا؟'' وہ شرمندہ [سی] پوچھنے لگی۔ حسیب کے چہرے پر خفگی سی چھا گئی تھی۔
''آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں۔ میں نے آ[پ کو] دوست سمجھ کر آپ کی مدد کی اور آپ بار بار دشمن [بن کر] مجھے اور میرے دل کو زخمی کردیتی ہیں۔ آپ کو [پیسے] دینے ہیں تو دے دیں، میں لے لوں گا۔'' اس [نے] خفگی سے جواب دیا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ [ثریا] انجکشن لے کر آگئی تھیں انہوں نے رحما اور حسیب کی [سب] باتیں سن لیں۔
''بیٹا یہ بے وقوف ہے، تم کیوں خفا ہو رہے [ہو۔''] ثریا نے انجکشن فریج میں رکھا اور اس کے سر [پر] پیار دیا۔
''کوئی تو ہے جو مجھے پیار کرتا ہے۔'' اس [نے] ہنسی ہونٹوں پر سجا کر اسے دیکھا۔ ثریا بھی مسکرا دی[ں] مگر رحما نے سر جھکا لیا۔
''بیٹا کب یہ لوگ ہمیں چھٹی دیں گے؟'' ث[ریا] نے پھر موضوع تبدیل کیا۔
''جب آپ کی بیٹی کا غصہ میرے لیے [کم] ہوجائے گا۔'' اس نے یہ کہہ کر قہقہہ لگایا۔ ثریا بھی ہنس دیں۔
''نہیں، نہیں تمہارے لیے وہ کیوں غصہ کر[ے] گی۔ بس میری بیٹی بہت حساس ہے اور ہاں ہم تمہیں پیسے ضرور ادا کریں گے۔ حساب، حساب ہی ہوتا ہے۔'' ثریا نے رحما کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس کی سائڈ لی وہ کافی مطمئن سی ہوگئی۔
''اوکے...... اگر پیسے دینے سے رحما [کی] مسکراہٹ واپس آسکتی ہے تو مجھے ابھی پیسے دے دیجیے۔'' اس نے رحما کی طرف ہاتھ بڑھا دیا جیسے پیسے مانگ رہا ہو۔ ثریا نے قہقہہ لگایا اور رحما شرمندہ سی ہوگئی مگر اب وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر جیسے بھیک مانگ رہا تھا۔
''میرے پیسے دے دیجیے، میرے پیسے دے دیجیے۔''

☆☆☆

وہ اسپتال سے گھر واپس آگئی۔ ثریا نے پورے محلے میں میٹھے چاول بنا کر بانٹے اور گھر پر قرآن خوانی بھی کروائی مگر رحما انہیں بجھی بجھی نظر آئی۔ ثریا نے کئی دفعہ اس کی خاموشی پر استفسار بھی کیا مگر وہ ہر بات پر بیماری کا بہانہ بنا دیتی۔ اپنے دل پر لگے زخموں کو دِکھا بھی تو نہیں سکتی تھی، اِک تو ارمغان کا دھوکا اور دوسری طرف حسیب کا والہانہ انداز...... وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ اسے حسیب کے پیسے بھی لوٹانے تھے بہت جلد۔ اس لیے ایک ہفتے بعد ہی اس نے سلائی مشین سنبھالی۔ ثریا گھر کا سودا سلف لینے گئی ہوئی تھیں گھر پہنچیں تو رحما کو کپڑے سیتے پایا۔
''ارے لڑکی! یہ کیا کر رہی ہو۔ چلو جلدی سے اٹھو۔'' اس کا بازو پکڑ کر ثریا نے اٹھایا۔
''اماں میں پہلے سے بہتر ہوں مجھے کام کرنے دیں۔'' اس نے روتی صورت بنالی جس کے دماغ میں صرف حسیب کے پیسے لوٹانے کی بات گھوم رہی تھی۔
''میں دیکھ لوں گی کام۔'' ثریا نے پیار سے اسے بستر پر لٹایا۔
''اماں حسیب صاحب کے پیسے لوٹانے ہیں۔ آپ کو کیا ضرورت پڑی تھی مجھے اتنے مہنگے اسپتال میں داخل کروانے کی۔'' اس نے تیکھے لہجے میں ماں سے دل کی بات بیان کی اور خاموشی سے لیٹ گئی۔
''رحما تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ حسیب پرایا تو نہیں ہے ہم اس کا ادھار اتار دیں گے...... تم کیوں فکر مند ہو رہی ہو۔'' وہ غصے سے لمبی لمبی سانس لے رہی تھی جب ثریا نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھ کر سمجھایا۔
''اماں بس آپ وہ میری سونے کی چین فروخت

چاندنی رات کا اثر

ایک نوجوان ماہرِ نفسیات کی بیوی نے کہا۔
''ڈارلنگ! کیا تم بھی یہی سمجھتے ہو کہ چاندنی راتوں میں پاگل کا پاگل پن حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ عاقل اور سمجھ دار لوگ بھی حماقت کی باتیں کرنے لگتے ہیں۔'' ماہرِ نفسیات نے کہا ''مجھے افسوس ہے کہ میں اس مسئلے پر کوئی تبصرہ نہیں کرسکوں گا۔''
''کیوں؟''
''کیونکہ وہ چاندنی رات ہی تھی جب میں نے تم سے شادی کی درخواست کی تھی۔''

مرسلہ: ناہید سمیع، کراچی

دو گدھے

ایک انگریز سیاح جنوبی فرانس میں بلند پہاڑی پر چڑھ رہا تھا کہ راستے میں اسے ایک سبزی فروش ملا جو گاڑی میں جُتے ہوئے گدھے کو ہانک رہا تھا مگر گدھا بہ مشکل قدم اٹھا رہا تھا۔
سیاح نے ایک ہاتھ سے گاڑی کو دھکیلنا شروع کیا اور اس کی مدد سے وہ بہت جلد پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر سبزی فروش نے سیاح کا شکریہ ان الفاظ میں ادا کیا۔ ''میں جناب کا بہت ممنون ہوں، دراصل صرف ایک گدھے کی مدد سے یہاں تک پہنچنا ممکن نہ تھا۔''

مرسلہ: پروین شیخ، راول پنڈی

WWW.PAKSOCIETY.COM

کردیں اور حبیب کے پیسے اتار دیں۔" اس نے آنکھیں بند کرکے حتمی انداز میں کہا۔ ثریا گھبرا گئیں۔

"نہیں، نہیں وہ سونے کی چین میں نہیں فروخت کرسکتی۔ وہ تمہاری شادی کے لیے رکھی ہوئی ہے۔"

"میں شادی نہیں کررہی۔ پلیز آپ چین فروخت کرکے میرے اوپر سے بوجھ اتار دیں۔" اس نے لرزتی آواز سے ماں کو جواب دیا۔ ثریا اس کے رونے پر فکر مند ہوگئیں۔ انہوں نے پیار سے رحما کا ہاتھ تھام لیا اور شفقت بھرے لہجے میں بولیں۔

"اچھا میری بچی، میں کل چین فروخت کردوں گی۔ تو بے فکر ہوکر آرام کر۔" ماں کی بات پر وہ مطمئن سی ہوگئی اور اس نے آنکھیں موند لیں۔

"میں آلو گوشت بنالوں یا پھر کوئی سبزی؟" ثریا نے بڑے پیار سے پوچھا۔

"اماں کچھ بھی پکا لیں میں سب کھالوں گی۔" اس نے ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر سجائی اور ثریا سبزی والا شاپر اٹھا کر کچن میں گھس گئیں۔ وہ آنکھیں موند کر ارمغان کی سوچوں میں ڈوب گئی۔ تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ اپنی سوچوں میں اتنی مگن تھی کہ آنے والے کی آہٹ تک نہ سن پائی۔

"السلام علیکم، کیسی ہے مریضہ؟" اس کی... شوخ آواز کانوں میں پڑی تو وہ چونکی، وہ اس کے سامنے گلاب کے پھولوں کی ٹوکری لیے کھڑا تھا۔ ثریا نے جلدی سے اس کے لیے کرسی لاکر رکھی۔

"بیٹا تم بیٹھو، میں ذرا ہنڈیا دیکھ لوں اور تمہارے لیے اچھی سی چائے بنا کر لاتی ہوں۔" وہ حبیب اور رحما کو اکیلے میں بات کرنے کا موقع دینا چاہتی تھیں تاکہ دونوں جلد ہی کوئی فیصلہ کرلیں۔

"میں ٹھیک ہوں اور ان پھولوں کی ضرورت نہیں۔" اس نے ٹیبل پر رکھی گلاب کے پھولوں کی ٹوکری کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، آپ نے سچ ہی کہا۔ پھول کو پھولوں کی ضرورت تو نہیں ہوتی۔" اس نے رحما پر ایک گہری نظر ڈالی وہ شرمندہ سی ہوگئی اور پھر آہستگی سے بستر سے اٹھی اور الماری میں سے اپنی سونے کی چین نکال لائی۔

"یہ لیجیے۔" اس نے وہ سونے کی چین حبیب کی طرف بڑھائی۔

"یہ کیا؟" وہ حیرت زدہ ہوگیا کہ وہ سونے کی چین اسے کیوں دے رہی ہے۔

"یہ فروخت کرکے آپ اپنا ادھار لے لیجیے۔ اگر پیسے کم ہوئے تو میں مزید پیسے آپ کو دے دوں گی۔ ابھی میرے پاس صرف یہ سونے کی چین ہے۔" اس نے ہر لفظ چبا چبا کر کہا۔

"اوکے۔" اس نے وہ چین ہاتھ میں لے لی۔ وہ بستر پر آبیٹھی۔

"آپ آرام کرلیجیے۔ میں چلتا ہوں مجھے یقین ہوگیا ہے کہ آپ ٹھیک ہوگئی ہیں۔ جو انسان لڑنے پر آجائے وہ صحت یاب ہی ہوتا ہے۔" اس نے مسکرا کر اس کی اس حرکت کا خوب صورتی سے طعنہ دیا۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میرا مطلب آپ کی انسلٹ کرنا نہیں تھا۔" وہ پُرسکون انداز میں بولی۔ ثریا ٹرے میں چائے کے کپ اور بسکٹ لے آئیں۔

"خالہ بہت بہت شکریہ۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"بیٹا ہم تمہاری کیا خاطر کررہے ہیں۔ ہم غریب لوگوں کے پاس جو گھر میں ہوتا ہے وہ تمہارے سامنے لادیتے ہیں۔" ثریا نے بسکٹ کی پلیٹ اس کی طرف بڑھائی۔

"مجھے بیٹا بھی سمجھتی ہیں... پھر کڑوی کڑوی باتیں بھی کرتی ہیں۔ ہاں، آپ کی بیٹی نے بل کی رقم ادا کردی ہے۔" اس نے بسکٹ کھاتے کھاتے سونے کی چین ثریا کو دکھائی۔ ثریا کا چہرہ مارے شرمندگی

کے عجیب سا ہوگیا مگر وہ خاموش رہیں۔ حبیب نے تھوڑی باتیں کیں، پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹا رات کا کھانا کھا کر جانا۔ آلو گوشت اور سفید چاول بنائے ہیں۔" ثریا نے بڑے خلوص سے اسے روکنا چاہا۔

"نہیں خالہ، آج نہیں ٹھہر سکتا۔ آج مجھے کسی کے گھر جانا ہے۔" اس نے معذرت کرلی اور پھر خالہ ثریا کی طرف بڑھا۔ "خالہ جان آپ مجھے اپنا بیٹا سمجھتی ہیں؟" اس نے ثریا سے سوال کیا۔

"ہاں بیٹا تم میرے بیٹے جیسے ہی تو ہو۔" ثریا نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"آپ میری کسی بات پر انکار تو نہیں کریں گی؟" اس نے دوسرا سوال کیا۔

"نہیں مگر کیا بات ہے، بتاؤ؟" ثریا فکر مند سی ہوگئیں۔ اس نے چین ثریا کے گلے میں ڈال دی اور پیار سے کہنے لگا۔

"یہ ایک بیٹے نے ماں کو تحفہ دیا ہے۔ اب اس پر آپ نے انکار کیا تو میں خفا ہوجاؤں گا اور کبھی اس گھر کا رخ نہیں کروں گا۔" حبیب نے حتمی فیصلہ سنا دیا۔

"یہ...... یہ حبیب صاحب، یہ آپ غلط کررہے ہیں۔" وہ سب کچھ دیکھنے کے بعد جلدی سے بولی۔

"آپ ماں، بیٹے کے درمیان مت بولیں۔" اس نے رحما کی طرف انگلی کا اشارہ کرکے بات ختم کی اور ثریا سے خدا حافظ کہہ کر گھر سے باہر نکل گیا۔ ثریا غصے سے رحما کو گھورتی رہ گئیں اور وہ بجھے دل سے بستر پر گر گئی۔

☆☆☆

"وہ نہیں آرہی تو اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے تو پوسٹ آفس میں آس لگائے بیٹھا رہے۔ دو ماہ ہورہے ہیں بیٹا۔ تجھے اب اس کی تلاش باہر شروع کرنی چاہیے۔" سکینہ نے اکرم کو بجھا بجھا دیکھا تو خفگی سے بولی۔

"اماں کہاں تلاش کروں، میں نہیں جانتا کہ وہ کدھر سے آتی تھی؟" اس نے دونوں ہاتھوں کو مل کر جواب دیا۔

"بیٹا ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے۔ وہ پوسٹ آفس کے آس پاس کے علاقے سے ہی آتی ہوگی بس کل سے پوسٹ آفس سے چھٹی ملتے ہی اس کی تلاش میں نکل جانا۔" سکینہ نے اسے تسلی دی جو کئی روز سے صرف خطوط پڑھ کر افسردہ دکھائی دے رہا تھا۔

"اماں اگر وہ نہ ملی تو؟" اکرم نے تڑپ کر پوچھا۔

"نا اُمیدی کفر ہے...... دل لگا کر تلاش کرو گے تو وہ مل جائے گی اور تیری ماں کی دعائیں بھی تو تیرے ساتھ ہیں۔"

"ہاں اماں تو ٹھیک کہہ رہی ہے۔ مجھے پوسٹ آفس سے اب نکل کر اسے تلاش کرنا چاہیے۔" اکرم نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔

"کس کی تلاش بیٹا؟" قیوم صاحب کھانستے کھانستے کمرے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے آخری بات سن لی تھی۔ اکرم گھبرا سا گیا۔ سکینہ نے بات کو سنبھالا۔

"اپنے ایک دوست کی بات سنا رہا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے بچھڑ گیا ہے۔" سکینہ نے بات کو گول مول کیا۔

"بیوی سے...... وہ کیسے؟" قیوم صاحب نے حیرانی دکھائی۔

"اکرم کیا تیری ماں سچ بول رہی ہے؟" سکینہ نے نظریں چُرالیں تو قیوم نے بیٹے کو پکڑا۔

"ہاں ابا وہ میرا دوست ذیشان ہے ناں۔ اس کی بیوی اس سے الگ رہ رہی تھی۔ اب وہ اس کے ساتھ رہنا چاہتا ہے اس کے پرانے فلیٹ میں گیا مگر وہ وہاں سے کہیں اور شفٹ ہوچکی ہے۔ بس اس کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

بات بتا رہا تھا۔'' اکرم نے بات کو تفصیل دے کر باپ کو مطمئن کیا۔

''خدا اسے اپنے ساتھی سے ملا دے۔'' قیوم صاحب نے دعا دی اور پھر اپنی بیوی سے مخاطب ہوئے۔ ''سکینہ بہت بھوک لگی ہے کھانے کو کچھ مل سکتا ہے؟''

''ہاں، ہاں کیوں نہیں۔ چاول کو دم لگا کر آئی تھی۔ چل اکرم تو بھی ہمارے ساتھ کھانا کھالے۔'' سکینہ نے بیٹے سے کہا اور شوہر کو لے کر کمرے سے باہر آگئی۔

☆☆☆

وہ آفس سے گھر پہنچا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ریما گھر پر تھی۔

''کیسا لگا میرا سرپرائز؟'' وہ بھائی کے گلے لگ کر بولی۔ جو ایک مہینے کے بجائے دوسرے ہفتے ہی آگئی تھی۔

''مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔'' وہ مسکرایا۔ اس نے حسیب کے بازو پر چٹکی کاٹی تو وہ چیخا۔

''اوہو یقین آگیا کہ تم آگئی ہو۔'' اس نے بازو کو مسلتے مسلتے شوخی سے جواب دیا۔

''چلیں، میں تیار ہوں۔ رحما بھابی کے گھر چلتے ہیں۔'' اس نے اپنے ڈریس پر نظر ڈال کر اس سے کہا وہ جدید فیشن کی قمیص اور ٹراؤزر میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔

''ابھی، اس وقت؟'' اس نے گھڑی پر نظر ڈال کر کہا۔ گھڑی رات کے گیارہ بجا رہی تھی۔

''تو کیا ہوا...... ابھی تو گیارہ بجے ہیں۔'' اس نے بے تابی سے جواب دیا اور اپنے بھائی کا بازو کھینچنے لگی۔ ''چلیں، مجھے اپنی بھابی دیکھنی ہے۔'' وہ شوخ ہوگئی۔

''ریما یہ وقت مناسب نہیں ہے۔ میں ان لوگوں سے بات کرلوں پھر صبح چلتے ہیں۔'' اس نے رحما کے متوقع رویے کے متعلق سوچ کر کہا۔

''بھائی کس سوچ میں پڑ گئے؟'' اس نے حسیب کو سوچتے دیکھا تو مسکرا کر پوچھا۔

''میں سوچ رہا ہوں اگر تمہیں وہ پسند نہ آئی تو پھر کیا ہوگا تم اور رحما لڑتے رہو گے اور میں کس کے حق میں بولوں گا۔'' اس نے ہنس کر بات پلٹی جو ریما کو اس وقت رحما کے گھر نہیں لے جانا چاہتا تھا۔

''آپ بس میرے حق میں بولیں گے۔'' اس نے اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔ سلکی بالوں میں اس کی انگلیاں نہیں ٹھہری تھیں۔

''چلیں ناں بھائی۔'' اس نے پھر زور لگایا۔

''کل صبح چلتے ہیں۔ میں ابھی ان لوگوں سے بات کرلیتا ہوں۔'' اس نے جیب سے سیل فون نکال لیا اور خالہ عظمت کو کال کی۔ خالہ عظمت، رحما کے پاس بیٹھی اسے سمجھا رہی تھیں۔

''جو بھی ہوا اسے خدا کی مرضی سمجھ کر بھول جاؤ۔'' خالہ عظمت کا سیل فون بجنے لگا۔

''کس کا فون ہے؟'' رحما نے فکرمندی سے پوچھا اس نے خالہ عظمت کے نمبر سے ارمغان کو فون کیا تھا۔ اس نے ارمغان کے نمبر پر کئی دفعہ کال کی مگر پھر وہ نمبر آف آتا رہا۔ اسے ارمغان سے ایسی امید نہ تھی۔

''حسیب کا ہے۔'' خالہ عظمت نے سنجیدگی سے بتایا اور کال ریسیو کرلی۔

''ہیلو، خالہ، میں حسیب بات کر رہا ہوں۔'' اس نے شائستگی سے بتایا۔

''ہاں بیٹا، کیسے ہو؟'' خالہ عظمت نے خوش دلی سے اس کا حال پوچھا۔

''جی خالہ میں تو ٹھیک ہوں بس سوچا کہ آپ کو بتاؤں کہ میری پیاری بہن ریما پاکستان آئی ہے اور شاید کل میں آپ لوگوں سے اسے ملوانے لے آؤں کیا ہم آسکتے ہیں؟'' حسیب نے مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

''ہاں، ہاں...... کیوں نہیں...... بیٹا یہ تمہاری بہن کا گھر ہے، جب دل چاہے آجاؤ۔'' خالہ عظمت نے خوش دلی سے اسے دعوت دی۔

رحما کا منہ لٹک گیا۔ وہ حسیب سے جتنا دور رہنا چاہتی تھی وہ مزید اس کے قریب تر آرہا تھا۔ اس نے خالہ عظمت کو نفی کا اشارہ دیا...... مگر خالہ عظمت نے اسے خاموش رہنے کا کہا۔

''ہاں بیٹا، رات کا کھانا ہماری طرف ہی ہوگا۔'' خالہ عظمت نے پھر اسے دعوت دی۔ رحما تپ گئی اور بستر سے اٹھ کر کمرے میں تیز تیز ٹہلنے لگی۔

''کیا ضرورت تھی اسے گھر بلانے کی؟'' خالہ عظمت کے فون بند کرتے ہی وہ چیخی۔

''اوہو...... رحما تم حسیب سے اتنی چڑ کیوں رہی ہو۔ وہ ہم سے ملنے آرہا ہے اور اس کی بہن بھی بڑے شوق سے ہمارے گھر آرہی ہے۔ کیسے میں ان لوگوں کو روکتی؟'' عظمت خالہ نے ساری تفصیل بتائی۔

''وہ اپنی بہن کو لے کر کیوں آرہا ہے؟'' وہ ڈر کر بولی۔

''مجھے نہیں پتا۔'' خالہ نے منہ بسور لیا۔

''خالہ، مجھے اس کی نیت خراب لگتی ہے۔'' وہ سوچ کر بولی۔

''یا خدا...... کیسی نیت؟'' وہ رحما کی بات پر گھبرا سی گئیں۔

''خالہ! کہیں ...... کہیں وہ...... وہ......'' اس نے بات مکمل نہ کی اور سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

''تم بس اپنی صحت کا خیال رکھو کیوں اِدھر اُدھر کا سوچ رہی ہو۔ بس سب کچھ بھول جاؤ اور تمام مسئلے خدا پر چھوڑ دو۔ خدا سب سے بڑا ہے۔ بہت مہربان اور عظیم ہے۔ تمہارے دل سے واقف ہے، تمہاری مراد ضرور پوری کردے گا۔ بس تم فکر چھوڑ کر بھلی چنگی ہوجاؤ۔'' خالہ عظمت نے اس کے سر پر پیار دے کر سمجھایا۔ اس نے آنکھیں موند لیں۔

''میری بچی، تو سوجا۔ میں ثریا کو حسیب کی کل کی آمد کی اطلاع دیتی ہوں۔'' خالہ عظمت یہ کہہ کر رحما کے کمرے سے نکل گئیں اور اس نے دراز میں سے ارمغان کے سارے خطوط نکال کر پڑھنے شروع کردیے۔

☆☆☆

دوپہر کے چار بج رہے تھے۔ جب اس نے پوسٹ آفس کے آس پاس علاقے میں چکر کاٹنے شروع کردیے۔

''کہیں تو وہ مجھے نظر آئے گی۔'' وہ ایک چوڑی گلی میں سے گزر رہا تھا۔ وہ ہر اس لڑکی کی طرف متوجہ ہوتا جس نے کالی چادر اوڑھی ہوتی، جو رحما سے مناسبت رکھتی تھی۔ لڑکیاں اسے اپنی طرف متوجہ پاکر کچھ تو ہنس دیتیں اور کچھ غصے سے گھورنے لگتیں مگر وہ لڑکیوں سے بے خبر اسے تلاش کر رہا تھا۔ گرم ہوا کے جھونکے اس کے چہرے کو جھلسا رہے تھے مگر وہ سب سے بے پروا ہر گلی میں چکر کاٹ رہا تھا۔ پوسٹ آفس کے پاس بازار کی ہر دکان میں گیا مگر اسے رحما کہیں نظر نہیں آئی۔ ملتی بھی تو کیسے وہ تو حسیب کے لیے کھانا تیار کر رہی تھی۔ اکرم نے ایک پورا علاقہ چھان مارا مگر اسے ناکامی ہوئی۔ اب نہ وہ کسی سے رحما کا نام لے سکتا تھا، نہ اس کا حلیہ بیان کرسکتا تھا۔ وہ رحما کو زمانے کی نظروں میں ذلیل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ آخر کار تھک ہار کر وہ سات بجے واپس گھر پہنچا۔ سکینہ انتظار میں تھی وہ اپنے کمرے میں چلا گیا تو سکینہ بھی پیچھے پیچھے چلی آئی۔

سکینہ نے اس کی حالت دیکھی تو جلدی سے بادام کا شربت بنا لائی اور بیٹے کو گلاس بھر کردیا۔

''اماں...... وہ نہیں نظر آئی۔'' اس نے ماں سے دکھی دل سے بات کی۔

''محنت کرتے رہو گے تو اِک دن ضرور مل جائے گی۔ آج پہلا دن تھا اور بس خدا سے دعا کرو،

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ تمہاری دعا ضرور سن لے گا۔ چلو یہ شربت تو پیو۔" سکینہ نے اسے گلاس تھمایا اور وہیں بیٹھ کر اسے محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔

"بیٹا اب تھوڑا آرام کرلو پھر جب کھانا تیار ہوجائے گا تو تمہیں جگادوں گی۔" سکینہ نے خالی گلاس اس کے ہاتھ سے لیا اور کچن میں جانے کو کھڑی ہوئی۔ وہ ماں کی بات پر خاموش رہا اور بجھے دل سے اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

☆☆☆

"رحما! یہ ریما ہے، میری بہن۔" حسیب نے اسے ایک ماڈرن لڑکی سے متعارف کروایا۔ ریما نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"ہیلو رحما، کیسی ہو؟" وہ بہت خوش دلی سے اس سے ملی۔

"جی، میں ٹھیک ہوں۔ آئیں بیٹھیں۔" رحما نے بھی بڑے اخلاق سے اس کا خیر مقدم کیا۔

"آپ کی اماں کدھر ہیں؟" ریما نے ثریا کے بارے میں پوچھا۔ اسے حسیب نے ثریا سے بات کرنے کے لیے سمجھایا ہوا تھا اس لیے وہ اس کی منتظر تھی۔

"جی اماں اور خالہ بازار تک گئی ہیں ابھی آجائیں گی۔" اس نے گھبرا کر جواب دیا۔ ریما کے سوال پر وہ ڈر سی گئی کہ وہ اس کی ماں سے ملنے کے لیے کیوں بے قرار ہے۔

"رحما! آپ کی ایجوکیشن کیا ہے؟" ریما نے مسکرا کر پوچھا۔ وہ اسے بہت معصوم اور سادہ سی لڑکی لگی۔

"جی..... میں نے بی اے کیا ہے۔" اس نے شائستگی سے جواب دیا۔

"آپ نے مزید تعلیم کیوں جاری نہیں رکھی؟" ریما نے کسی انٹرویور کی طرح سوال شروع کردیے۔

"بس کچھ حالات ساتھ نہیں دے رہے تھے جس کی وجہ سے پڑھائی چھوڑ دی۔" رحما نے جھوٹ سے کام نہ لیا۔

"آپ مجھے بہت اچھی لگی ہیں۔ سچ بولنے کی انسان میں ہمت ہونی چاہیے۔ میں نے ایسے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو اپنی ظاہری حالت چھپائے رکھتے ہیں۔ رئیلی، آپ بہت اچھی ہیں۔" اس نے رحما کا ہاتھ تھام لیا اور اپنے بھائی کو دیکھ کر آنکھ ماری جو خود رحما نے بھی دیکھ لی۔

"میں آپ کے لیے کیا لاؤں، ٹھنڈا یا گرم؟" اس نے میزبانی کے فرائض ادا کرتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ بھی گھر کی بنی ہوئی کوئی چیز۔" اس نے خوشی سے جواب دیا۔

اس دوران حسیب اس سے بظاہر لاتعلق بنا اخبار پڑھتا رہا۔ ثریا کے گھر اخبار روز آتا تھا جسے پڑھ کر عظمت اور ثریا خوب حالات حاضرہ پر تبصرہ کرتیں۔

"حسیب بھائی آپ کیا لیں گے؟" ریما نے بھائی سے پوچھا۔

"ہاں ...... جو تم چاہو......" وہ مسکرایا اور اس نے پھر اخبار پر نظریں گاڑ دیں..... رحما کچن کی طرف بڑھ گئی تو اسے اپنے پیچھے ریما کی آواز سنائی دی۔

"بھائی آپ کی چوائس بہت کمال کی ہے۔ رئیلی میں آپ کے لیے بہت خوش ہوں۔" ریما نے خوشی خوشی اس کی تعریف کی۔

وہ کچن میں آکر گھبرا سی گئی۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ ریما کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے لگے۔

"بھائی آپ کی چوائس بہت کمال کی ہے۔" یہ لوگ کہیں میرے لیے تو نہیں۔ وہ عجیب کش و پنج میں مبتلا تھی۔

"اماں تو حسیب کو پہلے سے پسند کرتی ہیں۔ وہ مجھ سے انکار کی وجہ پوچھیں گی تو کیا جواب دوں گی؟" اس نے سوچتے ہوئے خود سے پوچھا مگر اسے کوئی

جواب نہ ملا۔ جلدی سے سکنجبین بنائی۔ ٹرے میں سلیقے سے گلاس رکھے اور ایک لمبی سانس بھر کر کچن سے باہر نکل گئی۔ کمرے میں اب عظمت اور ثریا بھی ان کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں اور ایک خوشگوار سماں بنا ہوا تھا۔ رحما نے ٹرے ٹیبل پر رکھی اور سکنجبین گلاسوں میں ڈالنے لگی پہلے اس نے گلاس ریما کی طرف پھر حسیب کی طرف بڑھایا۔

"واہ...... اتنا مزے کا لیموں پانی۔" ریما نے گھونٹ لے کر تعریف کی۔

"رحما کوکنگ بھی بہت اچھی کرتی ہے۔ تم لوگوں کے لیے اس نے چکن بریانی تیار کی ہے۔ بس تم لوگ انگلیاں چاٹتے رہ جاؤ گے۔" خالہ عظمت نے رحما کی بھرپور انداز میں تعریف کی۔

"جی، جی ضرور۔ بھائی جان نے پہلے ہی رحما کی سب باتیں مجھ سے شیئر کی ہیں اور ہم لوگ یہاں رحما کے لیے تو آئے ہیں۔" ریما نے اصل مقصد آنے کا بتایا۔

ثریا جنہیں پوری امید تھی کہ حسیب، رحما کو پسند کرنے لگا ہے۔ وہ کھل اٹھیں۔ بھرپور نظروں سے رحما کو دیکھا۔ وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اپنے کمرے میں آبیٹھی...... جو وہ سوچ رہی تھی وہی ہوگیا۔ اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"بچی ہے، شرما گئی ہے۔" خالہ عظمت نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر رحما کے کمرے میں آگئیں۔ رحما ارمغان کے سارے خطوط پھاڑ رہی تھی اور روئے جارہی تھی خالہ عظمت نے اسے روکا۔

"رحما خود پر قابو رکھو۔ حسیب اور ریما ہمارے گھر موجود ہیں اور تم اپنی ماں کا سوچو...... جو حسیب کو پسند کرتی ہے۔" خالہ عظمت نے اسے جھنجوڑ کر حقیقت بتائی۔

"میں حسیب سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔" وہ لگی۔

تیسری بیوی

"تمہاری دو بیویاں کار کے حادثے میں ہلاک ہوئیں؟" جج نے کٹہرے میں کھڑے ہوئے ملزم سے سوال کیا۔ "دونوں مرتبہ کار کے بریک فیل ہونے کی وجہ سے حادثہ ہوا؟"

"تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں۔" جج نے گفتگو آگے بڑھائی۔ "تمہاری تیسری بیوی کی موت زہر خورانی کی وجہ سے واقع ہوئی؟"

"تیسری بیوی!" ملزم نے معصومیت سے جواب دیا۔ "وہ ڈرائیونگ نہیں جانتی تھی۔"

مرسلہ: دُرِ فاطمہ، ملتان

گھڑی

دفتر کے کام سے ایک صاحب بذریعہ ہوائی جہاز کراچی سے لاہور جانے کے لیے گرتے پڑتے ذرا تاخیر سے ائرپورٹ پہنچے تو فلائٹ روانہ ہورہی تھی۔ سرنگ نما راستے کا گیٹ بند ہورہا تھا۔ وہ صاحب کاؤنٹر پر بیٹھی خاتون سے لڑنے لگے کہ انہیں بورڈنگ کارڈ دیا جائے اور ہوائی جہاز کو رکوایا جائے۔

"فلائٹ کا ٹائم تین بج کر دس منٹ ہے اور میری گھڑی میں ابھی تین بج کر پانچ منٹ ہوئے ہیں۔" انہوں نے خاتون کو اپنی گھڑی دکھائی۔

ائرلائن کی ملازم خاتون نہایت تحمل اور شائستگی سے بولیں۔ "وہ تو ٹھیک ہے سر لیکن آپ چونکہ یہاں موجود نہیں تھے اس لیے مجبوراً ہمیں اپنی ہی گھڑی دیکھ کر فلائٹ کو روانہ کرنا پڑا۔"

مرسلہ: صائمہ احمد، راولپنڈی

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بیٹا ارمغان کو بھول جاؤ اور جو تمہاری قسمت میں خدا تعالیٰ نے لکھا ہے اسے خوشی خوشی قبول کر لو۔" خالہ نے آرام سے سمجھانے کی کوشش کی۔

"نہیں خالہ، میں ارمغان کے پاس جاؤں گی اور اس سے ان خطوط کے متعلق پوچھوں گی کہ اس نے مجھ سے دھوکا کیوں کیا؟"

"تم پاگل ہو گئی ہو، کیا لندن جاؤ گی... کیسے لندن جاؤ گی؟" خالہ عظمت نے غصے سے پوچھا۔ جو کانپتے ہاتھوں سے ارمغان کے خطوط دکھا رہی تھی۔

ثریا جو عظمت کو بلانے آئی تھیں انہوں نے دروازے کی آڑ میں سب کچھ سن لیا تھا وہ دل پکڑ کر رہ گئیں۔ آخری جملہ سن کر وہ دھڑام سے گر پڑیں۔

"اماں...... اماں۔"

"ثریا...... ثریا......" رحما اور عظمت دونوں ثریا کی طرف بڑھیں، ثریا کی آنکھیں بند تھیں اور وہ بے ہوش ہو چکی تھیں۔

☆☆☆

"آپ روکیوں رہی ہیں خود کو سنبھالیں۔ آپ کی ماما کو کچھ نہیں ہوا ہے۔" ریما نے اس کا ہاتھ تھام کر تسلی دی۔ وہ اسپتال میں بیٹھی روئے جا رہی تھی کہ اس کی باتوں سے ثریا کو بہت تکلیف پہنچی ہے۔

خالہ عظمت تسبیح پڑھ رہی تھیں اور وہ سوچوں میں گم تھیں کہ ثریا کے ہوش میں آنے پر وہ انہیں کیا جواب دیں گی کہ انہوں نے اتنا بڑا راز کیسے ان سے چھپائے رکھا۔ حبیب ایک ڈاکٹر کے ساتھ باتوں میں مصروف نظر آیا۔ وہ جلدی سے حبیب کی طرف بڑھی اور تڑپ کر پوچھا۔

"حبیب اماں کیسی ہیں...... کیا انہیں ہوش آ گیا؟"

"جی ہوش تو آ گیا ہے مگر ابھی ان سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ کافی اپ سیٹ ہیں، انہیں خوشی دیجیے کچھ دنوں کے لیے کوئی پریشانی والی بات ان کے سامنے نہیں ہونی چاہیے۔ یہ دل پر چھوٹا سا اٹیک تھا احتیاط نہ کی تو بات بگڑ سکتی ہے۔" ڈاکٹر نے تفصیل بتا کر اسے ہدایت دی۔

"جی ڈاکٹر صاحب...... ہم خیال رکھیں گے۔" خالہ عظمت نے جواب دیا جو ڈاکٹر کے آنے پر وہاں آ کھڑی ہوئی تھیں۔

"تھینک گاڈ۔" ریما نے حبیب کی طرف دیکھ کر کہا وہ کافی پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

"بیٹا تم لوگوں کو اب گھر جانا چاہیے۔ ریما اور تم کافی تھک گئے ہو۔" خالہ عظمت نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں، میں ٹھیک ہوں آنٹی۔" ریما نے جواب دیا۔

"بیٹا تم ریما کو لے کر گھر جاؤ۔ ہم لوگ تمہیں فون کر لیں گے اگر کسی چیز کی ضرورت ہوئی۔" خالہ عظمت نے حبیب کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیر کر اسے سمجھایا۔

"او کے، رحما میں چلتا ہوں، آپ کو کسی قسم کی کوئی ضرورت ہو تو پلیز فون کر لیجیے گا۔" حبیب نے رحما کو مخاطب کیا جو کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اس کی ماں کو خوشی کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

"جی، جی ضرور۔" اس نے نظریں جھکائے جھکائے جواب دیا۔ ریما نے رحما کو گلے سے لگا لیا۔

☆☆☆

"اماں میں حبیب سے شادی کے لیے تیار ہوں۔ آپ اس کے گھر ہاں کا پیغام بھیج دیں۔" اس نے ماں کو سوپ پلاتے ہوئے اطلاع دی۔ کئی دنوں سے وہ ثریا کو سوچوں میں گم دیکھ رہی تھی اس نے آخر کار اپنا فیصلہ سنا دیا۔

"سچ......!" وہ اچھل اٹھیں۔

"ہاں، اماں۔" اس نے ماں کو مسکرا کر جواب دیا جیسے وہ یہ فیصلہ مجبوری کے تحت نہیں لے رہی ہو

خوشی خوشی کر رہی ہو۔

"تم سچ کہہ رہی ہو۔ عظمت...... عظمت۔" ثریا نے عظمت کو پکارا جو باورچی خانے میں اپنے لیے چائے بنانے گئی تھیں۔ عظمت بھاگی بھاگی آئیں۔

"کیا ہوا ثریا؟" انہوں نے فکر مندی سے پوچھا۔

"عظمت، حبیب کو فون کر دو...... ریما کو فون کر دو کہ رحما نے شادی کے لیے ہاں کر دی ہے۔" ثریا نے خوشی خوشی بتایا۔

"سچ!" خالہ عظمت بھی خوشی سے چیخیں۔

"ہاں، پوچھ لو رحما سے۔" ثریا نے مسکراہٹ سجا کر کہا۔

"ہاں، خالہ میں حبیب سے شادی کے لیے تیار ہوں۔" اس نے مسکرا کر اپنا فیصلہ سنایا۔

"یا خدا تو نے میری دعا سن لی۔" خالہ عظمت نے دل پر ہاتھ رکھ کر اپنے خدا کو یاد کیا جو ہر وقت رحما کی بہتری کے لیے دعائیں مانگتی تھیں۔

"تم نورین کو بھی بتا دو۔ وہ بھی بہت خوش ہوگی۔" ثریا نے نورین کو یاد کیا۔

"ہاں...... ہاں سب کو بتاتی ہوں۔ خود کو سنبھالو ثریا۔" عظمت نے ان کا ہاتھ تھاما جو رحما کے فیصلے سے لمبی لمبی سانسیں کھینچ رہی تھیں۔

"بس بوڑھی ہو گئی ہوں ناں تو خوشی بھی برداشت نہیں کر سکتی۔" ثریا نے لیٹے لیٹے جواب دیا۔

"تم حبیب کو فون کر دو، بڑا پیارا بچہ ہے۔" ثریا نے آنکھیں بند کر کے ہدایت دی۔

"ہاں...... ہاں ابھی کر دوں گی۔" عظمت نے کہا اور رحما خاموشی سے ماں کے پاس بیٹھی رہی۔

☆☆☆

وہ شدید بخار میں مبتلا تھا اور سکینہ کی جان پر بنی ہوئی تھی۔

"اکرم تو فکر مت کر...... تو مجھے رحما کا حلیہ بتا دے میں کل سے ہی اسے تلاش کروں گی۔" سکینہ نے اسے دوا تھمائی اور پیار سے تسلی دی۔

"اچھا اماں۔" اس نے آہستہ سے جواب دیا اور آنکھیں موند لیں۔

"اکرم وہ لڑکی ضرور مل جائے گی اور نہیں ملتی تو سمجھ لینا کہ وہ تیرے نصیب میں نہیں تھی۔" سکینہ نے افسردگی سے بات ختم کی، وہ بیٹے کی محبت کو جاننا چاہتی تھی کہ وہ کس حد تک اس لڑکی کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔

"اماں آپ فکر نہ کریں مجھے کچھ نہیں ہوگا۔" اس نے ماں کی بات کو سمجھ کر جواب دیا۔ سکینہ کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔

"نہ جانے مجھ سے کیا گناہ ہو گیا ہے جو خدا تعالیٰ نے میرے دونوں بچوں کو یہ غم دے دیا۔ فاطمہ کی محبت اسے نگل گئی اور تو بھی تڑپ رہا ہے۔" سکینہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔

"اماں...... بس، بس یہ رونا کیسا؟" وہ اٹھ کر بستر پر بیٹھ گیا۔ خود ڈوبتا جا رہا تھا مگر اپنی ماں کو حوصلہ دینے سے باز نہ آیا۔

"بیٹا وہ نہ ملی تو کیا تو مجھے چھوڑ کر فاطمہ کی طرح......" سکینہ نے بات کو ادھورا چھوڑ دیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"اماں آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ میں رحما کی وجہ سے بیمار تو نہیں پڑا ہوں۔" اس نے اپنے زخمی دل کو ماں سے چھپا لیا اور مسکرایا۔

"تو سچ کہہ رہا ہے؟" وہ روتے روتے بیٹے کو دیکھ کر بولی۔

"اماں میرے اور رحما کے درمیان کوئی ایسا تعلق نہیں بنا جو میں اس کے لیے آپ کو چھوڑنے کا فیصلہ کروں۔ آپ میری جان ہیں۔" اس نے ماں کو بوسہ دیا سکینہ، اکرم کے سینے سے لگ گئی جو بہت دکھی تھی۔ بیٹی کی موت نے اسے بے حد کمزور دل بنا دیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

اکرم نے ماں کا دل بہلانے کی غرض سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنا شروع کر دیں۔

☆☆☆

''آپ لوگ منگنی پر آ رہے ہیں کہ نہیں؟'' اس نے ہنس کر نورین سے پوچھا۔

''میں آ رہی ہوں مگر وہاب کا پروگرام نہیں لگ رہا۔'' نورین نے گرم جوشی سے بتایا۔ جب حسیب نے انہیں اپنی منگنی کا دعوت نامہ فون کر کے دیا۔

''سالی آدھے گھر والی، آئی نو کہ آپ ضرور میری منگنی میں شامل ہوں گی۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''جی نہیں، میں بھابی بن کر شامل ہو رہی ہوں۔'' اس نے اکڑ کر جواب دیا۔

''سچ...... اگر ایسی بات ہے تو پھر آپ میرے گھر سے جائیں گی۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''نہیں بھئی نہیں۔ میں امی کی طرف سے آؤں گی۔ وہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔'' نورین نے قہقہہ لگا کر بتایا۔

''ایک بات پوچھوں...... آپ کی سہیلی میں اتنا غصہ کیوں ہے؟'' اس نے ہنس پوچھا۔

''وہ بچپن میں غلطی سے رحما نے پٹاخے، ٹافیاں سمجھ کر کھا لیے تھے اس لیے وہ ہر وقت غصے میں رہتی ہے۔'' اس نے ہنسی دبا کر سنجیدگی سے کہا تو حسیب ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گیا۔

''پٹاخے...... سچ...... ٹافیاں......'' وہ ہنستا چلا گیا۔

''ہنس لو...... ہنس لو شادی سے پہلے جتنا ہنسنا چاہتے ہو ہنس لو پھر شاید رحما ہنسنے نہ دے۔'' نورین نے اسے ڈرایا۔

''اچھا وہ کیوں؟'' حسیب نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی جبکہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجی ہوئی تھی۔

''بس میں نے یہ سنا ہے کہ میری جدائی کے بعد اس نے ڈریکولا سے دوستی کر لی تھی۔'' نورین نے ڈرتے ڈرتے ہلکی آواز میں بتایا۔

''ہاہاہا...... توبہ توبہ بہت خطرناک سہیلی ہے۔ میں بھی آپ کی خطرناک سہیلی سے دوستی کرنا چاہتا ہوں پلیز میری مدد کیجیے اور اپنی سہیلی محترمہ سے کہہ دیجیے کہ معصوم سے حسیب احمد کے چھوٹے سے تحفے سیل فون کو قبول کر لے۔'' حسیب نے تحفے کا ذکر کیا جس کے لیے اصل میں اس نے نورین کو کال کی تھی۔

''اس کا مطلب ہے ہماری یاد آپ کو نہیں آئی تھی۔'' وہ غصے سے بولی۔

''اوہو بھابی، آپ کی یاد تو ہر وقت آتی ہے۔ آپ ہی تو رابطے کا ذریعہ ہیں۔''

''ہاہاہا...... اس کا مطلب ہے کہ میں آپ کی لو اسٹوری میں مین کردار ہوں...... گڈ تھینک یو۔'' وہ شوخ ہوئی۔

''بھابی، رحما کو دیکھتا ہوں تو اسے بہت افسردہ پاتا ہوں کیا اس کے پیچھے کوئی بات ہے؟'' اس نے نورین سے رحما کے دل کے متعلق پوچھا وہ یکدم گھبرا گئی مگر اس نے خود پر قابو پا کر کہا۔

''نواب زادے، رحما بہت مطمئن لڑکی ہے اور شاید تمہیں دیکھ کر افسردہ ہو جاتی ہے۔ بے چاری سوچ رہی ہو گی کہ خدا تعالیٰ نے کیا نصیب میرے لیے بنایا ہے۔'' اس نے بات کو مذاق میں چھپا لیا۔

''ہاہاہا...... اب میں اتنا بھی برا نہیں ہوں۔'' وہ ہنسا۔

''میں رحما تک آپ کی درخواست پہنچا دوں گی اگر اس نے چاہا تو بات ہو جائے گی۔''

''مجھے اندازہ ہے کہ درخواست نامنظور ہو گی۔'' اس نے قہقہہ لگایا اور وہ بھی اس کی بات پر ہنس دی۔

☆☆☆

''بھابی آپ کو یہ کلر پسند آیا؟'' ریما نے ایک خوب صورت کام والے کرتے کو رحما کی طرف کیا جو

ہاتوں سے انجان اس کے ساتھ شاپ پر بیٹھی تھی۔

''بھابی!'' اس نے پھر مخاطب کیا۔

''ہاں...... ہاں، ریما۔'' وہ چونکی۔

''آپ کدھر کھو جاتی ہیں۔ آپ کو یہ سوٹ پسند ہے تو کیا خرید لیں؟'' ریما نے ایک مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

''ہاں۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''بھابی، ہر سوٹ میں پسند کر رہی ہوں جبکہ شادی آپ کی ہے۔'' اس نے رحما کا ہاتھ تھام کر ہنستے ہنستے کہا۔ سیلز مین بھی مسکرانے لگا۔

''نہیں، نہیں میں سب سوٹ دیکھ رہی ہوں۔'' وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

''کوئی اور اچھی سی چیز دکھائیں جس پر ہماری بھابی کی نظریں خود بہ خود ٹھہر جائیں۔'' اس نے ہنستے ہوئے سیلز مین سے کہا۔

''او کے میم۔'' اس کے ہاتھوں میں تیزی آ گئی اور وہ ایک سے ایک اچھے اچھے جوڑے نکال نکال کر دکھانے لگا۔

''بھابی یہ سی گرین اور ٹی پنک کیسا ہے؟'' ریما نے پھر رحما کو مخاطب کیا۔ وہ بس گم صم ہو کر کپڑے دیکھ رہی تھی مگر اپنی پسند کا اظہار نہیں کر رہی تھی جسے ریما نے محسوس کیا۔

''ہاں یہ اچھا ہے۔'' وہ ریما کے بجھے چہرے کو دیکھ کر کچھ سنبھلی اور اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجالی۔

''تھینک گاڈ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ تو آئی ورنہ میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ شاید آپ کو ہمارے بھائی جی پسند نہیں ہیں۔'' اس نے تشویش سے کہا۔

''نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔'' اس نے کانپتے ہونٹوں سے کہا۔ جبکہ سچ تو یہ تھا کہ وہ حسیب کو بھی وہ جگہ نہیں دینا چاہتی تھی جو مجبوری میں وہ دے رہی تھی۔

''مطلب آپ میرے بھائی سے محبت کرتی ہیں؟'' اس نے رازداری سے پوچھا تو وہ شرما سی گئی اور اس نے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجالی۔

''بھائی تو بہت لکی ہیں جنہیں اُن کی محبت مل گئی بس میں ہی بدقسمت رہ گئی۔'' اس نے اپنے دل کا حال بیان کیا۔

''کیا مطلب، آپ بدقسمت کیسے؟'' رحما نے اس پر گہری نظر ڈال کر پوچھا۔

''بس کوئی ہے جو میرے دل پر حکومت کر رہا ہے۔'' اس نے آہستہ سے بتایا۔

''کون؟'' رحما نے جاننا چاہا۔

''اوہو بھابی کیا یہاں شاپ پر اپنی لو اسٹوری سنا ڈالوں۔ میری بک بک تو چلتی رہے گی پہلے آپ شادی کی شاپنگ مکمل کر لیں۔'' اس نے جلدی جلدی رحما کی پسند کے جوڑے پیک کروائے اور بل ادا کر کے دونوں گاڑی میں آ بیٹھیں۔

☆☆☆

آسمان پر گھنے بادل چھائے ہوئے تھے......

اور وہ رحما کی دُھن میں بھٹک رہا تھا۔ ہر گلی، ہر دکان، ہر جگہ اس نے رحما کو تلاش کیا مگر وہ اسے کہیں نہ ملی...... ملتی بھی کیسے وہ تو کسی اور کے نام کی مہندی لگا چکی تھی۔ ریما اُسے مہندی لگوا کر اپنے گھر کے لیے روانہ ہوئی تو اچانک اکرم اس کی گاڑی سے آ ٹکرایا...... جو اس وقت ہر چہرے میں رحما کا چہرہ دیکھ رہا تھا...... وہ ریما کی گاڑی سے ٹکرا کر زمین پر جا گرا۔

''اندھے ہو کیا؟'' وہ گاڑی سے نکل کر بولی...... وہ کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھا۔ ریما کی نظریں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے اپنے ہاتھ پر چٹکی کاٹی پھر حیرت سے بولی۔

''اکرم...... آپ؟'' اکرم بھی ریما کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''ریما! تم اور یہاں۔''

''میں خواب تو نہیں دیکھ رہی؟'' ریما اس کے پاس آ کھڑی ہوئی اور اس نے حیرانی سے کہا۔

''نہیں...... تم حقیقت میں ہو اور میں وہی اکرم ہوں جس کا تم نے کالج میں برا حال کیا ہوا تھا۔ تمہاری تو کھانے پینے کی فرمائشیں ہی پوری نہیں ہوتی تھیں۔'' وہ ہنس کر بولا۔

''تم نے مجھے یاد رکھا ہوا تھا؟'' وہ شوخ ہوئی۔

''تم کوئی بھولنے کی چیز تھوڑی ہو، اچھا بتاؤ...... حسیب کیسا ہے اور تم لوگ لندن سے یہاں کب شفٹ ہوئے؟''

''تم حسیب سے نہیں ملے ابھی تک؟'' وہ حیرت سے بولی۔

''نہیں یار...... میں کیسے ملتا، مجھے تو یہ پتا تھا کہ تم لوگ لندن میں ہو۔'' اکرم نے بے بسی ظاہر کی۔

''میں اور بھائی دونوں تم سے بے حد خفا ہیں، تم نے گھر شفٹ کرلیا، اپنی بہن فاطمہ کی موت کے بعد تم نے ہم سے تعلق ہی توڑ لیا...... آنٹی کیسی ہیں اور انکل؟'' اس نے سنجیدگی سے پوچھا...... اس کے چہرے پر افسوس تھا، وہ اس کی بہن کے مسئلے سے آگاہ تھی۔

''اماں ٹھیک ہیں، تم لوگ کسی دن چکر لگاؤ گھر کا۔'' اکرم نے بخوشی دعوت دی۔

''ہم نہیں آسکتے تمہارے گھر۔''

''کیوں......؟'' وہ حیرت سے پوچھنے لگا۔

''کل حسیب کی منگنی جو ہے۔'' وہ شریر لہجے میں بولی۔

''سچ بتاؤ، شکر ہے خدا نے تم سے میری ملاقات کروادی ورنہ میں اپنے دوست کی منگنی انجوائے نہ کرسکتا۔''

''اچھا اچھا...... بس آپ حسیب کے ہی دوست ہیں اور میرے نہیں۔'' وہ منہ بسورے بولی۔

''تمہارا بھی ہوں۔'' اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

''چلیں، آپ کو گھر تک چھوڑ دیتی ہوں۔ کہیں پھر نہ آپ مجھ سے گم ہو جائیں۔'' وہ ہنستے ہنستے بولی اور اس نے اکرم کے لیے کار کا دروازہ کھولا۔ وہ فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھا۔ اس نے بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

''تمہاری فیورٹ غزل اب بھی میں سنتی ہوں۔'' ریما نے جلدی سے کیسٹ پلیئر آن کیا۔

تیرے بارے میں جب سوچا نہیں تھا
میں تنہا تھا مگر اتنا نہیں تھا

اکرم کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی اور ریما غزل کے ساتھ ساتھ گنگنانے لگی۔

☆☆☆

نورین منگنی میں شامل نہیں ہوسکی تھی۔ اس کی وجہ اس کا امید سے ہونا تھا۔ رحما نے اس لیے اسے بخش دیا...... وہ بلیو اور پنک کمبی نیشن کے ..... لہنگے میں بہت پیاری لگ رہی تھی جو بھی اسے دیکھتا بس دیکھتا رہ جاتا...... وہ ہر بات کو بھلا کر اپنی ماں کی خوشی میں خوش تھی۔

''میری بچی پر ماشاء اللہ سے کتنا روپ آیا ہے۔'' ثریا نے پیار سے رحما کی طرف دیکھ کر عظمت کو بتایا۔

''تمہاری بچی نہیں...... بلکہ ہماری بچی......'' وہ ہنس کر بولیں۔

''ہاں، ہاں۔'' ثریا نے عظمت کا ہاتھ ہنستے ہوئے تھام لیا۔

''آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔ اس نے رحما کے کان میں سرگوشی کی... وہ گھبرا سی گئی اور جواب نہ دیا۔

''ہماری منگنی ہونے جا رہی ہے اگر میں آپ کو اب بھی اچھا نہیں لگتا تو آپ انکار کرسکتی ہیں۔''

حسیب نے سرگوشی کی۔ رحما نے سر جھکا لیا تو وہ مسکرانے لگا۔

''یہ دیکھو تو کون آیا ہے بھائی......'' ریما، اکرم کے ساتھ اس کے پاس آ کھڑی ہوئی...... حسیب اکرم کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

اور اکرم کی تو دنیا ہی لُٹ گئی...... اس کی محبت رحما دلہن کے لباس میں سر جھکائے اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔

''اکرم...... تم میرے یار۔'' حسیب نے اسے گلے سے لگایا جو بچپن سے اس کے ساتھ پڑھا لکھا تھا اور اس کا بہترین دوست تھا۔

''مجھے تمہارا یہ سرپرائز بہت اچھا لگا۔'' اس نے ہنس کر اکرم کو دیکھا۔

''بھابی جی سے تو اکرم کا تعارف کروائیں ناں!'' ریما شوخ ہوئی۔ وہ خود بھی بہت پُرکشش نظر آ رہی تھی۔

''رحما یہ اکرم ہے۔ میرا بہت پیارا دوست۔'' حسیب نے رحما سے اسے متعارف کروایا۔

رحما نے نظریں اٹھائیں تو سامنے اکرم کو دیکھ کر وہ گھبرا سی گئی اور اس گھبراہٹ کا احساس صرف اکرم کو ہوا تھا۔

اکرم نے شائستگی سے منگنی کی مبارک باد دی۔ اس نے ''شکریہ'' کہہ کر سر جھکا لیا اور اس کے ہاتھ کانپنے لگے جو صرف اکرم نے دیکھا، وہ سمجھ گیا کہ رحما اسے دیکھ کر نروس ہو رہی ہے۔ وہ اپنی محبت اور اپنے دوست کی خوشیوں کو تباہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اسٹیج سے خود کو دور کرلیا۔

''اکرم، تم کہاں جا رہے ہو؟'' ریما نے اسے پکارا۔

''وہ اِک ضروری فون آگیا ہے۔'' اس نے جھوٹ بول کر وہاں سے دوری اختیار کی۔ رحما نے اسے اِک نظر دیکھا اس نے رحما کو پیار سے دیکھا اور پھر ہال سے باہر نکل گیا۔ رحما بے چین سی ہوگئی اور دل ہی دل میں گھبرانے لگی کہ کہیں اکرم، حسیب کو ارمغان اور اس کے خطوط کے متعلق بتا نہ دے۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید سوچتی حسیب نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''اجازت ہے؟'' اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔ ریما نے پیار سے اپنے بھائی کو انگوٹھی تھمائی۔ حسیب نے وہ ہیرے کی انگوٹھی رحما کی انگلی میں ڈال دی۔

سارا ہال تالیوں اور مبارک باد سے گونج اٹھا۔ ثریا نے دونوں کے سر پر پیار دیا۔ خالہ عظمت نے ڈھیروں دعائیں دیں۔ وہ ہر کسی سے انجان ہال کے باہر دروازے کو دیکھ رہی تھی۔ اسے اکرم کا انتظار تھا مگر وہ ہال میں واپس نہ آیا۔

☆☆☆

وہ ہال سے باہر آ کر لمبی لمبی سانسیں لینے لگا۔ اس نے ایسی صورتِ حال کے بارے میں کبھی سوچا نہ تھا۔ خدا نے اس کی قسمت میں جدائی لکھ دی تھی پھر اس نے وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس نے رحما کی سوچ سے محبت کی تھی۔ رحما کے احساسات اس کے دل پر چھائے ہوئے تھے۔ وہ خود بھی اس محبت کو سمجھ نہیں رہا تھا کہ کیوں اس کی باتیں اس کے ذہن پر چھائی ہوئی تھیں...... کیوں نہیں وہ رحما کو بُھلا سکتا جبکہ وہ تو اس سے محبت نہیں کرتی۔ وہ یہ سوچ کر گھر پہنچا اور اس نے خود کو کمرے میں بند کرلیا۔ رحما کے سارے خطوط نکال کر پڑھتے پڑھتے اس نے اپنے سینے سے لگائے اور آنکھیں بند کرلیں۔ اسے اندازہ تھا کہ وہ اپنی محبت ہار چکا ہے اور یہ خط ہی اس کے جینے کا سہارا ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ خطوط پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ ان خطوط کو جاندار تصور کر رہا ہو اور انہیں احساس دلانا چاہتا ہو کہ وہ ان سے شدید محبت کرتا ہے۔

تیسرا اور آخری حصہ اگلے ماہ پڑھیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

آج کی بزم عمیرہ احمد کے نام

عزیز قارئینِ پاکیزہ! حسبِ وعدہ ہم ان صفحات پر آپ کی ملاقات ہم سب کی دل پسند اور ہردلعزیز رائٹر عمیرہ احمد سے کروا رہے ہیں۔

پاکیزہ میں سترہ ماہ تک چلنے والے عمیرہ احمد کے ناول ''عکس'' کے آغاز میں ہم نے مصنفہ کی جانب سے ابتدائیہ پیش کیا تھا اور ناول کے اختتام پر اختتامیہ بھی حاضر ہے اور ساتھ ساتھ آپ کے ذہنوں میں اٹھنے والے سوالوں کے جوابات بھی...... اس سنہری موقع

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم نے بھی عمیرہ احمد سے بہت سی باتیں کیں جو آپ کے لیے حاضر ہیں۔

یہاں ایک بات کی وضاحت کرتے چلیں چونکہ ناول سے متعلق سوالات اور وضاحتوں کے باعث صفحات کی طوالت سامنے تھی لہٰذا ہم نے عمیرہ احمد کا Exclusive Interview کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھا ہے جس کا عمیرہ نے ہم سے ''پکا وعدہ'' کیا ہوا ہے سو ابھی آپ اپنے سوالوں کے جوابات ملاحظہ فرمایئے اور ساتھ ہی عمیرہ کی جانب سے اپنے ''پاکیزہ'' کے لیے خوب صورت جذبات کا اظہار بھی عمیرہ احمد کا تفصیلی انٹرویو بھی ضرور آپ کے لیے جلد ہی لے کر آئیں گے، انشاءاللہ۔

ملاحظہ فرمائیں عمیرہ احمد کی وضاحتیں

پاکیزہ میں شائع ہونے والا میرا پہلا سلسلے وار ناول عکس سترہ ماہ کی طویل مدت کے بعد بالآخر دسمبر 2012ء میں اختتام پزیر ہوا۔ اس ناول کے حوالے سے بہت سے سوالات پاکیزہ کے قارئین کے ذہنوں میں ابھرتے رہے اور ان سے زیادہ سوالات فیس بک پر موجود میرے ایک page پر تقریباً 65 ہزار کے قریب قارئین کے ذہنوں میں ابھرتے رہے۔ ان صفحات کے ذریعے میں نہ صرف ان سوالات کا جواب دینے کی کوشش کروں گی جو پاکیزہ کے قارئین نے مجھ تک پہنچائے بلکہ ان اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش بھی کروں گی جو عکس کے بارے میں مجھ تک براہِ راست پہنچے۔ اس ناول کے اختتام پر ان صفحات کے ذریعے میں پاکیزہ کے قارئین سے تھوڑی بہت گپ شپ بھی کرنا چاہتی ہوں جن کے بارے میں، میں پہلے بہت زیادہ نہیں جانتی تھی لیکن اب آہستہ آہستہ جان رہی ہوں۔ مجھے امید ہے اس رابطے کے ذریعے ہم بہت سے ایشوز کے حوالے سے ایک دوسرے کے موقف اور خیالات سے زیادہ بہتر واقفیت حاصل کرسکیں گے۔

آپ کے سوالات کی طرف جانے سے پہلے عکس کے بارے میں کچھ باتیں میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتی ہوں۔

کسی بھی رائٹر کے لیے سب سے حوصلہ افزا بات یہ ہوتی ہے کہ اس کے پڑھنے والے اس کی ایسی تحریر کو سراہیں جو اس کے روایتی اندازِ تحریر سے مختلف ہو۔ جو تکنیک کے اعتبار سے مشکل ہو اور پڑھنے والوں کو دانستہ طور پر الجھانے کی کوشش کے ساتھ لکھی گئی ہو...... اور جو ان کرداروں پر فوکس کررہی ہو جو ڈائجسٹ پڑھنے والوں کے پسندیدہ کردار بنتے ہیں نہ ہی ان سے کوئی انسپائر ہوتا ہے...... ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ رویا جاتا ہے، ہمدردی یا ترس محسوس کیا جاتا ہے یا جھرجھری لے کر صفحہ پلٹ دیا جاتا ہے...... عکس ایک ایسے ''مظلوم'' کردار کی کہانی تھی جس کی زندگی کی جدوجہد صرف لڑکیوں کے لیے نہیں بلکہ ایسے حالات سے گزرنے والے بہت سے لڑکوں کے لیے بھی قابلِ رشک اور inspiring تھی۔

child abuse ہمارے معاشرے کی ایک بہت سفاک حقیقت اور سنگین مسئلہ ہے جس سے ہر دوسرا گھر متاثر ہورہا ہے۔ عکس اسی ایشو کو فوکس کرنے والی ایک تحریر ہے۔ اس ایشو پر اس سے پہلے بھی بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اور لکھا جارہا ہے لیکن عکس میں...... کسی کی زندگی کیسے خراب ہوئی، کس نے کی، کیوں کی اور اس حادثے کے اثرات کیا ہوئے...... کے بجائے...... اب کیا کیا جائے...... پر فوکس کیا گیا۔ ایک بہت ہی مشہور امریکی ناولسٹ Ernest Hemingway نے اپنے ایک ناول میں کہا تھا۔

"Man is not made for defeat . A man can be destroyed, but not defeated"

میرا خیال ہے انسان کی زندگی کے حادثات اور اس کی اپنے حالات کو دوبارہ بہتر کرنے کی جدوجہد کو اس سے زیادہ بہتر جملے میں نہ بتایا جاسکتا ہے نہ سمجھایا جاسکتا ہے اور یہ کہانی بھی اسی انسانی ہمت اور جرات کے گرد گھومتی ہے جو بار بار گر کر بار بار اٹھنے کے عزم اور ارادے کو دکھاتی ہے۔

کسی بھی انسان کی زندگی صرف ایک حادثے سے کبھی تباہ نہیں ہوتی، نہ کی جاسکتی ہے وہ متاثر ہوسکتی

...دگی کے ساتھ یا ستر سالوں کو صرف ایک بار ...ے حادثے کے اثرات میں نہیں گزارہ ...نہ گزارہ جانا چاہیے۔ ہم جب بھی ایسی ...لکھتے ہیں ہم لاشعوری اور نادانستگی میں ظالم ...ے مظلوم کو عبرت کا نشان بنادیتے ہیں۔ میں ...کی ہے عکس میں ایسا نہ ہو اور میرا خیال ہے ...شش میں بڑی حد تک کامیاب رہی ہوں۔ چند صفحات لکھنے کا مقصد اس مسئلے کی طرف توجہ دلانا اور ماں باپ کے طور پر آپ کو اس ...نگینی کا احساس دلانا ہے۔ مجھے بہت دفعہ بہت ...اروں میں پڑھنے والے نوجوان لڑکے، لڑکیوں کے خطوط اور ای میلز موصول ہوئے ہیں جس میں وہ اپنے بچپن میں پیش آنے والے اسی نوعیت کے واقعات کا ذکر عجیب احساسِ جرم اور تکلیف کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس کہانی کو لکھنے کی تحریک بھی ایسے ہی خطوط کی وجہ سے ہوئی اور عکس کی اشاعت کے دوران مجھے درجنوں ایسی ای میلز ملیں جن میں بہت سے لوگوں نے اپنے بچوں یا خود اپنے ساتھ اپنے بچپن میں پیش آنے والے واقعات شیئر کیے۔ ایسی ای میلز پڑھنا بہت تکلیف دہ کام ہے مگر میں ان تمام قارئین کا بہت شکریہ ادا کرتی ہوں جنھوں نے پاکستان کے اندر سے اور پاکستان سے باہر سے بار بار مجھے ای میلز کر کے child abuse کے ایشو پر لکھنے کے لیے مجبور کیا۔ میں امید کرتی ہوں میری یہ چھوٹی سی کوشش بہت زیادہ نہیں تو چند زندگیوں کو تاریکی میں بھٹکتے رہنے سے ضرور بچالے گی۔

اب آپ کے بھیجے ہوئے سوالات کی طرف چلتے ہیں۔ پاکیزہ ڈائجسٹ کے ایڈیٹرز نے بھی میرے لیے کچھ سوالات بھیجے ہیں جس کا جواب میں اگلی کسی نشست میں دوں گی۔ اس بار صرف عکس اور عکس سے متعلقہ آپ کے سوالات اور اعتراضات......

☆ عظمیٰ خورشید...... لاہور

سوال پوچھنے کے لیے بہت شکریہ۔

یہ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ میرے بارے میں اچھا گمان رکھتی ہیں جہاں تک نیک فطرت یا کھلے دل کا ہونے کی بات ہے یہ میرے بجائے دوسرے لوگ زیادہ بہتر بتاسکتے ہیں جن کا مجھ سے واسطہ پڑتا ہو۔ میں اپنی خامیوں کے بارے میں اکثر غور کرتی رہتی ہوں، خوبیاں میں ہمیشہ دوسروں کی دیکھتی ہوں۔

☆ سمیرا حمید فاروقی...... کراچی

آپ کے سوال کے لیے آپ کا شکریہ۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

بالکل بڑھ سکتی تھی بلکہ بہت آرام سے بڑھ سکتی تھی۔ میں بہت عرصے کے بعد سلسلے وار ناول لکھ رہی تھی اور مجھے کہانی کی طوالت کا اندازہ نہیں تھا، ہر مہینے باقاعدگی سے سترہ ماہ لکھنا ایک بہت مشکل کام بن گیا تھا کیونکہ اس مدت کے دوران دو بار مجھے بیرونِ ملک جانا پڑا اور چار پانچ بار اندرونِ ملک سفر کرنا پڑا ٹی وی کی مصروفیات بھی بار بار آڑے آتی رہیں۔ میرا اندازہ تھا آٹھ دس اقساط میں کہانی مکمل ہوجائے گی لیکن کہانی کا پھیلاؤ میرے لیے بھی کچھ پریشانی کا باعث بن گیا تھا اور شاید اسی پریشانی میں، میں نے بہت سارے چیپٹرز۔ کو جان بوجھ کر نظر انداز کر کے کہانی کو مختصر کیا۔ فیروز سنز عکس کی اشاعت میں مصروف ہیں اور میں کوشش کروں گی کہ آخری قسط میں مختصر کی جانے والی چیزوں کو اس میں کچھ تفصیل سے بیان کرسکوں لیکن یہ بھی تبھی ممکن ہوسکے گا جب کچھ فرصت ملے۔

☆شازیہ جمال......کراچی۔

آپ کے سوال کے لیے بہت بہت شکریہ۔

آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں عکس کا کردار واقعی بہت خوب صورت ہے اور میں ہی نہیں کوئی بھی اس کے کردار سے متاثر ہوسکتا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ کو اس تخیلاتی کردار میں حقیقت جھلکتی نظر آئی۔ میں نے عکس کو تو نہیں دیکھا لیکن میں نے آپ لوگوں کے برعکس عکس جیسی بہت ساری لڑکیوں کو دیکھا ہے، ان سے ملی ہوں یا ان سے ایک قاری کے طور پر متعارف ہوں۔

☆مسز نزہت اشفاق......کراچی

آپ کے سوال کا شکریہ۔

مجھے خوشی ہے کہ آپ اس تحریر کے مقصد کو سمجھ پائیں۔ آپ نے جو سوال کیا اس کا جواب کچھ سوالوں میں ہے۔ عکس جیسی لڑکیاں کہاں ہیں؟ اگر ہمارے معاشرے میں ایسی لڑکیاں ناپید ہیں تو کیوں ہیں؟ اور اس سے بھی بڑا سوال یہ ہے کہ ہماری مائیں اپنی بیٹیوں کو عکس جیسا کیوں نہیں بناسکتیں؟ یہ آپ کے سوال کا آدھا جواب ہے

آپ کے سوال کا باقی جواب اس انٹرویو میں کچھ اور قارئین کو دیے گئے جوابات میں موجود ہے۔

☆مدحت......لاہور

آپ کے سوالات کے لیے آپ کا شکریہ۔

عکس ہم ٹی وی پر آئے گا کیونکہ اس کی ڈرا... تشکیل کے حقوق مومنہ درید کے پاس ہیں۔ کب آ... گا اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاسکتی کیونکہ میں فی الحال اس کنفیوژن کا شکار ہوں کہ میں عکس کی ڈرا... تشکیل کروں یا نہ کروں۔

☆عذرا بیگ......لاہور

آپ کے سوال کا شکریہ۔

آپ کی رائے محترم ہے لیکن میرا خیال ہے بانو کا کردار اتنا ہی تھا جتنا ہونا چاہیے تھا۔ چھوٹا ... ہوسکتا تھا کسی بھی لو ٹرائی اینگل میں سب سے مشکل ... تینوں کرداروں کے درمیان توازن رکھنے کا ہے اور ... نے بھی اسی تناسب وتوازن کا خیال رکھا...... میر... بہت سے قارئین ایسے بھی ہیں جنہیں عکس سے زیادہ بانو کا کردار اچھا لگا اور ان کی ساری ہمدردیاں اس کے ساتھ رہیں شروع سے آخر تک......

☆مسز رابعہ وقار......راولپنڈی

سوالات کے لیے شکریہ......

میں آپ سے بالکل اتفاق کرتی ہوں کہ ٹی وی ... میرے ناولز اس طرح کا اثر نہیں چھوڑ پاتے جس طرح کتاب میں چھوڑتے ہیں، یہ مسئلہ صرف میرے ناولز کے ساتھ نہیں ہے۔ دنیا کی ہر اس کتاب کے ساتھ ہے جسے ... یا ٹی وی پر ایک دوسری شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ... ہے۔ کتاب ایک قاری کو یہ آزادی دیتی ہے کہ وہ کرداروں اور کہانی کو اپنے imagination کے مطابق ... اور بنائے۔ ٹی وی آپ کی وہ آزادی چھین کر آپ کو ... دائرے میں قید کردیتا ہے کہ آپ ایسے سوچیں اور ایسے دیکھیں۔ آپ کے تصور کی آنکھ آسمان پر پرندے کی پرواز جیسی ہے اور کیمرے کی آنکھ ہوائی جہاز کے اندر بیٹھ...

...ی پرواز کے برابر ہے۔

...س کے بارے میں ابھی کچھ طے نہیں ہوا لیکن ...ہوگا میں پوری کوشش کروں گی کہ آپ اور دوسرے ... توقعات پر اس کی ڈرامائی تشکیل پوری اترے۔

☆صائمہ سلیم......فیصل آباد

تعریف اور سوال دونوں کے لیے شکریہ۔

کاش میں چہرے پڑھنے کی ماہر ہوتی...... لیکن شاید یہ اچھا ہے کہ انسان ہر چہرہ پڑھ سکتا ہے نہ ہر انسان کے بارے میں صحیح اندازہ لگا سکتا ہے...... اگر یہ صلاحیت ہمیں حاصل ہوتی تو دنیا میں کسی انسان کا کوئی دوست اور رشتے دار نہیں ہوتا، ہم سب ایک دوسرے کی نیتوں کے حال دیکھ اور پڑھ کر دوبارہ ایک دوسرے سے ملنا بھی نہ چاہتے۔ مجھے چہرے پڑھنے میں کوئی کمال حاصل نہیں ہے لیکن میں لوگوں کے احساسات سمجھ سکتی ہوں۔ وہ کوئی بھی دردِ دل رکھنے والا شخص جان سکتا ہے تو یہ بھی کوئی خاص خوبی نہیں ہے۔

ایک رائٹر کے طور پر میں ہمیشہ یہ سمجھتی ہوں کہ میں gifted ہوں۔ وہ سارے لوگ جنہیں کوئی talent اس طرح سے ملتا ہے تو اس میں ان کا اپنا زیادہ کمال اور محنت نہیں ہوتی وہ بہت سی چیزیں نہیں کرپاتے اور کرجاتے ہیں لیکن وہ کبھی یہ بتا نہیں سکتے کہ وہ یہ کیسے کرپائے ہیں، یہ بالکل ایسا ہے جیسے ایک کھانا پکانے والا ہر چیز ناپ تول کر ڈالتا ہو اور پھر بھی کوئی نہ کوئی کمی رہ جاتی ہو اور ایک دوسرا شخص بس اندازے سے سب کچھ ڈالے اور ہر بار اس کا اندازہ ٹھیک نکلتا ہے تو یہ علامت اس telent کا حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

☆ صدف قریشی ...... ہری پور ہزارہ

آپ کی تعریف کا شکریہ۔

میں زندگی میں بہت اچھے اور بہت قابل انسانوں سے مل چکی ہوں اور عکس میں موجود کرداروں سے تو میں نہیں ملی لیکن مجھے لگتا ہے میں کبھی نہ کبھی ان کرداروں سے بھی مل لوں گی...... کیونکہ میرے ساتھ بہت بار ایسا ہوا ہے کہ میں اپنی کہانیوں کے کچھ کرداروں سے کہانیاں شائع ہونے کے کئی سال بعد ملی ہوں۔ کہانیوں کا ہر فرضی اور تخیلاتی کردار دنیا میں کہیں نہ کہیں موجود ہوتا ہے...... ہر واقعہ ہر سچویشن اور ہر جملہ کسی نہ کسی کی زندگی کی بازگشت ہوتی ہے۔ رائٹرز ان بازگشتوں کو اکٹھا کر کے جوڑتے اور ایک پوری کہانی بنا کر آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں...... بالکل ایسے جیسے پاکستان میں اسمبل ہونے والی گاڑی کے تمام پرزے دنیا کی مختلف جگہوں پر مختلف فیکٹریز میں بنتے ہیں لیکن وہ گاڑی پاکستان میں ایک مکمل شکل میں آپ کے سامنے آتی ہے۔

اس لیے میں ہمیشہ یہ یقین رکھتی ہوں کہ جو بھی ہم لکھ رہے ہوتے ہیں وہ ہمارے لیے جھوٹ بھی ہو تب بھی کسی نہ کسی کی زندگی کا سچ ہوتا ہے۔

☆ عظمیٰ آفاق سعید ...... کراچی

آپ کی تعریف اور گلابوں دونوں کا شکریہ۔

درِنجات انشاء اللہ جون یا جولائی میں آپ لوگ پڑھ سکیں گے۔ میں اس دفعہ مکمل ناول کی شکل میں اسے تین یا چار قسطوں میں آپ تک پہنچانا چاہتی ہوں کیونکہ سلسلے وار ناول میرے لیے ہمیشہ سے ایک مشکل کام رہا ہے تو میں چاہتی ہوں اس بار اپنی اس مشکل کو تھوڑا آسان بنا لوں۔

☆ فیروزہ بیگم ...... کراچی

آپ کے سوال کا شکریہ۔

نہیں...... بالکل بھی نہیں...... میں نے آج تک اپنی کسی تحریر میں کسی انگلش یا اردو ناول کا کوئی آئیڈیا، سچویشن، کردار یا ڈائیلاگز استعمال نہیں کیے۔ یہ کام رائٹر تب کرتا ہے جب یا تو اس کے پاس اپنے آئیڈیاز نہ ہوں یا اسے اپنے آئیڈیاز کے معیاری ہونے پر یقین نہ ہو یا پھر کسی دوسرے کی تحریر سے بے حد مرعوب ہو۔ مجھے ان تحریروں میں سے کوئی مسئلہ نہیں ہے اگر کبھی میں کسی انگلش ناول سے اس حد تک متاثر ہوئی کہ میں نے اس سے ملتی جلتی کوئی تحریر لکھنی چاہی تو میں باقاعدہ بتا کر لکھوں گی اور نہ صرف ڈائجسٹ میں آپ لوگوں کو اس کے بارے میں بتاؤں بلکہ کتاب کی شکل میں اس کی اشاعت کے وقت بھی بتاؤں گی کہ وہ کس تحریر سے انسپائرڈ ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ ہر رائٹر پر یہ اخلاقی ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ اپنے قارئین کے ساتھ دیانتداری برتے۔

2008ء میں، میں نے ہم ٹی وی کے لیے ایک سیریل کیا تھا the ghost کے نام سے۔ وہ ایک انگلش ناول سے انسپائرڈ تھا اور چینل کی مرضی نہ ہونے کے باوجود میں نے اس کا نام تبدیل نہیں کیا تھا۔ ہم ٹی وی پر پیش ہونے والا وہ پہلا سیریل تھا جس کے کریڈٹس میں انہوں نے انگلش ناول سے ماخوذ شدہ کے الفاظ میرے اصرار پر شامل کیے تھے۔ اس سے پہلے ہم ٹی وی پر پیش ہونے والے وہ تمام ڈرامے جو انگلش ناولز سے ماخوذ ہوتے تھے ان کو original story کے طور پر ہی پیش کیا جاتا تھا۔

2007ء میں، میں نے ٹی وی ون پر ایک پاکستانی رائٹر یاسر شاہ کے ناول shrine کو ٹیلی فلم کی شکل میں پیش کیا تھا تب بھی یاسر شاہ کا نام بھی دیا گیا اور ٹیلی فلم کا نام بھی shrine ہی رکھا گیا تھا۔

آج کل جیو پر ڈپٹی نذیر احمد کے ناول مراۃ العروس سے ماخوذ میرا ایک سیریل چل رہا ہے۔ اس کا نہ صرف نام مراۃ العروس رکھا گیا ہے بلکہ اسے ڈپٹی نذیر احمد کے نام کیا گیا ہے۔

میں نے اس سوال کا جواب اس لیے بہت تفصیل سے دیا ہے کیونکہ میں سمجھتی ہوں قارئین کے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے۔ آپ لوگوں کو عکس تھوڑے انگلش کردار اور کہانی انگلش ناول جیسی اس لیے لگ رہی ہے کیونکہ ہمارے ڈائجسٹس میں عام طور پر ایسے کردار اور ایسی کہانیوں کی روایت نہیں ہے۔ ہماری زیادہ تر کہانیاں خاندانی نظام کے بارے میں ہوتی ہیں اور ان میں ایک جیسے کردار، واقعات اور ماحول ہوتا ہے اور وہ ایک ہی تکنیک سے لکھی جاتی ہیں جن میں کہانی الف سے شروع ہو کر یے تک جاتی ہے۔ عکس میں ایسا نہیں ہے۔ کہانی کی بنت ایک پہیلی کی طرح کی گئی ہے اور کہانی بار بار آگے پیچھے جاتی رہی۔ آپ کو "ش" پر پہنچ کر اس کو سمجھنے کے لیے واپس "ڈ" پر جا کر پہلے اس کو سمجھنا پڑا اور "ڈ" کا ایک حصہ "س" پر پہنچ کر سمجھ آیا...... تو یہ تکنیک انگریز اور امریکی رائٹرز کی تکنیک ہے۔ دنیا بھر میں اب نیا فکشن اسی طرح بکھرا اور الجھا کر لکھا جا رہا ہے اور اسی لیے دنیا بھر میں لکھا جانے والا پاپولر فکشن بہت زیادہ متنوع ہے جو بدقسمتی سے ہمارے یہاں نہیں ہے۔ تو اگر عکس اور انگلش پاپولر فکشن میں کوئی مماثلت ہے تو وہ کہانی لکھنے کی جدید تکنیک ہے جو میں نے صرف عکس میں استعمال نہیں کی بلکہ اپنے تقریباً تمام ناولز میں کی ہے۔

☆ صبا نور ...... لیہ

آپ کی تعریف کے لیے آپ کا شکریہ۔ سوال جواب کا یہ سلسلہ پہلے ہی بہت طویل ہے۔ مجھے خاص طور پر ہدایت کی گئی ہے کہ سوالات کے جوابات طویل ہوں مختصر نہیں...... ورنہ بہت سے سوالات کا جواب ہاں یا نہیں سے بھی دیا جا سکتا تھا۔ اگر زندگی رہی تو کبھی کسی اور نشست میں ایک طویل انٹرویو بھی ہو جائے گا فی الحال آپ اس طویل سلسلے کو برداشت کریں۔

☆ سعدیہ سلیم ...... آسٹریلیا

آپ کے ستائشی الفاظ کے لیے آپ کا شکریہ۔ میں قرۃ العین حیدر کے اندازِ تحریر سے بالکل متاثر نہیں ہوں، وہ اردو ادب کے بڑے ناموں میں سے ایک ہیں لیکن وہ اس حد تک مشکل لکھتی ہیں کہ ایک عام قاری کو بات کا مفہوم تو ایک طرف بات بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ میں ویسے بھی پاپولر فکشن لکھتی ہوں اور ایک پاپولر فکشن رائٹر اور ادب تخلیق کرنے والوں کا باہمی موازنہ مناسب نہیں نہ ہی کوئی مماثلت ڈھونڈنی چاہیے۔

☆ ماہرہ کپور، شکیلہ یاسمین ...... چکوال

آپ سب کا بہت شکریہ کہ آپ عکس کو پسند کرتے ہیں۔ پاکیزہ میں اور بھی بہت اچھی تحاریر ہیں، آپ ان کو بھی پڑھیں آپ بہت کچھ سیکھ سکیں گی۔

☆ صائمہ اکرم ...... اسلام آباد

آپ کے سوال کا شکریہ۔ کسی حد تک غیر حقیقی کہہ سکتے ہیں آپ اس اختتام کو...... بلکہ ہر ہیپی اینڈنگ کسی نہ کسی حد تک غیر حقیقی ہوتی ہے۔ کم از کم ان کہانیوں میں جو ڈائجسٹ میں شائع ہوتی ہیں۔ کیا ایک عورت اپنی سوکن کو برداشت کر سکتی ہے؟ ہمارے معاشرے کی عورت بہت کچھ برداشت کرتی ہے۔ کیا اولاد کے لیے عورت مرد کو دوسری شادی کی اجازت نہیں دیتی؟ کیا ونی ہونے والی عورتیں سوکن بن کر نہیں جاتیں؟ کیا صرف بیٹیاں پیدا کرنے والی عورتیں بعض دفعہ طلاق سے بچنے کے لیے خود شوہر کی دوسری شادی نہیں کروا دیتیں؟ یہ اسلام کی ایک گنجائش ہے اور مسلمان معاشروں میں یہ گنجائش مختلف حالات میں آج بھی استعمال ہو رہی ہے۔ آپ نے اپنے آس پاس ایسی عورتیں بھی دیکھی ہوں گی جنہوں نے اپنے شوہروں کو بیرونِ ملک نیشنلٹی کے حصول کے لیے شادی کی اجازت دی ہو گی اور وہ یہ تمام مالی حالات کی تنگی سے بچنے کے لیے بخوشی کرتی ہیں۔ کسی بھی ناول کا اختتام ایک سے زیادہ طریقوں سے کیا جا سکتا ہے۔ عکس بھی کئی دوسری اینڈنگ کے ساتھ ختم ہو سکتا تھا۔ مجھے یہی اختتام مناسب لگا تو میں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسے اس طرح ختم کیا۔ میں اس کہانی کا اختتام ٹریجک نہیں کرنا چاہتی تھی۔ امید کے پیغام کے ساتھ ختم کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے میرے پاس آپشن کچھ محدود ہو گئے۔

☆ مسز مریم ...... لاہور

اس ناول کو پسند کرنے کے لیے آپ اور آپ کی امی کا بہت شکریہ۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

☆ مسرت رانی خلیل ...... کراچی

شکریہ......!

شہر بانو ایک کمزور لڑکی کے طور پر اس ناول میں پیش کی گئی۔ ایک جذباتی، حساس اور کمزور لڑکی۔ اس کے والدین کی علیحدگی اور بچپن کے حالات نے اسے بہت زیادہ عدم تحفظ اور احساسِ محرومی دیا تھا اور عکس کے برعکس اس کی زندگی میں کوئی فادر فگر کوئی رول ماڈل نہیں تھا۔ جب آپ کی زندگی میں اس طرح کی تربیت کی کمی ہو تو پھر آپ تمام آسائشات کے باوجود زندگی کے کسی بھی مرحلے پر آنے والے کرائسس کا سامنا نہیں کر سکتے۔ شہر بانو اور عکس کے درمیان تربیت کے فرق نے بہت سارے دوسرے فرق مٹا دیے تھے۔

☆ فوزیہ خان ...... جدہ

ناول کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔ میری کوشش رہے گی کہ میں آئندہ بھی ایسے ایشو پر کہانیاں لکھتی رہوں۔

☆ یاسمین رشید ...... کراچی

شکریہ......!

مجھے امید ہے کہ عکس جیسا کردار گھر گھر پیدا نہ بھی ہو تو چند گھروں میں ضرور آجائے گا اور زندگی تو ایک انسان کی بھی بن جائے تو کافی ہے۔

☆ ذکیہ ایوب ...... کراچی

ناول کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔ اکثر لوگ بونوں کے بارے میں شروع سے ہی تجسس کا شکار رہے ہیں۔ بونے ناول میں ایک Symbol کی طرح استعمال ہوئے ہیں اور میں نے آخری قسط کے پہلے سین میں عکس اور مثال کے درمیان ہونے والی گفتگو کے علاوہ بھی چند اور جگہوں پر ان کے Symbolic کردار کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ ہمارا معاشرہ بہت توہم پرست ہے۔ ہم مافوق الفطرت چیزوں اور انسانی زندگی پر ان کے اچھے اور برے اثرات پر ضرورت سے زیادہ یقین رکھتے ہیں۔ خوش قسمتی اور بدقسمتی کے دو کھمبوں کے درمیان بندھی رسی پر ایک طرف سے دوسری طرف پھسلتے زندگی گزار دیتے ہیں۔ عکس میں، میں نے انسانی نفسیات کے اس پہلو کا جائزہ لینے کی کوشش بھی کی ہے اور اس کے لیے بونوں کو استعمال کیا۔ ایک گھر جسے کسی حد تک آسیب زدہ سمجھا جاتا ہے اور وہ آسیب زدہ ہے بھی...... پھر اس گھر میں موجود بونوں کی وجہ سے اس گھر کے بارے میں بہت ساری کہانیاں بھی مشہور ہو جاتی ہیں جو انسانی نفسیات کا ایک اور پہلو ہے۔ کسی بھی بات کو بڑھا چڑھا کر رنگ آمیزی کر کے پیش کرنا...... چند انسانوں کے ساتھ پیش آنے والے چند واقعات کو دلیل بنا کر انسانوں، جگہوں، چیزوں کے بارے میں قیاس آرائیاں اور پیش گوئیاں کرنا کئی لوگوں کو بونوں کی سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا چیز ہیں اور کیا وہ ہوتے بھی ہیں یا نہیں۔ بونے جنوں ہی کی ایک قسم ہیں صرف ان کا قد و قامت مختلف ہوتا ہے اور قد و قامت کے فرق کی وجہ سے انہیں بونے کہا جاتا ہے۔ جیسے دیو، بھوت پریت، آسیب، چڑیل، پری، ڈائن بالکل اسی طرح بونے بھی۔ عکس نے جو آسیب بونے کی شکل میں دیکھا تھا اور وہ خوفزدہ ہو گئی تھی مگر اس کی زندگی کو اس خوفزدہ کرنے والے آسیب نے تکلیف نہیں پہنچائی تھی۔ وہ ایک انسان نے پہنچائی تھی جس کے اندر موجود شر کسی آسیب کے شر سے زیادہ

...بنک اور ہولناک ہو سکتا ہے۔ عکس کے دوست ...نے تصوراتی تھے۔ وہ اس نے خود گھڑے تھے ہم ...ب کی طرح ...... جو بچپن میں پتا نہیں اپنے ہی ...صورات میں کیا کیا چیزیں بناتے رہتے ہیں اور بعض ...وہ تصورات ساری زندگی ہمارے ساتھ چلتے ...ہیں۔ میں اس گھر کے بونوں کو استعمال کر کے صرف ...دکھانا چاہتی تھی کہ انسان کا اپنا عزم اور حوصلہ ہر myth اور گھڑے گھڑائے قصوں کو جھوٹا کر دیتا ہے۔ جن، بھوت، پریاں، بونے سب ہوتے ہیں لیکن انسان اشرف المخلوقات ہے صرف اپنے علم اور عقل کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے عزم اور ہمت کی وجہ سے بھی۔

☆ ڈاکٹر کومل ستار ...... جامشورو

آپ کے سوال کا شکریہ۔

بالکل ٹھیک ...... مجھے خوشی ہے کہ آپ نے بالکل صحیح اندازہ لگایا ہے کہ عکس کیوں میرا پسندیدہ کردار ہے۔ اس نے اپنا حق ضرور لیا لیکن انتقام نہیں اور اس نے مثال کو اس جہنم میں گرنے نہیں دیا جس میں سے وہ خود گزر کر آئی تھی۔ اس کے باوجود کہ مثال اس شخص کی نواسی تھی جس نے اسے اس جہنم میں پھینکا تھا۔

☆ قمر النسا ...... ہانگ کانگ

آپ کی ستائش اور حوصلہ افزائی دونوں کے لیے شکریہ۔

☆ کرن سہیل ...... کراچی

سوال پوچھنے کے لیے آپ کا شکریہ۔

نہیں عکس میں پیش کی جانے والی کہانی تو تخیلاتی تھی لیکن میں پہلے بھی کسی سوال کے جواب میں یہ بتا چکی ہوں کہ ایسے واقعات اب بہت عام ہیں لیکن عکس جیسے کردار عام نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہیں کوئی عکس مراد علی واقعی ہو بھی اور ہم اس وقت اس سے واقف نہ ہوں۔

☆ اختر شجاعت ...... کراچی

آپ کی ستائش کے لیے بہت شکریہ۔ آپ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

☆ سیما مناف ...... کراچی

سیما جی آپ کے دونوں سوالوں کے لیے آپ کا شکریہ۔

پہلے سوال کا جواب تو میں پہلے ہی دے چکی ہوں البتہ دوسرے سوال کا جواب ڈھونڈنے کے لیے میں نے اپنی تمام تحریروں کے بارے میں کچھ دیر سوچا ہے۔ میری زیادہ تر کہانیاں اور کردار تخیلاتی ہیں۔ مجھے تخیلاتی کہانیوں اور کرداروں پر کام کرنا بہت آسان اور دلچسپ لگتا ہے لیکن کچھ کہانیاں ایسی بھی ہیں جو میں نے چند کرداروں سے متاثر ہو کر لکھیں، کچھ کہانیاں ایسی بھی ہیں جو کچھ حقیقی واقعات پر لکھیں، کچھ کہانیاں ایسی بھی ہیں جو کسی سے سننے والے ایک شاندار اور یادگار جملے کی پیداوار ہیں۔ من و سلویٰ 2005ء میں خودکشی کرنے والی انڈین ہیروئن پروین بوبی کے کردار سے متاثر ہو کر لکھی جانے والی تحریر تھی۔ لاحاصل ایک نومسلم انگریز عورت کے کردار سے متاثر ہو کر لکھا گیا جس سے میں ایک بار ملی تھی۔ اب میرا انتظار کر ایک اخبار کی خبر سے متاثر ہو کر لکھی جانے والی تحریر تھی، ہلالِ جرأت سیاچن میں پوسٹڈ ایک فوجی کے ایک اخبار کو لکھے گئے شکایتی خط کو پڑھ کر میں نے لکھی تھی۔ کچھ اور تحریریں بھی اسی طرح حقیقی واقعات اور کرداروں پر لکھی گئیں لیکن میرے زیادہ مشہور ہونے والے کردار اور ناول تقریباً سب کے سب تخیلاتی ہی ہیں۔

☆ اجیہ فاروق ...... کراچی

آپ کے تبصرے اور سوالات دونوں کا شکریہ۔

1۔ عورت اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جسے اس نے تخلیق کے کام کے لیے منتخب کیا۔ عقل، علم اور صحت

WWW.PAKSOCIETY.COM

جیسی نعمتوں کے ہوتے ہوئے کوئی بھی عورت بے چاری نہیں ہوسکتی...... مشکل حالات کسی کی بھی زندگی میں آسکتے ہیں لیکن میں سمجھتی ہوں آج کی عورت بہت بہادر ہے اور یہ اس کی خوبی ہے۔ کسی زمانے میں بے چارگی کو خوبی بنا کر پیش کیا جاتا تھا تاکہ دوسری صنف میں ترس اور رحم کے جذبات بیدار کیے جائیں۔ ہوسکتا ہے پہلے زمانوں میں بے چارگی عورت کے کام بھی آتی ہو لیکن جس زمانے میں ہم ہیں اس میں بے چارگی انسان (مرد اور عورت دونوں) کو تماشا بنانے کے علاوہ کچھ نہیں کرتی۔ اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات کہا ہے صرف مرد کو اشرف المخلوقات نہیں کہا تو پھر ہم عورت کو مجبور، بے کس اور بے بس کیسے بنا کر پیش کرسکتے ہیں۔ میں سوچتی ہوں اب رائٹرز کو اپنی کہانیوں کی ہیروئن کی خوبیوں کو تبدیل کرنا پڑے گا۔

2۔ نرمی اور نسوانیت عورت کی شناخت اور طاقت ہے اور کوئی بھی عقلمند عورت اپنی اس طاقت کو نہیں گنوائے گی۔

☆ ماہ پارہ تسنیم...... کراچی

آپ کے تبصرے کے لیے آپ کا شکریہ۔

آپ کی بات بالکل درست ہے عکس تکنیک کے اعتبار سے مشکل ناول تھا۔ عام کہانیوں کے پلاٹ کے برعکس اس میں کافی کنفیوژن تھی لیکن مجھے خوشی ہے کہ اس کے باوجود آپ سب لوگوں نے اسے پڑھنا اور سمجھنا نہیں چھوڑا۔

میں کوشش کروں گی کہ اگر عکس کی ڈرامائی تشکیل کے لیے درکار تمام لوازمات دستیاب نہ ہوں تو پھر اسے TV پر پیش نہ کروں تاکہ آپ لوگوں کو مایوسی نہ ہو۔

☆ ڈاکٹر آرزو عظیم...... کراچی

آپ کے تبصرے کے لیے شکریہ۔

مجھے خوشی ہے کہ آپ میری تحریروں کو اس قابل سمجھتی ہیں۔ رائٹر کی ذمے داری صرف تفریح فراہم کرنا نہیں ہوتی۔ اس کی تحریر میں اتنی گہرائی اور وسعت ہونی چاہیے کہ وہ پڑھنے والوں کو نہ صرف سوچنے اور سمجھنے کی کوشش پر مجبور کرے بلکہ ان کی اپنی زندگی پر کچھ نہ کچھ اچھا اثر بھی ڈالے۔ بے مقصد تحریر رائٹر اور ریڈر دونوں کے وقت کا زیاں ہے۔

☆ اُمِ ایمان...... ڈیرہ غازی خان

آپ کے سوالات اور دعاؤں کے لیے بہت شکریہ۔

عکس کی اینڈنگ میں نے شروع سے ایسے ہی سوچی تھی۔ میں کبھی کسی کہانی کا انجام سوچے بغیر اسے لکھنا شروع نہیں کرتی...... البتہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ کہانی لکھنے کے دوران حالات و واقعات ضرورت کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔

آپ میری طرح لکھنے کی خواہش رکھنے کے بجائے مجھ سے بہتر لکھنے کا ٹارگٹ اپنے لیے رکھیں۔ اپنی ایک شناخت بنانے کا ٹارگٹ رکھ کر تحریر کے میدان میں قدم رکھیں۔ اچھا لکھنے کے لیے اخبار پڑھنا اور بہت زیادہ پڑھنا بہت ضروری ہے۔ حالاتِ حاضرہ سے واقفیت بہت ضروری ہے۔ لکھنے کی پریکٹس کرنا بہت ضروری ہے۔ اپنی لکھی ہوئی چیزوں کو rewrite اور edit کرنا بہت ضروری ہے۔

اور سب سے اہم چیز اپنی لکھی تحریر کے بارے میں پُرامید اور پُراعتماد ہونا ہے۔ میں نے اپنے تحریری سفر میں کبھی کسی دوسرے رائٹر سے رہنمائی یا رائے نہیں لی۔ میں نے غلطیاں کر کے اپنے ہی کام کو اپنے زورِ بازو اور اپنے مشاہدے اور علم سے بہتر کرنا سیکھا اور جب آپ کوئی بھی کام اس طرح سیکھتے ہیں تو پھر آپ کو کوئی پچھاڑ نہیں سکتا۔

☆ صدف کمال...... کراچی

آپ کے سوالات کے لیے شکریہ۔

ہر مہینے قسط لکھا کرتی تھی لیکن میں کہانی پر
کام ناول شروع ہونے سے بہت پہلے
کیا۔

☆ ڈاکٹر ندا نوید...... راول پنڈی

آپ کے سوالات کے لیے آپ کا شکریہ۔
ناموں پر بہت زیادہ ریسرچ نہیں کرتی نہ
کوشش ہوتی ہے کہ بہت ہی مشکل اور منفرد
میں کہانی اور اس کے plot اور اس میں
نے والی معلومات کے درست ہونے پر زیادہ
تی ہوں۔ کہانی اچھی ہوگی اور کردار نگاری مضبوط
کو خیر دین نام کا شخص بھی یاد رہ جائے گا۔ کہانی
گی تو جاسم ایوذر بھی کسی کو یاد نہیں رہے گا۔
زیادہ تر نام جو میری کہانیوں میں استعمال
ہیں وہ میرے حلقۂ احباب میں سے ہی ہیں۔
لفظ مجھے بہت پسند ہے اس لیے میں نے اسے
کے طور استعمال کیا اور پھر اس نام کی وجہ سے کہانی
ایک قدِ آدم آئینے کو بھی prop کے طور پر
ال کیا۔

☆ رخسانہ...... پنجاب

شکریہ۔
جی بالکل بڑھ سکتا تھا اور نہ بڑھانے کی
ت میں نے پچھلے کسی سوال کے جواب میں بتائی
لیکن آپ کی محبت اور حوصلہ افزائی کے لیے احسان
وں۔

☆ منیزہ نسیم...... راول پنڈی

آپ کے سوالات اور تبصرے کے لیے شکریہ۔
اس سوال کا جواب آپ لوگوں کے پاس ہے۔
پنا ہر تحریر پر ایک جیسی محنت اور کام کرتی ہوں۔
ڈرین پر منحصر ہے کہ انہیں کون سی چیز زیادہ پسند آتی
اور کون سی کم۔

☆ حمیرا ایوب چغتائی...... قصور

آپ کے سوالات کے لیے آپ کا شکریہ۔

1۔ خیر دین اور عکس دو اہم ترین کردار تھے اس ناول کے۔ دونوں میرے پسندیدہ ہیں لیکن عکس مجھے اس لیے زیادہ پسند ہے کیونکہ اس نے مثال کے لیے جو قربانی دی وہ قربانی بڑی مشکل تھی۔ خیر دین نے جو محنت اور قربانیاں دیں وہ اپنے خون کے لیے تھیں۔ عکس نے دشمن کی اولاد کے لیے قربانی دی...... اور یہ بہت مشکل کام ہوتا ہے۔

2۔ دونوں چیزوں کی اپنی اہمیت ہے...... اور اس کے علاوہ لکھنے کی صلاحیت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ خالی مطالعہ اور مشاہدہ ہر رائٹر کو ایک بڑا رائٹر نہیں بنا سکتے اور نہ ہی ایک ریڈر کو رائٹر بنا سکتے ہیں۔ تو لکھنے کی بنیادی صلاحیت کا آپ کے اندر ہونا سب سے بنیادی شرط ہے۔

☆ مسز وقار، مسز احسن...... پنجاب

شکریہ!

توران کا مطلب دو روشنیوں والا ہے۔

سوالات کے لیے شکریہ۔

1۔ کوئی انسان کامل نہیں ہوتا اور اس ناول میں بھی کوئی کردار کامل نہیں ہے کچھ میں خوبیاں زیادہ ہیں کچھ میں خامیاں۔

2۔ عکس مراد علی اپنی خامیوں کے باوجود اس کی مثال اس لیے دی جاسکتی ہے کیونکہ اپنی زندگی کے ساتھ ساتھ ایک دوسری زندگی بھی بچاسکی۔

3۔ کوئی ایک نہیں...... اس کہانی میں مختلف مواقع پر ہر کردار سے غلطیاں ہوئیں اور وہ دوسروں کے لیے قابلِ نفرت بنا...... لیکن کرداروں سے نفرت کرنے کے بجائے ان کی اس خامی سے نفرت کرنی چاہیے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے۔

4۔ وہ بھی ہر ایک سے...... شہباز حسین سے لے کر عکس مراد علی کون ہے جس پر کہانی کی مختلف اسٹیجز کے دوران ترس نہ آیا ہو۔

5۔ معاشرہ...... جو ہر کہانی کے اندر موجود ہوتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے بار بار جھلکتا ہے لیکن بدلتا نہیں۔

سوالات کے اس سیشن کے اختتام پر چند باتیں میں پاکیزہ کے ایک عام قاری کی حیثیت سے کہنا چاہتی ہوں۔

میں اپنی ٹین ایج سے پاکستان میں شائع ہونے والے خواتین کے تقریباً تمام ڈائجسٹس پڑھ رہی ہوں اور ایک چیز جس نے مجھے ہمیشہ ایک عورت کے طور پر مایوس کیا ہے وہ ان ڈائجسٹس کے سرورق پر پیش کیا جانے والا عورت کا امیج ہے جو ہمیشہ زیورات اور میک اپ سے لدی پھندی ماڈلنگ کرتی ہوئی ایک عورت کا ہوتا ہے۔ پچھلے تیس، چالیس سالوں میں ڈائجسٹ کی کہانی کا معیار بھی بہتر ہوا ہے اور موضوعات میں تبدیلی اور تنوع کے ساتھ یکسانیت بھی ختم ہوئی ہے...... مکمل طور پر نہ سہی تو بھی بڑی حد تک...... لیکن اگر کسی چیز میں بہتری نہیں آئی اور اس کی یکسانیت ختم نہیں ہوئی تو وہ سرورق ہے جو آج بھی عید نمبر، نئے سال، سالگرہ نمبر اور دوسرے اہم مواقع پر سال کے بارہ شماروں میں سے آٹھ شماروں پر عورت کو دلہن کے طور پر پیش کرتا ہے۔

تیس، چالیس سال پہلے سرورق پر ایسی عورت کو پیش کرنا اس زمانے کے حساب سے یقیناً بولڈ بھی ہوتا ہوگا، نیا بھی اور معروضی حالات سے مناسبت رکھتا ہوا بھی...... کیونکہ عورت اس زمانے میں بھی بہت کم گھر سے نکلتی تھی۔ ورکنگ ویمن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی اور جو تھیں وہ ٹیچنگ اور میڈیسن جیسے روایتی پروفیشن میں تھیں...... پاکستان میں خواندگی کی شرح بہت کم تھی اور خواتین میں اس سے بھی کم...... تو سرورق پر ایک سجی سنوری یا دلہن بنی ہوئی عورت کو پیش کرنا مارکیٹنگ کی ایک اسٹریٹجی تھی جو کامیاب رہی۔

تیس، چالیس سال بعد اب جب پاکستان اکیسویں صدی میں آگیا ہے اور جب عورتیں ٹیچنگ اور میڈیسن جیسے روایتی پروفیشنز ہی میں نہیں بلکہ فیلڈز میں بھی اپنا لوہا منوا رہی ہیں جو کبھی مردوں کے کام سمجھے جاتے تھے۔ صرف شہروں میں ہی نہیں دیہات میں بھی عورتوں میں تعلیم حاصل کرنے اور گھر سے باہر نکل کر کام کرنے کا رواج بڑھ گیا ہے۔ آرمڈ فورسز سے لے کر سول سروس اور میڈیا پروفیشنز سے لے کر مینجمنٹ کے اہم عہدوں تک عورت ہر جگہ کام کرتی نظر آرہی ہے اور کامیابی سے کام کر رہی ہے شاپنگ مالز میں سیلز پرسنز سے لے کر فوڈ آؤٹ لیٹس تک اس کی نمائندگی اور موجودگی ہر جگہ ہے...... اور اس بدلتے ہوئے پاکستان کی اس فعال اور متحرک عورت کی نمائندگی اگر کہیں نہیں ہے تو وہ ان ڈائجسٹس کے سرورق ہے۔ وہ سوچ جو اب ماں باپ عملی طور پر اپنی بیٹیوں کے ذہنوں میں ڈال رہے ہیں کہ عورت صرف "چہرہ" نہیں ہے "ذہن" بھی ہے...... اس سوچ کی نفی ان ڈائجسٹس کا سرورق کرتا ہے۔ بازار میں کسی ہاکر کے اسٹال پر لٹکا ہوا ڈائجسٹ آج بھی عورت کا صرف ایک امیج ہمارے معاشرے کے سامنے پیش کرتا ہے...... ایک میک اپ زدہ سجی سنوری، زیورات سے لدی پھندی، ناز و انداز دکھاتی ہوئی عورت جو زیادہ تر دلہن کے روپ میں شرماتی ہوئی دکھائی دیتی ہے (یہ اور بات کہ ہمارے معاشرے میں اب دلہنیں بھی اس طرح نہیں شرماتیں)

وہ ایک بات جو سرورق کی یہ عورت ہماری لڑکیوں کو نہیں بتا پاتی وہ یہ ہے کہ سجنا سنورنا یا دلہن بننا زندگی کا صرف ایک دن ہے، زندگی کے باقی تمام دن عورت کے لیے بیوی، ماں، بیٹی، بہن اور معاشرے کے ایک فعال شہری کے طور پر صرف چیلنجز ہیں جس سے نبرد آزما ہوتے ہوئے وہ یہ بناؤ سنگار بھی کہیں بہت پیچھے رکھ دیتی ہے۔

بناؤ سنگار عورت کی grooming کا ایک حصہ ہے اور اس کی اہمیت صرف اتنی ہی ہونی چاہیے

تعالیٰ نے عورت کو صرف بناؤ سنگار کے لیے پیدا نہیں کیا ورنہ ہمارے سامنے اُمّہات مثالیں نہ ہوتیں جو حضرت خدیجہؓ کی طرح حضرت عائشہؓ کی طرح اور حضرت فاطمہؓ کی طرح علم اور تحقیق کے کام سے منسلک ہوتیں اور چند صحابیات المومنینؓ کی طرح سوشل ورک کرتیں اور خواتین کے لیے رول ماڈلز بنتی نظر آتی ہیں۔

میں نے مسز عذرا رسول سے اس ڈیڑھ سال عرصے میں دو تین بار اس ایشو پر بات کی اور مجھے ہے کہ نہ صرف انہوں نے میری اس سوچ سے کیا بلکہ اس ڈیڑھ سال میں پاکیزہ کے سرورق تبدیلیاں بھی کی گئیں، سر ڈھک کر رکھنے والی بھی ایسی ہی ایک تبدیلی کے طور پر سرورق کا بنیں۔ (یاد رہے پاکیزہ میں پہلے بھی ایسے رق لگتے رہے ہیں)

ایک قاری کے طور پر میری خواہش ہے کہ میں زہ کے سرورق پر پاکستان کی ان ممتاز عورتوں کو جو زندگی کے مختلف شعبوں میں کارنامے کرتی لیں قائم کرتی نظر آرہی ہیں اگر بارہ شماروں سرورق پر اس عورت کی نمائندگی نہیں ہو سکتی تو کم م سال میں دو بار دو ایسی عورتوں سے ہی ہمارا ف کروا دیں جنہوں نے "چہرے" کے بجائے "ہن" سے اس معاشرے کو متاثر کیا تاکہ ریڈرز مراد علی جیسے کردار پڑھنے کے بعد اپنے رائٹرز یہ سوال کرتے اور سوچتے نظر نہ آئیں کہ ایسی یاں کہاں ہوتی ہیں۔

ہمیں اب اپنی عورت کو نئے رول ماڈلز دینے ضرورت ہے تاکہ ہم پاکستان میں ایک بہتر شرہ دیکھ سکیں۔ کوئی حرج نہیں اگر پاکیزہ اپنے ورق پر اسے ماں کے عام حلیے میں پیش کرے نے اپنے بچوں کو پڑھا لکھا کر اپنی فیلڈ کے لوگ بنایا۔ اس ڈاکٹر کو پیش کرے جو اپنی خدمات اور جانفشانی سے زندگیاں بچانے جیسے معجزے کر رہی ہے اس پائلٹ کو پیش کرے جو ائر فورس میں خواتین کی شمولیت کے دوسرے چوتھے سال سورڈ آف آنر جیت لیتی ہیں، یہ سب بھی "چہرے" ہیں میک اپ کے بغیر والے لیکن شناخت بنانے والے اور رکھنے والے متاثر کرنے والے۔

اور آخر میں تشکر کے چند الفاظ مسز عذرا رسول کے لیے جنہوں نے پاکیزہ میں میری آمد کو آسان بنایا اور جو اختلافِ رائے کو سننے اور برداشت کرنے کا بہت حوصلہ رکھتی ہیں۔

میں مسز انجم انصار اور مسز نزہت اصغر کی بھی تہہ دل سے مشکور ہوں جن کا تعاون مجھے ہر قدم پر رہا اور آخر میں خاص طور پر مسز آمنہ حماد اور ان کی اس ٹیم کی شکر گزار ہوں جنہوں نے قسط بھیجنے کی تاخیر کو اپنی جانفشانی اور محنت سے کور اپ کرتے ہوئے میری کوتاہیوں کو نظر انداز بھی کیا اور چھپایا بھی۔

آپ سب کا ایک بار پھر شکریہ

☆☆☆

عزیز ساتھیو! عمیرہ احمد کی اتنی تفصیلی وضاحتوں کے بعد آپ کی ذہنی تشنگی کسی حد تک تو ضرور دور ہوئی ہوگی۔ اور ہمارے رسالے کی بہتری کے لیے عمیرہ احمد کے مخلصانہ مشورے یقیناً قابلِ قدر اور قابلِ غور ہیں۔ جن بہنوں کے خطوط دیر سے آنے کی وجہ سے شاملِ اشاعت نہ ہو سکے ان سے معذرت ...... امید ہے انہیں بھی ان صفحات میں ہی اپنے جواب مل گئے ہوں گے۔ انشاء اللہ اگلی بار کسی اور معزز ہستی کے ساتھ حاضر ہوں گے۔ خدا حافظ!

جنوں کے راستے یوں تو کٹھن سے لگتے ہیں
مگر یہ راستے منزل تک نکلتے ہیں
زمانہ ہر قدم پہ راہ روکنے والا
عزائم پختہ ہوں جن کے وہ کب بھٹکتے ہیں

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

بہنوں کی محفل

مدیرہ

☆عزیز از جان، بہنو! السلام علیکم رحمتہ اللہ و برکاتہ،

☆حمد و ستائش اس ذات کے لیے جس نے کارخانۂ عالم کو وجود بخشا اور درود و سلام حضرت محمد ﷺ پر جنہوں نے د... میں حق کا بول بالا کیا۔

☆پیاری بہنو! نفسا نفسی کے اس معاشرے میں ہر شخص اپنے آپ کو صحیح اور دوسرے کو غلط کہہ رہا ہے، اگر تبدیلیوں کی کوئی بات ہوتی ہے تو ہم دوسروں کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں، بہو ہمارے گھر آئے تو وہ ہمارے رنگ میں رنگ جائے، ہماری بیٹی اپنی سسرال میں جائے تو وہاں کے لوگ اس کی تقلید کریں، اس کے ساتھ ساتھ دکھاوا اور ریاکاری ایک ایسی مہلک بیماری ہے جس نے ہمیں برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے...... یاد رکھیں، شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، وہ پہلے تو کسی کو بھی کوئی نیک اعمال کرنے نہیں دیتا لیکن پھر بھی کوئی نیک اعمال کرتا ہے تو شیطان اس پر مختلف قسم کے حملے کرتا ہے، کسی کی نیت میں غرور و تکبر اور کسی کی نیت میں ریاکاری اور دکھاوا شامل کر دیتا ہے اور ان کی نیکیاں ضائع کروا دیتا ہے اسی لیے بروز قیامت نیکیوں کی گنتی کے بجائے ان کا میزان پر وزن کیا جائے گا تا کہ اخلاص کا پتا چل سکے...... اس لیے عزیز بہنو مجھے آپ اور ہم سب کو دکھاوے اور ریاکاری سے بچنا ہے کہ ظاہرداری کی وبا نے ہم سب کو دلی سکون سے محروم کر رکھا ہے۔

☆اور اب آئیں اپنے کھٹے میٹھے اور چٹخارے دار خطوط پڑھنے سے پہلے درودِ ابراہیمی پڑھتے ہیں جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اس کے بعد صرف تین بار آیت کریمہ پڑھ کر اپنے لیے، اپنے ملک کے لیے اور عالمِ اسلام کی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لیے ضرور دعا کریں۔ (ابھی پڑھ لیں)

لا اِلٰہ اِلّا انت سبحانک انی کنت من الظالمین

مصنفات، شاعرات اور قارئینِ پاکیزہ بہنوں کی تازہ بہ تازہ سرگرمیاں

☆پیپی پیلس اسکول کی پرنسپل مسز نسیم صدیقی نے ہمیں بتایا ہے کہ ان کے اسکول میں ہفتۂ طلبا منایا گیا، جس میں اسکول ھذا کے طلبا نے انعامات اور سرٹیفکیٹ حاصل کیے۔ (مبارک باد)

☆معروف مصنفہ رفعت سراج کا سیریل ایک کمی سی ہے اور معروف مصنفہ ناہید فاطمہ حسنین کا ٹی وی سیریل میں کوئلہ ہوتی ایک نجی چینل پر شروع ہو چکا ہے۔ (بے حد مبارکاں)

☆حمید اختر مرحوم ایک معروف ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مقبول صحافی بھی تھے ان کے انتقال کے بعد چیئرمین قلم فاؤنڈیشن علامہ عبدالستار عاصم نے ایک کتاب مرتب کی۔ جس میں ان کی چنیدہ تحریروں کے ساتھ ساتھ ان کے منتخب افسانے ان کے حالات زندگی اور ان کے ادیب دوستوں کی آرا پر گندھا ہوا گلدستہ کتابی صورت میں شائع ہو گیا ہے جس کے صفحات سفید ساٹن جیسے ہیں، کتاب کا سائز دو کتابوں کے برابر ہے۔ جسامت بھی صحت مند ہے۔ اسی لیے اس کی قیمت دو ہزار روپے ہے، صفحات 551 ہیں اس پُر محبت اور معلوماتی کتاب کو منگوانے کے لیے اس ایڈریس سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ مقبول اکیڈمی، سرکلر روڈ چوک اردو بازار، لاہور۔

☆معروف شاعر عارف شفیق، کا مجموعۂ کلام یقین کا پانچواں ایڈیشن شائع ہو چکا ہے اور چھٹے ایڈیشن کے آنے کی تیاریاں شروع ہو چکی ہیں اور کیوں نہ ہو اس کا انتساب محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کے نام ہے۔ عارف شفیق کی شاعری اجالے کی شاعری ہے اور اجالے کا کینوس بھی محدود نہیں ہوتا۔ 544 صفحات پر مشتمل اس ضخیم کتاب کی قیمت صرف 300 روپے ہے۔ جس کو منگوانے کے لیے آپ رابطہ کیجیے۔ ماہنامہ ادبی دنیا۔ sp/1 بلاک 1، میزنائن فلور، الکرم اسکوائر، ایف کی ...کراچی، موبائل۔ 0345.2699347

☆سیدہ حلیمہ احمد ایم اے اردو کی طالبہ ہیں جنہوں نے سیاحت نامہ ترکی کے حوالے سے لکھا جسے نشاطِ سفر کے نام ...کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے مگر اس کتاب میں سفرنامے پر تنقیدی جائزہ بھی موجود ہے جو کسی بھی سفرنامہ نگار کے لیے ...یروں کی قیمتی پٹاری ہے۔ ایسی نادر و نایاب کتب خال خال ہی نظر آتی ہیں۔ اس کتاب کی قیمت 350 روپے ہے اور ...ب منگوانے کے لیے آپ رابطہ کیجیے مقبول اکیڈمی، سرکلر روڈ چوک اردو بازار، لاہور۔

☆معروف شاعرہ اور افسانہ نگار نسیم نیازی ایک دن کے لیے کراچی آئیں تو وہ اپنی سہیلی شگفتہ شفیق سے ملنے گئیں۔ ...شاء اللہ)

☆گزشتہ ہفتے یاسمین رشید نے اپنی سالگرہ کی تقریب ویلج ہوٹل سی ویو، کراچی میں کی۔ جس میں ان کی خاص دوست ...محترمہ عذرا رسول کے ساتھ دیگر سہیلیوں شائستہ اعجاز، حمیرا، ہما بیگ، عقیلہ حق اور ہم نے بھی شرکت کی۔ (مبارک باد)

☆مصنفہ تمیم فضل خالق، پشاور کے دوسرا نواسا ہوا ہے۔ بچے کا نام ہاشم خان رکھا گیا ہے۔ پہلے نواسے کا نام ...رک خان ہے۔ (مبارک باد)

☆پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار سیدہ فضہ شاہ، پنجاب کے بھتیجا ہوا ہے۔ جس کا نام مصطفیٰ حیدر رکھا گیا ہے۔ (مبارک باد)

☆رخسانہ امجد کی دوست اور پاکیزہ کی مستقل قاری اسما گیلانی، ملکوال کے ہاں بیٹی ہوئی ہے۔ (مبارک باد)

☆پاکیزہ کی تبصرہ نگار اور شاعرہ نگینہ ضیا بنگش، کراچی کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ جس کا نام محمد عیان رکھا گیا ہے۔ (مبارک باد)

☆پاکیزہ کی دیرینہ تبصرہ نگار اور شاعرہ شمسہ الماس، ناروے سے کراچی آئیں تو اپنے بیٹوں کی سالگرہ اور عقیقے کی تقریب کی۔ کراچی کے حالات اس دن خراب ہونے کے باعث ہم تقریب میں شرکت نہیں کر سکے جس کے لیے معذرت خواہ ہیں۔

☆معروف فنکارہ عینی جعفری کا پاکیزہ میں پہلا انٹرویو شائع ہونے کے بعد دیگر پرنٹ میڈیا کے اراکین عینی کا انٹرویو کرنے کے لیے ہم سے رابطہ کر رہے ہیں۔ (ہماری نزہت نے تو کمال کر دیا)

☆منچن آباد میں ہمارے ایجنٹ مسرور شاذ، شاذ لائبریری والے کے ہاں شادی کے چار سال بعد فرزند تولد ہوا ہے جس کا نام جبران مسرور رکھا گیا ہے۔ (مبارک باد)

☆پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار پروین افضل شاہین، بہاول نگر کی اس ماہ شادی کی سالگرہ ہے۔ (مبارک باد)

☆پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار اور شاعرہ سامعہ تبسم، ملتان نے ایم اے اسلامیات 70% نمبروں سے پاس کر لیا ہے اور اب ایم فل میں ایڈمیشن لے لیا ہے۔ (مبارکاں)

☆ڈاکٹر میمونہ غوری، کراچی ان دنوں بسترِ علالت پر ہیں ان کی کلی صحت کے لیے دعا کریں۔

☆پاکیزہ کی تبصرہ نگار مونا وقار، لاہور ان دنوں شدید پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ ان کے لیے دعا کریں کہ وہ جلد مشکلات کے گرداب سے باہر نکل آئیں۔ (آمین)

٭٭٭

انتقالِ پُرملال

☆ڈاکٹر ایچ کے خان (سابقہ ڈی ایم او ریلوے) کی اس ماہ برسی ہے۔

☆معروف نقاد محمد علی چل بسے۔

نوٹ: تمام مرحومین کے لیے ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر ان کی مغفرت کے لیے دعا کریں اور یہ دعا بھی کریں اللہ تعالیٰ ان سب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے...... آمین ثم آمین۔

٭٭٭

☆قیصرہ حیات، سیالکوٹ سے۔ ”تمام قارئین کی خدمت میں میرا اسلام اور سالِ نو کی مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ سب کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

صحت وتندرستی اور زندگی میں آسانیاں عطا فرمائے، آمین۔ جس بات نے مجھے خط لکھنے کے لیے مجبور کیا ہے وہ گزشتہ دو تین ماہ سے انوار اسماالنبی ﷺ کے سلسلے میں جفت اور طاق کے حوالے سے کچھ قاری بہنوں کی کنفیوزن ہے۔ میں اس ضمن میں واضح کرنا چاہتی ہوں کہ میں نے پوری کتاب میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ اسمائے مبارکہ طاق یا جفت میں پڑھنے چاہئیں۔ مجھے سمجھ میں نہیں آرہا انہوں نے خود ہی کیسے سوچ لیا۔ براہِ کرم اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ کائنات کی ہر شے کا ایک اسم (نام) ہے۔ جب اس نام کے اعداد جمع کر کے ایک عدد نکالا جاتا ہے وہ عدد یا تو طاق نکلتا ہے یا جفت۔ حضورؐ کے کسی اسم مبارکہ کا عدد جفت ہے کسی کا طاق جبکہ اللہ پاک کے ذاتی اسم کا عدد طاق ہے اور حضورؐ کے ذاتی اسم مبارکہ کا عدد جفت۔ کائنات میں دو ہی عظیم ہستیاں ہیں اللہ اور اس کا محبوبؐ۔ اللہ...... طاق، حضورؐ...... جفت۔ اسی طرح ہر انسان کے نام کا عدد یا تو طاق میں نکلتا ہے یا جفت میں۔ یہ بات صرف انفارمیشن کے لیے لکھی ہے۔ 500 سے زائد صفحات کی اس کتاب میں، میں نے 102 اسمائے مبارکہ پر تحقیق کی ہے اور اس کا مقصد حضورؐ کی بلند پایہ ہستی کی سیرتِ طیبہ کو اجاگر کرنا ہے تاکہ لوگوں کو ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات ملیں۔ اس کتاب کا پیٹرن یوں ہے۔ القرآن 1۔ جس میں اسم مبارکہ سے متعلق قرآنی آیات ہیں۔ 2۔ الحدیث اس میں اسم مبارکہ سے متعلق احادیث لی گئی ہیں۔ 3۔ الرائے اس میں غیر مسلموں کی آرا اس اسم مبارکہ کے متعلق لی گئی ہیں۔ 4۔ الاعداد اس میں اسم مبارکہ کا عدد نکال کر اس عدد کی نمبریالوجی میں خصوصیات اور پھر حضورؐ کے اس اسم مبارکہ میں آپ کی شخصیت اور اس عدد کی خصوصیات دیکھی گئی ہیں۔ 5۔ الفضائل میں لکھا گیا ہے کہ وہ مخصوص اسم کتنی بار اور کس طرح پڑھنا چاہیے۔ یہ بھی میں نے سیرت کی کتب سے دیکھ کر لکھی ہیں۔ اپنے آپ سے کچھ نہیں لکھا۔ جو انشاءاللہ اس ماہ کے شمارے میں یا اگلے ماہ شائع ہوں گی اور پھر سب پر واضح ہو جائے گا۔ ہر اسم مبارکہ ایک پھول کے مانند ہے اور ایک پھول کی مختلف اقسام اور فوائد ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ کی عظیم ترین ہستی کو اللہ رب العزت نے مختلف ناموں سے پکارا ہے اور ان ناموں کا ورد انسان کے لیے کس کس طرح فائدہ مند ہو سکتا ہے اس کو پڑھنے کے لیے کسی مستند روحانی بزرگ سے اجازت بھی لے لیں تو بہتر ہے۔ الفضائل میں اسم پاک پڑھنے کو کہا گیا ہے۔ تمام قاری بہنوں سے التماس ہے کہ بغیر تحقیق اور اچھی طرح سوچے سمجھے بغیر کسی ایسی بات کو دوسروں کے ساتھ منسوب نہ کریں جس سے وہ اپنے آپ کو گناہ گار سمجھنے لگے۔ مجھے خود بہت پریشانی ہوئی ہے کہ جس بات کا ذکر میں نے پوری کتاب میں کہیں نہیں کیا۔ خود یہ خود کیسے اخذ کر لیا گیا ہے۔ پلیز اس میں احتیاط برتیں۔ جفت اور طاق کی بحث سے نکلیں۔ یہ صرف انفارمیشن کے لیے ہے کیونکہ علم الاعداد ایک بہت بڑا علم ہے۔ ہر انسان کا جو عدد نکلتا ہے اس عدد کی خصوصیات اس انسان میں ضرور ہوتی ہیں۔ میں نے کہیں بھی کسی اسم کو جفت اور طاق میں پڑھنے کے لیے نہیں لکھا۔ دوسری بات کہیں دیپ جلے کہیں دل میں نے ناول کی صورت میں لکھ کر ادارے کو دیا ہے۔ اسے ناولٹ کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ جو لوگ پسند کر رہے ہیں ان کا شکریہ اور جو پسند نہیں کر رہے وہ ابھی انشاءاللہ پسند کریں گے کیونکہ ابھی کہانی اپنے اصل ٹریک پر آئی نہیں ہے لیکن مجھے کچھ قارئین اور رائٹرز سے ایک شکوہ ہے کہ ابھی پہلی قسط شائع ہوئی تھی تو اس کے ساتھ ہی یہ لکھا جانے لگا تھا کہ اس کو زیادہ طویل نہیں کریں رائٹرز اپنی باری کے لیے بے صبری ہونے لگیں۔ 2008ء میں یہ ناول لکھا تھا جو اب شائع ہو رہا ہے۔ براہِ کرم اپنے اندر صبر اور برداشت پیدا کریں اور کسی کو پڑھنے اور سننے کا اپنے اندر حوصلہ پیدا کریں۔ میں نے ہمیشہ کسی مقصد کے لیے لکھا ہے جب تحریر کھل کر سامنے آئے تو پھر اپنی آرا دیں۔ آپ کی آرا ہر رائٹر کے لیے بہت قیمتی اور اہم ہوتی ہیں۔ ہمارے لیے یہ تب ہی اہم ہو سکتی ہیں جب آپ منطقی انداز میں ہماری توجہ اس پوائنٹ کی طرف دلائیں جو کسی طرح لکھتے ہوئے مس ہو گیا یا پھر تنقید میں بھی پازیٹو بات ہو۔ ایک قاری بہن جنہوں نے ہر ایک کی تحریر کو ناپسند کیا بغیر کسی وجہ کے یہ بھی کوئی اچھی بات نہیں۔ پسند اور ناپسند کی بھی کوئی وجہ ہونی چاہیے۔ یہ بھی نہیں اچھا، وہ بھی نہیں اچھا اس میں کوئی لاجک نہیں ہوتی۔ پازیٹو تنقید حوصلہ افزائی کرتی ہے اور ذہن پر اچھا تاثر چھوڑتی ہے، اس سے ہمیں اپنی اصلاح میں مدد ملتی ہے۔ تنقید برائے تنقید کا کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ کہیں دیپ جلے کہیں دل محض ایک لو اسٹوری نہیں...... اس کہانی کے پیچھے ایک بڑا سچ ہے جس کو بنیاد بنا کر کہانی لکھی گئی ہے۔ آغاز سے ہی سب کا کچھ اخذ نہ کریں میں آپ کی پازیٹو رائے کی ہمیشہ منتظر رہوں گی۔" (پیاری قیصرہ، تمہاری اس وضاحت کے لیے ممنون ہوں)

٭ رفعت سراج، کراچی سے۔ "آپ حیران ہوں گی کہ آج اس بحرالکاہل نے (خط لکھنے کی حد تک) کیسے خط لکھنے کی زحمت گوارا کر لی۔ کیا کروں بہنوں کی محفل میں کچھ خط اس طرح کے ہیں کہ جواب دینا فرض ہو گیا ہے۔ نقلی خط تو مجھ سے لکھے ہی نہیں جاتے۔ بہرحال مہ پارہ تسنیم کا شکریہ جنہوں نے مجھے میری جان لکھا۔ اب تو نہ کوئی کہتا ہے نہ لکھتا ہے۔ منیر صاحب عینک کی عینک لگا کر مجھے دیکھتے ہیں ورنہ نظر اٹھانا یاد نہیں رہتا۔ مشین کی طرح مطلوبہ کام بتا دیتے ہیں (یار، یہ تو زیادتی ہے) سیما مناف تو مجھ سے اتنا بے لوث و بے غرض پیار کرتی چلی آرہی ہیں کہ ان کے محبت بھرے کلمات تو یوں محسوس ہوتے ہیں جیسے اندھا بانٹے ریوڑیاں اپنوں اپنوں کو۔ بہت شکریہ سیما اور سب سے اہم خط میرے لیے ڈاکٹر ممتاز ضیا کا ہے جن کا تبصرہ پڑھ کر وضاحت کرنا اتنا ضروری ہو گیا کہ وضاحت نہ کرنے کی صورت میں بے شمار رائٹرز کو مسئلہ ہو جائے گا۔ ڈاکٹر صاحبہ کا قصور نہیں میری بات ادھوری تھی۔ سترہ سال کی عمر سے خود مختار کہانیاں لکھنے کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت تو میں گنتی کی دو تین کہانیاں لکھتی تھی۔ بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی تھی، سلائی کرتی تھی، کپڑے سینے، کڑھائی کرنے کا بھی مجھے بہت شوق رہا ہے۔ ٹیوشن، سلائی یہ سب میرے شوق تھے کہ مجھے ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتے رہنے کی عادت تھی۔ ظاہر ہے گھر کی کفالت تو والد صاحب کرتے تھے۔ میری اپنی انکم تو میری سیونگ ہی ہوتی تھی جس سے میں اپنے شوق بے فکری سے پورے کرتی تھی اور بہت اچھا محسوس کرتی تھی کہ مجھے پیسے مانگ کر شوق پورا کرنا کبھی اچھا نہیں لگا۔ ویسے بھی گھر کا خرچ میرے ہی ہاتھ میں دیا جاتا تھا۔ میری امی ذمے داریوں سے بہت گھبراتی تھیں۔ اس لیے بہت کم عمری میں بجٹ ایکسپرٹ ہو گئی تھی۔ لفظ خود مختاری اس ضمن میں بھی ہے۔ فریدہ سے تعلق سے بھی بہت راہ و رسم تھی جو گردشِ زمانہ کی نذر ہو گئی۔ فریدہ بہت مہذب، وضع دار، باوقار مصنفہ ہیں۔ میری شادی میں بھی شرکت فرمائی تھی آج بھی تہہ دل سے مشکور ہوں۔ انہوں نے شاید اسی بنیاد پر میرے انٹرویو کو محتاط کہا ہے۔ فریدہ! جو ماضی تھا وہ حال نہیں ہے۔ منظر نامہ یکسر بدل چکا ہے۔ زندگی یکسر تبدیل ہو کر رہ گئی ہے۔ پندرہ سال بہت ہوتے ہیں بچے بڑے ہوئے ہیں۔ ورنہ یہ تیرہ سال کی جوان بچی ہے۔ جو کل تھا وہ آج سایہ بھی نہیں ہے۔ انٹرویو آج کے زمانے کی بات ہے۔ ہم آج میں جیتے ہیں۔ آج سے گزرتے ہیں، آج کو سہتے ہیں یا کھیلتے ہیں۔ ماضی ہمارا تجربہ ہے جو حال میں ہمیں یوں سہارا دیتا ہے جیسے ناؤ کو پتوار سنبھالتی ہے۔ اللہ آپ کو خوش رکھے، آپ کی بہت پیاری سی (میری شادی والی) تصویر آج بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ آپ اب لکھ کیوں نہیں رہیں، میرا مطلب اتنا کم کیوں لکھتی ہیں؟ زونیرہ کو بہت بہت سلام و پیار۔ ڈیئر انجم! آپ کے توسط سے بہت بہت اچھی اچھی بہنوں سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ محبتیں پھیلانا بھی عبادت سے کم نہیں۔ عنیزہ سید نے بہت خوب صورت کہانی لکھی۔ یقین کریں کافی دنوں بعد بہت خوب صورت تحریر پڑھی۔ ہم عصر مصنفین میں عنیزہ کا نام لینا بھول گئی تھی۔ کیا تاوان ادا کروں (تاوان تو تمہیں ادا کرنا ہوگا۔ اب بتاؤ کہاں ملوگی؟) زندگی پڑھ رہی ہوں، مکمل ہو جائے تو تبصرہ کروں گی۔ ویسے ناہید سلطانہ اختر کا اپنا خاص اسلوب ہے، جس کی نقل ہی نہیں کی جا سکتی۔" (بے شک)

٭ پروین افضل شاہین، بہاول نگر سے۔ "سب سے پہلے تو ہم دعا گو ہیں کہ بدیع الزماں خان، ضمیر شاہ اور یاسمین کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ دے اور تمام لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین۔ رفعت سراج کی امانت کی پہلی قسط ہی دعا کے دار تھی۔ ناہید سلطانہ اختر کا زندگی تو ویسے ہی کامیاب جا رہا ہے۔ ناولٹ اور افسانوں میں تحفہ لوڈ شیڈنگ کا، کہیں دیپ جلے کہیں دل، کچی مٹی کے راہبر، اجالوں کا سفر پسند آئے۔ ناچیز کے اشعار، لطیفے اور خط شائع فرمانے کا بہت بہت شکریہ۔ آپ سے گزارش ہے کہ بزم پاکیزہ کا سلسلہ دوبارہ سے شروع کر دیں۔" (سوچتے ہیں)

٭ فریدہ فری یوسف زئی، لاہور سے۔ "جنوری کا پاکیزہ ملا۔ واہ کیا ماڈل ہے دل خوش ہوا۔ اگر پاکیزہ میں ہماری تحریر نہیں لگتی تو ہم بے حد اداس ہو جاتے ہیں اور کھانا پینا بند کر دیتے ہیں۔ آئندہ ایسا نہ ہو ورنہ ہم لکھنا پڑھنا چھوڑ دیں گے۔ کسی اور رسائل میں بھی نہیں لکھیں گے۔ پاکیزہ نہیں تو کچھ بھی نہیں...... اس مرتبہ سب کے افسانے اور ناول بے حد اچھے لگے۔ مکمل ناول جانِ جاں بہترین تحریر تھی۔ امتحان نگہت سیما نے خوب لکھا۔ تحفہ لوڈ شیڈنگ کا نے مزہ دیا۔ رضوانہ پرنس خوب لکھتی ہیں۔ اجالوں کا سفر کیا بات ہے۔ جلترنگ کی تو بات ہی کیا ہے۔ انجم جی میرے مجموعۂ کلام کو پہلا ایوارڈ دیا جا رہا ہے یہ ایوارڈ کسی کارواں والے دے رہیں، فیصل آباد سے آل پاکستان سے کتب کا مقابلہ ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے مجھے پہلا ایوارڈ ملا ہے۔" (بہت بہت مبارک باد۔ ہاں اپنی صحت کا خیال رکھا کرو۔ معمولی باتوں پر طبیعت مت خراب کیا کرو)

٭ حمیرا کلیم، ملتان کینٹ سے۔ "خوب صورت سرورق، مزہ آگیا دیکھ کر مگر سرورق پر جتنی ٹھنڈ اور سردی تھی۔ کہانیاں اتنی ہی گرم اور مزے دار تھیں۔ سب سے پہلے عکس کی بات کروں تو انتہائی شاندار ناول اختتام پذیر ہوا۔ بہت سے جملے بہت سے واقعات ہم اپنی زندگی سے بھی ریلیٹ کر سکتے ہیں۔ جملوں پر اور سچویشن پر کمال کی گرفت تھی۔ اگرچہ چند چیزیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

وضاحت طلب لگیں مگر ان کو بھول کر زبردست ناول تھا۔ ہم سب بھی اپنی اپنی زندگیوں میں بونوں جیسا کردار ہی ادا کرتے ہیں کبھی اچھا کبھی برا۔ اگر اس بونے کے کردار سے نکلیں تو ہی حقیقی انسان بن سکتے ہیں۔ امانت کی پہلی قسط بالکل متاثر نہیں کر سکی شاید آگے چل کے بہتر ہو جائے۔ جن گھروں میں سکون نہ ہو ان کے بچے اسی طرح دوسرے گھروں میں سکون ڈھونڈتے ہیں۔ بس اللہ ان کو کسی آزمائش میں نہ ڈالے۔ کہیں دیپ جلے کہیں دل بھی ٹھیک ہے حالانکہ قیصرہ بہت زبردست لکھتی ہیں مگر اس بار اسپارک کی کمی ہے۔ محسن کی محبت غیر یقینی سی لگتی ہے اور توقیر تو آنسو بہانے میں لڑکیوں کو بھی مات دے رہا ہے۔ زندگی حقیقتاً زندگی ہی ہے۔ زبردست تمام جملے جیسے موتی ہوں۔ انسان صرف اپنے جذبات کے ہاتھوں مات کھاتا ہے اور اسی حقیقت کو اتنی خوب صورتی سے بیان کیا ہے جیسے آنکھوں کے سامنے منظر چل رہا ہو۔ شاندار...... سچا ہونے کے باوجود جو عذاب جھیلنے پڑیں وہ توڑ ہی دیتے ہیں۔ ٹوٹل لاس اور چیئر لیڈرز زبردست تھیں۔ عینی کا تفصیلاً انٹرویو اچھا لگا۔ بہنوں کی محفل تو ویسے ہی پاکیزہ کی گارنشنگ ہے جس کے بغیر پاکیزہ ادھورا ہے۔ تو اس کا بھی اپنا مزہ ہے مگر زہت کی بات سے مجھے اتفاق نہیں کہ نئی رائٹرز کی تحریریں کم لگائیں۔ اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو اس کی اصلاح کی جانی چاہیے بجائے اس کے اس کو ڈس ہارٹ کریں۔ اگر خود ہم ہی ان کی حوصلہ افزائی نہیں کریں گے تو کیسے پتا لگے گا انہیں کہ کیا ٹھیک ہے کیا غلط۔ اکثر اوقات سینئرز رائٹرز کی کہانی میں بھی گرفت نہیں آتی۔ تو نئی لکھاریوں کو ان کی حدود و قیود کا اگر بتا دیں تو زیادہ بہتر ہے نہ کہ انہیں مسترد کرنا۔ باقی سلسلے بھی اچھے تھے اور جلترنگ نے تو ہر طرف جلترنگ بجا دیے۔ میں انتہائی اداس بیٹھی تھی اور پڑھنے کے بعد ساری پریشانی بھاگ گئی اور میں خوب ہنسی۔'' (آپ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں، تبصرے کا شکریہ)

☚ عذرا کنول، ڈیرا غازی خان سے۔ ''سرورق کو دیکھ کر میں سحر زدہ رہ گئی تھی۔ اتنا دلکش اور خوب صورت تھا کہ بار بار دیکھنے کو دل چاہا۔ انجم باجی! سرورق کی جو ماڈل ہے کیا فلمسٹار دیبا بیگم کی بیٹی ہیں؟ (نہیں تو) دین کی باتوں سے مستفید ہونے کے بعد مجھے کچھ کہنا ہے میں جا پہنچے جہاں آپ سے بہت سی باتیں سیکھنے کو ملیں۔ انجم باجی! آپ ہم قارئین کے لیے استادوں کا درجہ رکھتی ہیں پھر اشتہارات پھلانگتے ہوئے بہنوں کی محفل میں جا پہنچے جہاں ڈاکٹر کومل ستار بہترین رہیں ان کا تبصرہ بھرپور طریقے سے لاجواب تھا۔ ان کے بعد فرحت احمد، صائمہ بخش، عاصمہ ملک، یاسمین کنول کے تبصرے بھی اچھے تھے۔ شروعات ناہید سلطانہ اختر کے ناول زندگی سے کی جو خوب صورتی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ شکر ہے کہ حجاب کی جان چھوٹ گئی۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ حجاب کا کپل مونس کے ساتھ بنے گا اور تقدیم کا کپل اویس انصاری کے ساتھ بنے گا۔ یہ میرا اپنا نظریہ ہے۔ قارئین کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ ناہید سلطانہ اختر ایسے اینڈ کرتی ہیں کہ بندہ دنگ رہ جائے۔ رفعت سراج کی امانت کے لیے تبصرہ محفوظ ابھی تو ابتدا ہے۔ آگے آگے دیکھتے ہیں ہوتا ہے کیا۔ مکمل ناول میں عتیقہ محمد بیگ کا جانِ جاں زبردست تھا، اگلی قسط کا شدت سے انتظار رہے گا اور تبصرہ محفوظ۔ قیصرہ حیات کا کہیں دیپ جلے کہیں دل... بہت اچھا جا رہا ہے۔ افسانوں میں شکیلہ رفیق کا کچی مٹی کے راہبر، رضوانہ پرنس کا تحفہ لوڈ شیڈنگ کا، سکینہ فرخ کا ٹوٹل لاس، اچھے تھے مگر نگہت سیما کا امتحان بازی لے گیا۔ انجم باجی! وہ آئے بزم میں، بہت ہی اچھا سلسلہ ہے۔ پلیز اس میں ہمایوں سعید کا انٹرویو ضرور لیں۔ انجم باجی! جلترنگ میں جس طرح آپ نے ستاروں کے حوالے میں لکھا یہ صرف آپ ہی لکھ سکتی ہیں کسی اور کے بس کی بات نہیں۔ ویری ویلڈن عمیرہ احمد کے بارے میں، میں اپنے خیال کا اظہار ضرور کرنا چاہوں گی۔ عمیرہ احمد کا عکس بالآخر اختتام پذیر ہو گیا جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ عمیرہ احمد کی تحریر ہمیشہ کامیابی کی ضمانت رہی ہیں۔ انشاء اللہ ہمیشہ رہے گی۔'' (ہمیں یہ فخر ہے کہ عمیرہ احمد ہمارے پاکیزہ میں لکھتی ہیں) عمیرہ جی! جب آپ سفید دوپٹا اوڑھے اسٹیج پر آئی تھیں جو میں نے آپ کو دیکھا تو مبہوت سی رہ گئی۔ آپ کا چہرہ سفید دوپٹے کے ہالے میں بہت پاکیزہ لگ رہا تھا۔ آپ یقین جانیں مجھے بے پناہ خوشی ہوئی تھی۔ جن سے پیار کیا جاتا ہے ان کو دیکھ کر ہمیشہ خوشی ہوتی ہے۔ عمیرہ جی! مجھے لگتا ہے کہ آپ عکس کا عکس ہیں بالکل ویسے ہی صلاحیتوں سے مالا مال، حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے والی اور بہت مضبوط اعصاب کی مالک آپ کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ آپ کا ہر ناول ایک سے بڑھ کر ایک ہوتا ہے۔ عکس جیسا بہترین ناول لکھنے پر میں آپ کو مبارک باد پیش کرتی ہوں آپ جس طرح معاشرے کی عکاسی کرتی ہیں ایسا لگتا ہے جیسے ہمارے سامنے سب کچھ ہو رہا ہو آپ کا ہر ناول حقیقت پر مبنی ہوتا ہے۔ عمیرہ احمد! میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید اچھے سے اچھا لکھنے کی صلاحیت دے۔ آمین ثم آمین۔'' (پیاری عذرا! عمیرہ کے لیے آپ کی رائے میرے اپنے دل کی رائے جیسی ہے)

☚ ذکیہ ایوب، کراچی سے۔ ''ٹائٹل موسم کی مناسبت سے تھا۔ اس ماہ کا اداریہ بے حد اچھا تھا۔ رفعت سراج کے ناول کی پہلی قسط بھرپور ہے۔ اس مرتبہ ناولوں اور افسانوں کے نام بھی منفرد لگے۔ شکیلہ رفیق کے افسانے کا پیغام اچھا تھا۔ پیلی اور آذر کی جنگ نے اب دلچسپی پیدا کر دی ہے۔ مدیحہ عدنان نے اچھا لکھا۔ صائمہ قیصر کے ناولٹ میں طوالت بے جا تھی۔ شروع میں ہی وجیہہ عثمانی ہیرو کے روپ میں نظر آ رہا تھا۔ رضوانہ پرنس کی معصوم سی کہانی اچھی لگی، زندگی میں ایک دم سے نیا موڑ آ گیا ہے۔ سکینہ فرخ کے افسانے کا موضوع بہت پرانا تھا۔ اس موضوع پر بہت سے افسانے پڑھ چکے ہیں مگر سکینہ کا اسلوب اچھا رہا۔ عنیزہ سید نے بھی اچھے موضوع پر قلم اٹھایا۔ پردیس میں جا کر کیسی کیسی اذیتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ یہ سب واضح تھا۔ نسرین خالد کی بہت اچھی کہانی تھی۔ نگہت سیما کا امتحان بھی اچھا لگا۔ ایک کم عمر لڑکی کے سمجھانے کا انداز پسند آیا۔ عتیقہ محمد بیگ کا ناولٹ جانِ جاں کی ابھی ابتدا ہے مگر خیال ہے کہ یہ اچھا ہی ہوگا مگر بے جا طوالت نہیں ہونی چاہیے۔ عینی جعفری سے ملاقات بھی اچھی لگی۔ اب ہم سفر کے ہیرو فواد خاں کو بھی لے کر آئیں۔ اسکول کی تقریب میں خطاب کرتے ہوئے انجم تم اچھی لگیں۔ عقیلہ حق کو اپنے بچوں کی کامیابیاں مبارک ہوں۔ بہنوں کی محفل کا آغاز دعاؤں سے ہوتا ہی تھا اب اس کا اختتام بھی دعاؤں سے ہونے لگا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی دعائیں قبول فرمائے۔'' (پسندیدگی کا شکریہ)

☚ انیلا ناہید، لیہ سے۔ ''میں پاکیزہ کی پرانی تبصرہ نگار ہوں۔ اس لیے بے شک ہر ماہ اس محفل میں حاضر نہ ہوں مگر پڑھتی باقاعدگی سے ہوں۔ رفعت سراج کے ناول کی پہلی قسط اچھی لگی مگر عمیرہ احمد کی کمی محسوس ہو رہی ہے۔ عینی جعفری کا انٹرویو طویل تھا مگر ان کے بارے میں مکمل معلومات نہیں ہو سکیں۔ مصنفات کے انٹرویوز میں عمیرہ احمد، نمرہ احمد، شیریں حیدر اور آپ کا انٹرویو فوراً آنا چاہیے۔ انجم باجی! اگر آپ ہمارے لیے ناول لکھنے کے لیے وقت نہیں نکال پا رہی ہیں تو ہر ماہ اپنا کوئی افسانہ ہی دے دیا کریں۔ ہاں رفعت سراج کا انٹرویو اچھا لگا تھا۔'' (شکریہ)

☚ نگینہ ضیا بنگش، کراچی سے۔ ''بچہ چھوٹا ہے مگر مطالعے کی عادت اتنی زیادہ ہے کہ پڑھے بغیر نہیں رہ سکتی۔ سالِ نو نمبر میں سب سے زیادہ آپ کا اداریہ پسند آیا۔ شکر کرنے کی ترغیب بہترین انداز میں دی ہے۔ سچ کہہ رہی ہوں باجی آپ کی تحریریں دل پر اثر کرتی ہیں نیا ناول اچھا شروع ہوا ہے، عینی جعفری کی تصویریں کلرڈ شائع ہونی چاہیے تھیں۔ اتنی خوب صورت لڑکی کی تصویر تو ٹائٹل پر بھی آنی چاہیے...... ہاں باجی بہنوں کی محفل کے صفحات مجھے کم لگ رہے ہیں، یہ کم نہیں ہونے چاہئیں۔'' (بے فکر رہو، یہ کم نہیں ہو رہے)

☒ بہن شین، میم، پنجاب۔ اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین، آپ اپنے دل سے یہ خیال نکال دیں کہ آپ کی ماں آپ سے ناخوش تھیں، مائیں غصے میں ڈپریشن میں، بیماری میں اپنے بچوں کو برا بھلا کہہ دیتی ہیں مگر اس کا مطلب کبھی یہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنی اولاد سے ناخوش ہوں۔ آپ اپنی والدہ کی مغفرت کے لیے دعا کرتی رہیے...... آپ کو دلی سکون حاصل ہوگا دیگر باتوں کے لیے آپ مجھے فون بھی کر سکتی ہیں۔

☒ اسما سحر، کراچی سے۔ پیاری بیٹی پہلے تو میں یہ واضح کر دوں کہ میں کوئی بابا یا بابی قسم کی کوئی چیز نہیں ہوں۔ ایک زندار خاتون ہوں، اس لیے صرف دعا ہی کر سکتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی بہن کا ویزا جلدی بھیج دے، جس سے آپ کی پریشانیاں ختم ہو جائیں، آمین۔

☚ نزہت اشفاق، کراچی سے۔ ''ٹائٹل اچھا لگا، اس دفعہ کا اداریہ منفرد انداز میں تھا اور بہت ہی اچھا تھا۔ رفعت سراج کے ناول کی پہلی قسط ٹھیک ہی رہی ہے۔ ناہید سلطانہ کا ناول اس وقت ٹاپ پر ہے۔ میں ٹی وی کے ڈرامے چونکہ بہت زیادہ نہیں دیکھتی اس لیے عینی جعفری میرے لیے اجنبی تھیں...... مگر بہت پیاری تصویریں ہیں بلکہ عینی کی ماں بھی بہت خوب صورت نظر آئیں۔ جانِ جاں پڑھ کر یہی لگا کہ یہ کسی نئی اور ناپختہ رائٹر کی تحریر ہے۔ مدیحہ عدنان کا افسانہ پسند آیا۔ رضوانہ پرنس تو ہمیشہ اچھا لکھتی ہیں، نگہت سیما اور عنیزہ سید تو میری پسندیدہ رائٹرز ہیں۔ سکینہ فرخ کا بس ٹھیک ہی تھا یا اس موضوع پر میں پہلے بھی پڑھ چکی تھی۔ صائمہ قیصر اور شکیلہ رفیق کے ناولٹ اور افسانے اوسط درجے کے رہے۔'' (تبصرے کا شکریہ)

☚ فیروزہ بیگم، کراچی سے۔ ''جنوری کا شمارہ پورا کا پورا ہی پسند آیا۔ ٹائٹل بھی موسم کے لحاظ سے تھا۔ اداریہ بہت بہترین...... افسانے اور ناولٹ سب ایک سے بڑھ کر ایک رہے۔ اس میں سینئر مصنفات کی تحریریں ویسے بھی زیادہ تھیں...... اب ٹی وی کے ڈرامے دیکھنے چھوڑ دیے ہیں اس لیے مجھے نہیں معلوم کہ عینی نے کس ڈرامے میں کام کیا اور کیا کام کیا......

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایک چشم کُشا حقیقت

ایک دُکھی بہن، کراچی سے۔ ''پتا نہیں کس سوچ، کس قوت کے زیرِ اثر میں یہ تحریر لکھنے بیٹھ گئی ہوں۔ عمیرہ احمد کا عکس میں نے درمیان سے پڑھنا شروع کیا۔ چڑیا کے ساتھ پیش آنے والے واقعات نے میری روح پہ پڑے بچپن کے اس گھناؤنے عکس کو کئی برسوں بعد اسی طرح واضح کر دیا کہ اب مجھے اپنے ٹرانس سے مکمل طور پر نکلنے کے لیے پتا نہیں کتنا عرصہ لگ جائے گا۔ میرا تعلق ایک مڈل کلاس فیملی سے ہے ایک ایسی فیملی سے جہاں گھر کے مردوں کو غمِ روزگار سے فرصت نہیں ملتی اور گھر کی عورتوں کو گھر کے کام کاج کرنے اور ہر سال کے کیلنڈر کے حساب سے پیدا ہونے والے بچوں کی مصروفیات نکلنے نہ بیٹھنے دیتی تھیں پیار دُلار کی گھر میں میرے لیے کوئی کمی نہ تھی۔ میرے والدین نے پڑھائی لکھائی، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، گفتگو کا ادب وسلیقہ سب کچھ سکھانے کے بعد مجھے اس احساس سے آشنا کیوں نہیں کیا جس سے ہر ماں کو اپنی بیٹی کو ضرور آشنا کرانا چاہیے! چچا، تایا اور ان کے لڑکے تو میرے سگے تھے پر ان کے دوست تو میرے کچھ نہیں لگتے تھے پھر مجھے ان سے مانوس ہونے سے کیوں نہیں روکا گیا؟ میں Molesting کی ایک زندہ مثال ہوں۔ یہ حرکت وہ کسی سنسان جگہ، کسی بند کمرے میں کرتے تو مجھے چیخنے چلانے کا خیال آتا پر وہ تو روڈ پر گلی میں کھڑے ہو کر کبھی کبھی تو گھر کے دروازے کے سامنے...... یہاں تک کہ اگر میں بچوں کے ساتھ کھیل رہی ہوتی تو آواز دے کر بظاہر پیار سے مجھے پکڑ لیا جاتا اور چبوترے پر لے کر بیٹھ جاتے۔ آتے جاتے محلے والے بھی دیکھتے پر کسی نے بھی میری مدد نہیں کی۔ میں گھر آ کر گھنٹوں تکیے میں منہ دیے روتی رہتی۔ امی کی شکل دیکھتی رہتی کہ وہ مجھ سے پوچھیں کہ کیا ہوا ہے؟ پر انہیں گھر کے بکھیڑوں و چھوٹی بہنوں کے فیڈر اور ڈائپر سے فرصت جب ملتی اور میرے روتے منہ پر نظر ڈالتے ہی ایک زبردست جھاڑ سننے کو ملتی۔ باپ کی روزی اُڑاؤ گی رو رو کر جب دیکھو نحوست برساتی رہتی ہو۔ کاش امی اس وقت محبت و ہمدردی سے مجھ سے میرے اس درد کے بارے میں جان لیتیں تو آج میں اتنی بکھری ہوئی شخصیت کی مالک نہ ہوتی۔ آج بھی میں جب کسی شخص کو، کسی بچی کو گود میں لیے دیکھتی ہوں تو میں پاگلوں کی طرح اس کے پاس پہنچ جاتی ہوں، بچی سے پوچھتی ہوں آپ کے کون ہیں؟ اگر وہ انکل یا فلاں بھائی جواب میں کہتی ہے تو میں اس کا گھر پوچھ کر اس کے گھر جاتی ہوں اس کی ماں سے کہتی ہوں کہ آپ نے کیوں اپنی بچی کو کسی ایسے شخص کے ساتھ باہر چیز لینے بھیجا جو اس کا سگا نہیں۔ آپ یقین کریں میں اپنے محلے میں پاگل مشہور ہو چکی ہوں۔ میری شادی شاید اب تک اسی وجہ سے نہیں ہوئی کہ رشتہ لانے والوں کو محلے کے مرد حضرات پہلے ہی میری نفسیاتی بیماری سے آگاہ کر دیتے ہوں گے۔ مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں اور نہ کسی بات کا افسوس ہے بلکہ مجھے تو خوشی ہے کہ میرے محلے کی عورتیں اپنی بچیوں کو اکیلے باہر نہیں بھیجتی ہیں کہ کہیں پھر ایک پاگل انہیں لیکچر دینے گھر میں نہ دھمک پڑے۔ جنسی زیادتی کے حوالے سے شائع ہونے والی خبریں و کہانیاں رپورٹس مجھے ویسے ہی جہنم میں دوبارہ دھکیل دیتے ہیں جس سے بچنے کی میں پچھلے چالیس سالوں سے کوشش کر رہی ہوں۔ ہو سکتا ہے ہمارے معاشرے میں نوعمر لڑکے بھی اس کا شکار ہوتے ہوں۔ خدارا اس آگ سے بچنے کا مجھے طریقہ بتائیں اگر خودکشی حرام نہ ہوتی اور میں مذہب سے قریب نہ ہوتی تو کب کا خود کو ختم کر چکی ہوتی۔ آخر میں یہی کہنا چاہوں گی کہ عمیرہ نے بہت اچھا لکھا پر انجانے میں مجھے پھر لہولہان کر دیا کہ جنہیں سمیٹنے میں مجھے اک عرصہ لگ گیا تھا۔''

ویسے اتنی بھولی لڑکی ہے اداکاری کرنی کیا آتی ہوگی۔'' (اس نے بھولی بھالی ہی اداکاری کی ہے)

☒ کوثر خورشید، یوکے۔ آپ کی جانب سے تمام مصنفات اور قارئین بہنوں کو نئے سال کے موقع پر دعا سلام پہنچایا جا رہا ہے۔

☒ عروسہ جواد، دادو سے۔ اس محفل میں خوش آمدید۔ آپ ہمارے شعبۂ اشتہارات سے رابطہ کریں، آپ کا مجوزہ یہ خط ہم بہنوں کی محفل میں نہیں لگا سکتے۔

☒ ماریہ کنول، جگہ کا نام نہیں لکھا۔ آپ اپنی تحریریں ہمیں بھیج دیجیے پڑھنے سے قبل اشاعت کا وعدہ نہیں کر سکتی اگر وہ اس قابل ہوئیں تو ضرور شاملِ اشاعت ہوں گی۔

نجمہ جبیں علیزئی، ڈی آئی خان سے۔ ''2012ء کا آخری شمارہ یعنی ماہ دسمبر کا پرچہ میرے ہاتھوں میں ہے۔ سرورق اسکارف کی وجہ سے بھی بہت اچھا لگا۔ آپ کی فسوں خیز تحریر مجھے کچھ کہنا ہے نے ہمیشہ کی طرح ہمیں اپنے سحر میں جکڑ لیا، بے شک کربلا کی جنگ حق و باطل اور سچائی کی جنگ تھی۔ کاش اس ملک کے حکمران حق و باطل اور سچائی کی جنگ کی گہرائی اور مفہوم کو سمجھ سکتے تو میرا ملک اغیار کے ہاتھوں ذلّت کا نشان نہ بنتا۔ اللہ تعالیٰ اس ٹوٹی پھوٹی قوم اور بے حس حکمرانوں کی حالتِ زار پر رحم فرمائے، آمین۔ عمیرہ احمد کے ناول عکس کی آخری قسط کے انجام نے دل موہ لیا۔ شہربانو جیسی کم عقل عورت کا ٹھوکر کھانا پھر تکلیف دہ انجام، مثال کی باپ کی طرف واپسی اور عکس کا اسے توجہ اور محبت دینا۔ سب پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ زندگی بھی خوب جا رہا ہے۔ دونوں مکمل ناول پسند آئے۔ قیصرہ حیات کا سلسلے وار ناولٹ اچھا چل رہا ہے۔ اسما قادری بہت دنوں بعد دکھائی دیں۔ اسما میں نے آپ کی ہر تحریر بہت شوق اور توجہ سے پڑھی ہے۔ افسانوں میں عقیلہ حق اور شیریں حیدر دونوں اچھی لکھاری ہیں مگر مجھے ذاتی طور پر پیتل کا پیالہ افسانہ بے حد پسند آیا۔ رنگیلی صباح یوسف، آپ نے یہ مختصر افسانہ لکھ کر گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ حقیقت سے نگاہیں چرانے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ کوئی بھی انسان اللہ سے دور نہیں ہے۔ یہ ہماری آج کی نئی نسل کے لیے ایک آئینہ تھا اور اب میں بات کروں گی نئے اور اچھوتے سلسلے وہ آئے بزم میں، واہ نزہت جی آپ نے سب سے پہلے میری کیا لاکھوں بہنوں کی فیورٹ رائٹر کا تفصیلی انٹرویو لے کر دل خوش کر دیا۔ تھینک یو رفعت کہ آپ نے پہلی بار کسی جریدے میں یوں کھل کر اپنے بارے میں، اپنی تحریروں، اپنی گھریلو لائف کے بارے میں اس طرح اپنائیت اور محبت کے ساتھ سب کچھ شیئر کیا۔ یقین جانو میں نے سب کچھ چھوڑ کر پہلے صرف تمہارا انٹرویو پڑھا۔ بھئی نزہت آپ نے کمال کر دیا۔ ہر وقت فلموں اور ٹی وی فنکاروں کا پڑھ کر دل اوب جاتا تھا۔ آپ نے پاکیزہ نے ہم رائٹرز کو اتنا مان اتنی اہمیت دے کر یہ احساس دلایا ہے کہ ڈائجسٹ کے ادیب بھی کوئی حیثیت معاشرے میں کوئی مقام رکھتے ہیں۔ رفعت جی کے بعد اب باری انجم انصار، عمیرہ احمد، ناہید سلطانہ اختر، نگہت عبداللہ، شوکت رانا، قیصرہ حیات، صائمہ اکرم، عذرا رسول، شیریں حیدر اور ان جیسی کئی معروف قلمکار بہنوں کے اس طرح دلچسپ اور زبردست انٹرویو آنے چاہئیں ہم پڑھنے کو منتظر رہیں گے۔'' (نزہت شکریہ کہہ رہی ہیں اور آپ وقتاً فوقتاً اپنی مصنفات کے انٹرویوز پڑھتی رہیں گی)

سامعہ تبسم، ملتان سے۔ ''سرورق سے لے کر تمام سلسلے ہمیشہ کی طرح اے ون رہے۔ کچھ سلسلے شاید آپ نے ختم کر دیے ہیں مثلاً میرا انتخاب، اس کی وجہ؟ سلسلے وار ناول عکس عمیرہ احمد کا جس کی آخری قسط انہوں نے اتنی خوب صورتی سے لکھی۔ یقین کریں ہمیں تو اس کا گمان بھی نہیں تھا کہ ایسا بھی ہوگا۔ شہربانو دوبارہ سے عکس اور شیر دل کے پاس آجائے گی۔'' (یہی تو عمیرہ احمد کا کمال ہے کہ وہ ہماری سوچ سے بڑھ کر لکھتی ہیں، ماشاء اللہ)

سار یہ چوہدری، گجرات سے۔ ''پاکیزہ بہت عرصے پہلے سے پڑھتی تھی جب میری بڑی بہن لاتی تھیں پھر ان کی شادی ہوگئی۔ پانچ سال ہو گئے ان کی شادی کو اور اس سے دو سال پہلے سے میں نے پڑھنا شروع کیا تھا۔ ایک سال پہلے چھوڑ دیا تھا مگر نومبر کا پاکیزہ پڑھا تو بے انتہا حیرت ہوئی اور خوشی بھی کہ تمام کی تمام معروف رائٹرز اس میں ہی موجود تھیں اور دوسری خوشی یہ ملی کہ آپ جس طرح نفس کے نرم دلی سے ہر اک سے بات کرتی ہیں، جواب دیتی ہیں اور نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں بہت خوشی ہوئی اور دل چاہا میں بھی پاکیزہ کا حصہ بنوں۔ پہلے میں کسی دوسرے رسالے کا حصہ تھی۔ اس نے میری بہت حوصلہ افزائی کی۔ اب پاکیزہ کو دیکھا، پڑھا تو بہت دل چاہا کہ پاکیزہ میں خط لکھنے کی جسارت کرتے ہیں۔ ماشاء اللہ شروع سے آخر تک تمام شمارہ زبردست تھا میرے پاس تو الفاظ ہی نہیں کہ تعریف اس کے شایانِ شان کر سکوں اور اگر اک اک سلسلے کی الگ سے تعریف کرنے بیٹھی تو یقیناً میرا خط ناقابلِ اشاعت ہوگا۔ عمیرہ احمد کے ناول عکس کا اختتام زبردست ہوا۔ اتنا پیارا ناول لکھنے پر مبارک باد۔ ناہید سلطانہ کا ناول زندگی بھی بہت اچھا چل رہا ہے۔ پہلی بارش اور مجھے رنگ دے بھی بے حد پسند آئے۔ قیصرہ حیات کا ناول اور اسما قادری کی تحریر بہت نائس تھی اور افسانے تو سارے کے سارے ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ بہنوں کی محفل میں آپ کے جواب پڑھ کر بہت مزہ آتا ہے۔ رنگیلی آپی آپ گریٹ ہو۔'' (گڑیا! اس محفل میں خوش آمدید۔ آپ اپنی تحریریں ارسال کیجیے۔ میں آپ کی حوصلہ افزائی کرنے کی کوشش کروں گی)

نسرین خالد، سانگھڑ سے۔ ''سب سے پہلے تو آپ کو، پاکیزہ کے اسٹاف کو، تمام قارئین اور رائٹرز کو میری طرف

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ کرے یہ نیا سال ہم سب کے حق میں بہت اچھا ثابت ہو، آمین۔ پاکیزہ کی تعریف میں کیا کہوں، چھوٹا منہ بڑی بات۔ نگہت سیما اور عمیرہ احمد کی تعریف کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ دونوں ہی ماشاءاللہ .... بہترین رائٹرز ہیں۔ عمیرہ جی شکر ہے آپ کہیں تو نظر آئیں۔ آپ کی ہر تحریر ہمارے دل پر نقش ہے۔ عکس بھی انہی میں سے ہوگی، انشاءاللہ۔'' (پسندیدگی کا شکریہ)

سویرا فلک، کراچی سے۔ ''آپ کی قوی یادداشت کے باعث اپنی دو سال کی غیر حاضری کے باوجود مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے پہچان لیں اور دعا والتجا یہ ہے کہ دل سے خوش آمدید کہہ کر نئے سال کے شمارے میں جگہ بھی ضرور دیں گی۔ میں بھی پوری کوشش کروں گی کہ اب جو رابطوں کا سلسلہ بحال ہوا ہے تو کہیں سے بھی پھر سے جُڑی ڈور ٹوٹنے نہ پائے۔ آنٹی جون 2009ء میں شادی کے بعد گو کہ بیٹے حسان اور بیٹی ماہم کی آمد نے بے حد مصروف کردیا تاہم شوق اور احباب کے اصرار نے اس سلسلے کو جاری وساری رکھنے کی لگن پیدا کردی۔'' (پیاری سویرا! تم مجھے اچھی طرح سے یاد ہو۔ تم نے مجھے فون کیا اور میں نے آواز سن کر ہی تمہارا نام بتادیا تھا۔ پاکیزہ تمہارا اپنا پرچا ہے، جم جم آؤ بھئی)

سدرہ کلثوم، لکی مروت سے۔ ''میرے پاس الفاظ نہیں ہیں شکریہ ادا کرنے کے لیے۔ بہت بہت شکریہ۔ اُف کتنی خوشی ہوئی جب اپنا نام دیکھا پاکیزہ میں، میرے بیان سے باہر ہے۔ پیاری آنٹی مجھے کہانیاں لکھنے کا بہت شوق ہے، وہ بچی کہانیاں لکھنے کا۔ اس لیے میں اگر کہانی ارسال کروں کوئی غلطی وغیرہ ہو تو آپ اصلاح کردیں گی؟ (جی ضرور) میں آپ کی بہت بہت شکر گزار ہوں آپ نے میرے خط کو جگہ دی۔ میرے بس میں ہوتا تو آپ کے ہاتھ چوم لیتی۔ آج کل میں بالکل فارغ ہوں، کبھی کبھی رونے لگتی ہوں اس فراغت کی وجہ سے کیونکہ سب اسکول کالج چلے جاتے ہیں، امی جاب کرتی ہیں سارا دن میں تنہائی میں گزار دیتی ہوں۔ آج کل کی طرح مجھے ٹی وی، فلم، موبائل وغیرہ کا بھی کوئی خاص شوق نہیں ہے۔ بس کتابیں پڑھنا جنون ہے اور وہ ملتی نہیں۔ پاکیزہ تو دس منٹ لگتے ہیں پڑھنے میں۔'' (پیاری کلثوم آپ ہر ماہ پاکیزہ کے تمام مستقل سلسلوں میں حصہ لو پھر آپ کا وقت لکھنے اور پڑھنے میں گزرنے لگے گا)

سنبل ملک، فیروز والا سے۔ ''آنٹی جانی آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ ہر مہینے تمہارا خط شاملِ اشاعت ہوگا مگر نہ جانے کیوں ڈائجسٹ کے صفحات میرے خط کے لیے کم پڑ رہے ہیں۔ ڈائجسٹ کئی مہینوں سے پانچ تاریخ سے بھی کئی دن اوپر گزر جاتے ہیں تب کہیں جا کر مل پاتا تھا مگر اب ماہ دسمبر میں تو دو دسمبر کو ہی پاکیزہ مل گیا تھا اور عکس پڑھا ویل ڈن عمیرہ احمد۔ زندگی بھی مسلسل آگے بڑھ رہا ہے اور تسنیم، تقدیم، حجاب مکمل نظر آئیں اپنے اپنے کرداروں میں۔ ناہید سلطانہ اختر زبردست۔ پہلی بارش، مجھے رنگ دے زبردست بلکہ پہلی بارش میں اچھا لگا کہ کیسے ایک بیوہ لڑکی کو زندگی کی رنگینیوں میں سے اپنے لیے رنگنے کا مکمل حق ہے یہ سبق بڑا ہی سبق آموز تھا۔ افسانے مجھے منظور ہے عقیلہ حق کا، پیتل کا پیالہ، صباح یوسف، میرا پیارا موتی شیریں حیدر کا اور خارزارِ عشق سب پسند آئے۔'' (شکریہ گڑیا اس سے قبل تمہارا خط ملا ہی نہیں تھا)

نازگل ابڑو، حیدرآباد سے۔ ''ٹائٹل گرل پیاری ہے۔ سب سے پہلے تو ناہید جی کا سلسلے وار ناول پڑھا۔ مدثر پر اتنا غصہ ہے کہ حد نہیں، دل چاہتا ہے کہ پکڑ کر وہ مار لگاؤں کہ یاد رکھے۔ بہرحال یہ والی قسط زبردست تھی۔ مجھے تو نہیں لگتا کہ عباد کو ملک سے باہر جانے کی سعادت نصیب بھی ہوگی۔ قیصرہ حیات کا ناول اس دفعہ بہت اچھا تھا۔ توقیر نہ عیاش ہے نہ فلرٹی پھر بھی ردا کے نخروں کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ فی زمانہ ایسے شریف لڑکے ملنا مشکل ہیں جو لڑکی کو سچے دل سے چاہیں۔ عنیقہ محمد بیگ کا ناول جانِ جاں پڑھا۔ رحما کا نام آج تک مردوں کا سنا ہے۔ رحیمہ، رحمت نام لڑکی کے ہوتے ہیں بہرحال ناول اچھا ہے۔ حیرت ہے رحما، ارمغان اور اکرم کی ہینڈ رائٹنگ میں فرق محسوس نہیں کر پائی جبکہ وہ دونوں ایک ساتھ پڑھ چکے ہیں۔ اس ماہ کی زبردست کہانی ایک شکیلہ رفیق صاحبہ کی بھی تھی۔ انہوں نے بہت اچھا لکھا۔ صائمہ قیصر نے اچھا لکھا مگر ان کے ناولٹ میں نقرئی انگوٹھی سمجھ میں نہیں آئی۔ ہم نے تو آج تک نقرئی ہنسی کے بارے میں پڑھا ہے۔ نقرئی ہنسی وہ بھی ہیروئن کی بہرحال یہ شاید اردو کی نئی تشبیہات ہیں حالانکہ اردو میرا پسندیدہ مضمون رہا ہے اور میں میٹرک کی طلبا اور طالبات کو اسکول میں اردو پڑھاتی ہوں بہرحال یہ لفظ نیا نہیں ہے مگر انگوٹھی کے ساتھ سمجھ میں نہیں آیا (نقرہ کے مطلب چاندی کی انگوٹھی کا لکھا ہے آپ نے اسے ہنسی سے نسبت دے ڈالی)۔ عینی جعفری کا انٹرویو پڑھ کر ہی ذہن میں آیا کہ کیفیسیز لگا کر پاکستانی ہر ماڈل خود کو ایشوریہ رائے ہی سمجھتی ہے۔ بھلے ماڈل گرل بننے سے قبل گھر کے برتن صاف کرتی ہو۔ ماڈل بننے کے بعد وہ لندن کی پڑھی لکھی بن

جاتی ہے۔ یہ ہم پاکستانیوں کا کمپلیکس ہے کہ کبھی نہیں بتاتے کہ ماڈل ایکٹر بننے کے لیے ہم نے کتنی جوتیاں سیدھی کیں اور کتنی اپنی جوتیاں توڑیں۔ بتائیں گے تو یہی کہ فلاں تقریب میں ہم کو کسی مشہور کمپنی والے نے دیکھ کر لیا فلاں فلاں، خیر جلترنگ اس دفعہ مزے کا تھا۔'' (تبصرے کا شکریہ، دیگر ماڈلز کے بارے میں شاید آپ کی رائے صحیح ہو مگر عینی نے واقعی باہر سے پڑھا ہے اور کسی بھی میگزین کے لیے یہ اس کا پہلا انٹرویو تھا)

ام ایمان، کوٹ چھٹہ سے۔ ''عمیرہ جی نے عکس کو بہت خوب صورت موڑ دے کر اس کا اختتام کیا۔ ان کے دیگر ناولوں کی طرح یہ ناول بھی یقیناً ہمارے دلوں میں رہے گا۔ آپا میرا خط عمیرہ جی تک ضرور پہنچایئے گا۔ اگرچہ خط لکھنے میں تھوڑی تاخیر اس لیے ہوگئی کہ اسکول میں بچوں کے دسمبر ٹیسٹ کے سلسلے میں مصروف رہی ہوں تو نہ تو پاکیزہ پورا پڑھ سکی نہ ہی جلد تبصرہ بھیج سکی۔ جتنا پڑھا اس پر تبصرہ حاضرِ خدمت ہے۔ عمیرہ کے ناول کی آخری قسط تھی سوا تنے دن انتظار نہ کیا جاسکا اور پڑھ لیا۔ زندگی بھی حالات کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ خوب صورتی سے اپنی منزلیں طے کررہا ہے۔ ان دو سلسلے وار ناولز کے علاوہ بہنوں کی محفل سے مستفید ہوئی کہ اس کو پڑھے بغیر چین نہیں آتا۔ آپ کے جلترنگ میں شگفتہ آپا کا پڑھ کر جہاں ایک دو ایسے لوگ نظر کے سامنے سے گزرے تھے ان کے چہرے آنکھوں کے سامنے گھوم گئے اور کام کے باعث جو ذہن پر تھکن سوار تھی وہ دور ہوگئی۔ سر پر دوپٹا لیے ماڈل، سرورق بہت اچھا لگا۔'' (نوازش)

آر، یاسمین، لاہور کینٹ سے۔ ''پاکیزہ ہاتھ میں آتے ہی سب سے پہلے دعا نکلتی ہے کہ خدایا سب کی خیر ہو کیونکہ پچھلے دنوں کافی پیاری ہستیوں کی اموات پڑھ لی ہیں اب آگے خیر ہو، آمین۔ انجم نومبر کا رسالہ تو سارے لاہور میں ختم ہوگیا تھا اس ناچیز کو ملا ہی نہیں بہت انتظار تھا کیونکہ اس میں میری چھوٹی سی غزل چھپ گئی تھی اس لیے...... اس لیے اس رسالے سے محروم ہی رہی۔ اس پاکیزہ کی تمام کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں لیکن عمیرہ احمد کی تو بات ہی اور ہے اس مہینے ان کا خوب صورت ناول ختم ہوگیا ہے اب وہ اس سے خوب صورت لکھیں گی بہت بہت ان کو مبارک باد دیں۔ میری دعائیں آپ سب کے ساتھ ہیں۔ خدا پاکیزہ کو اس کے تمام ممبران کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی سے نوازے، آمین۔'' (نوازش)

عابدہ وحید، کراچی سے۔ ''پہلی بار اس محفل میں شریک ہورہی ہوں۔ امید ہے پذیرائی ملے گی۔ پاکیزہ سے دوستی بہت پرانی ہے خط پہلی بار لکھ رہی ہوں پاکیزہ اور سرگزشت دونوں اپنی مثال آپ ہیں۔ پاکیزہ ہاتھ میں آئے تو سب سے پہلے جلترنگ پڑھتی ہوں اور پھر ہنستے ہنستے آگے بڑھتی ہوں۔ عکس کا اختتام ہوگیا، عمیرہ کیا خوب لکھتی ہیں اتنی پُراثر اور جامع تحریر کہ تعریف کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ کس خوبی سے انہوں نے کہانی کو سمیٹا۔ سب سے اچھی بات کہ کہانی کو بے جا طول نہیں دیا۔ ناہید سلطانہ اختر کا زندگی بہت سبق آموز ہے۔ تو جوان نسل اچھا سبق لے سکتی ہے۔ ناہید کی اردو پر رشک آتا ہے بلا ضرورت انگریزی الفاظ نظر نہیں آتے۔ رفعت سراج کا انٹرویو بہت اچھا لگا اس سلسلے میں غزالہ نگار، ماہا ملک، عمیرہ احمد وغیرہ کو بھی لائیں۔ روحانی مشورے میں ڈپریشن سے نکلنے کے لیے کچھ بتائیں۔'' (جی ضرور، آپ درودِ پاک پڑھنے کی عادت بنالیں ڈپریشن خود دور بھاگ جائے گا)

کرن احمد، ملتان سے۔ ''جنوری کا مہینہ آیا تو اس خوش گوار احساس نے کہ مجھے پاکیزہ ڈائجسٹ کا حصہ بنے ایک سال ہوگیا ہے اتنا مجبور کیا کہ میں قلم اٹھانے پر مجبور ہوگئی۔ پاکیزہ ڈائجسٹ اور اس کے قارئین نے مجھے اس ایک سال میں بہت محبت دی جس کی قدروقیمت کو میں لفظ نہیں دے سکتی۔ ایک اور بہت خوب صورت چیز کہ پاکیزہ کے ہر دفعہ کے شمارے کو مزید دلچسپ اور عمدہ تحریروں سے آراستہ کرنے پر انجم آپا کو ڈھیروں مبارک باد۔ اس دفعہ کا جلترنگ پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ انجم آپا میری دعا ہے کہ آپ یونہی ہمیں محظوظ کرتی رہیں، آمین۔ عمیرہ احمد کا عکس ختم ہوا۔ ختم ہونے پر مجھے کچھ اداسی سی ہوئی مگر عکس کی کامیابی پر میری طرف سے ان کو ڈھیروں مبارک قبول ہو۔ عنیقہ محمد بیگ کا جانِ جاں پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ ناول کا ہر کردار دل کو چھو گیا پھر چاہے وہ رحما کی تڑپ ہو یا اکرم کی محبت۔ عنیقہ کو ناول کی پہلی قسط کی کامیابی پر ڈھیروں مبارک باد اور اگلی اقساط کا شدت سے انتظار ہے۔ قیصرہ حیات کو پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ تحریر میں سچائی معلوم ہوتی ہے۔ رفعت سراج نے بھی ٹھیک لکھا تاہم ان سے امیدیں زیادہ تھیں۔'' (اس محفل میں خوش آمدید۔ تبصرے کا شکریہ)

قمر شمس الحق، جھنگ سے۔ ''ہر ماہ ماشاءاللہ نظر نہ لگے ایک سے بڑھ کر ایک شمارہ ہوتا ہے۔ دسمبر کی ٹائٹل گرل کی آنکھیں بالکل دسمبر کی یخ بستہ سرد اور اداس شام کے مانند لگیں۔ دوپٹا اوڑھے ہوئے ماڈل میں تقدس اور احترام کی شبیہہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

نظر آئی۔ اداریہ ان بے دین لوگوں کے لیے بھی ایک انتہائی معلوماتی اور جذباتی صفحہ تھا جو بالکل دینِ اسلام کی اس تاریخ سے نابلد ہیں سید ھا دل پر اثر کیا اس تحریر نے اور آنکھیں چھلکا گیا۔'' (شکریہ)

حدیقہ کنول، لاہور سے۔ ''میں پاکیزہ کو کافی عرصے سے پڑھ رہی ہوں۔ اس کے تمام تر سلسلے بہت ہی اچھے ہیں۔ پاکیزہ نے جو اپنا ایک معیار رکھا ہے وہ اول روز سے اب تک ویسا ہی قائم و دائم ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ اسے ہمیشہ یونہی قائم و دائم رکھے، آمین۔ اس کے سارے ہی سلسلے اتنے شاندار ہیں۔ خاص طور پر مجھے کچھ کہنا ہے اور دین کی باتیں۔ یہ بہت معلوماتی سلسلہ ہے۔ اس میں ہمیں بہت کچھ سیکھنے اور سمجھنے کو ملتا ہے۔ کئی باتیں ہمیں پہلے سے پتا ہوتی ہیں لیکن نئے انداز سے دوبارہ پڑھنے سے ہمارا ایمان پھر سے تازہ ہو جاتا ہے اور کئی باتیں ہمارے علم میں نہیں ہوتیں ان کے بارے میں جان کر ہمارے علم میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مجھے عمیرہ احمد کا سلسلے وار ناول عکس بہت پسند ہے۔ ان کا ایک منفرد سا انداز ہے لکھنے کا جو مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں ان کی کوئی تحریر نہیں چھوڑتی۔ مجھے ان کی تحریر کا شدت سے انتظار رہتا ہے۔ نمرہ احمد اور انجم انصار کا اندازِ تحریر بہت دل فریب ہوتا ہے اور اس کے علاوہ باقی سب بھی بہت اچھا لکھتے ہیں۔ سب کا اپنا ایک لکھنے کا انداز ہے اور بھی اپنے انداز میں باکمال ہیں اور ان سب کو پڑھتے پڑھتے میرے اندر بھی لکھنے کا رجحان پیدا ہوا ہے۔'' (اس محفل میں خوش آمدید۔ پاکیزہ کی پسندیدگی کے لیے ممنون ہوں)

ثنا صاحبہ، ساہیوال سے۔ پاکیزہ کی دیرینہ مداح ہیں۔ تمام رائٹرز کی تحریریں پسند کرتی ہیں بالخصوص صائمہ اکرم کی مداح ہیں۔ پاکیزہ کے معیار کی تعریف کرتی ہیں۔ (شکریہ)

مسز اکرم، راول پنڈی۔ پاکیزہ سے گہری وابستگی اور خلوص کا اظہار کرتے ہوئے اس کے تمام سلسلوں کو پسند کرتی ہیں اور بھی بہتری آسکتی ہے۔ ہومیو پیتھک میں لڑکیوں کے طبی مسائل کے متعلق معلومات اور حل بھی ضرور تحریر کریں۔ (جی ضرور)

نفیسہ آرا، یو اے ای سے۔ ''پاکیزہ بہت اچھا رسالہ ہے اس کے ذریعے ہم تمام دوستوں سے رابطے میں رہتے ہیں۔ کہانیوں کا معیار مزید بہتر ہونا چاہیے۔ کوشش کیا کریں کہ کارنرز پر کوٹیشن اور شاعری معیاری ہو بعض دفعہ لطائف گھسے پٹے ہوتے ہیں۔ بہنیں مختصر خط تحریر کریں تاکہ سب کو شرکت کا موقع مل سکے۔ میری طرف سے سالِ نو تمام پاکستانیوں کو مبارک ہو۔ یو اے ای میں پاکیزہ کی تعداد اور بڑھائیں۔ یہاں راس الخیمہ میں کافی مانگ ہے میری راول پنڈی والی سہیلیاں مجھ سے بذریعہ پاکیزہ رابطہ کریں۔'' (وعلیکم السلام، تجاویز نوٹ کرلی گئی ہیں)

سائرہ عباس، کراچی سے۔ ''مجھے آپ کا رسالہ بہت پسند ہے۔ یہ کراچی میں بک اسٹالوں پر کب تک آجاتا ہے۔ کبھی 8 تاریخ تک نہیں ملتا کبھی 10 کو کہتے ہیں کہ ختم ہو گیا۔ اگر اس میں کلرڈ تصاویر ہوں تو مزہ آجائے۔ رفعت سراج صاحبہ کا انٹرویو پڑھا بہت پسند آیا۔ آپ نے ان سے ان کے ٹی وی ڈراموں کے متعلق کوئی بات نہیں کی۔ آج کل وہ کس چینل کے لیے لکھ رہی ہیں۔ دوسرے کیا وہ ایک، ایک کہانی بھی لکھتی ہیں۔ میں نے زیادہ تر ان کے ناولز کے بارے میں ہی سنا ہے۔ انٹرویو کافی اچھا تھا مگر اور زیادہ سوالات بھی ہو سکتے تھے۔ اب اس کے علاوہ آپ اور بھی رائٹرز کا انٹرویو کریں۔ کہانیوں میں قیصرہ حیات کی کہانی بے جا لمبی لگتی ہے۔ تین چار گھروں کی کہانیاں ہیں دیکھیں قیصرہ کیا انجام دکھاتی ہیں۔ اچھا انجم باجی کیا ہم بھی کوئی مزاحیہ خاکہ بھیج سکتے ہیں۔ میرے بھائی مزے مزے کی اسٹوریاں سناتے ہیں۔ ویسے آپ اپنے رسالے میں بچوں کی تربیت کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ شامل کیا کریں کیونکہ یہ خالص عورتوں کا رسالہ ہے اس لیے ایسی معلومات بھی ہونی چاہیے۔ امید ہے میری باتیں آپ کو بری نہیں لگی ہوں گی۔'' (آپ کوئی مزاحیہ کہانی لکھ کر ہمیں ضرور بھیجیں اور مجھے اپنوں کی باتیں بری نہیں لگا کرتیں)

نگہت رضوی، بہارہ کہو سے۔ ''میں پاکیزہ کبھی کبھی پڑھتی ہوں اس مرتبہ عینی جعفری کا انٹرویو پڑھا، آپ نے ان کی رنگین تصاویر کیوں نہیں دیں۔ ایک میری رائے ہے کہ اگر ٹائٹل پر بھی عینی کی تصویر دے دیتے تو اچھا تھا۔ عینی نے اچھے جواب دیے مگر پھر بھی جن سوالوں کے جواب تفصیل سے دینے تھے وہ انہوں نے مختصر دیے۔ کہانیوں میں ناہید سلطانہ صاحبہ کی اسٹوری زبردست جا رہی ہے۔ وہ بہت تفصیل سے اور معلوماتی لکھتی ہیں۔ اس دفعہ عتیقہ کا جانِ جاں بھی اچھا ہے مگر معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ لڑکی گاؤں کی ہے یا شہر کی۔ صائمہ قیصر کا نام کافی عرصے بعد نظر آیا۔ یہ آپ نے شکیلہ رفیق کا افسانہ اچھا شامل کیا ہے۔ یہ بہت پرانی رائٹر ہیں ناں؟ رضوانہ پرنس نے لوڈ شیڈنگ کا حال اچھا بیان کیا مگر ماں کی ممتا کا بھی ذکر خوب کیا۔ سکینہ

فرخ کی کہانی پرانا موضوع اور نیا اسٹائل تھا۔ عمیرہ سید نے بہت ہی مختلف اور انوکھے موضوع پر لکھا...... لگتا ہے یہ کچھ کچھ سچی کہانی ہے۔ یہ تو سن رکھا تھا لڑکے انگریز لڑکیوں سے شادی وہاں رہنے کے لیے کر لیتے ہیں مگر پھر ان کے ماں باپ زبردستی یہاں بھی ان کی شادی کروا دیتے ہیں پھر جو مشکلات پیدا ہوتی ہیں اس پر بھی عمیرہ جی بھی لکھیں۔ نسرین خالد کیا کوئی نئی لکھنے والی ہیں کافی سنبھل سنبھل کر لگتا ہے انہوں نے اجالوں کا سفر لکھی ہے کیا ایسا ہو جاتا ہے پھر مسلمان گھرانے مان بھی جاتے ہیں کیسے؟ مجموعی طور پر اچھی کہانیاں تھیں۔ کھانے کی ترکیبوں کے ساتھ بیوٹی کی بھی ترکیبیں دیا کریں۔'' (شکیلہ رفیق ہماری سینئر ترین رائٹر ہیں اور ان کا افسانہ ہم نے اپنے قارئین کی فرمائش پر شائع کیا ہے دیگر تبصرے کے لیے ممنون ہوں)

نگہت اعوان، اسلام آباد سے۔ ''عمیرہ احمد کے ناول کا شاندار اختتام ہوا ان کو بہت مبارک ہو۔ ڈیر انجم باجی آپ کا رسالہ کافی اچھا ہے۔ میری امی بھی شوق سے پڑھتی تھیں میں وقت ملنے پر ضرور پڑھ لیتی ہوں۔ سلسلے وار کہانیاں ذرا کم ہونی چاہیے اس میں دھیان اٹکا رہتا ہے۔ آج کل خالص رومانی کہانیاں نہیں لکھی جاتیں جیسے پہلے ہوتی تھیں۔ ویسے تو اصلاحی کہانیاں لکھی جاتی ہیں بس بہت زیادہ نصیحت کہانی کا مزہ خراب کر دیتی ہے۔ رائٹرز سے گزارش ہے کہ مشکل ناموں کے معنی بھی بریکٹ میں لکھ دیا کریں۔ اب عمیرہ احمد اور ناہید سلطانہ اختر صاحبہ کا بھی انٹرویو ضرور کریں۔ اب ربیع الاول کا مہینہ آرہا ہے۔ میں کچھ نعتیں بھیجنا چاہتی ہوں، شائع کر دیں گی؟'' (تجاویز کا شکریہ۔ اپنی نعتیں ضرور بھیجیں)

تسنیم رضا ذوالفقار، کراچی سے۔ ''عکس کی آخری قسط اس کے انتہائی مکمل اور اطمینان بخش اختتام پر رائٹر کو داد نہ دینا کنجوسی کے زمرے میں آتا ہے۔ عمیرہ احمد ویل ڈن عکس نے اپنی زندگی میں مشکلات کا سامنا کیا اس لیے وہ ہر ایک کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھتی تھی جس کی بنا پر اس نے شہر بانو کو وہ مقام دلوایا جس کا عام عورت تصور بھی نہیں کر سکتی۔ بڑائی ہو تو ایسی اس میں ہمارے لیے بہت سبق ہے کہ تنگ نظری کے بجائے دل کشادہ رکھیں پھر کرشمہ دیکھیں کہ لوگ آپ کو کس قدر عزت دیں گے مگر جبکہ مسیح کے مسئلے پر پتا چلا کہ عورت خواہ عکس جیسی مضبوط ہی کیوں نہ ہو ہوتی ایک عورت ہی ہے تھوڑے دل کی مالک۔ زندگی میں تسنیم نے اپنی زندگی فریب محبت میں خراب کی مگر اس کی بدولت ثریا جیسی منہ پھٹ مگر پُرخلوص عورت ملی جو اس کی بہن کا رشتہ کروانے میں پیش پیش ہے۔ یہ عباد کس ڈگر پر جا رہا ہے جس ماں نے تن تنہا مشکلات کے بھنور میں اس کی پرورش کی اس ماں کو یہ صلہ دیا کہ خود تو عیش کر رہا ہے اور ماں کو اکیلا چھوڑ رکھا ہے۔ پیارا موتی میں شیریں حیدر نے کیا خوب جاسوس کا پتا بتایا کیا خوب گواہ بنا سارہ کا۔ صائمہ اکرم کی پہلی بارش میں حارث نے لفظی نہیں بلکہ عملی طور پر اپنی محبت کا اظہار کیا۔ عقیلہ حق کی مجھے منظور ہے میں یہ جملہ پڑھ کر بیٹی امانت ہے ماں اس کی امین اس امانت کی اگر وہ حفاظت نہیں کر سکی تو ماں منافق کہلائے گی۔ خارزارِ عشق میں ثمرہ کو چلو جیسا تیسا بھی ایک گھر مل گیا مگر امینہ نے بڑا حوصلہ کیا شوہر کے بٹوارے کا۔'' (تبصرے کا شکریہ)

فصیحہ آصف خان، ملتان سے۔ ''اس نئے سال کو ہمارے لیے سکھ چین اور امن کے لیے مختص کر دے۔ انسانیت کے نام پر ان لوگوں سے استدعا ہے اس سال نہیں بلکہ قیامت تک پاکستان کی سلامتی کو داؤ پر نہ لگائیں۔ کسی کو دھماکے، ٹارگٹ کلنگ اور ناحق نہ ماریں۔ اپنے اندر صبر، برداشت اور خوفِ خدا کو جگہ دیں۔ گھروں کو نہ اجاڑیں نہ بددعائیں لیں۔ چند روزہ زندگی کو اپنے اور دوسروں کے لیے آسان بنا کر آخرت کا سامان کریں تو خوشیاں دور نہیں۔'' (اللہ تعالیٰ ہم سب کی یہ دعا قبول فرمائے، آمین)

☆ پاکیزہ کا مارچ کا شمارہ بہار نمبر اور اپریل و مئی کے شمارے سالگرہ نمبرز ہوں گے۔ آپ اپنے مراسلات بہار اور سالگرہ کے حوالے سے جلد از جلد ارسال کیجیے اور آئیں اب اس محفل کے اختتام پر سب ساتھ مل کر دعا مانگتے ہیں۔ یا ارحم الراحمین میرے جسم کو شفا، میرے دل کو اپنی ذات کا یقینِ کامل اور آنکھوں کو نورِ بصیرت عطا فرما اور جب تک زندہ رہوں اپنے ذکر کو صبح شام میری زباں پر جاری فرما دے اور ایسی جگہ سے مجھے رزق دے جو بلا رکاوٹ ملتا رہے اور تو مجھ سے راضی رہے، آمین...... ثم آمین۔

یا مجیب یا مجیب یا مجیب

دعا گو

آپ کی اپنی باجی

انجم انصار

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاکیزہ ڈائری

عظمیٰ آفاق سعید

حمدِ باری تعالیٰ

مجھے بخشا ہے تو نے ہی شعورِ زندگی یارب
ترے ہی نور کی ہے ہر طرف تابندگی یارب
اجالوں میں اجالا ہے تصور تیری ہستی کا
مٹا دیتی ہے ظلمت کو بھی تیری روشنی یارب
تیری مدحت سرائی میں بسر ہوتے تو ہیں لمحے
مگر محسوس ہوتی ہے ابھی کچھ تشنگی یارب
مجھے کر دے عطا وہ علم جس سے خود کو پہچانوں
میں خود کو جان کر پا جاؤں آخر آگہی یارب
ادا ہو جائے حقِ بندگی زہرا تو میں سمجھوں
ملے گی ایک دن مجھ کو بھی در پہ حاضری یارب

شاعرہ: منیبہ زہرا نقوی
مرسلہ: شمسہ الماس، کراچی

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

رحمان کی عطا ہے کہ یوم حساب میں
مشکل کشا حضور ﷺ ہیں امت کے باب میں
دنیا یہ کہہ رہی تھی کہ دنیا میں کیا ملا
میں نے بھی کہہ دیا ہے محمد ﷺ جواب میں
مہکی ہوئی فضائیں ہیں طیبہ کی جس قدر
خوشبو کہاں ملے گی وہ عطر و گلاب میں
نیکی مری بھی آئے کوئی کام اے خدا
مل جائے مجھ کو خاکِ مدینہ ثواب میں
کردار دیکھنا ہو تو دشمن سے پوچھیے
کیا کیا صفات پائیں رسالت مآب ﷺ میں
عنبر ہے ان ﷺ کی شان جدا ان ﷺ کے واسطے
مدحت سرا خدا بھی ہے اپنی کتاب میں

شاعرہ: عنبرین حسیب عنبر

بہترین مہر

حضرت ابو طلحہؓ نے اسلام لانے سے پہلے اُمِ سلیمؓ کو نکاح کا پیغام دیا۔ ام سلیمؓ نے کہلوایا۔ ”میں مسلمان ہو چکی ہوں اور تم کافر...... میرا تمہارا نکاح ممکن نہیں...... ہاں اگر تم اسلام لے آؤ تو ٹھیک ہے۔“ حضرت ابو طلحہؓ اسلام لے آئے جب مہر مقرر ہونے لگا تو ام سلیمؓ نے فرمایا۔ ”ابو طلحہؓ کا قبولِ اسلام ہی میرا مہر ہے۔“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ”آج تک کوئی عورت اُمِ سلیمؓ سے بہتر مہر مقرر نہیں کرا سکی۔“

مرسلہ: سدرہ خالد، دوکوہ

لاجواب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک عیسائی اور ایک یہودی آئے اور آپ کو لاجواب کرنے کے لیے ایک سوال کیا۔

1۔ اے علی! یہ بتاؤ کہ وہ کون سی چیز ہے جو ہم تو دیکھتے ہیں پر اللہ نہیں دیکھتا؟

2۔ محمد ﷺ کہتے ہیں قرآن میں ہر چیز کا علم ہے مگر وہ کیا ہے جو قرآن میں نہیں لکھا؟

بابِ علم نے مسکرا کر جواب دیا۔ اللہ خواب نہیں دیکھتا کیونکہ اس کو نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ آتی ہے۔

دوسرے یہ کہ قرآن میں سب کچھ لکھا ہے پر جھوٹ نہیں لکھا ہوا۔

عزت اور پردہ

☆ دنیا میں بہت سی کتابیں ہیں مگر غلاف صرف قرآن پاک کو ہی چڑھایا جاتا ہے۔

☆ دنیا میں بہت سی عمارتیں ہیں مگر صرف خانۂ کعبہ کو ہی ڈھانپا جاتا ہے۔

☆ دنیا میں کثیر تعداد میں عورتیں ہیں مگر پردہ صرف مسلمان خواتین ہی کرتی ہیں۔

☆ یعنی کہ ہمیشہ عزت والی چیز کو پردے میں رکھا جاتا ہے۔

مرسلہ: اُمِ ایمان، ڈیرہ غازی خان

نئے سال کے لیے دعا

اے میرے معبود میرے پروردگار
بُھلا دے تو دلوں سے
قومیت، فرقہ پرستی
مٹا دے تو دلوں سے
نفرت، توہم پرستی
توڑ دے ان ہاتھوں کو
تھامے ہوئے ہیں جو
موت کا پروانہ
دراز جن کی ہے رسی
کھینچ لے اب تو خدارا
کیونکہ صرف تو ہی
یہ سب کر سکتا ہے
اور اس کے بعد ہی
رونے والے
ہنس سکتے ہیں
دلوں میں گلاب
کِھل سکتے ہیں

شاعرہ: فرحت احمد، گلشن حدید، کراچی

اداس جنوری

نیا سال ہے
جنوری کے دن ہیں
تیرا انتظار شدت سے ہے
آنکھ منتظر ایک مدت سے ہے
پوچھتی ہے مجھ سے، میری ویران تنہائی
وہ کب آئے گا
جو بن کے جاں دل کے دریچوں میں رہتا ہے
کہا میں نے بھیگی پلکیں جھکا کر
ہم سفر جنہیں اور مل جائیں
وہ لوٹ کے آتے نہیں
پھر ملتے نہیں
درد کے فاصلے گھٹتے نہیں
سال نیا ہو یا پرانا
ان کے لیے کوئی معنی رکھتے نہیں
آس کا دیا جلے بھی تو کب تک
حوصلے تھک کے سسکیوں میں بدل گئے ہیں
خواہشوں کے سارے جگنو آنسوؤں میں ڈھل گئے ہیں

شاعرہ: فصیحہ آصف خان، ملتان

جنوری جب آتی ہے

تیری یادیں بہت ستاتی ہیں
پھر رات رات بھر
نیند نہیں آتی
یادوں کی رہگزر پر
چل پڑتی ہوں پھر
میں گم صم سی
اداسی میرے وجود کے
ہر اک عضو سے لپٹ لپٹ جاتی ہے
تیرے ساتھ چلی تھی
تیرے ساتھ رہی تھی
تیرے خیال میں ڈوبی تھی
تیرے حصار میں رہی تھی
وہ نرم نرم سی دھوپ
وہ خنک خنک سی صبح
وہ سرد سرد سی شامیں
بہت یاد آتی ہیں

شاعرہ: نسیم نیازی، لاہور

اچھا دوست

ایک اچھا دوست اگر سو بار بھی روٹھ جائے تو ہر بار اسے مناؤ کیونکہ قیمتی موتیوں کی مالا جتنی بار بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

ٹوٹے اسے پرونا پڑتا ہے۔

مرسلہ: شازیہ رباب، نند پور کاموکی

پیار

خدا کو تمہارے سجدوں سے کوئی سروکار نہیں ہے اسے فقط تمہارے دلوں کی سچائی اور پاکیزگی سے پیار ہے۔ مصیبت میں مایوس نہیں ہونا چاہیے اور خوشی میں پھولنا نہیں چاہیے کیونکہ ہر شے متغیر ہونے والی ہے قائم صرف خدا کی ذات ہے۔

مرسلہ: تسنیم رضا ذوالفقار، فیصل آباد

غزل

زندگی کا نشاں نہیں ہوتا
تو جہاں میری جاں نہیں ہوتا
جانے کیوں تیری بے وفائی پہ بھی
دل میرا بدگماں نہیں ہوتا
میں غموں کا سہارا لیتی ہوں
جب میرا مہرباں نہیں ہوتا
آشیاں روز روز جلتا نہیں
روز ہی امتحاں نہیں ہوتا
دل کے جلنے کو کس نے دیکھا ہے
جلتے دل میں دھواں نہیں ہوتا
ہم سنائیں تو کیا سنائیں فرّی
دردِ دل داستاں نہیں ہوتا

شاعرہ: فریدہ فرّی یوسف زئی، لاہور

نظم

لوٹ کے نہ آؤ گے
موجِ صبا ہو تم
سب کو بھول جاؤ گے
سخت بے وفا ہو تم
دشمنوں نے جتلایا
دوستوں نے سمجھایا
پھر تمہارا خط آیا
ساتویں سمندر کے
ساحلوں سے کیوں تم نے
پھر مجھے صدا دی ہے
تیرے عشق میں جانی
اور ہم نے کیا پایا
درد کی دوا پائی
دردِ لا دوا پایا
کیوں تمہارا خط آیا

شاعر: ابن انشا

پسند: نفیسہ آرا، راس الخیمہ

تمباکو نوشی

ایک سگریٹ ساز ادارے کی اشتہاری کمپنی کو جب یہ معلوم ہوا کہ وادیٔ گلگت میں ایک ایسا بوڑھا رہتا ہے، جس کی عمر عنقریب سو سال ہونے والی ہے تو اس سے ملنے کے لیے اپنے ادارے کے ایک سینئر آفیسر کو روانہ کر دیا۔

افسر نے گلگت پہنچ کر اس بوڑھے کو تلاش کیا اور اس سے ملتے ہی اس سے کہا۔ ”دیکھیں بڑے صاحب۔ کل ہم ہوائی جہاز سے اسلام آباد چلیں گے اور وہاں سے کراچی...... کراچی میں ہم آپ کی سوویں سالگرہ منائیں گے۔ ہم آپ کو پچاس ہزار روپے نقد بھی پیش کریں گے۔ آپ کا اس تجویز کے بارے میں کیا خیال ہے؟“

بوڑھے شخص نے ایک اور سگریٹ سلگاتے ہوئے جواب دیا۔ ”تجویز تو بہت اچھی ہے مگر ٹی وی پروگرام صبح کے اوقات میں مت رکھیے گا۔“

افسر نے حیرانی سے پوچھا۔ ”وہ کیوں؟“

”کیونکہ دوپہر تک میری کھانسی کسی طرح نہیں رکتی۔“ بوڑھے نے بتایا۔

مرسلہ: عندلیب زہرا، کراچی

میں اکثر گنگناتی ہوں

صغریٰ زیدی

☆ سامعہ تبسم...... ملتان

پھول کھلتے ہیں تو ہم سوچتے ہیں
تیرے آنے کے زمانے آئے

☆ رابعہ تبسم...... ملتان

اب راہ کی زحمتوں کا انہیں کیا ثبوت دوں
منزل ملی تو پاؤں میں چھالے نہیں رہے

☆ فریدہ فری یوسف زئی...... لاہور

نہ کبھی ہماری محبت کی آزمائش کر سکو گے
جاں سے زیادہ کیا فرمائش کر سکو گے
چاہتے ہیں تم کو اتنا جتنا سمندر میں ہے پانی
کیا سمندر کے پانی کی پیمائش کر سکو گے

☆ جبیں نیاز...... سرگودھا

تاروں کی طرح روز ہی یہ ٹوٹتا ہے دل
اِک آپ نے توڑا تو ہُوا کون سا ستم

☆ فضہ بتول...... بھارہ کہو

وہ کیا جانیں کہ ان آنکھوں میں
خواب کتنے سجائے جاتے ہیں
روز ہوتی ہے اُن کو مایوسی
روز ہم آزمائے جاتے ہیں

☆ عرشیہ جنید...... کراچی

حُسن بکھرا ہے جا بجا یارو
کس نظارے پہ نظر ٹھہراؤں

☆ ممتاز خانم...... کراچی

کل طنز میری ذات پہ کچھ اس طرح ہوا
شعلوں کے پیراہن میں، سلگتا رہا بدن
اہلِ جنوں کے بس میں، دونوں ہی نہیں ہیں
عاشق کا گریباں ہو یا محبوب کا دامن

☆ ماہ نور قیصر...... راولپنڈی

رستے پہ پڑنے والا ہر نقش کہہ رہا ہے
دیوانہ وار کوئی، پہنچا ہے دار تک

☆ ایلیا عباس...... لاہور

تمہیں بھی راس نہیں آئی گردشِ مہ و سال
ہم ایسے لوگ بھی کم فرصتی کی نذر ہوئے
ملال تو انہی لمحوں کا ہے ہمیں بھی کہ جو
تمہارے نام کے تھے اور کسی کی نذر ہوئے

☆ کائنات حلیم...... میرپور خاص

لہو بہانا تو اب کھیل ہو گیا ورنہ
ہمیں بھی شوق نہیں تھا زمیں بھی پیاسی نہ تھی
یہ کیا کہ اپنی ہی بدصورتی کے خوف سے ہم
کسی کے خواب کچل دیں یہ بدحواسی نہ تھی

☆ فاطمہ بلال...... کینیڈا

ازل سے ڈھونڈ رہی ہے نگاہ انساں کی
وہ ایک دن کہ نہیں جس میں کوئی صبح و شام
نہ جانے پیار کی نظروں کے فاصلے ہیں کہاں
کہ ایک عمر سے سُونے پڑے ہیں یہ در و بام

☆ نگہت اعوان...... اسلام آباد

آج کچھ مضمحل سی یادوں کے
یوں سلگنے لگے ہیں افسانے
جیسے اِک نیم سوز شمع کے گرد
سسکیاں لے رہے ہوں پروانے

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

جلترنگ

انجم انصار

چھوٹے بڑے خواب

لڑکیوں کی چاہت ان کی نس نس سے آشکار ہوتی ہے۔ ان کے بولنے، دیکھنے، ہنسنے اور چلنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ محبت کا نشہ سر کا سودا بھی بن چکا ہے۔

مگر یہاں تو ایسی کوئی بات ہی نہیں تھی بلکہ الٹا ان کا مذاق ہمارے گھر میں اُڑا کرتا تھا۔ (ایسی اڑان کہ کیا شہر میں آلودگی کی ہوگی)

ہم چیچو کی ملیاں کے قریب رہتے تھے اور وہ لاہور شہر سے اپنے کسی عزیز کی بگڑی ہوئی شادی کو سنوارنے کے سلسلے میں ہمارے گاؤں آئے ہوئے تھے۔ نہ جانے انہوں نے یہ کیسے سوچ لیا کہ کسی چھوٹی سی جگہ پر رہنے کے باعث ہم بہنوں کے خواب بھی چھوٹے چھوٹے سے ہوں گے۔ شاید ان کا یہ بھی خیال ہو کہ ان کے کنوارے ہونے کے ناتے وہ ہم بہنوں میں کسی ایک کے خوابوں میں بھی بستے ہوں۔ وہ جب بھی ہمارے ہاں آتے، اس انداز میں آتے جیسے اپنی ہونے والی سسرال میں آئے ہوں۔ نہ جانے وہ کس بوتے پر ایسا سوچ بیٹھے تھے یا ان کا خیال تھا اگر ان کی مانگ بڑے شہروں میں نہیں ہے تو چھوٹی جگہ تو خوب بڑھ بڑھ کر ہوگی۔

بڑی آپا کا تو خیال تھا وہ اپنے آپ کو کسی گھٹیا برانڈ کا میک اپ کا سامان سمجھ بیٹھے ہیں جنہیں شہر کی لڑکیاں تو ٹھکرا دیتی ہیں اور گاؤں کی لڑکیاں ٹوٹ پڑتی ہیں۔ وہ تعلیم کے حوالے سے خاصے واجبی سے بلکہ ذہانت میں تو اچھے خاصے غبی تھے۔

ہماری چھوٹی بہنیں دھڑلے سے ان کا مذاق اڑاتیں، مجال ہے کہ وہ برا مان جائیں۔ وہ دھیمے دھیمے انداز میں ایسے فخریہ مسکراتے جیسے چوتھی میں کوئی سالی ان کے پیر سے جوتی چرا کر لے گئی ہو اور اس بات میں ان کو مزہ آرہا ہو اور وہ فخر سے اپنی سالیوں کو دیکھ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں جتا رہے ہوں کہ ہم بہت دل والے ہیں، کنجوس مت سمجھنا۔

بعض دفعہ ان کی یہ بے وقوفانہ اور بے ہودہ مسکراہٹ ان کے لبوں سے نوچ پھینکنے کو دل چاہتا۔

تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی مالی حالت بھی خاصی کمزور تھی کہ ان کی دیگر خامیاں بھی دب جاتیں مگر وہ تو اس قابل بھی نہیں تھے کہ کبھی کسی کو کوئی ڈھنگ کا تحفہ بھی دے سکیں۔ (ان کی بدنصیبی کی حد تھی)

جہاں آکر ٹھہرے ہوئے تھے وہ بھی عاجز آکر ان سے پوچھ رہے تھے۔ ''بھئی ساجد گھر تمہیں یاد آرہا ہوگا؟''

''نہیں تو۔''

''بہن بھائی یاد کر رہے ہوں گے؟''

''بڑے شہروں میں کوئی کسی کی پروا نہیں کیا کرتا، یہ تو گاؤں ہے جہاں آکر ہمیں ایسا لگ رہا ہے کہ ہمیشہ سے ہی یہاں رہتے تھے اور یہاں کے لوگ بھی ہمیں بہت پیارے ہیں جب ہی تو ہم یہاں ٹکے ہوئے ہیں۔''

''پھر بھی بھیا سب کو اپنے گھر جا کر ہی سکون ملا کرتا ہے کوئی کہیں بھی چلا جائے بہرحال اسے اپنے گھر جانا ہی ہوتا ہے۔'' وہ باتوں ہی باتوں میں اتنا واضح پیغام سن کر بھی وہ بات اپنی ہنسی کی تانوں میں اڑا دیتے کہ کہنے والے کا دل انہیں سوائے گالیاں دینے کو کچھ اور نہ چاہتا مگر وہ دل ہی دل میں اپنے آپ کو کوس کر رہ جاتا۔

وہ جب بھی ہمارے ہاں آتے اس قدر بولتے اس قدر بولتے کہ ہماری ایک خالہ کو تو وحشت کا دورہ ان کی باتیں سن کر ہی پڑا تھا۔ وہ اپنے آپ کو اتنا قابل سمجھنے لگتے کہ ساری سنی سنائی باتوں کی علمیت وہ اپنے چار جملوں کی ناتواں کمر پر لاد لیتے۔ ایسے میں ہماری آپا کا دل چاہتا کہ انہیں ہم اپنی چھت پر لے جا کر نیچے دھکا دے دیں۔ کوتاہ قد، مختنی سا وجود اور پھر اس پر باریک سی آواز اور پھر ان کی پھٹکار ماری ہنسی کے ساتھ ان کی صورت دیکھ کر واقعی سینہ کوٹنے کو دل چاہتا (ان کا سینہ) وہ جب بھی ہمارے گھر آتے ہم بہنوں کو دیکھ کر نہ صرف شرماتے بلکہ گھگیاتے بھی۔

نہ جانے کیوں ہم چاروں بہنوں کو دیکھ کر انہوں نے یہ سوچ لیا تھا کہ اماں جان ہم میں سے کسی ایک کو یقیناً ان کی جھولی میں ضرور ڈال دیں گی۔ ان کو دیکھ کر کوئی کتنا ہی بیزاری کا اظہار کرتا برا ماننا تو انہوں نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ ان کے پاس وقت کی فراوانی تھی۔ وہ جب دل چاہتا منہ اٹھائے چلے آتے اور ایسے آتے جیسے آکر احسان کیا ہو۔ چڑھتی تیوریوں اور بیزار لہجوں کی انہیں پرکھ ہی نہیں تھی۔ لوڈو اور تاش کے گیمز میں وہ زبردستی شریک ہو جاتے اور ان کی قربانیاں اس وقت دیکھنے کے قابل ہوتیں جب چھوٹی آپا کی گوٹ پٹ رہی ہوتی مگر وہ جان بوجھ کر غلط چال چل دیتے۔ اِکا ہاتھ میں ہوتا اور میرا غلام بنوا دیتے۔ (ظاہر ہے کہ وہ اس سے زیادہ قربانیاں دینے کے اہل بھی نہیں تھے) مگر ایسے میں بڑی آپا کا غصہ دیکھنے کے قابل ہوتا اور وہ بے وجہ انہیں یوں بے مہار سناتیں کہ ہم لوگوں کی کھی کھی بھی کھسیاہٹ میں تبدیل ہو جاتی اور ہم بہنیں ایک دوسرے کے ٹہوکے مارتیں۔ تب وہ بڑی آپا کو چھوڑ کر مجھے دیکھنے لگتے تو میں تاش کے پتے پھینک کر اماں کے کمرے کی راہ لیتی۔ تو ایسے میں وہ چھوٹی بہن فرزانہ سے خواہ مخواہ گفتگو کا دورانیہ طویل کرنے کی کوشش کرتے اور وہ جان چھڑا کر بھاگتی۔ ناز خواہ مخواہ سوتی ہوئی بن جاتی۔ ایسے میں وہ اکیلے لوڈو کی کئی بازیاں کھیلتے، کھنکارتے مگر جب کوئی شنوائی نہ ہوتی تو بڑی سی جمائی لے کر اٹھ کھڑے ہوتے اور چلتے سمے اتراہٹ بھرے لہجے میں بڑبڑا رہے ہوتے۔

''چلو بھئی ساجد...... چلو بھئی ساجد۔ اب اپنے گھر چلو.. کیسا برا وقت ہے ہر گھر میں لڑکیاں بھری پڑی ہیں مگر ڈھنگ کا بر نہیں بلکہ کوئی آتا ہی نہیں ہے خیر اللہ سب کا مالک ہے۔ کسی نہ کسی لڑکے کے دل میں رحم آہی جائے گا۔ کسی کا تو بھلا ہو ہی جانا چاہیے۔''

ان کے جاتے ہی بڑی آپا دروازہ یوں دھڑام سے بند کرتیں.... کہ راہ چلتے بھی دروازے کے شور پر مڑ کر دیکھتے۔

''چلو بھئی لڑکیوں! سونے کے لیے لیٹ جاؤ۔ آج تو مشکل ہے، ڈھنگ سے نیند آئے، خیر اللہ مالک ہے۔ کسی نہ کسی پر نیند کو رحم آہی جائے اور اسے نیند آجائے گی۔'' تب اماں کو بھی اپنی ہنسی روکنا مشکل ہو جاتی اور ہم چاروں بہنوں کی کھی کھی تو آسمان تک جاتی۔

میرا شوق

صرف ایک ہی شوق ہے میرا۔ رسائل و کتب سے زیادہ چہرے پڑھا کرتی ہوں۔ اس میں مجھے مزہ بھی خوب آتا ہے۔ چہرے پڑھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رسائل اور کتب کی قیمتیں آسمان سے باتیں جو کرنے لگی ہیں اور کتاب خریدنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ اگر مہنگی کتابیں خرید کر اپنے شیلف میں سجا کر رکھوں تو دوست لے جا کر جذبۂ دوستی کو امتحان میں ڈال دیتے ہیں۔ جس میں مجھے پورے پورے نمبر سے فیل ہونا پڑتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی دوست اطلاع دے کر آئے تو میں شیلف کی کتابیں چھپا کر بچوں کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

ٹوٹے ہوئے کھلونوں سے سجایا کرتی ہوں۔ چہرے پڑھنے میں عموماً مجھے کامیابی ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ زیادہ تر چہرے چغل خور ہوتے ہیں۔ اگر وہ غمگین ہیں تو ان کا دکھ درد سائے کا سارا چہرے سے پھوٹ پھوٹ کر روتا نظر آتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ اگر وہ چہلم کا کھانا کھا کر نکلے ہوں یا سوئم کے چنے پڑھ کر رومال میں چنوں کی تھیلی لے کر گھر جا رہے ہوں تو اُن کی گفتگو سے بھی کافور کے بھبکے آتے ہیں۔ ذرا سا بخار چڑھ جائے تو منہ اُتر سا جاتا ہے اور کہیں خدانخواستہ ہیضہ، چیچک یا طاعون ہو جائے تو فوراً قبر کے مُردوں کی ریس کرنے لگتے ہیں۔

ناگہانی بیماری میں مجال ہے کہ امید کے ستونوں کو تھام کر چلیں، ڈاکٹر کے جواب دینے سے پہلے اُن کے چہرے جواب دینے لگتے ہیں... کہ کبھی کبھی آنکھوں سے وصیتیں لکھوائی جاتی ہیں...... امنگیں دُہرائی جاتی ہیں اولاد پر اور سرمائے کا خزانہ منتوں میں خالی کر دیا جاتا ہے حالانکہ اس خزانے کا قفل اگر وقت سے پہلے کھول دیا جاتا تو اعصابی چوٹیں اس حال تک ہرگز نہیں پہنچاتیں۔

اسی طرح اگر لوگ خوش ہوتے ہیں تو اُن کے چہروں پر چراغاں سا ہو جاتا ہے۔ آنکھیں تک چھما چھم ناچ رہی ہوتی ہیں۔ خوشی کی کوئی ادا چھپائے نہیں چھپتی۔

اگر پرموشن ہوا ہو...... نئی کار لی ہو...... بیٹے، بیٹی کا اوقات سے زیادہ رشتہ کہیں رشتہ طے ہو گیا ہو۔ کسی نے کوئی خوش آئند وعدہ کر لیا ہو...... تب بھی مسرتیں ایسے ہی سرِ عام بغلیں بجاتی ہیں اور اپنی جانب لوگوں کو متوجہ کرتی ہیں۔

خوب صورت مکانوں اور خوب صورت چہروں میں ایک مماثلت ضرور ہوتی ہے کہ دونوں شان دار ہوتے ہیں۔ فرق ہوتا ہے تو صرف اتنا کہ کسی بھی شان دار مکان کو دیکھ کر اطلاعی گھنٹی بجانے سے قبل اس کے مکینوں کا شجرہ از خود معلوم ہو جاتا ہے۔

مکان سے متعلقہ مکین کتنے پانی میں ہیں اس کا اندازہ صرف مکان کی بیرونی لوکیشن کو دیکھ کر ہو جاتا ہے۔

مگر بعض چہرے چغل خور ہوتے ہیں کہ شہزادوں کی سی شان کے مالک ہوں گے مگر وہ تہی دست ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض چہرے جن کی شکلیں دیکھ کر معاف کرو کہنے کو دل چاہتا ہے...... وہ پوتڑوں کے رئیس نکل آتے ہیں۔

ان غلیظوں کو دیکھ کر بعض دفعہ متعلقہ لوگوں کے حسب نسب تک تبدیل کرنے کو دل چاہتا ہے اور جب میں ایسا نہیں کر سکتی تو مت پوچھیں کہ مجھے کتنی کوفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے...... میں اپنے گھر سے بہت اچھی خدمت گزار ملازمہ کو اس وجہ سے نکال چکی ہوں کہ اکثر نوواردو سب اسے دیکھ کر سلام کرتے ہیں اور مجھے دیکھ کر...... پانی لانے کا حکم جاری کرتے ہیں...... تب میرے شوق کا کیسا تیا پانچہ ہوتا ہے کہ اس کی تصویر تک کھینچنے کے قابل نہیں رہتی۔

اور یوں بھی ہر انسان کی زندگی میں ایسا وقت بھی ضرور آتا ہے کہ جب اس کو اپنے شوق خود ہی برے لگتے ہیں۔ وہ ان سے اکتا جاتا ہے۔ بیزار ہو جاتا ہے۔ وہ ان کو اپنے قریب بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔

اور ایسا اسی وقت ہوتا ہے...... جب ہم اپنے ذوق شوق میں اپنی طبیعت کے مطابق تبدیلی نہیں کر پاتے۔

میں کس میں کیا کیا تبدیلیاں کرنا چاہتی ہوں، یہ پھر کسی موقع پر بتاؤں گی...... اور یوں بھی میں ہمہ وقت سچ بول کر اپنے دوستوں کی تعداد میں کمی نہیں کرانا چاہتی...... جی ہاں...... پھر کبھی سہی...... او کے۔

☆☆☆

میرا انتخاب

آمنہ حماد

الفاظ کو برتنا ایک جادوگری ہے، الفاظ کی یہ جادوگری فراق کا خاصہ ہے۔ کلاسیکی شاعری سے فراق گورکھپوری کی غزل کا انتخاب با ذوق قارئین کے لیے کلاسیکی شاعری کا کلام ہر دور اور ہر قاری کے لیے اثر انگیز ہے اس کا انتخاب رضوانہ ملک نے کراچی سے کیا ہے۔

غزل

کسی کا یوں تو ہوا کون عمر بھر پھر بھی
یہ حسن و عشق تو دھوکا ہے سب مگر پھر بھی
ہزار بار زمانہ اِدھر سے گزرا ہے
نئی نئی سی ہے کچھ تیری رہ گزر پھر بھی
شبِ فراق سے آگے ہے آج میری نظر
کہ کٹ بھی جائے گی یہ شام بے سحر پھر بھی
خراب ہو کے بھی سوچا کیے تیرے مجبور
یہی کہ تیری نظر ہے تری نظر پھر بھی
غمِ فراق کے کُشتوں کا حشر کیا ہوگا
یہ شامِ ہجر تو ہو جائے گی سحر پھر بھی

ہمارا وطن جو کبھی پُرامن تھا آج دہشت گردی اور ٹارگٹ کلنگ اور دھماکوں کے آگے ہم بے بس ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے سب پر...... ارضِ پاکستان پر...... یہی امید ساحر لدھیانوی کی نظم میں نظر آتی ہے۔ اس کا انتخاب صبیحہ سمیع نے کراچی سے کیا ہے۔

امید

وہ صبح کبھی تو آئے گی
ان کالی صدیوں کے سر سے
جب رات کا آنچل ڈھلکے گا
جب دکھ کے بادل پگھلیں گے
جب سکھ کا ساگر چھلکے گا
جب امبر جھوم کے ناچے گا
جب دھرتی نغمے گائے گی
وہ صبح کبھی تو آئے گی
جس صبح کی خاطر جگ جگ سے
ہم سب مر مر کے جیتے ہیں
جس صبح کی امرت دُھن میں ہم
زہر کے پیالے پیتے ہیں
ان بھوکی پیاسی روحوں پر
اِک دن تو کرم فرمائے گی
وہ صبح کبھی تو آئے گی
مانا کہ ابھی تیرے ارمانوں کی قیمت کچھ بھی نہیں
مٹی کا بھی ہے کچھ مول مگر
انسانوں کی قیمت کچھ بھی نہیں
انسانوں کی عزت جب جھوٹے
سکوں میں نہ تولی جائے گی
وہ صبح کبھی تو آئے گی
دولت کے لیے جب عزت کو نہ بیچا جائے گا
چاہت کو نہ کچلا جائے گا
غیرت کو نہ بیچا جائے گا
اپنے کالے کرتوتوں پر جب دنیا شرمائے گی
وہ صبح کبھی تو آئے گی

WWW.PAKSOCIETY.COM

ٹوٹیں گے کبھی تو بت آخر دولت کی اجارہ داری کے
جب ایک انوکھی دنیا کی بنیاد اٹھائی جائے گی
وہ صبح کبھی تو آئے گی

الفاظ کسی بات کو ایسے بیان کرتے ہیں کہ کہیں وہ تیر کی طرح ایک کمان پر چڑھے محسوس ہوتے ہیں تو کہیں موتی کی لڑی کی طرح چمکتے محسوس ہوتے ہیں۔ عدیم ہاشمی کی اس غزل میں اسی طرح انسانی رویے کا تصادم نظر آتا ہے۔ اس میں شدت پسندی بھی ہے اور امید بھی اس کا انتخاب ماہین حنیف نے لاہور سے کیا ہے۔

غزل

تعلق توڑتا ہوں تو مکمل توڑ دیتا ہوں
جسے میں چھوڑتا ہوں تو مکمل چھوڑ دیتا ہوں
محبت ہو کہ نفرت ہو بھرا رہتا ہوں شدت سے
جدھر سے آئے یہ دریا اُدھر ہی موڑ دیتا ہوں
مرے سیکھے ہوئے سپنے کہیں لہریں نہ لے جائیں
گھروندے ریت کے تعمیر کر کے چھوڑ دیتا ہوں
میں شیشہ گر نہیں آئینہ سازی تو نہیں آتی
جو دل ٹوٹے تو ہمدردی سے اس کو جوڑ دیتا ہوں
عدیم اب تک وہی بچپن وہی تخریب کاری ہے
قفس کو توڑ دیتا ہوں پرندے چھوڑ دیتا ہوں

حالات کے نشیب و فراز سے جب صاحبِ ذوق متاثر ہوتا ہے تو وہ اثرات یا احساسات الفاظ کے روپ میں ڈھل کر سامنے آتے ہیں کچھ ایسے ہی احساسات اس نظم میں امجد اسلام امجد کے ہیں۔ اس کا انتخاب تہذیب فاطمہ نے اسلام آباد سے کیا۔

یہ جو وقت ہے میرے شہر پر

یہ جو وقت ہے میرے شہر پر
کئی موسموں سے رکا ہوا
اسے اذن دے کہ سفر کرے
اسے حکم دے کہ یہ چل پڑے
میرے آسمان سے دور ہو
کوئی چاند چہرہ کشا کرے
کوئی آفتاب ظہور ہو
کہ نواحِ چشمِ خیال میں وہ جو خواب تھے
وہ دھواں ہوئے
وہ جو آگ تھی وہ نہیں رہی
جو یقین تھے وہ گماں ہوئے
کوئی دھند ہے جسے دیکھتے
میری آنکھ برف سی ہو گئی
وہ عبارتِ سرِ لوحِ دل کسی ربط سے نہیں آشنا
کہ جو روشنی تھی کتاب میں
وہی حرف حرف سی ہو گئی
کوئی گرد باد اٹھے نہیں
کسی زلزلے کی نمود ہو
یہ جو "ہست" ہے میرے چار سو
کوئی معجزہ کہ یہ "بود" ہو
میری آنکھ میں یہ جو رات ہے
میری عمر میں اسے ٹال دے
میرے دشتِ ریگِ ملال کو
کسی خوش خبر کا غزال دے
یہ فلک پہ جتنے نجوم ہیں
تیرے حکم کے ہیں منتظر
وہ جو صبحِ نو کا نقیب ہو
میری سمت اس کو اچھال دے

سندیسے

پاکیزہ بہنیں

غیبت کرنے والے سن لیں

حضرت انس بن مالک راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "غیبت کا ایک کفارہ یہ ہے کہ اس شخص کے لیے دعائے مغفرت کرلے جس کی تو نے غیبت کی تو یوں کہہ کہ اے اللہ! تو میری اور اس کی مغفرت فرما۔ (مشکوۃ)

مرسلہ: عندلیب، سلانوالی

حاصل دنیا

زندگی میں لوگ کسی کو دکھ کے سوا دے بھی کیا سکتے ہیں مرنے کے بعد ایک کفن دیتے ہیں وہ بھی رو رو کے۔

مرسلہ: سلیمہ نہال، جہلم

مبارک باد

میری بہنو! یہ نیا سال مبارک ہو تمہیں
اس کی رحمت کا جو ادنیٰ سا اشارہ ہو جائے
آج جس وقت کے تیور ہیں بہت بدلے ہوئے
کل کو ممکن ہے یہی وقت تمہارا ہو جائے

مرسلہ: منور شہزادی، گوجرانوالہ

زندگی اور موت

کہنے کو زندگی تھے تم
موت سی جدائی دی
وابستہ تم سے تھی خوشی
نمی آنکھ کو ہمیشہ دی
آئی سمجھ تمہیں جیت کے
شہ مات تم نے ہم کو دی

شاعرہ: خالدہ نسیم، انگلینڈ

جدائی

دل کرتا ہے کہ لپٹ جاؤں روح بن کے تیرے جسم سے
کہ جب تجھ سے جدا ہوں تو تیری جاں ہی نکل جائے

مرسلہ: انعم وقار حیدر، لاہور

دوستی کے قابل

1۔ دوسروں کے عیب چھپانے والا۔
2۔ معذرت کو قبول کر لینے والا۔
3۔ احسان کر کے بھول جانے والا۔
4۔ عقل مند جو حکمت و عمل کی باتیں سکھاتا ہو۔
5۔ جو بے غرض اور محض اللہ کے واسطے دوستی رکھتا ہو۔

مرسلہ: سامعہ تبسم، ملتان

یاد تیری

سرِ شام ہی میرے آنگن میں اتر آتی ہے یاد تیری
بڑی بے درد ہے بڑا رُلاتی ہے یاد تیری
جب بھی مجھے تنہا پاتی ہے چلی آتی ہے
دبے پاؤں اور بہت ستاتی ہے یاد تیری
کسی بھی پل چین سے نہیں رہنے دیتی
آنکھوں سے آنسو بن کر بہہ نکلتی ہے یاد تیری

شاعرہ: سباریہ چوہدری، گجرات

WWW.PAKSOCIETY.COM

روحانی مشورے

ادارہ

بیماری کے آداب

انسان کے ساتھ دکھ، سکھ بیماری، تندرستی وغیرہ کے مختلف حالات پیش آتے رہتے ہیں۔ جس میں اللہ رب العزت کی طرف سے بے شمار مصلحتیں ہوتی ہیں۔

انسان میں عاجزی پیدا ہوتی ہے، غلطیوں اور گناہوں کا کفارہ ہوتا رہتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کی توفیق ہوتی رہتی ہے۔ بعض اوقات آدمی اپنے اعمال سے ان درجات تک نہیں پہنچ سکتا جہاں کسی تکلیف پر صبر کرنے کی وجہ سے پہنچ جاتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ بیماری کی حالت میں صبر کو اپنا شعار بنایا جائے۔

ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ نے ایسی حالت پیش آنے کی صورت میں ہمیں وہ اعمال بتائے ہیں جن کو اختیار کرنے سے زحمت بھی رحمت بن جاتی ہے اور ان سنتوں پر عمل کرنے کا اجر وثواب الگ ملتا ہے۔

لہٰذا کسی بھی مسلمان پر بھی ایسی حالت ہو تو جہاں وہ ایک طرف دعائیں کرنے کا اہتمام کرے اور معتدل طریقے پر علاج کروائے، وہاں وہ حسبِ ذیل مسنون اعمال کا بھی ضرور اہتمام کرے۔

1۔ چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے سچی توبہ کرے۔

2۔ دن، رات جن سے رابطہ رہتا ہے (میل جول والے) ان سے کہا سنا معاف کرائے، خصوصاً اپنے ماتحتوں (بیوی، بچوں، ملازموں، شاگردوں) وغیرہ یا جن سے کاروباری معاملات میں واسطہ پڑتا ہے، اہتمام کے ساتھ ان سے معافی مانگے۔ اسی طرح گھروں میں عورتیں ساس اور نند ہونے کی صورت میں بہو اور بھاوج سے، بہو ہے تو ساس اور نندوں سے، دیورانی، جیٹھانی سے دل سے معافی مانگ لے کیونکہ وظائف، دعاؤں، تعویذوں اور دواؤں سے بہت زیادہ ضروری ہے کہ جس کا دل دکھایا ہے اس سے معافی مانگ لی جائے اور اتنا خوش کر دیا جائے جتنا کہ اس کو ستایا ہے۔

اس سے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد وہ مصیبت اور بلا دور ہو جائے گی۔

3۔ بلاوجہ کسی پر برا گمان باندھنے سے بہت بچیں، یعنی لمبی مدت سے بیماری چل رہی ہے یا ظاہری علاج سے فائدہ حاصل نہیں ہو رہا ہے تو کسی پر برا گمان ہرگز نہیں باندھیں، مثلاً فلاں نے جادو کروا دیا ہے یا بیٹی کی ساس نے جو میری بہو کا جوڑا نمونے کے طور پر منگایا تھا، پتا نہیں اس کے بعد سے جو زینب نے یہ جوڑا پہنا اس کی طبیعت صحیح نہیں چل رہی ہے اور وہ اکھڑی اکھڑی رہتی ہے۔ زینب اور زاہد (میرے بہو بیٹے) میں اسی دن سے تو تو...... میں میں...... بھی چل رہی ہے بلکہ اگر اس طرح کے خدشات ہوں تو "سورۂ فلق، سورۂ ناس" اور دیگر مسنون دعائیں اہتمام سے پڑھیں اور خود پر اور دوسروں پر بھی دم کریں۔

4۔ مسلمان کی تو شان یہ ہونی چاہیے کہ ہر حال میں وہ اللہ تبارک وتعالیٰ پر بھروسا کرنے والا اور اسی کی طرف رجوع کرنے والا ہو، لہٰذا بیماری کے آتے ہی دل کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کریں۔

یعنی پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا مانگیں۔

اے اللہ! یہ بیماری آپ ہی کے حکم سے آئی ہے اور آپ ہی اس بیماری کو دور کرنے والے ہیں، آپ ہی شفا عطا فرما دیجیے۔

دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا مانگیں، اگر عورت عذر کی بنا پر فوری نماز نہیں پڑھ سکتی تو دل کا دھیان مکمل طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ سے باندھ لے اور استغفار کرے۔

جب بھی ڈاکٹر اور حکیم کے پاس جانا ہو تو اس سے پہلے دو رکعت نفل پڑھ کر جائے کہ ڈاکٹر اور دوا یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے محتاج ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ چاہیں گے تو اس میں شفا ڈال دیں گے ورنہ وہی دوا بعض اوقات کوئی نیا مرض پیدا ہونے یا موجودہ مرض بڑھانے کا سبب بن جاتی ہے۔

کئی مرتبہ دیکھا گیا کہ ایک ہی قسم کے دو مریض ایک ہی ڈاکٹر کے پاس گئے، ایک ہی دوا دونوں کو ملی، ایک کو اس سے فائدہ ہوا، دوسرے کو نہیں ہوا۔ اس لیے بچوں کو بھی اسی ایمان، یقین کی تربیت دیجیے کہ بچے بھی جب بیمار ہوں تو دل میں پہلا خیال یہ آئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا مانگ کر بیماری دور کروانی ہے۔ مسلمان کے لیے وہ بیماری بہت مبارک ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے تعلق بڑھے اور اس کا ایمان قوی ہو۔

5۔ اسی طرح بیماری کا پانچواں ادب یہ ہے کہ صدقے کا اہتمام کرے کیونکہ صدقہ دنیا میں بیماریوں، مصیبتوں اور بلاؤں کے دور ہونے کا اور آخرت میں بلندیٔ درجات اور رحمتِ خداوندی کا ذریعہ ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے صدقے کے سائے میں ہوگا جب تک کہ حساب کا فیصلہ نہ ہو۔

یعنی قیامت کے دن جب آفتاب نہایت قریب ہوگا ہر شخص پر اس کے صدقات کی مقدار سے سایہ ہوگا، جتنا زیادہ صدقہ دیا ہوگا اتنا ہی زیادہ سایہ ہوگا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ صدقہ قبروں کی گرمی دور کرتا ہے اور ہر شخص قیامت میں اپنے صدقے سے سایہ حاصل کرے گا اور یہ مضمون تو بہت سی روایات میں آیا ہے کہ صدقہ بلاؤں کو دور کرتا ہے۔

اس زمانے میں جبکہ مسلمانوں پر ان اعمال کی بدولت ہر طرف سے ہر قسم کی بلائیں مسلط ہو رہی ہیں، صدقات کی بہت زیادہ کثرت کرنی چاہیے۔ بالخصوص جبکہ دیکھتی آنکھوں عمر بھر کا سرمایہ کھڑے کھڑے چھوڑنا پڑ جاتا ہے، ایسی حالت میں بہت اہتمام سے بہت زیادہ مقدار میں صدقات کرتے رہنا چاہیے کہ اس میں وہ مال بھی ضائع ہونے سے محفوظ ہو جاتا ہے جو صدقہ کیا گیا اور اس کی برکت سے اپنے اوپر سے بلائیں بھی ہٹ جاتی ہیں مگر افسوس! کہ ہم لوگ ان احوال کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی صدقات کا اہتمام نہیں کرتے۔

یاد رکھیں کہ ضروری نہیں کہ کالے بکرے یا کالی مرغی کا ہی صدقہ دیا جائے بلکہ مسکین کی ضرورت کے موافق جو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کو راضی کرنے کی خاطر دیا جائے وہ صدقہ ہے اور کوشش کرے کہ چھپ کر صدقہ کرے اس طرح کہ دائیں ہاتھ سے دے تو بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔

اب ہم چند خاص بیماریوں کی دعائیں ذکر کرتے ہیں، ان دعاؤں کو بھی وقت پڑنے پر مانگتے رہیں۔

☆☆☆

مریض کی عیادت کے وقت کی دعائیں

1۔ جب کسی مریض کی عیادت اور مزاج پرسی کرے تو یہ الفاظ کہے۔

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

ترجمہ: "کوئی گھبرانے کی بات نہیں، انشاء اللہ یہ بیماری ظاہری اور باطنی آلودگیوں سے پاک کر دینے والی ہے۔"

اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِىْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا

ترجمہ: "اے لوگوں کے پروردگار! تکلیف کو دور فرما اس بیمار کو شفا دے، اور تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں، ایسی شفا دے کہ کوئی بیماری باقی نہ رہنے دے۔"

3۔ یا تین مرتبہ یہ پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ وَاللّٰهُ يَشْفِيْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ فِيْكَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِى الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ٥

ترجمہ: "میں اللہ کے نام کے ساتھ تجھ پر دم کرتا ہوں اور اللہ ہی تجھے شفا دے گا ہر اس بیماری سے جو تیرے اندر ہو اور جھاڑ پھونک کرنے والی عورتوں کے شر سے اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب کہ وہ حسد کرنے لگے۔"

4۔ یا سات مرتبہ یہ دعا پڑھے۔

اسال اللہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیک

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

شوابے
ہومیو کلینک
SCHWABE
from Nature
for Health

اس بات کی ضرورت کافی عرصے سے محسوس کرائی جا رہی تھی کہ کسی مستند ادارے کے تحت ماہر تجربہ کار ہومیو پیتھک ڈاکٹروں کا بورڈ ہو جو لوگوں کی صحت کے مسائل کو اپنی ماہرانہ رائے اور تجربے کی روشنی میں نہ صرف حل کرے بلکہ ان کی رہنمائی بھی کرے۔ لہٰذا اس سلسلے کے تحت ہماری کوشش ہوگی کہ ہم آپ کو مختلف امراض کے متعلق آگاہی بھی فراہم کریں اور آپ کے جو صحت کے مسائل ہوں اس کو بورڈ کے ماہر و تجربہ کار ڈاکٹرز کے ذریعے حل کرائیں تاکہ آپ کا معیارِ صحت بلند ہو لہٰذا آپ کے جو بھی صحت کے مسائل ہیں انہیں ہمیں اس پتے پر لکھ بھیجیں، پوسٹ بکس نمبر 733 کراچی۔ ہم ماہنامہ پاکیزہ کے ذریعے آپ کی بیماری کے متعلق آپ کی رہنمائی کریں گے لیکن اس کے لیے اپنا مکمل نام، عمر، پتا اور جو کام کرتے ہیں اس کے متعلق، ازدواجی حیثیت، بیماری کے متعلق، کب سے ہوئی، کیا علاج کیا؟ کسی قسم کی کوئی رپورٹس ہوں تو اس کی فوٹو کاپی جو پڑھنے کے قابل ہوں ساتھ بھیجیں تاکہ صحیح تشخیص کی جا سکے اور دوا بھی صحیح تجویز ہو۔

چہرے پر دانے

ش۔ع..........فیصل آباد

سوال:۔ میرے چہرے پر دانے نکل رہے ہیں

ٹوکن

برائے شوابے ہومیو کلینک

مارچ 2013

اپنا مسئلہ اس ٹوکن کے ساتھ روانہ کریں۔ ٹوکن کے بغیر آئے ہوئے مسئلوں پر توجہ نہیں دی جائے گی۔ اپنا مسئلہ جس مہینے بھیجیں اسی مہینے کا ٹوکن استعمال کریں۔

نام: ____________

پتا: ____________

____

جو کہ سرخ رنگ کے ہوتے ہیں۔ خود نکلتے ہیں اور غائب ہو جاتے ہیں۔ مگر بعض اوقات اتنے نکلتے ہیں کہ چہرہ عجیب سا لگتا ہے۔ برائے مہربانی کوئی دوا تجویز فرمائیں۔ میری عمر 20 سال ہے۔

جواب:۔ ش۔ع۔ صاحبہ! آپ اپنے کھانے میں موسمی پھلوں اور سبزیوں کا اضافہ کیجیے۔ منہ پر کسی قسم کی کوئی کریم استعمال نہ کریں۔ دن میں پانچ سے چھ مرتبہ پانی سے دھویا کریں۔ صبح سویرے کی دھوپ یا شام کو سورج غروب ہونے سے پہلے کی دھوپ میں 15 منٹ تک روزانہ بیٹھیں۔ ساتھ Juglans Regia 30 روزانہ ایک خوراک یا Gun Powder 3X دن میں تین مرتبہ لیں۔

سر کے بال گر رہے ہیں

(میرا نام شائع نہ کیا جائے)

سوال:۔ میری تکلیف یہ ہے کہ کافی عرصے سے میرے سر کے بال گر رہے ہیں اور سر میں خشکی اور کائی بھی ہے۔ مختلف قسم کے تیل اور شیمپو استعمال کیے لیکن

فائدہ نہیں ہوا۔ آپ کوئی اچھا سا نسخہ تجویز کریں۔

جواب:۔ اپنے بالوں کی صفائی کا خیال رکھیں۔ اچھی اور متوازن غذا کا استعمال کریں۔ خوشبو والے صابن اور تیل کا استعمال ترک کر دیں۔ صبح ناشتے کے بعد Acid Flour 30، دوپہر کو کھانے کے بعد Vinca Minor 30 اور Acid Phos کے پانچ قطرے ایک گلاس پانی میں رات کو سوتے وقت استعمال کریں اور ایک مہینے بعد اپنے حال سے آگاہ کریں۔

قد نہیں بڑھ رہا

عامر قریشی..........گارڈن کراچی

سوال:۔ میری عمر 19 سال ہے اور وزن 11 پاؤنڈ ہے۔ میرا قد 5 فٹ 2 انچ ہے۔ کئی سالوں سے میرا قد نہیں بڑھ رہا ہے۔ برائے کرم قد بڑھانے کی کوئی دوا تجویز کریں۔

جواب:۔ جناب عامر قریشی قد 17 سال بعد کم ہی بڑھتا ہے۔ بہرحال ٹرائی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ اچھی متوازن غذا استعمال کریں۔ متوازن غذا سے مراد انڈا، دودھ، مکھن، گھی، گوشت (گائے، بکرا، مچھلی) دالیں، پھل و سبزیاں لیں۔ صبح سویرے ورزش کا اہتمام کریں خصوصاً لٹکنے والی ورزش آپ کے لیے مفید ہے۔ اس کے علاوہ اگر مزاج میں تیزی ہو، غصہ جلد آتا ہو تو Thyroidinum 30۔ صبح و شام کھائیے اور Ferrum Phos 6X + Calc Phos 6X دوپہر اور رات کھانے کے بعد پانچ پانچ قطرے استعمال کیجیے اور اپنے احوال سے بھی آگاہ کرتے رہیں۔

ہائے مٹاپا

ناصر احمد..........لاہور

سوال:۔ میری عمر 20 سال ہے لیکن میرا وزن 65 کلوگرام ہے۔ سینہ 34 انچ اور پیٹ 36 انچ چوڑا ہے۔ میں بہت موٹا ہوں۔ دودھ، انڈے اور میٹھی چیزوں سے مجھے رغبت ہے اور ورزش سے مجھے چڑ ہے۔ مٹاپے کی وجہ سے گھٹنے میں درد رہتا ہے اور سر میں بھی ہلکا سا درد رہتا ہے۔ سر کو گھمانے سے سر میں چکر آتے ہیں۔ اس مٹاپے کی وجہ سے میں مناسب طور پر کپڑے بھی نہیں پہن سکتا اور دوسرے لوگ میرا مذاق اڑاتے ہیں۔

SCHWABE

جواب:۔ سب سے پہلے آپ اپنی غذا کی طرف توجہ دیں۔ دن میں بھوسی والی ایک روٹی کھائیں، آدھی پیالی دودھ پئیں، سبزیوں میں گاجر، ٹماٹر، سلاد اُبال کر یا کچی بھی استعمال کریں۔ پھلوں میں موسمی پھل اور سیب استعمال کریں۔ کیلا، آلو اور مرغن غذاؤں سے پرہیز کریں، ورزش ضرور کیا کریں، کم از کم ایک گھنٹا پیدل چلیں۔ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی روزانہ ایک خوراک 5 قطرے ایک گھونٹ پانی میں Calc Carb 200 کے روز صبح کو اور Phytolacca e Baccis کے 7 قطرے آدھا کپ پانی میں استعمال کریں۔ دو ماہ بعد کیفیت سے مطلع کریں۔

طالب علم کا مسئلہ

ثمینہ..........اسلام آباد

سوال:۔ میری یادداشت بہت کمزور ہے۔ ایک سوال کو میں ایک دن میں یاد کروں تو وہ میں دوسرے دن بھول جاتی ہوں۔ دوسرے یہ کہ مجھے یاد بھی دیر سے ہوتا ہے۔ جب پڑھنے بیٹھتی ہوں تو مختلف خیالات ذہن کو پریشان کرتے ہیں اور جب خالی پیٹ ہوتی ہوں تو معاملہ اور خراب ہو جاتا ہے اسی وجہ سے میں امتحان میں بار بار فیل ہو جاتی ہوں۔ برائے مہربانی کوئی ایسی دوا تجویز فرمائیں کہ میری یادداشت تیز ہو جائے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

جواب:۔ دن میں تین مرتبہ
"Anacardium 30" رات کو سوتے وقت ایک گولی تھوڑے سے پانی کے ساتھ Cratex اور ولمار شوابے جرمنی کی پڑھنے سے ایک گھنٹا پہلے Avena Sativa Q Acid Phos Q 5,5 قطرے گرم پانی میں استعمال کریں۔ پوری توجہ سے یکسو ہو کر پڑھا کریں۔ جس چیز کو یاد کرنا ہو اس کو پہلے اچھی طرح پڑھیں پھر اس کو تین یا چار بار لکھا کریں۔ اس طرح اچھا یاد بھی ہو جائے گا۔

ہر کھانے کے بعد اجابت

صادقہ عزیز............اسلام آباد

سوال:۔ میں جب کوئی چیز کھاؤں یا کھانا کھاؤں تو مجھے اُس کے فوراً بعد اجابت ہو جاتی ہے۔ برائے مہربانی اس کا کوئی علاج تجویز کر دیں کیونکہ اس وجہ سے میں کسی دعوت میں شرکت کرنے سے گھبراتا ہوں۔ مجھے میٹھی چیزیں بہت زیادہ پسند ہیں۔

جواب:۔ چربیلی غذاؤں سے پرہیز کریں۔ تین حصے کھانا اور ایک حصہ خالی چھوڑ کر کھانا کھائیں تاکہ ہضم ہو سکے۔ بار بار کھانے پینے سے پرہیز کریں۔ تیز مرچ مصالحے اور گائے کے گوشت سے پرہیز کریں۔ کھچڑی چاول کھائیں، موسم کے پھل بھی استعمال کریں، انار کے دانے کھائیں۔ اس کے علاوہ دن میں چار مرتبہ Argentum Nitricum 30 پندرہ دن استعمال کریں۔

موٹا ہو جاؤں

مہندر کمار............حیدر آباد

سوال:۔ میری عمر 24 سال ہے اور میرا وزن 45 کلوگرام ہے اور میں تقریباً ہڈیوں کا ڈھانچا نظر آتا ہوں۔ مناسب کھاتا پیتا ہوں مگر پھر بھی موٹا نہیں ہوتا۔ چار مہینے بعد میری شادی ہونے والی ہے۔ برائے مہربانی کوئی ایسی دوا تجویز کریں کہ میں موٹا ہو جاؤں۔

جواب:۔ آپ تفصیل سے اپنا حال لکھیں جس میں اپنے جسم کی ساخت اور مزاج کے بارے میں بھی لکھیں۔ Alfalfa Q ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کے 11 قطرے صبح نہار منہ 11 بجے اور شام 5 بجے ایک گلاس پانی میں ڈال کر لیں۔ Calc Carb 30 کے 5 قطرے دن میں تین مرتبہ آدھا گلاس پانی میں ڈال کر لیں۔ ناشتے میں انڈا....... دودھ مکھن، دہی، بالائی استعمال کریں۔ نشاستے دار غذائیں کھجور، آم، سنگترہ، کیلا اور آلو کھائیں۔

نوجوانوں کا مسئلہ

ن۔م..............کراچی

(برائے مہربانی سوال شائع نہ کریں)

جواب:۔ یہ فعل اکثر بری صحبت اور مخرب اخلاق ناول و فلموں کی وجہ سے نوجوانوں سے سرزد ہوتا ہے۔ جس سے شاذونادر ہی کوئی نوجوان بچا ہو۔ پھر بھی آپ اس قبیح فعل سے توبہ کریں۔ اچھی کتابیں پڑھیں، اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تاکہ آپ کا کردار بلند ہو، نماز کی پابندی کریں، ورزش کیا کریں اور اپنے آپ کو مصروف رکھا کریں۔ مرغن اشیا، گوشت، مچھلی، انڈا، خشک میوے سے مکمل پرہیز کریں، سبزیوں کا استعمال زیادہ کریں۔ دن میں چار مرتبہ Staphysagria 30 ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی۔ دن میں دو دفعہ Conium 30 ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی صبح اور رات کو۔ اس کے علاوہ Acid Phos Q اور Avena Sativa Q کے 5,5 قطرے آدھا کپ پانی میں تین بار استعمال کریں۔

صحت ہے تو سب کچھ ہے اور صحت نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے ایک مرد کی تخلیق کی بعد میں اس کی ساتھی عورت کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا اور حضرت مریم علیہ السلام

...ن سے ایک مرد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ پیدا کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کی جہاں ...دی جاتی ہے وہاں اُن کی بیوی کو نہیں بھولنا چاہیے جب سب نے ساتھ چھوڑ دیا تو وہ اُن کے ساتھ ...۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو سب سے ... ایمان لائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو ...یث کے ایک بڑے ذخیرے کی راوی ہیں اور ساتھ ... مسائل کی بھی جو عورتوں اور میاں بیوی کے درمیان ...تے ہیں۔ دنیا میں جتنی بھی چیزیں ہیں ان میں عموماً ...اور خیر کے دو پہلو ہوتے ہیں اور ان کا اختیار بھی ہمیں ...ے دیا گیا ہے۔ اسی لیے ہم کو اشرف المخلوقات ...یا لیکن اس دورِ جدید میں پرانے وقتوں کی طرح ایک ...ر پھر عورت کی شخصیت کو مسخ کر کے رکھ دیا گیا ...ہے۔ اُس دور میں عورت محبوس و غلام تھی لیکن اب ...ورت گلیمر کا نشان اور اشتہاری بن کر رہ گئی ہے۔ اس ...تہاری بحث کا مقصد یہ باور کرانا ہے کہ عورت تخلیق کار ...ہے، گھر گرہستی کی ذمہ دار ہے، بچوں کی تعلیم و تربیت کی ...سب سے پہلی ذمہ دار "ماں" یعنی عورت ہے۔ جبھی تو ...ماں کے درجات باپ سے زیادہ بلند کیے گئے ہیں۔

افسوس کہ ہم نے سب کچھ فراموش کر دیا ہے۔ نہ عورت کو تقدس و احترام دیا اور نہ ہی اس کی صحت کی طرف کچھ توجہ دی۔ کبھی سوچا کہ عورتیں سب سے زیادہ بیمار کیوں ہوتی ہیں؟ اور کس لیے ہوتی ہیں؟ اس کا ذمے دار کون ہے؟ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ شمارے میں آپ کو بتائیں گے۔ فی الحال اتنا یاد رکھیں کہ صحت ہے تو سب کچھ ہے اور صحت نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں۔

"آسٹیو آرتھرائی ٹس"
(Osteo Arthritis)

کبھی کبھی کسی مریض کو سمجھانا بڑا دشوار ہو جاتا ہے، کبھی کوئی مریض یہ کہتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب جوڑوں میں درد ہوتا ہے کوئی دوا لکھ دیں۔ بے چارہ مریض یہ سمجھتا ہے کہ شاید ڈاکٹر صاحب بتانا نہیں چاہ رہے، ٹال رہے ہیں۔ اب اس کا فیصلہ آپ خود کر لیں گے۔ اس مضمون کو پڑھ کر جوڑوں کی بیماریوں میں سرفہرست ریوماٹائیڈ آرتھرائی ٹس، آسٹیو آرتھرائی ٹس، گاؤٹ شامل ہیں۔ ہر مرض کی ادویہ، علامات، ٹیسٹ الگ ہیں۔ اب صرف یہ کہہ دینا کہ جوڑوں کا درد ہے، یہ ڈاکٹر کے ساتھ زیادتی ہے اور صرف جوڑوں کے درد کے نام پر دوا لکھ دینا یہ مریض کے ساتھ زیادتی ہے۔

SCHWABE

آسٹیو آرتھرائی ٹس بہت زیادہ عام ہو چکا ہے۔ اس میں زیادہ تر بوڑھے افراد مبتلا ہوا کرتے ہیں لیکن ۴۰ سال کی عمر کے بعد کسی کو بھی، کسی بھی وقت ہو سکتا ہے۔ یہ مرض دراصل جوڑوں کے درمیان موجود cartilage کے گھس کر تباہ ہونے کی وجہ سے شروع ہوتا ہے۔ کارٹی لیج کے اردگرد کی ہڈیوں کی سطحوں پر غیر ہمواری آ جاتی ہے اور کنارے ابھر آتے ہیں، اسی وجہ سے جوڑوں کو استعمال کرتے وقت ہڈیاں ایک دوسرے سے رگڑ کھاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے درد محسوس ہوتا ہے، جوڑوں کو حرکت دیتے ہوئے، رگڑ کھانے کی وجہ سے آوازیں نکلتی ہیں، جوڑوں میں سختی آ جاتی ہے یہ ہڈیوں کے جوڑوں کو گھلا دینے والی بیماری ہے، جوڑوں میں درد کا ہونا اور سختی پیدا ہو جانا اس کی اہم علامات ہیں اس کے علاوہ آنکھوں سے پانی بہنا، ٹانگوں میں تشنجی کیفیات کا ہونا، رگوں میں سختی پیدا ہونا، مثانے اور جگر کی کارکردگی میں نقص ہونا، اگر ریڑھ کی ہڈی میں آرتھرائی ٹس ہو جائے اور ہڈیوں کے باریک باریک کونے بن کر باہر نکل آئیں تو spinal Nerves پر پریشر ڈال کر بازوؤں میں درد اور سن ہونے کی علامات پیدا ہوتی ہیں۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب گردن کا اسپائن متاثر ہو۔ ہماری روزمرہ کی خوراک کیا ہے اگر کچھ توجہ اس پر نہ دی گئی تو میرا خیال ہے کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

اگلی آنے والی نسل میں اس مرض کا تناسب بہت بڑھ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کا کس قدر خیال کیا کہ روشنی بھی دی تو اس کا بھی دہرا فائدہ، روشنی کے ساتھ ساتھ سورج کی شعاعوں میں ہی ایسا انتظام کر دیا کہ انسان کی ہڈیاں اس سے مضبوط ہوتی رہیں۔ مگر واہ رے انسان، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اتنی بڑی نعمت سے فیض ہی نہیں اٹھاتا۔ سورج کی کرنوں میں وٹامن ڈی وافر مقدار میں موجود ہوتا ہے۔ اگر ہر شخص صبح سورج کے نکلنے کے دو گھنٹے کے اندر کچھ دیر کے لیے ہی سہی، دھوپ میں بیٹھ جائے تو یقین مانیے کہ ہڈیوں کا مرض ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر افسوس کہ ہم گھر بناتے یا خریدتے وقت یہ سوچتے ہی نہیں کہ دھوپ کی آمد و رفت ہو۔

دوسرا اہم ذریعہ سبزی اور پھل ہیں۔ مگر یہاں بھی سوائے افسوس کے اور کچھ نہیں رہ جاتا کہ سبزیوں کے مقابلے میں گوشت کا استعمال بے دریغ کیا جاتا ہے۔ کبھی آپ نے کسی شادی بیاہ کی تقریب میں کوئی سبزی پکی ہوئی دیکھی؟ کیونکہ ہم گوشت کھانے کے اس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ سبزی کی صورت ہفتہ میں ایک آدھ بار ہی دکھائی دیتی ہے۔ جبکہ سبزیوں میں جس قدر افادیت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اس کا تو کوئی مول ہی نہیں۔ یہی وجوہات ہیں جن کی بنا پر ہڈیوں کو نہ کیلشیم ملتا ہے نہ وٹامن ڈی۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ہڈیاں کمزور ہو کر مبتلائے مرض ہی ہوں گی۔

اسی طرح دودھ کی مثال لے لیں۔ اول تو دودھ خالص دستیاب ہی نہیں۔ بھینسوں کو ہارمونز کے انجکشن لگا لگا کر دودھ کو الٹا نقصان دہ بنا دیا ہے ورنہ دودھ جیسی طاقتور غذا اور کوئی ہے ہی نہیں، مگر افسوس کہ وہ بھی ہمارے ہی بھائی بند ہیں جو دنیاوی دولت کے انبار لگا کر اپنی آخرت خراب کرنے کے ساتھ ساتھ انسانی زندگیوں سے بھی کھیل رہے ہیں۔

پنجاب کے دیہی علاقوں میں تو اب بھی دودھ بہترین ہے مگر شہروں میں رہنے والے اس گوہر نایاب سے محروم ہیں۔ خوراک میں تبدیلی اس مرض کی اولین ضرورت ہے۔ سبزیوں کا زیادہ استعمال، پھلوں، دودھ اور دھوپ، یہ وہ اشیاء ہیں جن کے استعمال کے بعد یہ مرض بہت جلد بہتر ہو سکتا ہے۔ سلاد کی صورت میں گاجر، چقندر، مولی، پیاز، ٹماٹر مفید ہیں اور پکی ہوئی حالت میں شلجم، مٹر، پالک، بند گوبھی، گاجر، چقندر، پھلیاں، ٹماٹر وغیرہ مفید ہیں۔ سبز پتوں والی سبزیوں کا جوس نکال کر اس میں گاجر اور چقندر کا جوس شامل کر کے پینا از حد مفید ہے۔

کچے آلوؤں کا جوس صدیوں کا آزمودہ نسخہ ہے جو کہ جوڑوں کے درد میں بہترین اثر دکھاتا ہے۔ ایک آلو چھلکے سمیت کاٹ کر پانی میں بھگو دیں۔ نہار منہ پانی پی لیا کریں۔ کالے تل بھی رات بھر پانی میں بھگو دیں۔ نہار منہ پانی پی لیں اور تلوں کو چبا کر کھا لیا کریں۔

قبض اور وزن کی زیادتی اس مرض کو بڑھانے کا اہم ذریعہ ہیں۔ ان دونوں امراض سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کریں، بڑھے ہوئے وزن کے پریشر سے جوڑوں میں پریشر زیادہ پڑتا ہے جس کی وجہ سے کارٹی لیج تباہ ہو جاتی ہے۔

ہومیوپیتھی طریقۂ علاج میں ایسی بیش قیمت ادویہ موجود ہیں جن کے استعمال سے اس مرض کا خاتمہ بھی ممکن ہے۔

آربیوٹس	Arbutus Andra
برائی اونیا	Bryonia
رسٹاکس	Rhus. Tox
کالچیکم	Colchicum
سلفر	Sulfur

Dr. Willmar Schwabe , Germany.
Available at All Leading Medical & Homoeopathic Stores

WWW.PAKSOCIETY.COM